وفاق المدارس العربیہ پاکستان

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی للبنات خاصہ

سال دوم کے پاسٹ پیپرز

اہل سنت بورڈز پاکستان کا واٹس ایپ چینل جوائن کرنے کے لیے کلک کریں۔

اہل سنت بورڈز پاکستان

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

الورقة الاولیٰ: تفسیر

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ١٤٢٩ھ

الشق الاوّل..... يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿١٠٥﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿١٠٦﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٠٧﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿١٠٨﴾

آیات کریمہ کا ترجمہ کریں۔آیات کی تفسیر کریں "مادامت السموات والارض" اور "الّا ماشاء ربك" کا مطلب واضح کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں اور بتائیں کہ "یأت" کیوں مجزوم ہے۔ (پ۱۲۔ھود:۱۰۵تا۱۰۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مذکورہ جملوں کا مطلب (۴) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۵) "یأت" کے مجزوم ہونے کی وجہ۔

جواب..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ جب وہ دن آئے گا تو کوئی نفس بات نہیں کر سکے گا مگر اس کی اجازت سے پس کچھ لوگ ان اہل حشر میں سے بد بخت ہونگے اور بعض خوش نصیب ہونگے، پس جو لوگ شقی و بد بخت ہیں وہ آگ میں ہونگے اور آگ میں ان کی چیخ و پکار ہوگی ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں جب تک آسمان و زمین قائم ہیں مگر جو چاہے گا تیرا پروردگار، بے شک تیرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے اس کو کر سکتا ہے اور جو لوگ نیک و خوش بخت ہیں وہ جنت میں ہونگے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں مگر جو چاہے گا تیرا پروردگار، وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں سے پہلی آیت میں روزِ محشر کی سختی و ہولناکی کا ذکر ہے کہ جب وہ دن آئے گا تو کسی بھی نفس کو بات کرنے کی بھی اجازت نہیں ہوگی اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اس دن صرف باری تعالیٰ کی اجازت سے ہی بات ہو سکے گی اور وہ بھی درست بات ہی کر سکے گا "لایتکلمون الا من اذن له الرحمن وقال صوابا" اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میدانِ محشر میں جمع ہونے والے کچھ بد بخت و بد نصیب لوگ جہنم میں ہونگے اور گدھے کی آواز کی طرح جہنم میں ان کی چیخ و پکار ہو گی اور وہ دائمی طور پر جہنم میں رہیں گے البتہ اگر آپ کے رب نے ان کو جہنم سے نکالنا ہو تو پھر وہ جہنم سے نکالے جائینگے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ گناہوں کی سزا کی وجہ سے جہنم میں داخل کئے جائیں گے پھر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائیں گے۔اور بعض مفسرین کا خیال یہی ہے کہ "الا ما شاء ربك" سے انہی گناہ کار مؤمنوں کی خلاصی کی طرف اشارہ ہے۔اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ بے شک تیرا پروردگار جو کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے اسے مکمل قدرت و اختیار حاصل ہے وہ مجبور نہیں کہ اہلِ جنت کو جنت میں اہلِ جہنم کو جہنم میں ڈالنے کے بعد بے اختیار ہو گیا ہو کہ کسی کو اس کے مسکن سے نہ نکال سکے ایسا نہیں ہے وہ نکالنے پر قادر ہے مگر وہ بالفعل نکالے گا نہیں۔

اسی طرح بعض لوگ خوش بخت و خوش نصیب ہونگے جو دائمی طور پر جنت میں ہی رہیں گے مگر جو تیرا پروردگار چاہے گا۔

صاحبِ تفسیرِ مظہری کے مطابق اس مشیت سے مراد وہ مقام و درجہ ہے جو جنت سے بھی اعلیٰ و ارفع ہوگا اور وہ درجہ و مقام اللہ تعالیٰ کے دیدار میں استغراق و انہماک ہوگا مطلب یہ ہے کہ جنتی لوگ دائمی طور پر جنت میں ہی ہونگے مگر تیرا پروردگار چاہے گا تو ان کو جنت سے نکال کر اس سے بھی اعلیٰ درجہ پر پہنچا دے گا اور اپنے دیدار میں ان کو مستغرق کر دے گا کہ وہ جسمانی طور پر جنت میں ہی ہونگے مگر دیدار میں مستغرق ہونے کی وجہ سے وہ جنت کی نعمتوں کو بھی بھول جائینگے آخر میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ دیدار اور وصالِ پروردگار والا عطیہ غیر منقطع اور لامتناہی ہوگا اس میں کبھی زوال نہیں ہوگا البتہ اس دیدار کی شکلیں و صورتیں مختلف ہوں گی۔

0313 6357316 maktabazarriyamultan@gmail.com

③ مذکورہ جملوں کا مطلب:۔ **مادامت السموات والارض** اہل لغت کہتے ہیں کہ عرب لوگ جب کسی چیز یا فعل کے دوام کو بیان کرتے ہیں تو وہ اس کو آسمان وزمین کی بقاء کے ساتھ مشروط کر دیتے ہیں تو اس **"مادامت السموات والارض"** سے مراد دائمی وہمیشگی کے طور پر جنت وجہنم میں رہنا ہے۔

"الا ما شاء ربك" اس جملہ کا مطلب دونوں جگہ الگ الگ ہے جس کو تفسیر میں بیان کر دیا گیا ہے۔

④ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ **"زفير وشَقِيْقٌ"** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ **"زفير"** سخت آواز اور **"شهيق"** پست آواز ہے۔ضحاک اور مقاتل کہتے ہیں کہ **"زفير"** گدھے کی ابتدائی آواز ہے اور **"شهيق"** گدھے کی آواز کی واپسی والی آخری حالت ہے۔علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ **"زفير"** سانس کا باہر نکالنا ہے اور **"شهيق"** سانس کا لوٹا کر اندر لے جانا ہے۔

"شَقُوْا" صیغہ جمع مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر **شقاوت** (سمع، ناقص) بمعنی بد بخت ہونا۔

"مَجْذُوْذٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم مفعول از مصدر **"جَذًّا"** (نصر، مضاعف) بمعنی کاٹنا، توڑنا، ٹکڑے کرنا۔

⑤ **"يأت"** کے مجزوم ہونے کی وجہ:۔ اس میں ایک قراءت **"يوم يأتي"** (بذکر الیاء) ہی ہے اور دوسری قراءت **"يوم يأت"** (بحذف الیاء) ہے جو کہ ت کے کسرہ پر اکتفاء کرتے ہوئے یا کو حذف کیا گیا ہے اور یہ عمل لغت ہذیل میں بکثرت موجود ہے۔لہٰذا یہ عرب کے محاورہ کے موافق ہے مثلاً **"لا ادری"** کی جگہ **"لا ادر"** کہتے ہیں۔(کشاف ج ۳)

الشق الثانی ..... اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ؕ (پ ۱۳۔رعد:۱۷)

آیت کریمہ کا ترجمہ کریں۔آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کردہ مثال کی وضاحت کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کی تفسیر (۳) مثال کی وضاحت (۴) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ..... ① آیت کا ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر نالے اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے پھر وہ سیلاب جھاگ ومیل کچیل کو بہالایا جو پانی کے اوپر آرہا ہے اور جن چیزوں کو وہ آگ کے اندر تپاتے ہیں (گرم کرنا وپگھلانا) زیور یا دوسرا سامان بنانے کیلئے ان میں بھی اسی طرح میل کچیل ہے۔اسی طرح بیان کرتے ہے اللہ تعالیٰ حق وباطل کو پس وہ جھاگ ومیل کچیل تو ادھر ادھر منتشر ہو جاتا ہے اور جو چیز لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے پس وہ زمین میں باقی رہتی ہے۔اللہ تعالیٰ اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے۔

② آیت کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں دو مثالوں کے ذریعہ حق وباطل کے درمیان فرق بیان کر رہے ہیں اور اس فرق سے مقصود حق کا اثبات پائیداری اور باطل کا ابطال وبے ثباتی کو بیان کرنا ہے باقی اسکی مکمل توضیح ابھی مثال کی وضاحت میں آجائیگی۔

③ مثال کی وضاحت:۔ اس آیت کریمہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے حق وباطل اور اہلِ حق واہلِ باطل کے درمیان فرق بیان کرنے کے لئے دو مثالیں ذکر کی ہیں۔ پہلی مثال کا حاصل یہ ہے کہ آسمان سے بارش نازل ہوتی ہے اور تمام جگہوں ووادیوں پر یکساں طور پر برستی ہے، مگر وہ بارش ہر وادی کی وسعت کے مطابق اس میں سماتی ہے، چھوٹی وادی میں تھوڑی اور بڑی وادی میں زیادہ سماتی ہے اسی طرح قرآن کریم آسمان سے یکساں طور پر نازل ہوا ہے مگر مؤمنین کو نفع پہنچتا ہے اور کافروں کو نہیں اور مؤمنین میں سے بھی بعض کو زیادہ نفع پہنچتا ہے اور بعض کو تھوڑا نفع پہنچتا ہے۔اسی مثال کے ضمن میں دوسری بات یہ کہ جب پانی وادیوں میں بہتا ہے تو صاف ستھرا پانی نیچے ہوتا ہے اور میل کچیل وجھاگ اوپر تیر رہا ہوتا ہے مگر وقت کے ساتھ ساتھ وہ میل کچیل وجھاگ ادھر ادھر رفع دفع ہو جاتا ہے اسی طرح بسا اوقات عارضی طور پر باطل حق کو دبا لیتا ہے مگر کچھ وقت کے بعد حقیقت واضح ہوتی ہے اور باطل کا نام ونشان تک مٹ جاتا ہے اور وہ بالکل نیست ونابود ہو جاتا ہے اور **"ان الباطل كان زهوقا"** کا مصداق بن جاتا ہے۔

دوسری مثال کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علم وہدایت کو دھات سے تشبیہ دی ہے کہ جب دھات کو پگھلایا جاتا ہے تو اس میں اصل دھات اور میل کچیل دونوں چیزیں ہوتی ہیں اور عارضی طور پر میل کچیل دھات کے اوپر آجاتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ جل سڑ جاتا ہے اور ادھر ادھر ہو جاتا ہے اور اس دھات سے لوگ نفع حاصل کرتے ہیں اسی طرح عارضی طور پر بصورت میل کچیل کافر و باطل لوگ اہلِ اسلام پر غالب آجاتے ہیں مگر میل کچیل بالآخر نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور اس علم وہدایت سے صرف مؤمن و مسلمان ہی نفع حاصل کرتے ہیں اور کافروں پر غالب ہو کر رہتے ہیں اور حق باطل کو ٹھہرنے و جمنے نہیں دیتا۔

❹ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "اَوْدِیَۃٌ" یہ وادی کی جمع ہے بمعنی وہ ندی و نالے جہاں پانی بکثرت بہتا ہے۔

"زَبَدًا" یہ مفرد ہے اسکی جمع اَزْبَادٌ ہے بمعنی جھاگ و میل کچیل۔

"رَابِیًا" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر رِبَاءً ، رُبُوًّا (نصر، ناقص) بمعنی پھولنا، چڑھنا و بڑھنا۔

"حِلْیَۃٍ" یہ مفرد ہے اس کی جمع خلافِ قیاس حِلًی، حُلًی آتی ہے بمعنی زیور۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٢٩ھ

الشق الاوّل ..... وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿٦٨﴾ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ ؕ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿٧٠﴾ (پ١٤۔نحل:٦٨ تا ٧٠)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔ "وحی الی النحل" اور "أرذلِ عمر" کی مراد واضح کریں "ذللا" کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں۔ "اِنَّ فی ذٰلك لآیة لقوم یتفکّرون" کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ مذکورہ جملوں کی مراد ④ "ذللا" کے منصوب ہونے کی وجہ ⑤ آیت کی ترکیب۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو بعض پہاڑوں میں گھر بنا اور بعض درختوں میں بھی اور لوگ جو چھتیں بناتے ہیں ان میں بھی، پھر کھا تو ہر طرح کے پھلوں کو اور پھر اپنے رب کے راستوں پر چل جو کہ آسان ہیں اسکے پیٹ سے ایک پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہوتے ہیں اس میں لوگوں کیلئے شفاء ہے بیشک اس میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانی و دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے اور وہی تمہیں وفات دیتا ہے اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو ناکارہ عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ جاننے کے باوجود بھی وہ بے خبر رہیں، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کے جاننے والے ہر چیز پر قادر ہیں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے واقعات کو بیان فرما کر غافل ناشکرے و نافرمان انسان کو دعوت فکر دے رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے بے عقل جانور یعنی شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑ درخت اور لوگوں کے رہنے و بسنے کی جگہوں میں اپنی حیران کن کاریگری کے ذریعہ گھر بنا چنانچہ اس نے ہمارے حکم کی تعمیل میں زبردست صاف وشفاف اور تازہ ہوا اور روشنی والی جگہوں پر خصوصی کاریگری کے ذریعہ گھر بنائے پھر ہمارے حکم کی تعمیل میں اپنی رغبت ومنشاء کے مطابق ہر طرح کے میٹھے وکڑوے پھلوں و پھولوں کا رس وعرق چوس کر اپنے گھروں سے میلوں میل دور نکلنے کے باوجود پروردگار کے سہل و آسان راستوں پر چلتے ہوئے واپس اپنے گھر پہنچتی ہے اس ساری محنت کا پھل وثمرہ یہ نکلتا ہے کہ وہ مختلف رنگ ومختلف ذائقوں کا ایک ایسا انتہائی میٹھا وخوش ذائقہ مشروب تیار کرتی ہے کہ دنیا اس کو ذائقہ ومٹھاس میں مثال کے طور پر پیش کرتی ہے اور اس مشروب کو متعدد بیماریوں کیلئے شفاء بھی بنا دیا گیا یہ سارا واقعہ جہاں پر ہماری قدرت کی علامت ہے وہاں پر نافرمان بندہ کیلئے درسِ عبرت بھی ہے کی بے عقل جانور اتنی زیادہ فرمانبرداری کرے اور عقل مند انسان نافرمان ہی رہے؟ کتنی تعجب وافسوس والی بات ہے۔

دوسری آیت میں "**بعث بعد الموت**" پر قدرتِ کاملہ کے مظہر انسانی وجود کو بطور مثال کے بیان کیا جارہا ہے کہ اے انسان ہم نے تجھے پیدا کیا تو کچھ نہ تھا اور تجھے بہت کچھ بلکہ سب کچھ بنایا اور پھر تجھے موت دے کر فنا کریں گے اور تیرے بعض افراد کو تو بڑھاپہ کی ایک ایسی عمر میں پہنچائیں گے کہ وہ سب کچھ ہونے کے بعد زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ اور فانی کی مثل ہونگے اور بہت کچھ جاننے کے بعد زندہ ہوتے ہوئے بھی سب کچھ بھول جائیں گے جس طرح ہم انسان کو عدم سے وجود بخشنے اور پھر وجود سے فناء کرنے پر قادر ہیں اسی طرح سارے نظام کائنات کو ختم کرنے کے بعد میدان حشر میں روز قیامت سب کچھ حاضر کرنے پر بھی قادر ہیں۔ اور یہ سب علم وقدرت کے مالک ہم ہی ہیں۔ (**فاعتبروا یا ولی الابصار**)

③ مذکورہ جملوں کی مراد:۔ "**واوحی ربك الی النحل**" اس جملہ میں وحی سے مراد وحیِ اصطلاحی یعنی وحی نبوت نہیں ہے بلکہ الہام کرنا اور دل میں بات ڈالنا مراد ہے۔

"**ارذل العمر**" اس سے مراد بڑھاپہ ہے کیونکہ اس میں انسانی اعضاء وعقل ناکارہ ومختل ہوجاتے ہیں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مصداق نوے سال، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پچھتر سال اور بعض نے اسی سال کو قرار دیا ہے۔ (مظہری)

④ "**ذللا**" کے منصوب ہونے کی وجہ:۔ یہ "**فاسلکی**" کی ضمیرِ خطاب سے یا "**سُبُل**" سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

⑤ مذکورہ آیت کی ترکیب:۔ **اِنَّ** حرف مشبہ بالفعل **فی ذلك** جارومجرور ملکر **ثابت** اسم فاعل کا متعلق شبہ جملہ ہوکر خبر مقدم **ل** تاکید یہ **آیة** موصوف **ل** جارہ **قوم** موصوف **یتفکّرون** فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر صفت، موصوف وصفت ملکر مجرور، جارومجرور ملکر ثابت یا کائن اسم فاعل کا متعلق شبہ جملہ ہوکر صفت، موصوف وصفت ملکر اسم مؤخر، **اِنَّ** اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ..... وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾ (پ۱۶۔ طٰہٰ: ۱۰۵ تا ۱۰۸)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں۔ "**لاعوج له**" کی ترکیبی حیثیت واضح کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) "**لاعوج له**" کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور سوال کرتے ہیں وہ آپ سے پہاڑوں کے متعلق پس آپ فرمادیں کہ میرا رب ان کو بالکل اڑادے گا پھر ان کو ایک چٹیل وہموار میدان کردے گا نہ دیکھے گا تو اس میں کوئی ناہمواری اور نہ بلندی، اس دن پیچھے چلیں گے وہ ایک پکارنے والے کے اس کے سامنے کوئی ٹیڑھا پن نہ رہے گا اور پست ہوجائیں گی تمام آوازیں رحمٰن کے سامنے پس نہیں سن سکے گا تو مگر پاؤں کی آہٹ۔

② آیات کی تفسیر:۔ ابن المنذر نے ابن جریج کی روایت بیان کی ہے کہ قریش نے سوال کیا تھا کہ قیامت کے دن آپ کا رب ان پہاڑوں کا کیا کرے گا اور بقول بعض مفسرین کہ منکرینِ قیامت میں سے قبیلہ ثقیف کے ایک آدمی نے بطور استہزاء یہ سوال کیا تھا کہ اگر قیامت قائم ہوگی تو پہاڑوں کا کیا حال ہوگا بقول صاحبِ تفسیرِ مظہری صحیح بات یہ ہے کہ کوئی خاص سائل نہ تھا بلکہ بر تقدیرِ سوال جواب کی تعلیم دی گئی ہے۔ الحاصل اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے پیغمبر! ان سائلین سے فرمادیں کہ آپ کا پروردگار ان پہاڑوں کو ان کی جڑوں سے اکھاڑ دے گا اور ریت کی طرح ریزہ ریزہ کردے گا جس کے نتیجہ میں چٹیل میدان اور ہموار زمین نکل آئے گی زمین میں کسی قسم کی اونچ نیچ باقی نہیں رہے گی اور پھر اس دن حضرت اسرافیل علیہ السلام صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہوکر پکاریں گے اے بوسیدہ ہڈیو! اے پارہ پارہ کھالو! اے ٹوٹے ہوئے بالو! تمہیں اللہ فیصلہ کیلئے میدانِ حشر میں جمع ہونے کا حکم دیتا ہے اور پھر اس دن یہ سب لوگ اس داعی کی آواز وپکار سن کر دائیں بائیں مڑے بغیر قیل وقال، سوال وجواب اور حیل وحجت، چوں چراں کئے بغیر سیدھے تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے میدانِ حشر میں جمع ہوجائیں گے، اور رحمٰن کی ہیبت سے سب کی آوازیں پست ہوجائیں

0313 6675710 malikkazkariyan@gmail.com

گی، بلکہ بالکل دب جائیں گی اور پاؤں کی ہلکی سی آہٹ کے علاوہ کسی کی کوئی آواز نہیں نکلے گی۔

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "صَفْصَفًا" اسم ہے بمعنی چٹیل میدان، ہموار زمین۔

"یَنْسِفُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر "نَسْفًا" (ضرب، صحیح) بمعنی جڑ سے اکھیڑنا۔

"فَیَذَرُ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر "وَذْرًا" (ضرب، مثال) بمعنی چھوڑنا۔

"قَاعًا" یہ مفرد ہے اسکی جمع "اقواع، قیعان، قیعة" ہے بمعنی پست وہموار زمین جس سے پہاڑ و ٹیلے دور کئے گئے ہوں۔

"اَمْتًا" یہ مفرد ہے اس کی جمع "امات، اموت" آتی ہے بمعنی ٹیلہ، بلند جگہ، نشیب وفراز۔

"هَمْسًا" اسم ہے بمعنی پست وآہستہ آواز مراد پاؤں کی چاپ ہے۔

④ "لا عوج له" کی ترکیبی حیثیت:۔ یہ جملہ ماقبل والے کلمہ الداعی سے حال ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ..... وَیٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْیِ یَوْمِىٕذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ (پ۱۲۔ھود:۶۴ تا ۶۸)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کیجئے۔ یہاں "صیحة" اور سورۃ اعراف میں "رجفة" کا ذکر ہے، دونوں کے درمیان ظاہری تعارض دور کیجئے۔ خط کشیدہ کلمات کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) "الصیحة الرجفة" میں رفعِ تعارض (۴) کلمات مخطوطہ کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے ایک معجزہ ونشانی ہے پس تم اس کو چھوڑ دو تا کہ یہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور تم اس کو بری نیت سے ہاتھ مت لگاؤ ورنہ تم قریبی عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے کہا کہ تم اپنے گھروں میں تین دن تک مزے حاصل کرلو یہ جھوٹا وعدہ نہیں ہے پھر جب ہمارا حکم (عذاب) آیا تو ہم نے صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت کے سبب بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی محفوظ رکھا بے شک تمہارا رب ہر چیز پر قدرت وغلبہ والا ہے اور پکڑ لیا ظلم کرنے والوں کو چیخ نے اور وہ سب اپنے گھروں میں صبح کے وقت اوندھے منہ گرے ہوئے (مردہ) رہ گئے گویا کہ وہ ان گھروں میں رہتے ہی نہ تھے۔ خبردار! بے شک قومِ ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا، خبردار! قوم ثمود کیلئے اپنے رب کی رحمت سے دوری ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم (قوم ثمود) کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جب قوم کے مطالبہ پر معجزہ کے طور پر حضرت صالح علیہ السلام کی دعا کے نتیجہ میں پہاڑ سے اونٹنی پیدا ہوگئی تو پھر قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میری قوم یہ اللہ تعالیٰ کی اونٹنی ہے جو بغیر ماں باپ کے تمہاری آزمائش کے لئے پیدا کی گئی ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کی زمین میں گھومتی پھرتی رہنے دو تا کہ یہ زمین کا سبزہ چرتی پھرے اور زمین کا پانی پیتی رہے تم پر اس کے کھانے پینے کا کوئی بوجھ نہیں ہے لہٰذا تم اس کو بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں سخت عذاب سے دوچار کردے گا قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کی بات نہ مانی اور قوم کے مشورہ وحکم سے قدار بن سالف نامی بدبخت نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ کر اس کو قتل کر دیا پھر حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قوم! اب تم تین دن تک زندگی کے مزے اڑالو، تین دن کے اندر اندر تمہارے اوپر عذاب آئے گا، اور یہ سچا وعدہ ہے جس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے اس دن کی رسوائی اور عذاب سے

0313 6357913 makhzanulquran@gmail.com

حضرت صالح علیہ السلام کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو بچالیا اور باقی سب کے سب لوگوں کو ایک ہی چیخ کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا، اور اس بستی کو دیکھنے سے معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہاں بھی کوئی آباد تھا۔ آخری جملہ میں اللہ تعالیٰ تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قومِ ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا تھا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔

❸ "الصیحة ، الرجفة" میں رفع تعارض:۔ بظاہر اس آیت کریمہ اور سورت اعراف کی آیت "فاخذتهم الرجفة" میں تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود چیخ سے ہلاک ہوئی تھی اور سورت اعراف کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود زلزلہ سے ہلاک ہوئی تھی۔ علامہ قرطبیؒ نے فرمایا کہ ان میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ پہلے زلزلہ آیا ہو پھر سخت آواز سے سب ہلاک کر دیئے گئے ہوں۔ (معارف القرآن ص ۶۴۴ ج ۴)

❹ کلمات مخطوطہ کی ترکیبی حیثیت:۔ "آیة" یہ ماقبل کے جملہ "هذه ناقة الله" سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

"تَاْكُلْ" یہ فعل مضارع ہے جو کہ "فذروها" فعل امر کا جواب ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

"فَيَاْخُذَ" یہ جواب نہی ہے اور فا کے بعد "اَنْ" مقدر ہے اور اس اَنْ مقدر کی وجہ سے منصوب ہے۔

"بُعْدًا" یہ "بَعُدَ" فعل مقدر کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الشق الثانی ..... لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ (پ ۱۳۔ رعد: ۱۴ و ۱۵)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔ "الا كباسط كفيه ..... " میں استثناء کون سا ہے، تعیین کریں۔ "طوعا و كرها" کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں اور خط کشیدہ کلمات کی تحقیق لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) استثناء کی تعیین (۴) "طوعا وكرها" کے نصب کی وجہ (۵) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور جن معبودوں کو وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہیں وہ ان کی پکار نہیں قبول کر سکتے کچھ بھی مگر پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھوں کو پھیلانے والے کی مثل کہ وہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ پانی از خود اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہیں ہے کافروں کی پکار مگر بے اثر (ضائع و بیکار) اور اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ کرتا ہے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی و مجبوری سے اور انکے سائے بھی صبح و شام کے اوقات میں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ ماقبل کی آیات میں اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ جب وہ ہر چیز پر قادر ہے تو عبادت و پکار کے لائق بھی وہی ہے وہی حاجت روا و مشکل کشا ہے اس کے علاوہ جن معبودوں کو وہ پکارتے ہیں اولاً تو وہ ان کی پکار سننے پر قادر ہی نہیں ہیں اور اگر سن لیں تو پھر کسی قسم کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں لہٰذا ان کا یہ پکارنا بے کار و فضول ہے جیسا کہ کوئی پیاسا کنویں کے پاس کھڑا ہو کر پانی کو پکارے تو وہ پانی بے اختیار ہونے کی وجہ سے خود بخود کبھی بھی اس کے منہ تک نہیں پہنچ سکتا اسی طرح یہ معبود بھی بے اختیار ہونے کی وجہ سے بالکل ان کی فریاد رسی نہیں کر سکتے، لہٰذا ان بتوں و باطل معبودوں کو پکارنا فضول ہے نیز اللہ تعالیٰ اسلئے بھی انسانوں کی پکار و عبادت کے لائق ہے کہ ساری کائنات کی اشیاء اور انکے سائے سب کے سب اسی کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں خواہ خوشی سے سجدہ کریں یا زبردستی مگر بہرصورت اسی کو سجدہ کرتے ہیں لہٰذا انسان کو بھی چاہیے کہ دیگر مخلوق کی طرح اپنے خالق و مالک اور نفع و نقصان کے مالک کو ہی پکارے۔

❸ استثناء کی تعیین:۔ یہاں مستثنیٰ متصل ہے جو کہ محذوف ہے۔ اور اس میں باسط سے پہلے بھی مضاف محذوف ہے اصل عبارت ہے "لا يستجيبون اى لا يجيبون لهم اجابة الا اجابة كاجابة باسط كفيه"۔ (تلخیص از تفسیر مظہری ص ۱۶۰ ج ۶)

0312 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

❹ طوعاً وکرھاً کے نصب کی وجہ:۔ یہ دونوں کلمات "یسجد" فعل کے فاعل سے حال ہونے کی وجہ سے یا "یسجد" فعل کا مفعول لہ ہونے کہ وجہ سے منصوب ہیں۔

❺ کلمات مخطوطہ کی تحقیق:۔ "لَایَسْتَجِیْبُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب بحث منفی مضارع معلوم از مصدر اَلْاِسْتِجَابَۃُ (استفعال، اجوف) بمعنی قبول کرنا "اَیْ لَا یُجِیْبُوْنَ" یعنی وہ باطل معبودان کی پکار قبول نہیں کر سکتے۔

"بَاسِطٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر "اَلْبَسْطُ" (نصر، صحیح) بمعنی پھیلانا۔

"کَفَّیْہِ" یہ "کَفٌّ" کا تثنیہ ہے اور نون تثنیہ اضافت کی وجہ سے گر گیا ہے بمعنی ہتھیلی۔

"طَوْعًا وَکَرْھًا" یہ دونوں مصدر ہیں جو کہ خوشی و مجبوری یعنی عدم خوشی کے مفہوم میں مستعمل ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان اپنی خوشی سے پروردگار کی اطاعت کرتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں اور کافر و منافق لوگ تلوار کے خوف و دبدبہ کی وجہ سے مجبوراً سر جھکاتے ہیں۔

﴿الورقۃ الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل ..... وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ۝ (پ۱۵۔کہف:۲۹و۳۰) آیات کریمہ کا ترجمہ لکھیں۔ خط کشیدہ حصے کی تفسیر کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق لکھیں اور "بئس الشراب وساء ت مرتفقا" کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیتِ مخطوطہ کی تفسیر (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) "بئس الشراب وساء ت مرتفقا" کی ترکیب۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ (اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے وہ کافر رہے بیشک ہم نے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیر لیں گی اور اگر وہ پانی طلب کرینگے تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا جو مہل (تلچھٹ) کی طرح ہوگا جو چہروں کو بھون ڈالے گا وہ برا مشروب ہوگا اور آگ بری آرام گاہ ہوگی بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے تو بیشک ہم اس شخص کے عمل کو ضائع نہیں کرینگے جس نے اچھا عمل کیا۔

❷ آیتِ مخطوطہ کی تفسیر:۔ یہ ماقبل کی چند آیاتِ کریمہ حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ بن حصین فزاری کے متعلق نازل ہوئی تھیں جس وقت وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے، پسِ منظر یہ ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت کچھ نادار و مفلس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے اور ان کے پھٹے پرانے کپڑے اور وہ بھی پسینہ سے شرابور تھے حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تمہیں ان لوگوں کی بدبو سے دکھ نہیں ہوتا ہم قبائلِ مضر کے سردار اور بڑے لوگ ہیں ہمارے اسلام لانے سے سب لوگ مسلمان ہو جائینگے مگر ان مفلس لوگوں کی وجہ سے ہم آپ کے قریب نہیں آسکتے آپ ان کو ہٹا دیں یا ہمارے لئے کوئی علیحدہ جگہ بیٹھنے کی مقرر کر دیں جہاں یہ لوگ موجود نہ ہوں، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ اے محمد! آپ خود کو ان لوگوں کے ساتھ جمائے رکھو جو صبح و شام اپنے رب کی رضاء کے طالب ہیں اور جن لوگوں کے قلوب ہماری یاد سے غافل ہیں ان کی بات نہ مانو وہ تو اپنی خواہش کے غلام ہیں تمہارے رب نے حق و سچ تمہیں عطاء کر دیا ہے لہٰذا جو اس پر ایمان لانا چاہتا ہے ایمان لے آئے اور جو ایمان نہیں لانا چاہتا نہ لائے اللہ تعالیٰ کو کسی کے ایمان لانے اور ایمان نہ لانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا جو ایمان لائے گا اس کا ہی فائدہ ہے اور جو ایمان نہیں لائے گا اسکا ہی نقصان ہے۔ (مظہری ص۱۳۰ ج۷)

❸ الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "وُجُوْہٌ" یہ "وجہ" کی جمع ہے بمعنی چہرہ۔

"یُغَاثُوْا" صیغہ جمع مذکر غائب بحث مضارع مجہول از مصدر "اِغَاثَۃٌ" (افعال، اجوف) بمعنی فریاد رسی کرنا۔

0312 6357913 maktabazamamulhaq@gmail.com

"کَالْمُهْلِ" یہ اسم ہے بمعنی تیل کی تلچھٹ، مجاہدؒ نے اس کا ترجمہ لہو، پیپ اور خون کیا ہے۔ (مظہری)
"یَشْوِیْ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر شَیًّا (ضرب، لفیف) بمعنی بھوننا و گرم کرنا۔
"مُرْتَفَقًا" صیغہ واحد بحث اسم ظرف از مصدر "اِرْتِفَاقٌ" (افتعال، صحیح) بمعنی ٹیک لگانا، آرام کرنا۔

❹ "بئس الشراب وساءت مرتفقا" کی ترکیب:۔ "بئس" فعل از افعالِ ذم "الشراب" اس کا فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبر مقدم، "ھو" ضمیر محذوف محلاً مخصوص بالذم قائم مقام مبتداء مؤخر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر معطوف علیہ "واؤ" عاطفہ "ساءت" فعل از افعالِ ذم "ھی" ضمیر مستتر ممیّز "مرتفقا" تمیز، ممیّز تمیز مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر خبرِ مقدم "ھی" ضمیر محذوف محلاً مخصوص بالذم قائمقام مبتداء مؤخر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ انشائیہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

الشق الثانی ..... فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۡ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ وَاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝ (پ۲۰۔ قصص: ۳۰ تا ۳۲)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔ "مدبرا" اور "بیضاء" کے منصوب ہونے اور تخرج کے مجزوم ہونے کی وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) "مدبرا، بیضاء" کے نصب اور "تخرج" کے جزم کی وجہ۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ پس جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ پر پہنچے تو برکت والے مقام میں دائیں طرف وادی کے کنارے ایک درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں ہی اللہ ہوں جو رب العالمین ہوں اور اپنی لاٹھی ڈال دو پس جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو لہراتے ہوئے دیکھا گویا کہ وہ سانپ کی سٹک ہے تو پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (تو حکم ہوا) اے موسیٰ! آگے آؤ اور کوئی خوف نہ کرو بے شک تم امن والوں میں سے ہو، تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو وہ بلا کسی مرض و برائی کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا اور ملا لینا اپنا ہاتھ اپنی طرف خوف دور کرنے کے لئے پس یہ دو حجت و دلیلیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف جانے کے لئے بے شک وہ نافرمان و فاسق لوگ ہیں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان ماقبل و مابعد کی تمام آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے طویل واقعہ کا ذکر ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام شادی کے بعد ملکِ مصر واپس جانے کیلئے لوٹے تو راستہ میں طور سینا کے قریب صحراء میں رات کو راستہ بھٹک گئے بیوی سے کہا کہ شدید سردی ہے تم یہاں ٹھہرو مجھے سامنے پہاڑ کی طرف آگ دکھائی دے رہی ہے میں وہاں سے راستہ کی خبر یا سردی کے حل کیلئے آگ لاتا ہوں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کے قریب پہنچے تو وادی کے کنارے پر ایک سرسبز چمکتے ہوئے درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! جس چیز کو تم آگ سمجھ رہے ہو یہ آگ نہیں بلکہ تمہارے پروردگار رب العالمین کی ایک تجلی ہے دوسری آواز آئی کہ اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لاٹھی زمین پر پھینکی تو وہ سانپ بن گئی اور حرکت کرنا شروع کر دی، حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا کر بھاگے تو آواز آئی کہ اے موسیٰ! گھبراؤ نہیں آگے آؤ اس سانپ سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یہ تو دشمن کو ڈرانے کے لئے تمہیں معجزہ عطاء کیا گیا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! اپنے ہاتھ کو گریبان میں داخل کرنے کے بعد نکالو تو انتہائی روشن چمکدار ہو کر نکلے گا اور اگر تمہیں اس سے خوف محسوس ہو تو پھر دوبارہ اس کو اپنے گریبان میں ڈالنا اور وہ اپنی اصل حالت پر آ جائے گا اور یہ دونوں نشانیاں بطور معجزہ تمہیں فرعون اور اس کے لشکر کے مقابلہ کیلئے عطاء کی گئی ہیں کیونکہ وہ بدکار و فاسق لوگ ہیں تمہیں ان کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا ہے۔

0333 6357712 maktabazakariamultan@gmail.com

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "شَاطِئٌ" یہ اسم ہے بمعنی کنارہ اس کی جمع نہیں آتی (مصباح اللغات)۔
"نُوْدِیَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی مجہول از مصدر "مُنَادَاۃٌ، مُنَادَاۃٌ، نِدَاءٌ" (مفاعلۃ، ناقص) بمعنی پکارنا۔
"اَلْبُقْعَۃُ" یہ مفرد ہے اس کی جمع "بِقَاعٌ وبُقَعٌ" آتی ہے بمعنی زمین کا ٹکڑا۔
"تَهْتَزُّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر "اِهْتِزَازٌ" (افتعال، مضاعف) بمعنی ہلنا وحرکت کرنا۔
"جَانٌّ" یہ "جن" کا اسم جمع ہے اور اس کی جمع "جِنَّانٌ" ہے بمعنی جن، پری، دیو۔
"وَلّٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر "تَوْلِیَۃٌ" (تفعیل) بمعنی منہ موڑنا، پیٹھ دے کر بھاگنا۔
"سُوْءٌ" یہ مفرد ہے اس کی جمع "اَسْوَاءٌ" ہے بمعنی آفت، شر وفساد۔ "الرَّهْبِ" یہ مصدر ہے از باب سمع بمعنی ڈرنا وخوف کرنا۔

④ مدبرًا، بیضاءً کے نصب اور تخرج کے جزم کی وجہ:۔ "مدبرا، بیضاء" یہ الفاظ اپنے ماقبل والے فعل کی ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ "تخرج" اسلك فعل امر کے جواب میں واقع ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل..... الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝۱ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۭ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ (پ۱۱۔ یونس:۱تا۳)

آیات کریمہ کا سلیس ترجمہ کریں۔ آیات کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے "قدم صدق، ستة ایام" اور "استواء علی العرش" کی وضاحت کریں۔ "اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ" کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ، (۲) آیات کی تفسیر (۳) "قدم صدق، ستة ایام، استوی علی العرش" کی وضاحت (۴) "اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ" کی ترکیب۔

جواب..... ① آیات کا ترجمہ:۔ "الٓرٰ" (اللہ تعالیٰ ہی اس کی مراد جانتے ہیں) یہ حکمت والی کتاب کی آیات ہیں، کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے وحی بھیجی ہے انہی میں سے ایک مرد کی طرف اس بات کی کہ ڈرا تو لوگوں کو اور خوشخبری سنا اہل ایمان کو اس بات کی کہ ان کو انکے رب کے پاس پورا مرتبہ ملے گا؟ تو کافروں نے کہا کہ بیشک یہ واضح جادوگر ہے بے شک تمہارا پروردگار وہ ذات ہے جس نے آسمان وزمین کو چھ دن (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر قائم ہوا ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، (قیامت کے روز) کوئی سفارش کرنیوالا نہیں ہوگا مگر اس کی اجازت کے بعد، یہ ذات وہستی اللہ ہے جو تمہارا رب ہے بس تم اسکی عبادت کرو کیا تم غور وفکر نہیں کرتے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم کو کتابِ ہدایت وحکمت بیان کرنے کے بعد دوسری آیت میں مشرکینِ مکہ کے شبہ کا جواب دے رہے ہیں، وہ شبہ یہ تھا کہ مشرکین کہتے تھے کہ پیغمبر ورسول کوئی فرشتہ وغیرہ ہونا چاہیے تھا اللہ تعالیٰ کا ایک انسان کو پیغمبر بنا کر بھیجنا اور اس کی طرف وحی نازل کرنا تعجب خیز وخلافِ عقل ہے یہ نبی نہیں بلکہ ساحر وجادوگر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس دوسری آیت میں اس کا جواب دے دیا کہ انسان کو پیغمبر بنا کر بھیجنا عقل کے مقتضاء کے مطابق ہے کیونکہ پیغمبر نے ''اسوہ'' اور نمونہ بن کر دکھانا ہوتا ہے اگر پیغمبر بشر نہ ہوتا بلکہ فرشتہ ہوتا تو پھر یہی لوگ اعتراض کرتے کہ یہ تو فرشتہ ہے اس کو بشری تقاضے لاحق ہی نہیں ہوتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بشر کو ہی بشر کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

نیز بادشاہوں کا قاعدہ ہے کہ محرر ومقرر اور قاصد ہمیشہ اس شخص کو بناتے ہیں جو ان لوگوں کی جنس وزبان سے واقف ہو وگرنہ لوگ اس کی بات سمجھ ہی نہ پائیں گے اور فائدہ تامہ حاصل نہ ہو سکے گا اسلئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف انہی میں سے پیغمبر ورسول بنا کر بھیجے تا کہ وہ اس کی زبان وماحول سے واقفیت ومناسبت تامہ کی وجہ سے مکمل فائدہ وراہنمائی حاصل کر سکیں۔ اسی مفہوم کو

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "وما ارسلنامن قبلك الا رجالا نوحی الیهم" ۔

تیسری آیت میں اللہ تعالیٰ ایک منفرد انداز میں توحید کی دعوت دے رہے ہیں کہ تمہارا پروردگار تو وہ ذات وہستی ہے جس نے تن تنہا زمین وآسمان کو پیدا کیا پھر وہ اکیلا ہی ان کی تخلیق کے بعد تخت شاہی عرش پر قائم ہوا، اور وہ تن تنہا ہی اپنی حکمت کے مطابق کائنات کے تمام امور کا فیصلہ کرتا ہے۔ اور روزِ قیامت کوئی بزرگ کوئی ہستی کسی کی سفارش بھی اسکی اجازت کے بغیر نہیں کرسکتی، جب ان تمام امور کا وہ تن تنہا خالق ومالک اور مدبر ہے تو عبادت کے لائق بھی وہی ہے اگر تم ذرہ برابر بھی کائنات کے اس نظام میں غور وفکر کرتے تو تمہارا ضمیر بھی یہ فیصلہ دیتا کہ عبادت وبندگی کے لائق صرف اور صرف ایک ہی پروردگار کی ذات ہے۔

③ **قدم صدق، ستة ایام، استوی علی العرش** کی وضاحت:۔ قدم کا اصل معنی پاؤں ہے اور مرادی ومجازی معنی بلند مرتبہ ہے کیونکہ انسان کی بلندی اور ترقی کا ذریعہ قدم ہی ہوتا ہے اور صدق کے معنی حق ویقینی اور قائم وباقی رہنے والا ہے۔

عطاءؒ کے نزدیک **قدم صدق** سے مراد صدق کا مقام ہے جس میں نہ کوئی زوال ہے اور نہ دشواری وتکلیف، صاحبِ تفسیر مظہری کے نزدیک اونچا مرتبہ مراد ہے جس کی طرف اہل ایمان بڑھ رہے ہیں اور جہاں ان کا قیام ہوگا۔

حسنؒ نے کہا کہ مراد وہ نیک اعمال ہیں جو اہلِ ایمان نے مرنے سے پہلے کئے ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس سے مراد سعادت سابقہ ہے۔

زید بن اسلمؒ نے کہا کہ اس سے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت مراد ہے۔ (تفسیر مظہری ص ۳۰۸ ج ۵)

ستة ایام کی وضاحت یہ ہے کہ زمین وآسمان کو چھ دن کے وقت کے برابر میں پیدا کیا گیا یعنی آجکل حساب لگائیں تو اتنے وقت کے چھ دن بنتے ہیں اور باری تعالیٰ آن واحد میں بھی ان کو پیدا کرسکتے تھے، انسانیت کو آہستہ روی اور تدریج کی تعلیم دینے کیلئے چھ روز میں پیدا کیا۔ "**استوی علی العرش**" تمام سلف صالحین کا ان جیسی آیات صفات میں مذہب یہ ہے کہ اس قسم کی آیات کے ظاہر پر ایمان لانا اور انکی حقیقت کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا واجب ہے۔

امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں "**الاستواء معلوم والکیفیت مجهول والسوال عنه بدعة**" (**استواء** کا لفظی معنی معلوم ہے اس کی کیفیت مجہول ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے)۔

اگرچہ بعض متاخرین نے ان آیات کے بھی معانی بیان کئے ہیں مگر یہ صرف احتمال کے درجہ میں ہیں یقینی نہیں ہیں۔

④ **"اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ"** کی ترکیب:۔ "ہمزہ" استفہامیہ "**کان**" ناقصہ "**للناس**" جار مجرور ملکر "**عجبا**" مصدر کے متعلق ہوکر شبہ جملہ بن کر خبرِ مقدم "**ان**" ناصبہ مصدریہ "**اوحینا**" فعل وفاعل "**الی رجل منهم**" جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ مصدر کی تاویل میں ہوکر اسم مؤخر، "**کان**" اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

الشق الثانی..... وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۚ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَآ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۭ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾

آیات کا ترجمہ وتفسیر کریں۔ "القریۃ" سے کون سی بستی مراد ہے؟۔ "اِنْ کَادَ" میں "اِنْ" کون سا ہے، واضح کریں۔ (پ ۱۹۔ فرقان: ۳۹ تا ۴۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) القریۃ کی مراد (۴) "اِنْ" کی تعیین۔

جواب..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور ہر ایک کیلئے ہم نے امم مذکورہ میں سے مثالیں (نصیحت آموز مضامین) بیان کئے اور ہر ایک کو ہم نے امم سابقہ میں سے ہلاک وبرباد کردیا اور البتہ تحقیق یہ اہلِ مکہ اُس بستی پر گزرے ہیں جس پر بُری بارش برسائی گئی کیا انہوں نے اس بستی کو نہیں دیکھا بلکہ وہ دوبارہ اٹھنے کی امید نہیں رکھتے تھے اور جب یہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھتے ہیں تو یہ آپ ﷺ کو مذاق بنالیتے ہیں (کہتے ہیں کہ) کیا یہی ہے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے بے شک قریب تھا کہ یہ ہمیں ہمارے

معبودوں سے گمراہ کر دیتا اگر ہم ان (کی پرستش) پر جمے نہ رہتے اور عنقریب جان لیں گے وہ جس وقت وہ عذاب دیکھیں گے کہ کون بڑا گمراہ تھا سیدھے راستہ سے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ماقبل کی آیات میں قومِ عاد وثمود اور اصحابِ راس ودیگر اقوام کا ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر ایک کے سامنے ہم نے طرح طرح کے واقعات اور معجزات بیان کئے تھے تو جب وہ ان سب دلائل کے باوجود بھی ایمان نہ لائے تو ہم نے ان کو تباہ وبرباد کر دیا اور یہ اہلِ مکہ ملکِ شام کی طرف تجارت وغیرہ کی غرض سے آتے جاتے ہیں اور اس بستی پر بھی یہ گزرتے ہیں جس پر ہم نے پتھروں کی بارش کی تھی اور اس کے باشندوں کو نشانِ عبرت بنا دیا تھا تو کیا یہ اس بستی کو دیکھتے نہیں ہیں؟ مطلب یہ ہے کہ اس بستی کو دیکھنے کے باوجود بھی عبرت حاصل نہیں کرتے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ انکے دل کی آنکھیں اندھی ہیں اور انکو بعث بعد الموت اور عمل کی سزا وجزا کی امید وتوقع نہیں ہے اسلئے یہ اس بستی سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

اگلی آیت میں ارشاد فرمایا کہ یہ کافر لوگ آپ سے استہزاء کرتے ہیں اور بطورِ تحقیر کہتے ہیں کہ کیا یہی شخص اللہ کا رسول ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ نے رسول بنانا ہی تھا تو کسی معزز ومحترم شخص کو رسول بناتے نہ کہ اس جیسے معمولی آدمی کو؟ مزید برآں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ انتہاء درجہ کی دعوت وتبلیغ کرتا ہے کہ اگر ہم نے اچھی طرح اپنے آباؤ اجداد کے دین پر استقامت اختیار نہ کی ہوتی تو یہ شخص کب سے ہمیں گمراہ کر چکا ہوتا آخر میں اللہ تعالیٰ بطورِ انجام ذکر فرماتے ہیں کہ جب یہ لوگ عذاب سے دوچار ہوں گے اور تباہی وبربادی کا ان کو سامنا کرنا پڑے گا تو پھر ان کو معلوم ہوگا کہ ہدایت پر کون تھا اور گمراہی پر کون تھا؟

❸ "القریۃ" کی مراد:۔ آیت کریمہ میں "القریۃ" سے مراد ملکِ شام کا ایک شہر سدوم اور اس کے مضافات میں واقع دوسری بستیاں ہیں جہاں قومِ لوط آباد تھی اور ان پر لواطت وامرد پرستی جیسی قبیح حرکتوں کی وجہ سے پتھروں کی بارش برسائی گئی تھی اور بحوالہ بغوی قومِ لوط کی ان بستیوں کی تعداد پانچ تھی جن میں سے چار تباہ وبرباد کر دی گئی تھیں، اور ایک چھوٹی سی بستی بچی تھی جس کے باشندے اس غلط حرکت میں مبتلا نہ تھے۔ (تفسیر مظہری)

❹ "اِنْ" کی تعیین:۔ یہ "ان" مخففہ من المثقلہ ہے اور اس کا اسم محذوف ہے اصل عبارت "اِنَّہ کاد" ہے۔ (مظہری)

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٠ھ

الشق الاوّل ..... وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٧﴾ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩﴾ (پ١٩۔ نمل: ١٧ تا ١٩)

آیات کریمہ کا ترجمہ وتفسیر کریں۔ آیات میں بیان کردہ قصہ کی تفصیل لکھیں۔ "ضاحکا" کے منصوب ہونے کی وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (١) آیات کا ترجمہ (٢) آیات کی تفسیر (٣) مذکورہ واقعہ کی تفصیل (٤) "ضاحکا" کے نصب کی وجہ۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور جمع کئے گئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس جن وانس اور پرندوں کے لشکر وہ روکے جاتے تھے یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی پر پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! تم اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہ کہیں سلیمان علیہ السلام اور اس کی فوجیں تمہیں پیس نہ ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو پس حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹی کی اس بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عطاء فرما کہ تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطاء کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جو تجھے پسند ہو اور مجھے اپنی خصوصی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت کے ایک واقعہ کا ذکر ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت

سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت تمام چرند و پرند اور جن وانس پر تھی اور جب کبھی سفر پر نکلتے تو ان تمام مخلوقات میں سے چند ایک کو ساتھ لے کر چلتے چنانچہ ایک مرتبہ سب جن وانس اور پرندے سفر کے لئے جمع ہو گئے اور خصوصی نظم وضبط اور منصوبہ بندی کے ساتھ چلتے ہوئے ایک ایسے میدان سے گزر رہو رہا تھا جہاں بکثرت چیونٹیاں موجود تھیں تو ان چیونٹیوں میں سے ایک چیونٹی نے اپنی دیگر چیونٹیوں سے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر یہاں سے گزرنے والا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں وہ تمہیں روند ڈالیں اسلئے ان کی آمد سے قبل ہی اپنے اپنے سوراخوں میں گھس جاؤ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے چیونٹی کی یہ بات ہواؤں کے ذریعہ سے سنی تو چیونٹی کی دانش مندی واحتیاط کی وجہ سے تعجب ہوا اور اس بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور پروردگار کی اس نعمت (پرندوں کی زبان کی) سمجھ کی وجہ سے دیگر نعمتیں بھی یاد آ گئیں، اور فرمایا کہ اے پروردگار تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر جو بے شمار انعامات کئے ہیں اور خصوصی نعمتوں سے نوازا ہے مجھے ان تمام نعمتوں پر شکر ادا کرنے اور مقبول عمل صالح کرنے کی توفیق بھی عطاء فرما اور سب سے بڑھ کر نیاز مندانہ درخواست یہ ہے کہ تو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک وصالح بندوں میں شامل فرما۔

③ مذکورہ واقعہ کی تفصیل:۔ ابھی تفسیر کے ضمن میں پورا واقعہ بالتفصیل ذکر کر دیا گیا ہے۔

④ "ضاحکا" کے نصب کی وجہ:۔ "فَتَبَسَّمَ" فعل کی ضمیر فاعل سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الشق الثانی ..... اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (پ۱۱۔ یونس:۶۲ تا ۶۴)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔ اولیاء اللہ پر خوف اور غم نہ ہونے کا مطلب بیان کریں۔ اولیاء اللہ کی تعریف اور علامات بیان فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونے کا مطلب (۴) اولیاء اللہ کی تعریف وعلامات۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ آگاہ رہو بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف واندیشہ ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں، اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور وہ تقوی اختیار کرتے ہیں ان کیلئے دنیاوی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخروی زندگی میں بھی، اللہ تعالیٰ کے کلمات میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی یہی بڑی کامیابی ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات کریمہ میں سے پہلی آیت میں اولیاء اللہ کی فضیلت کا ذکر ہے کہ اولیاء اللہ کو روزِ محشر جب تمام لوگ خوف وپریشانی میں مبتلا ہونگے اس وقت ان پر نہ ہی کسی ناگوار چیز کے پیش آنے کا خوف وخطرہ ہوگا اور نہ ہی کسی مقصد کے فوت ہونے کا غم ہوگا کیونکہ اب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے ہونگے پھر ان کی علامت بتلائی کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے احکامات کو مکمل طور پر من وعن تسلیم کیا اور تقوی اختیار کرتے ہیں پھر ارشاد فرمایا کہ آخرت تو انہی کی ہے دنیا میں بھی ان کیلئے فلاح وکامیابی کی بشارت وخوشخبری ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرما دیا وہ حق وسچ ہے اس میں کسی قسم کا ہیر پھیر وتبدیلی ممکن ہی نہیں ہے اور یہ دنیا وآخرت میں فلاح وکامیابی کی بشارت وخوشخبری ہی اصل وحقیقی کامیابی ہے۔

③ اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونے کا مطلب:۔ اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ آخرت میں حساب وکتاب کے بعد ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا تو خوف وغم سے ہمیشہ کیلئے ان کو نجات مل جائیگی، نہ کسی تکلیف وپریشانی کا خطرہ ہوگا، اور نہ کسی محبوب چیز کے فوت ہونے کا غم ہوگا مگر یہ اولیاء اللہ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے اسلئے بہت سے مفسرین نے فرمایا کہ اولیاء اللہ پر خوف وغم نہ ہونا دنیا وآخرت دونوں کیلئے عام ہے اور اولیاء اللہ کی خصوصیت یہی ہے کہ دنیا میں بھی وہ خوف وغم سے محفوظ ہیں۔

صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسیؒ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کا دنیا میں خوف وغم سے محفوظ ہونا اس اعتبار سے ہے کہ جن چیزوں کے خوف وغم میں عام طور پر اہلِ دنیا مبتلا رہتے ہیں کہ دنیوی مقصد یعنی راحت وآرام عزت ودولت میں معمولی سی کمی ہو جائے تو مرنے لگتے ہیں اور معمولی سے تکلیف وپریشانی کے خوف سے ان سے بچنے کی تدبیروں میں دن رات کھوئے رہتے ہیں تو اولیاء اللہ

کا مقام ان تمام سے بلند و بالا ہوتا ہے۔ (معارف القرآن ص ۵۴۸ ج ۴)

❹ اولیاء اللہ کی تعریف وعلامات:۔ اولیاء اللہ کی بے شمار تعاریف کی گئی ہیں مگر ہم اسی تعریف کو ذکر کرتے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اور حقیقتِ ایمان اپنے اندر پیدا کرتے ہیں اور ذکر اللہ سے ان کو اطمینان ہوتا ہے اور ذکر سے معمولی مقدار بھی غافل نہیں ہوتے، شرک و معاصی سے مکمل اجتناب کرتے ہیں، اوامر کی مکمل اطاعت و پیروی و نواہی سے مکمل اجتناب کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی علامات کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن کو دیکھنے سے اللہ کی یاد آتی ہو، نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ میرے بندوں میں سے میرے اولیاء وہ ہیں جن کی یاد میرے ذکر سے اور میری یاد انکا ذکر کرنے سے ہوتی ہے نیز ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ تم میں سب سے اچھے لوگ کون ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ضرور بتلائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جن کو دیکھنے سے اللہ کی یاد آتی ہو۔ (مظہری ص ۳۳۹ ج ۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ اس آیت میں اولیاء اللہ سے کون مراد ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو خالص اللہ کیلئے آپس میں محبت کرتے ہیں کوئی دنیاوی غرض درمیان میں نہیں ہوتی۔ (معارف القرآن ص ۵۴۹ ج ۴)

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ..... لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ (پ ۱۳۔ رعد: ۱۱)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔ احادیث کی روشنی میں "له معقبٰت" کی وضاحت فرمائیں "ان الله لایغیر" کا مطلب بیان فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) احادیث کی روشنی میں "له معقبٰت" کی وضاحت (۴) "ان الله لا یُغیّر" کا مطلب۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ ہر شخص کے لئے کچھ نگہبان (باری باری تبدیل ہونے والے فرشتے) و پہرے دار ہیں۔ کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ وہ خود اس چیز کو تبدیل نہ کریں جو ان کے نفسوں میں ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی و مصیبت کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے ہٹنے کی کوئی صورت نہیں، اور اللہ کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ سے انسانوں کی حفاظت اور پھر انسانی بغاوت کی وجہ سے اس حفاظت کے خاتمہ کو ذکر کرتے ہیں، ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی حفاظت ونگہبانی کیلئے صبح شام تبدیل ہونیوالے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو ہر طرف سے اسکی حفاظت کرتے رہتے ہیں اور یہ مستقل طور پر بحکم خداوندی اس ڈیوٹی پر مامور ہیں اور اللہ تعالیٰ از خود کسی کو تکلیف و مصیبت میں مبتلا نہیں کرتا اور ان کی اچھی حالت کو از خود بری حالت سے تبدیل نہیں کرتا جب تک کہ وہ اپنے اچھے احوال کو اپنے ہاتھوں سے خود ہی بگاڑ نہ دے اور جب انکے اپنے ہی بگاڑے ہوئے احوال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب و مصیبت میں ڈالنا چاہیں تو کوئی انکو بچانے والا نہیں ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا کوئی بھی مددگار و کارساز نہیں ہے جو اس مصیبت کو ٹال سکے۔

❸ احادیث کی روشنی میں "له معقبٰت" کی وضاحت:۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے بتایئے کہ بندے کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ تیرے دائیں ہاتھ کی طرف ہے جو تیری نیکیوں پر مامور ہے اور وہ بائیں ہاتھ والے فرشتہ کا سردار ہے۔ جب تو کوئی ایک نیکی کرتا ہے تو وہ دس نیکیاں لکھتا ہے اور جب تو کوئی بدی کرتا ہے تو بائیں ہاتھ والا فرشتہ اپنے سردار سے پوچھتا ہے کہ اس کو لکھ لوں؟ تو دائیں ہاتھ والا فرشتہ جواب دیتا ہے کہ ابھی ٹھہر جاؤ شاید یہ توبہ واستغفار کرلے

جب وہ تین مرتبہ ایسا کہتا ہے تو پھر دائیں ہاتھ والا فرشتہ کہتا ہے کہ اچھا اب لکھ لو اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے یہ برا ساتھی ہے، نہ اس کو اللہ کا لحاظ ہے اور نہ یہ اللہ سے شرم کرتا ہے۔ اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پر مسلط ہے جب تو اللہ کیلئے اس کو نیچے رکھتا ہے تو وہ تجھے سربلند کر دیتا ہے۔ اور جب تو غرور کرتا ہے تو وہ تجھے شکستہ وذلیل کر دیتا ہے اور دو فرشتے تیرے لبوں پر مامور ہیں ان کا کام صرف یہ ہے کہ تو آپ ﷺ پر جو درود پڑھے وہ اس کی نگہداشت کریں اور ایک فرشتہ تیرے منہ کا محافظ ہے کہ سانپ وغیرہ کو منہ میں داخل نہیں ہونے دیتا اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر مامور ہیں یہ ہر آدمی کے دس فرشتے ہوئے اور رات کے فرشتے دن کے فرشتوں پر اترتے ہیں کیونکہ رات کے فرشتے دن کے فرشتوں سے الگ ہیں۔ یہ کل بیس فرشتے ہیں اور ابلیس دن میں اور اسکی اولاد رات کو آتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں دن اور رات کے فرشتے آگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں فجر وعصر کی نماز میں ان کا اجتماع ہوتا ہے۔ رات کو جو فرشتے تم میں رہے ہیں فجر کو جب وہ اوپر چڑھتے ہیں تو ان کا رب بخوبی ان سے واقف ہونے کے باوجود فرشتوں سے پوچھتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟ تو وہ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہم نے انہیں نماز پڑھتے ہوئے چھوڑا ہے اور جب ہم پہنچے تھے وہ اس وقت بھی نماز پڑھ رہے تھے۔ (تفسیر مظہری ص ۱۵۵ ج ۶)

❹ "ان اللہ لا یُغیّر" کا مطلب:۔ مذکورہ جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اچھی حالت کو بری حالت سے اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود برے اعمال کے ذریعہ اپنی اچھی حالت کو نہیں بدلتی مزید تفصیل تفسیر کے ضمن میں ابھی گزر چکی ہے۔

الشق الثانی ..... وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ۚ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ۚ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ (پ ۱۷۔ انبیاء: ۷۸ تا ۸۰)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر کریں۔ "اذ یحکمٰن فی الحرث" میں جس مقدمہ کی طرف اشارہ ہے اسکی وضاحت کریں۔ "علمنٰہ صنعة لبوس..... الخ" کی مکمل تفصیل بیان فرمائیں نیز "لحکمھم" میں "ھم" ضمیر اور "ففھمنٰھا" میں "ھا" ضمیر کا مرجع متعین کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) مقدمہ کی وضاحت (۴) "وعلمناہ صنعة لبوس لکم .....الخ" کی تفصیل (۵) "ھم وھا" ضمیر کے مرجع۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور (تذکرہ کیجئے) حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کا جب وہ فیصلہ کر رہے تھے ایک کھیتی کا جب روند ڈالا تھا اس کو رات کے وقت ایک قوم کی بکریوں نے اور ہم ان کے فیصلہ سے واقف تھے پھر سمجھا دیا ہم نے وہ فیصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور دونوں کو ہم نے حکم اور علم وسمجھ دیا تھا اور مسخر کیا (تابع کیا) ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کیلئے پہاڑوں کو جو تسبیح پڑھتے تھے اور پرندوں کو (مسخر کیا) اور یہ سب کچھ ہم ہی کرنے والے تھے اور ہم نے اس کو تمہارے لباس (زرہیں) بنانے کا طریقہ بھی سکھایا تاکہ وہ محفوظ رکھے تمہیں تمہاری لڑائی میں پس کیا تم اب بھی شکر ادا نہ کرو گے؟

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اولاً حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام کے ایک فیصلہ کا ذکر ہے کہ ان میں سے حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک فیصلہ کیا مگر اس فیصلہ میں فریقین میں سے ایک کا بالکل نقصان تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو دوسرے فیصلہ کی سمجھ بوجھ عطاء کی اور انہوں نے دونوں کی بہتری والا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت داؤد وسلیمان علیہما السلام دونوں کو علم وحکمت سے نوازا تھا اس کے علاوہ معجزہ کے طور پر بالخصوص ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں اور پرندوں کو بھی مسخر کیا تھا کہ وہ دونوں ذکر وتسبیح کرتے تھے۔ اور یہ علم وحکمت سے نوازنا اور پہاڑوں وپرندوں کو مسخر وتابع کرنا ہمارا ہی فعل تھا۔ مزید برآں ہم نے حضرت داؤد علیہ السلام کو زرہیں بنانے کی تعلیم بھی دی جو لڑائی میں تمہاری حفاظت کے کام آتی ہیں اور اے اہل مکہ! کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس خصوصی کرم پر جو تمہاری حفاظت کیلئے زرہیں بنا کر اس نے کیا اب بھی اس کا شکر ادا نہیں کرو گے؟ یعنی کم از کم اب تو تمہیں پروردگار کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

❸ مقدمہ کی وضاحت:۔ بغوی نے لکھا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ اور زہریؒ نے بیان کیا کہ دو آدمی حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس

آئے ایک کھیت کا مالک تھا اور دوسرا بکریوں کا، کھیت والے نے کہا اس کی بکریاں رات کو چھوٹ کر میرے کھیت میں پڑ گئیں، اور سارا کھیت چر گئیں کچھ بھی باقی نہیں رہا، حضرت داؤد علیہ السلام نے فیصلہ کیا کہ وہ بکریاں کھیت کے عوض کھیت والے کو دیدی جائیں، یہ دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کے فیصلہ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے پوچھا تم دونوں کا کیا فیصلہ ہوا؟ انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کا فیصلہ بیان کر دیا حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اگر تمہارا مقدمہ میرے سپرد کر دیا جاتا تو میرا فیصلہ کچھ اور ہی ہوتا ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ بھی کہا تھا کہ میرا فیصلہ دونوں کیلئے فائدہ بخش ہوتا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس قول کی اطلاع حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی ہوگئی حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلوا کر فرمایا تم فیصلہ کرو دوسری روایت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی نبوت اور حق پدری کا واسطہ دے کر فرمایا کہ مجھے بتاؤ وہ کیا فیصلہ ہے جو فریقین کیلئے سودمند ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا بکریاں کھیت والے کو دے دیجئے اور کھیت بکریوں کے مالک کے سپرد کر دیجئے کھیت والا بکریوں کے دودھ، اون اور نسل سے اتنی مدت تک فائدہ اندوز ہوتا رہے جتنی مدت تک کھیت بکریوں والے کی سپردگی میں رہے بکریوں کا مالک کھیت کو درست کر کے اس میں بیج بکھیر دے اور جب کھیتی تیار ہو کر اصلی حالت پر آجائے تو تیار کھیت کھیت والے کو دے دے اور اپنی بکریاں واپس لے لے، حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا صحیح فیصلہ یہی ہے جو تم نے کیا پھر آپ نے یہ فیصلہ جاری کر دیا روایت میں آیا ہے یہ فیصلہ کرنے کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی عمر گیارہ سال تھی۔ (تفسیر مظہری ص ۳۰۵ ج ۷)

❹ **"وعلمنٰه صنعة لبوس لكم..... الخ" کی تفصیل:۔** لفظ لبوس لغت کے اعتبار سے اسلحہ میں سے ہر چیز کو کہا جاتا ہے جو انسان اوڑھ کر یا گلے میں ڈال کر استعمال کرے مراد اس جگہ آہنی زرہ ہے جو جنگ میں حفاظت کیلئے پہنی جاتی ہے دوسری آیت میں ہے۔ **"وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ"** یعنی ہم نے ان کیلئے لوہے کو نرم کر دیا تھا خواہ اس طرح کہ لوہا ان کے ہاتھ میں آ کر خود بخود نرم ہو جاتا ہو کہ اس کو جس طرح موڑیں مڑ جائے اور باریک یا موٹا کرنا چاہیں تو ہو جائے جیسے موم ہوتا ہے یا اس طرح کہ ان کو آگ میں پگھلا کر نرم کرنے کی تدبیر بتلا دی جو سب لوہے کے کارخانوں میں آج استعمال کی جاتی ہے۔

ایسی صنعت جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچے مطلوب ہے اور فعلِ انبیاء علیہم السلام ہے، اس آیت میں زرہ سازی کی صنعت داؤد علیہ السلام کو سکھانے کے ذکر کے ساتھ اس کی حکمت بھی یہ بتلائی ہے **"لتحصنكم من باسكم"** کہ یہ زرہ تمہیں جنگ کے وقت تیر نیزہ و تلوار کے خطرہ سے محفوظ رکھ سکے یہ ایک ایسی ضرورت ہے کہ جس سے اہلِ دین اور اہلِ دنیا سب کو کام پڑتا ہے اس لئے اس صنعت کے سکھانے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک انعام قرار دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس صنعت کے ذریعہ لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوں اس کا سیکھنا سکھانا داخل ثواب ہے بشرطیکہ نیت خدمتِ خلق کی ہو صرف کمائی مقصد نہ ہو۔

❺ **"هم وها" ضمیر کے مرجع:۔** **"كُنَّا لحكمهم شاهدين"** میں **"هم"** ضمیر کا مرجع حضرت داؤد، حضرت سلیمان علیہما السلام اور فریقین مقدمہ سب لوگ ہیں اور امام فراءؒ نے کہا کہ اس کا مرجع صرف حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام ہیں اور جمع کا صیغہ بول کر تثنیہ مراد ہو سکتا ہے جیسے **"فان كان له اخوة فلامه السدس"** میں **"اخوة"** جمع کا کم سے کم فرد بالاجماع دو بھائی ہیں۔

"ففهمنٰها سليمان" میں **"ها"** ضمیر کا مرجع صحیح فیصلہ اور صحیح فتوی ہے۔ (تفسیر مظہری)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ..... سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ۱۸۔نور:۱و۲) آیات کا ترجمہ کریں۔ سورۃ النور کی خصوصیات بیان کریں۔ آیات کریمہ میں غیر شادی شدہ زانی کی سزا کا ذکر ہے تو شادی شدہ کی سزا کا ذکر کہاں ہے تفصیل سے بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) سورۃ النور کی خصوصیات (۳) شادی شدہ زانی کی سزا کا محلِ ذکر۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ یہ ایسی سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے اور (بیان کردہ احکام پر عمل کرنا) ہم نے فرض ولازم کیا ہے اور ہم نے اس میں واضح آیات نازل کی ہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو، زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد کہ تم ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو، اور تمہیں ان دونوں پر اللہ کے معاملہ میں بالکل رحم نہ آئے اگر تم اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو اور چاہیے کہ ان کو سزا دیتے وقت مؤمنین کی ایک جماعت حاضر ہو۔

❷ سورۃ النور کی خصوصیات:۔ اس سورت میں زیادہ تر احکام عفت کی حفاظت اور ستر وحجاب کے متعلق ہیں، اور اسی کی تکمیل کے لئے حدِ زنا کا ذکر ہے چونکہ اس سورت میں عفت کے اہتمام کیلئے متعلقہ احکام ذکر کئے گئے ہیں، اسی لئے عورتوں کو اس سورت کی تعلیم کی خصوصی ہدایات آئی ہیں۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کے نام اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا تھا "**علّموا نساءکم سورة النور**" (اپنی عورتوں کو سورہ نور کی تعلیم دو) اور اس سورت کی ابتداء ان الفاظ سے کی گئی ہے۔ "**سورة انزلنٰها و فرضنٰها**" جس سے اس سورت کے خاص اہتمام کی طرف اشارہ ہے۔

❸ شادی شدہ زانی کی سزا کا محل ذکر:۔ سورۃ نور کی مذکورہ آیت کریمہ میں صرف غیر شادی شدہ زانی مرد وعورت کی سزا کا ذکر ہے اور شادی شدہ زانی مرد وعورت کی سزا کا ذکر صحیح مسلم، مسند احمد، نسائی، ابوداؤد، ترمذی وابن ماجہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت سے اس طرح آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "**خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللّٰه لهن سبیلا البکر بالبکر جلد مائة وتغریب عام والثیب بالثیب جلد مائة والرجم**" (مجھ سے علم حاصل کرلو مجھ سے علم حاصل کرلو، کہ اللہ تعالیٰ نے زانی مرد وعورت کے لیے وہ سبیل جس کا وعدہ سورہ نساء میں کیا تھا وہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ مرد وعورت کیلئے سو کوڑے اور سال بھر کی جلاوطنی اور شادی شدہ مرد وعورت کیلئے سو کوڑے وسنگساری ہے)۔

اسی طرح صحیحین میں مذکور ہے کہ غیر شادہ شدہ مرد نے جو ایک شادی شدہ عورت کا ملازم تھا اسکے ساتھ زنا کیا اقرار سے واقعہ ثابت ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**لاقضین بینکما بکتاب اللّٰه**" (میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق کرونگا) پھر حکم فرمایا کہ غیر شادی شدہ لڑکے کو سو کوڑے لگائے جائیں اور عورت شادی شدہ تھی اسلئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عورت کو رجم وسنگسار کیا جائے۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زنا کی سزا میں ہم شرعی حیثیت سے رجم کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے خوب سمجھ لو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی رجم کیا ہے اور ہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رجم کیا ہے۔ اور اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عمر نے کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا دیا ہے تو میں قرآن کریم کے کسی گوشہ وحاشیہ میں اس کو لکھوا بھی دیتا، اور عمر بن خطاب گواہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف گواہ ہے۔ اور فلاں فلاں صحابی گواہ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگرچہ آیتِ رجم مستقل آیت نہیں ہے لیکن جس ذاتِ اقدس پر آیتِ زنا نازل ہوئی اس ذات کی طرف سے ناقابلِ التباس وضاحت کے ساتھ یہ تفصیل مذکور ہے اور یہ صرف زبانی تعلیم ومحض ارشاد ہی نہیں بلکہ متعدد مرتبہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں اس پر عمل بھی ہوا ہے۔ (تلخیص از معارف القرآن ص ۳۴۶ ج ۶)

الشق الثانی ..... اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (پ ۱۸۔ النور: ۳۵)

نور کی تعریف کیجئے، آیت مبارکہ کا واضح ترجمہ کیجئے اور دلنشین تشریح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں۔ (۱) **نور** کی تعریف (۲) آیت کا ترجمہ (۳) آیت کی تشریح۔

جواب ..... ❶ **نور** کی تعریف:۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں جو خود اپنی ذات سے ظاہر اور روشن ہو اور دوسری چیزوں کو ظاہر وروشن کرنے والا ہو اور تفسیر مظہری میں روایت ہے نور دراصل اُس کیفیت کا نام ہے جس کو انسان کی قوتِ باصرہ پہلے ادراک کرتی ہے اور پھر اُس کے

ذریعہ اُن تمام چیزوں کا ادراک کرتی ہے جو آنکھ سے دیکھی جاتی ہیں جیسے آفتاب اور چاند کی شعاعیں اُن کے مقابل اجسام کثیفہ پر پڑ کر اوّل اُس چیز کو روشن کر دیتی ہیں پھر اُس سے شعاعیں منعکس ہو کر دوسری چیزوں کو روشن کرتی ہیں۔ (معارف القرآن ج ۶ ص ۴۲۲)

❷ آیت کا ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ہی روشنی و نور (دینے والے) ہیں آسمانوں و زمین کو، اس کے نور کی مثال اُس طاق کی مثل ہے جس میں چراغ رکھا ہو، چراغ ایک شیشہ میں ہو، شیشہ ایسا ہو جیسے ایک ستارہ موتی کی طرح چمکتا ہوا، وہ چراغ ایسے برکت والے درخت یعنی زیتون سے روشن کیا جائے جو نہ مشرق کی طرف ہو اور نہ مغرب کی طرف ہو، قریب ہے (ایسا لگتا ہے) کہ اس کا تیل خود ہی روشن ہو جائے اگرچہ اس کو آگ نہ لگے، نور پر نور ہے (روشنی پر روشنی ہے) اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے فائدہ کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

❸ آیت کی تشریح:۔ ارشاد ہے کہ اہلِ آسمان اور اہلِ زمین یعنی جملہ مخلوقات کو خدا تعالیٰ ہی نورِ ہدایت بخشنے والا ہے اس کے بعد **مثل نورہٖ** کی ضمیر کا مرجع بعض کے نزدیک تو خود اللہ تعالیٰ کی ہدایت جو مؤمن کے قلب میں ہے اس کی مثال یہ ہے اور بعض کے نزدیک اس کا مرجع مؤمن ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مؤمن کے دل کے نور کی مثال مثل طاق کے ہے۔ گویا کہ مؤمن کے دل کی صفائی کو بلوری فانوس سے تشبیہ دی گئی اور اسے قرآن وحدیث سے جو خارجی مدد ملتی رہتی ہے اسے زیتون کے تیل سے تشبیہ دی گئی جو کہ صاف وشفاف اور چمکیلا ہوتا ہے۔

روغن زیتون اپنی لطافت وصفائی کے لئے عرب میں مشہور ہے۔ زیتون کے بارے میں جو یہ فرمایا گیا کہ یہ نہ پورب رُخ ہے نہ پچھم رُخ۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا فیض شرق وغرب کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اسکا فیض ہر ایک کیلئے یکساں ہے۔

یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ اس کا رُخ نہ مشرق کی جانب ہے کہ سورج نکلتے ہی دھوپ پڑنے لگے اور نہ اسکا رُخ مغرب کی جانب ہے کہ سورج غروب ہونے سے پہلے اس سے سایہ ہٹ جائے بلکہ وسط میں ہے جس کی وجہ سے صاف دھوپ اور کھلی ہوا اسے لگتی رہتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا تیل بھی پاک وصاف اور روشن ہوتا ہے۔

بہرکیف مؤمن کے ایمان کو زیتون سے تشبیہ دی گئی جس میں خود اعلیٰ درجہ کے نور کی قابلیت تھی اور اس قدر لطیف گویا بغیر جلائے روشنی دے اور پھر اس کا آگ کے ساتھ اجتماع ہو گیا، ان کیفیات کے ساتھ کہ چراغ قندیل میں رکھا ہو جس سے روشنی خود بڑھ جاتی ہے اور پھر وہ ایسے مکان میں رکھا ہو جو ایک طرف سے بند ہے۔ ایسے موقعہ پر شعاعیں ایک جگہ جمع ہو کر روشنی تیز ہو جاتی ہے اور پھر تیل بھی زیتون کا جو روشنی کی زیادتی میں مشہور ہے تو ان وجوہ کی بناء پر روشنی اس قدر تیز ہو گئی جیسے بہت سی روشنیاں جمع ہو گئی ہوں اسی کو **نور علی نور** فرمایا گیا۔

تو خدا تعالیٰ نے مؤمن کے دل کی ہدایت کی مثال نور سے دے کر گویا یہ بتانا چاہا کہ مؤمن کے قلب میں خدا تعالیٰ جب نورِ ہدایت ڈالتا ہے تو دن بدن میں قبول حق کی صلاحیت بڑھتی جاتی ہے اور ہر وقت عمل کے لئے تیار رہتا ہے۔

مؤمن کے دل کی مثال نور سے دے کر فرمایا کہ یہ مثالیں اس وجہ سے بیان کی جاتی ہیں تا کہ بات قریب الفہم ہو جائے اور لوگ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ (کمالین)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ..... وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ (پ ۱۳۔ رعد: ۲۲، ۲۳)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ تفسیر کریں۔ صبر اور عدن کے معانی تفصیل سے بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) صبر وعدن کے معانی کی تفصیل۔

0313 6357912 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضاء کی خاطر اور قائم کی انہوں نے نماز اور خرچ کیا انہوں نے ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے پوشیدہ اور ظاہر طور پر اور دفع کرتے ہیں نیکی کے ذریعہ برائی کو انہی لوگوں کے لئے آخرت کا اچھا نتیجہ وثواب ہے یعنی رہنے کے باغات، داخل ہونگے یہ لوگ ان میں اور ان کے والدین ازواج اور اولاد میں سے جو (جنت میں داخلہ کے) لائق ہونگے، اور فرشتے ان پر داخل ہوں گے ہر دروازے سے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ماقبل کی چند آیات اور ان آیات میں اہلِ حق اور حقیقی اہلِ عقل ودانش کی چند علامات وصفات اور ان کی جزا کا ذکر ہے ان کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے صبر کرتے ہیں خواہ وہ صبر کسی خلافِ طبع امر کو برداشت کرنے کی وجہ سے ہو خواہ فرائض وواجبات یعنی اوامر کو بجالانے کی وجہ سے ہو خواہ محرمات ومکروہات یعنی منہی عنہ سے بچنے کی وجہ سے ہو۔ دوسری علامت یہ ہے کہ وہ محض نماز پڑھتے ہی نہیں بلکہ مکمل آداب وشرائط کا لحاظ کرتے ہوئے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ تیسری علامت یہ ہے کہ ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے ظاہری طور پر اور چھپ کر کچھ مال راہِ خدا میں بھی خرچ کرتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ بدی وبرائی کا جواب اچھائی ونیکی سے دیتے ہیں اس کے دو مطلب ہیں ایک مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص ان سے برا معاملہ کرے تو وہ اس کے ساتھ بھی برے معاملہ کی بجائے اچھا معاملہ کرتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ کہ اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے تو فوری طور پر اس گناہ کے بعد نیکی کرنے کے ذریعہ سے اس گناہ کو دفع ودور کردیتے ہیں آخر آیت میں ان کی جزا وانجام کا ذکر ہے کہ آخرت کے دائمی وحقیقی گھر میں ایسے نیک سیرت لوگوں کے لئے اچھا بدلہ واچھا انجام ہے۔

اسکے بعد دوسری آیت میں اس اچھے بدلہ وانجام کی تفصیل ہے کہ یہ نیک لوگ ایسے دائمی باغات میں داخل ہونگے جن کے کیا ہی کہنے؟ نہ ان باغات کو کسی نے دیکھا نہ ان کو کسی نے سنا اور نہ کسی نے سونگھا کہ کس اعلیٰ درجہ کے وہ باغات ہیں پھر ان کا مزید اعزاز واکرام یہ ہے کہ انکے ساتھ انکے نیک والدین بیویاں اور نیک اولاد بھی انہی باغات میں داخل ہونگے، اور فرشتے صبح وشام میں تین تین مرتبہ تحفے وہدایا اور سلامتی کا پیغام لیکر جنت یا محلاتِ جنت کے ہر ہر دروازہ سے ان پر داخل ہوں گے۔ (مظہری)

❸ صبر وعدن کے معانی کی تفصیل:۔ صبر کا اصلی معنی خلافِ طبع چیزوں سے پریشان نہ ہونا بلکہ ثابت قدمی کے ساتھ اپنے کام پر لگے رہنا ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ① صبر علی الطاعۃ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل پر ثابت قدم رہنا۔ ② صبر عن المعصیۃ یعنی گناہوں سے بچنے پر ثابت قدم رہنا۔ (معارف القرآن)

عدن کا معنی قیام وقرار ہے مراد یہ کہ ان جنتوں سے کسی وقت ان کو نکالا نہ جائے گا بلکہ ان جنتوں میں ان کا قرار وقیام دائمی ہوگا اور بعض حضرات نے فرمایا کہ عدن وسطِ جنت کا نام ہے جو جنت کے مقامات میں سے اعلیٰ مقام ہے۔

حضرت مجاہدؒ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر فرمایا کہ لوگو! تم کو معلوم ہے کہ جنات عدن کیا ہے؟ عدن جنت میں ایک قصر (محل) ہے جس کے دس ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پچیس ہزار بڑی آنکھوں والی حوریں متعین ہیں اس قصر میں سوائے نبی، صدیق اور شہید کے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ (مظہری)

الشق الثانی ..... اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ (پ۱۴۔ نحل: ۱۲۵، ۱۲۶)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ تفسیر کریں۔ ماقبل سے ربط بیان کریں اور دعوت کے اصول پر روشنی ڈالیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) آیات کا ماقبل سے ربط (۴) دعوت کے اصول۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ بلائیں اور معارضہ ومناظرہ

0313 6657913 maktabazakariya@gmail.com

کیجئے ان سے اچھے واحسن طریقہ سے، بے شک آپ کا رب خوب جاننے والا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستہ سے گمراہ ہو گیا اور وہ خوب جاننے والا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو بھی اور اگر تم بدلہ لینا چاہو تو بدلہ اتنا ہی لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا، اور اگر تم صبر کرو تو یہ صبر کرنا بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات کریمہ میں اصولِ دعوت وتبلیغ کا اجمالاً ذکر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ کا حاصل یہ ہے کہ اے پیغمبر! آپ اپنے رب کی راہ یعنی دینِ اسلام کی طرف لوگوں کو حکمت واچھی نصیحت کے ذریعہ بلائیں، حکمت سے وہ طریقہ دعوت مراد ہے جس میں مخاطب کے احوال کی رعایت سے ایسی تدبیر اختیار کی جائے جو مخاطب کے دل پر اثر انداز ہو سکے اور نصیحت سے مراد یہ ہے کہ خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبہ سے بات کہی جائے اور اچھی نصیحت سے مراد یہ ہے کہ عنوان بھی نرم ہو اور اگر بحث ومباحثہ کی نوبت آجائے تو وہ بھی شدت وبے انصافی اور مخاطب پر الزام تراشی سے خالی ہو، بس آپ کا اتنا ہی کام ہے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے اور آپ ﷺ کا پروردگار ماننے اور نہ ماننے والوں کو خوب جانتا ہے۔ یعنی اسکے مطابق وہ ان کو بدلہ دے گا، اور اگر مخاطب علمی بحث ومباحثہ میں حد سے بڑھ کر علمی جدال وغیرہ پر آجائے تو آپ ﷺ اور آپ کے متبعین کیلئے بدلہ لینا اور صبر کرنا دونوں کام جائز ہیں مگر بہر صورت صبر کرنا بہتر ہے اس سے مخاطب ومخالف اور دیکھنے والوں پر اچھا اثر بھی پڑتا ہے اور آخرت میں اجرِ عظیم کا باعث بھی ہے۔

❸ آیات کا ماقبل سے ربط:۔ سابقہ آیات میں آپ ﷺ کی نبوت ورسالت کے اثبات سے مقصود یہ تھا کہ امت آپ ﷺ کے احکام کی تعمیل کر کے رسالت کے حقوق ادا کرے اور مذکورہ آیات میں خود رسولِ کریم ﷺ کو ادائے رسالت کے حقوق وآداب کی تعلیم ہے جس کے عموم میں تمام مؤمنین شریک ہیں۔ (معارف القرآن)

❹ دعوت کے اصول:۔ دعوت کے اصول کے متعلق اجمالی کلام تفسیر کے ضمن میں گزر چکا ہے مزید تفصیل یہ ہے کہ آیت میں دعوت کے لیے تین چیزوں کا ذکر ہے ① حکمت ② موعظہ حسنہ ③ مجادلہ بطریقِ احسن۔

بعض حضرات مفسرین نے فرمایا کہ یہ تین چیزیں مخاطبین کی تین قسموں کی بناء پر ہیں، دعوت بالحکمۃ اہل علم وفہم کے لئے ہے، دعوت بالموعظۃ عوام کے لئے ہے، مجادلہ متعنتین (ضدی وہٹ دھرم) اور شکوک وشبہات والے لوگوں کے لئے ہے۔

صاحبِ روح المعانیؒ لکھتے ہیں کہ آیت کے نسق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصولِ دعوت دو ہی ہیں۔ حکمت اور موعظت مجادلہ اصولِ دعوت میں شامل نہیں ہے بلکہ طریقِ دعوت میں کبھی اس کی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر تینوں چیزیں اصول دعوت ہوتیں تو تینوں چیزوں کو عطف کے ساتھ "بالحکمة والموعظة الحسنة والجدال الحسن" ذکر کیا جاتا، مگر قرآن کریم نے جدال ومجادلہ کیلئے الگ جملہ "وجادلهم بالتی هی احسن" ذکر کیا، معلوم ہوا کہ یہ اصولِ دعوت میں شامل نہیں بلکہ طریقِ دعوت میں پیش آنے والے معاملات کے متعلق ایک ہدایت وتنبیہ ہے۔ (معارف القرآن)

0313 6357913 malikmazakir.madni@gmail.com

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ..... يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۠ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ تفسیر کریں۔ **یاایھا الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحًا میں اکلِ طیب اور عملِ صالح** کو ملانے کی حکمت بیان کریں۔ (پ۱۸۔ مؤمنون: ۵۱ تا ۵۴)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) اکلِ طیب اور عملِ صالح کو ملانے کی حکمت۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اے رسولو! کھاؤ تم پاکیزہ چیزیں اور عمل کرو تم اچھے بے شک میں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں، اور بے شک یہ ہے تمہارا طریقہ جو ایک ہی طریقہ ہے اور میں ہی تمہارا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرو اور ان لوگوں نے اپنا دین

وطریقہ الگ الگ کر کے اختلاف پیدا کرلیا اور ہر گروہ اس دین پر جو ان کے پاس ہے خوش ہے پس آپ ان کو ایک وقت تک ان کی جہالت میں رہنے دیجئے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ آیات کا حاصل یہ ہے کہ اے پیغمبر! جس طرح ہم نے تمہیں نعمتوں کے استعمال کی اجازت دی اور پھر عبادت کا حکم دیا اسی طرح سب پیغمبروں کو اور ان کے واسطہ سے ان کی امتوں کو بھی حکم دیا کہ اے پیغمبر! تم اور تمہاری امتیں حلال و نفیس چیزیں کھاؤ اور پھر ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے نیک کام کرو اور میری عبادت کرو اور میں تمہارے تمام اعمال سے واقف و باخبر ہوں اور تمہارے نیک و بد اعمال پر تمہیں جزا و سزا بھی دونگا اور ہم نے ان انبیاء سے یہ بھی کہا کہ جو طریقہ تمہیں ابھی بتلایا گیا ہے اس طریقہ پر چلنا اور رہنا تمہارے لئے واجب ہے اور یہ طریقہ تمام امتوں و شریعتوں میں ایک ہی رہا ہے اور اس طریقہ کا حاصل یہ ہے کہ میں تمہارا رب ہوں بس تم مجھ سے ڈرو، یعنی میرے احکام کی مخالفت نہ کرو کیونکہ رب ہونے کی حیثیت سے میں ہی تمہارا خالق و مالک ہوں اور تمہیں بے شمار نعمتوں سے نوازتا ہوں لہٰذا ان سب باتوں کا تقاضا یہ تھا کہ تم ایک ہی طریقہ مذکورہ پر رہتے مگر تم نے اپنا دین و طریقہ الگ الگ کر کے باہم اختلاف پیدا کرلیا اور پھر ہر گروہ اپنے اپنے طریقہ اور بنائے ہوئے دین پر خوش ہے اس کے باطل ہونے کے باوجود بھی اس کو حق سمجھتا ہے، لہٰذا اے پیغمبر! آپ ان کی جہالت کی وجہ سے غمگین نہ ہوں آپ ان کو ایک خاص وقت یعنی قیامت تک مہلت دیجئے جب قیامت کا وقت مقرر آئے گا تو پھر سب حقیقت کھل جائے گی۔

❸ اکلِ طیب اور عملِ صالح کو ملانے کی حکمت:۔ اکلِ طیب اور عملِ صالح کو ایک ساتھ لانے میں علماء نے لکھا ہے کہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حلال غذا کا عملِ صالح میں بڑا دخل ہے جب حلال غذا ہوتی ہے تو نیک اعمال کی توفیق خود بخود ہونے لگتی ہے اور جب غذا حرام ہو تو نیک کام کا ارادہ کرنے کے باوجود بھی اس میں مشکلات حائل ہو جاتی ہیں۔

حدیث میں ہے کہ بعض لوگ لمبے لمبے سفر کرتے ہیں اور غبار آلود رہتے ہیں پھر اللہ کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ پھیلاتے ہیں اور یا رب! یا رب! پکارتے ہیں مگر ان کا کھانا بھی حرام ہوتا ہے اور پینا بھی، لباس بھی حرام سے تیار ہوتا ہے اور حرام ہی کی ان کو غذا ملتی ہے ایسے لوگوں کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ عبادت یعنی نیک عمل اور دعا کے قبول ہونے میں حلال کھانے کو بڑا دخل ہے اور جب غذا حلال نہ ہو تو عبادت اور دعا کی قبولیت کا بھی استحقاق نہیں رہتا۔ (معارف القرآن ص ۳۱۶ ج ۶)

الشق الثانی..... وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ (پ ۱۱۔ یونس: ۲۵ تا ۲۷)

0313 6357913 mahabazakariyaultar@gmail.com

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر بیان کریں۔ مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ "الحسنی وزیادۃ" سے کیا مراد ہے؟ "قطعا" اور "مظلما" کے منصوب ہونے کی وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب و معانی (۴) "حسنی، زیادہ" کی مراد (۵) "قطعا، مظلما" کے نصب کی وجہ۔

جواب..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ بلاتا ہے سلامتی والے گھر کی طرف اور جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے جن لوگوں نے نیک اعمال کئے ان کیلئے آخرت میں اچھا ثواب ہے اور مزید انعام بھی اور انکے چہروں پر نہ غم کی کدورت چھائے گی اور نہ ذلت، یہی لوگ اہل جنت ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور جن لوگوں نے برے اعمال کئے ان کو برائی کی سزا برائی کے برابر ملے گی اور ان پر ذلت چھائی ہوگی اور ان کو اللہ کے عذاب بچانے والا کوئی نہ ہوگا گویا کہ انکے چہروں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے، یہی لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ انسان کو دارالسلام کی طرف دعوت دیتا ہے یعنی ایسے گھر کی طرف جس میں ہر طرح کی سلامتی ہی سلامتی ہے، نہ اس میں کوئی تکلیف اور رنج وغم ہے، اور نہ بیماری وفنا ہے اور نہ حالت بدلنے کی فکر ہے اس سے مراد جنت ہے اور اسکو دارالسلام کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ہر شخص کو ہر طرح کا امن وسکون اور سلامتی حاصل ہوگی۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں بسنے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فرشتوں کی طرف سے سلام پہنچتا رہے گا بلکہ لفظ سلام ہی اہلِ جنت کی اصطلاح ہوگی، جس کے ذریعہ وہ اپنی خواہشات کا اظہار کریں گے اور فرشتے ان کو مہیا کریں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دارالسلام جنت کے سات ناموں میں سے ایک نام ہے۔

اس کے بعد اہلِ جنت واہلِ جہنم کے احوال وانجام کا اجمالا ذکر ہے، اولاً اہلِ جنت واہلِ ایمان کے انجام کا ذکر فرمایا کہ نیکی وبھلائی کرنے والوں کیلئے اچھا بدلہ یعنی جنت اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ دیدارِ خداوندی نصیب ہوگا اور ان کے چہروں پر غم کی کدورت اور ذلت وپریشانی نہ ہوگی اور یہ لوگ ہمیشہ جنت کی دائمی نعمتوں میں رہیں گے اور پھر اہلِ جہنم کے احوال کا ذکر ہے کہ ان کو برے اعمال کی بدولت برابدلہ ہی ملے گا اور ان کے چہروں پر ذلت ورسوائی چھائی ہوئی ہوگی اور ان کے چہروں کی ایسی حالت ہو گی جیسے اندھیری رات میں تہ بہ تہ ظلمات وتاریکیاں ہوتی ہیں، اور ان تاریکیوں کے ساتھ اس کے چہرہ کو لپیٹا گیا ہو اور یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کے دائمی عذاب میں رہیں گے۔ (معارف القرآن)

❸ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "یَدْعُوْ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے، بمعنی بلانا ودعوت دینا۔

"یَھْدِیْ" یہ باب ضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی راستہ دکھانا یا منزل تک پہنچانا۔

"اَحْسَنُوْا" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی بھلائی کرنا، نیک کام کرنا۔

"یَرْھَقُ" یہ باب سمع سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے، بمعنی چھا جانا، ڈھانپ لینا۔

"کَسَبُوْا" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی کمانا، کام کرنا۔

"عَاصِمٌ" یہ باب ضرب سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی بچانا وحفاظت کرنا۔

"اُغْشِیَتْ" یہ باب افعال سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے بمعنی ڈھانکنا۔

❹ "حسنی، زیادۃ" کی مراد:۔ صحیحین میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "الحسنی" سے مراد اچھا ثواب یعنی جنت ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "احسنوا" یعنی "لا الہ الا اللہ" کی شہادت دی "الحسنی" جنت "زیادۃ" اللہ کی طرف دیکھنا ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک فرشتہ آواز لگائے گا کہ اے اہلِ جنت! اللہ تعالیٰ نے تم سے اچھے ثواب کا وعدہ کیا تھا اور زیادتی کا بھی اچھا ثواب جنت ہے اور مزید انعام رحمان کا دیدار حاصل ہونا ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

❺ "قطعا، مظلما" کے نصب کی وجہ:۔ "قطعا" یہ "اغشیت" فعل کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

"مظلما" یہ "لیل" یا "قطعا" سے حال ہونے کی وجہ سے یا "قطعا" کی صفت ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ..... وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (پ۱۲۔ھود:۹تا۱۲)

آیات کا ترجمہ کریں۔ ابتدائی دو آیتوں میں انسان کی کمزوریوں کی نشاندہی کی وضاحت کریں۔ مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) انسانی کمزوریوں کی نشاندہی (۳) الفاظِ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے رحمت چکھائیں پھر وہ اس سے چھین لیں تو وہ ناامید وناشکرا ہوجاتا ہے اور اگر ہم اس کو کسی نعمت کا مزہ چکھائیں کسی تکلیف کے بعد جو اس کو پہنچی تھی تو کہتا ہے کہ مجھ سے برائیاں دور ہوگئیں بے شک وہ اترانے والا اور شیخیاں مارنے والا ہے مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور اعمال صالحہ کئے انہی لوگوں کے لیے مغفرت کا بڑا ذخیرہ ہے۔ پس شاید کہ آپ بعض ان احکام کو جو آپ کی طرف وحی کئے جاتے ہیں چھوڑنے والے ہیں اور آپ کا دل ان کے اس قول سے تنگ ہوتا ہے کہ (اگر یہ نبی ہے تو) کیوں نہیں اس پر کوئی خزانہ نازل کیا گیا اور اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا نگران وذمہ دار ہے۔

❷ انسانی کمزوریوں کی نشاندہی:۔ ان آیات میں فطری طور پر انسان کے غیر مستقل مزاج، جلدی پسند ہونے اور موجودہ حالت میں کھپ کر ماضی ومستقبل کو بھلا دینے کا ذکر ہے حاصل یہ ہے کہ اگر ہم انسان کو کوئی نعمت چکھاتے ہیں اور پھر اس کو واپس لیتے ہیں تو وہ بڑا ناامید وناشکرا بن جاتا ہے اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد کسی نعمت کا مزہ چکھائیں تو اِترانے اور شیخی مارنے لگتا ہے، اور کہتا ہے کہ میرے سب دکھ درد رخصت ہوگئے ہیں مطلب یہ ہے کہ انسان عاجل پسند اور موجودہ حالت کو سب کچھ سمجھنے کا عادی ہے اور اگلے پچھلے حالات واقعات میں غور وفکر اور ان کو یاد رکھنے کا بالکل عادی نہیں ہے اس لیے نعمت کے بعد تکلیف پہنچے تو ناامید وناشکرا بن جاتا ہے اور اگر تکلیف کے بعد نعمت وراحت ملے تو فوراً بجائے شکر کرنے کے اِترانے لگ جاتا ہے اور اس بات سے غافل ہو جاتا ہے کہ سابقہ حالت دوبارہ بھی آسکتی ہے۔

❸ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "اَذَقْنَا" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی چکھانا۔
"نَزَعْنٰھَا" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی چھیننا، واپس لینا۔ "ذَھَبَ" یہ باب فتح سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جانا
"مَسَّتْهُ" یہ باب نصر وضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی چھونا، پہنچنا۔
"یُوْحٰی" یہ باب افعال سے مضارع مجہول کا صیغہ ہے بمعنی وحی کرنا وپیغام بھیجنا۔
"اُنْزِلَ" یہ باب افعال سے ماضی مجہول کا صیغہ ہے بمعنی نازل کرنا، اتارنا۔

الشق الثانی .... وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۝ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ (پ۱۳۔ابراہیم:۳۵تا۳۷)

0313 6357913 maktabazakariya

آیات کا ترجمہ کریں۔ "فمن تبعنی.....الی.....غفور رحیم" کی تفسیر کریں۔ مخطوطہ الفاظ کے ابواب ومعانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مذکورہ جملہ کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور جب کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہ اے میرے رب! اس شہر کو امن کا گہوارہ بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بتوں کی عبادت سے بچائے رکھنا، اے میرے رب! بے شک ان بتوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے پس جس نے بھی میری پیروی کی ہے وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی ہے پس تو بخشنے والا مہربان ہے اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی کچھ اولاد کو باشندہ بنادیا ایسی وادی میں جہاں زراعت دکھتی نہیں ہے تیرے معظم ومحترم گھر کے پاس اے ہمارے رب! تاکہ وہ قائم کریں نماز کو پس تو کچھ لوگوں کے دل بنادے کہ وہ ان کی طرف تیزی سے بڑھیں (انکے دل ان کی طرف جھک جائیں) اور انکو پھلوں سے رزق عطاء فرما امید ہے کہ وہ تیرا شکر ادا کریں گے۔

❷ مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ جملہ کی تفسیر کا حاصل یہ ہے کہ اے میرے پروردگار جو شخص بھی میری اتباع و پیروی کرے گا وہ میرا ہے یعنی دنیا و آخرت میں اس کا تعلق مجھ سے نہیں ٹوٹے گا یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا مطلب یہ ہے کہ اس پر فضل و کرم کی امید ظاہر ہے اور جو شخص میری نافرمانی کرے اگر صرف عملی نافرمانی کرے تو آپ کے فضل سے اس کی بھی مغفرت و بخشش کی امید ہے اور اگر نافرمانی سے کفر و انکار مراد ہو تو کافر و مشرک کی مغفرت نہ ہونے اور ان کی شفاعت نہ کرنے کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہو چکا تھا اس لئے ان کی مغفرت کی امید کا اظہار کرنا درست نہیں ہو سکتا اسلئے بحر محیط میں فرمایا کہ اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی سفارش یا دعا کے الفاظ اختیار نہیں کئے کہ اے پروردگار ان کی مغفرت کر دے بلکہ پیغمبرانہ شفقت کے دامن میں کافر بھی رہتے ہیں اور ہر پیغمبر کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی بھی کافر عذاب میں مبتلا نہ ہو تو اس طبعی خواہش کا اظہار ان الفاظ سے کیا کہ اے پروردگار آپ بڑے غفور و رحیم ہیں یعنی انکے ساتھ بھی مغفرت کا معاملہ ہو جائے تو آپ کی غفور و رحیم ذات اس کے زیادہ لائق ہے، یہ نہیں فرمایا کہ اے پروردگار ان کی بھی مغفرت و بخشش فرما دے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے کافروں کے بارے میں فرمایا تھا "وان تغفرلهم فانك انت العزيز الحكيم"۔

❸ الفاظ مخطوطہ کے ابواب و معانی:۔ "تَبِعَنِیْ" یہ باب سمع سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی اتباع و پیروی کرنا۔

"عَصَانِیْ" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی نافرمانی کرنا۔

"اَسْكَنْتُ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی آباد کرنا و بسانا، ٹھہرانا۔

"لِيُقِيْمُوْا" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی قائم کرنا، پورا کرنا۔

"تَهْوِیْ" یہ باب ضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی مائل ہونا، تیزی سے بڑھنا و گرنا۔

"وَارْزُقْهُمْ" یہ باب نصر سے امر حاضر معلوم کا صیغہ ہے بمعنی رزق دینا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ..... وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ۝ (پ ۱۵۔ بنی اسرائیل: ۵۹، ۶۰)

آیات کا ترجمہ کریں۔ "وما جعلنا الرؤيا التي اريناك الا فتنة للناس" کی تفسیر کریں۔ مخطوط الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مذکورہ جملہ کی تفسیر (۳) الفاظِ مخطوطہ کے ابواب و معانی۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور نہیں منع کیا ہمیں معجزات کے بھیجنے سے مگر اس بات نے کہ پہلے لوگوں نے بھی معجزات کو جھٹلایا تھا اور ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی تھی جو واضح نشانی تھی پس انہوں نے اس پر ظلم کیا اور ہم صرف ڈرانے کے لئے ہی معجزات بھیجتے ہیں، اور یاد کرو جب ہم نے آپ سے کہا تھا کہ بے شک آپ کا رب لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور نہیں بنایا ہم نے اس عجیب و غریب واقعہ کو جو ہم نے آپ کو دکھایا مگر فتنہ و آزمائش لوگوں کے لئے اور جس درخت کی قرآن میں مذمت بیان کی گئی ہے، اور ہم ان لوگوں کو ڈراتے ہیں مگر ان کی بڑی سرکشی اور بڑھتی وزائد ہوتی ہے۔

❷ مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ آیت کریمہ کے مذکورہ جملہ کا تعلق واقعۂ معراج سے ہے کہ ہم نے اس کو لوگوں کیلئے فتنہ و آزمائش بنایا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ واقعۂ معراج روحانی و منامی تھا جسمانی معراج ممکن نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اس کو رؤیا (خواب) کہا گیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کو قرآن کریم میں فتنہ و آزمائش کہنا دلیل ہے کہ جسمانی معراج تھا کیونکہ خواب کے واقعہ کی وجہ سے متعدد نو مسلموں کے مرتد ہونے کا کیا مطلب ہے؟ پس یہاں پر رؤیا سے مراد خواب نہیں ہے بلکہ عجیب و غریب واقعہ کا بحالتِ بیداری دیکھنا مراد ہے۔ اور کلامِ عرب میں رؤیا کا لفظ اس معنی میں بھی مستعمل ہے۔

③ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "مَنَعَنَا" یہ باب فتح سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی روکنا ومنع کرنا۔
"کَذَّبَ" یہ باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جھٹلانا وتکذیب کرنا، انکار کرنا۔
"فَظَلَمُوْا" یہ باب ضرب سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ظلم ونا انصافی کرنا۔
"نُرْسِلَ" یہ باب افعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی بھیجنا۔
"اَحَاطَ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی گھیرنا واحاطہ کرنا۔
"رُؤْیَا" یہ اسم ہے بمعنی خواب اور اس کی جمع "رُؤًی" ہے۔ مصدر "رُؤْیًا، رُؤْیَۃٌ" (ضرب، مہموز وناقص) بمعنی دیکھنا۔

الشق الثانی ..... وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ؕ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۶۵﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِیُّ ؕ (پ۱۱۔ یونس:۶۵ تا ۶۸)

آیات کا ترجمہ کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ "هو الذی جعل لکم اللیل لتسکنوا فیه" کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی (۳) مذکورہ جملہ کی ترکیب۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور نہ غمگین کرے آپ کو ان کی بات، بے شک عزت ساری کی ساری اللہ ہی کیلئے ہے وہ سننے والا جاننے والا ہے، خبردار! جو کچھ مخلوقات آسمانوں وزمین میں ہیں، وہ سب اللہ ہی کیلئے ہیں اور کس چیز کی اتباع کر رہے ہیں وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ دیگر شرکاء کو پکارتے ہیں وہ صرف بے سند خیال کی اتباع کرتے ہیں اور وہ محض قیاسی باتیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں سکون کرو اور دن بنایا دکھلانے والا (واضح) بیشک اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو سنتی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے، وہ پاک ہے وہ بے نیاز ہے۔

② الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "لَا یَحْزُنْكَ" یہ باب نصر سے نہی غائب معلوم کا صیغہ ہے بمعنی غم میں ڈالنا۔
"یَتَّبِعُ" یہ باب افتعال سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی اتباع وپیروی کرنا۔
"یَدْعُوْنَ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے۔ بمعنی بلانا وپکارنا۔
"یَخْرُصُوْنَ" یہ باب نصر وضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جھوٹ بولنا، اٹکل سے کہنا، قیاس کرنا، اندازہ کرنا۔
"لِتَسْکُنُوْا" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی آرام کرنا، سکون کرنا۔
"اِتَّخَذَ" یہ باب افتعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی ٹھہرانا وبنانا۔

③ مذکورہ جملہ کی ترکیب:۔ "هو" ضمیر مبتدا "الذی" اسم موصول "جعل" فعل وفاعل "لکم" جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے "اللیل" مفعول بہ "لام" جارہ کئی "تسکنوا" فعل وفاعل "فیه" جار ومجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے مل کر بتقدیر "اَنْ" مصدر کی تاویل میں ہو کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق معنیٰ مفعول لہ ہوا فعل کا، فعل اپنے فاعل دونوں مفعول ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر صلہ، موصول صلہ مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ..... وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾

آیات کا ترجمہ کریں۔ "انه ربی احسن مثوای" کی تفسیر کریں۔ مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔ (پ۱۲۔ یوسف:۲۳،۲۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) مذکورہ جملہ کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور جب پہنچ گیا وہ اپنی قوت یعنی جوانی کو تو دیا ہم نے اسکو حکم اور علم اور اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں نیکی والوں کو اور پھسلایا اسکو اس عورت نے جسکے گھر میں تھے اور بند کر دیئے دروازے اور کہا کہ آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں، یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں بیشک وہ میرا مربی ومحسن ہے اس نے اچھا کیا میرے ٹھکانہ کو بیشک ظالم وگنہگار لوگ فلاح نہیں پاتے۔

❷ مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تیرا شوہر (قطفیر) میرا مربی ومحسن اور آقا ہے اس نے خود بھی میری خاطر ومدارت کی ہے اور پھر تجھے بھی حکم دیا تھا "اکرمی مثواہ" کہ اس کو خاطر سے رکھنا یعنی اس کی غذا لباس ومکان ہر چیز کا خصوصی خیال رکھنا، لہٰذا اپنے محسن ومربی کے حرم پر دست اندازی کرنا بڑا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا۔

❸ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "بَلَغَ" یہ باب نصر سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی پہنچنا وبالغ ہونا۔

"نَجْزِیْ" یہ باب ضرب سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی جزاء وبدلہ دینا۔

"رَاوَدَتْهُ" یہ باب مفاعلہ سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی فریب دینا، پھسلانا، برائی کی ترغیب دینا۔

"غَلَّقَتْ" یہ باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی خوب مضبوطی سے بند کرنا یا بکثرت بند کرنا۔

"اَحْسَنَ" یہ باب افعال سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی احسان کرنا، اچھائی کرنا۔

الشق الثانی ..... وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ (پ۱۴۔نحل:۶۶،۶۷)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ "بطونه" کی ضمیر کا مرجع متعین کریں۔ "بین فرث ودم لبنا خالصا" کی تفسیر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں۔(۱) آیات کا ترجمہ (۲) ضمیر کا مرجع (۳) مذکورہ جملہ کی تفسیر۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور بیشک تمہارے لئے چوپاؤں میں عبرت (غور وفکر کی جگہ) ہے ہم پلاتے ہیں تمہیں انکے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر وخون کے درمیان سے ایسا خالص دودھ جو پینے والوں کیلئے خوشگوار ہے یا آسانی سے گلے میں اترنے والا ہے اور کھجور وانگور کے پھلوں سے تم لوگ نشہ کی چیز اور عمدہ کھانے بناتے ہو بیشک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو سمجھتے ہیں۔

❷ ضمیر کا مرجع:۔ "بطونه" کی ضمیر کا مرجع انعام ہے جو کہ اسم جمع ہے اور لفظ کے اعتبار سے مفرد ہے۔ امام سیبویہ نے اس لفظ کو ان مفرد الفاظ میں شمار کیا ہے جو "اَفْعَالٌ" کے وزن پر آتے ہیں "نِعَمٌ" اور "اَنْعَامٌ" دونوں مفرد کے صیغے ہیں، مذکر ومؤنث دونوں طرح ان کا استعمال ہوتا ہے جس نے مؤنث استعمال کیا اس نے جمع والے معنی کا لحاظ کیا اور جس نے مذکر استعمال کیا اس نے لفظ کا لحاظ کیا، الحاصل اس کی طرف مذکر ومؤنث دونوں ضمیریں لوٹائی جاسکتی ہیں۔ (تفسیر مظہری)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

❸ مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جانور جو گھاس وغیرہ کھاتا ہے وہ اس کے معدہ میں جمع ہو جاتا ہے اور معدہ اس کو پکاتا ہے معدہ کے اس عمل غذا کا فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے، اور دودھ اوپر ہو جاتا ہے اور خون اسکے بھی اوپر ہو جاتا ہے، پھر جگر ان تینوں چیزوں کو الگ الگ تقسیم کرتا ہے، خون کو رگوں میں منتقل کر دیتا ہے، دودھ کو جانور کے تھنوں میں پہنچا دیتا ہے اور معدہ میں صرف فضلہ باقی رہ جاتا ہے۔ جو گوبر کی صورت میں نکلتا ہے۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ..... وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ﴿۱۳۱﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی ﴿۱۳۲﴾

آیات کا ترجمہ کریں "وأمراهلك بالصلوة واصطبر عليها" کی تفسیر کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کے ابواب ومعانی لکھیں۔ (طٰہٰ:۱۳۱،۱۳۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) جملہ کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور ہرگز آپ ﷺ ان چیزوں کی طرف اپنی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں جن سے ہم نے کفار کے مختلف گروہوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے اور وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہے اور آپ کے رب کا عطیہ اس سے بہتر اور دیرپا ہے اور آپ ﷺ اپنے متعلقین کو نماز کا حکم دیتے رہیں اور خود بھی اس پر پابند رہیں ہم نہیں سوال کرتے آپ ﷺ سے مخلوق کی روزی کا، روزی تو ہم آپ کو دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگار کیلئے ہے۔

❷ مذکورہ جملہ کی تفسیر:۔ اس جملہ میں اہل وعیال ومتعلقین کو نماز کی تاکید اور اس کی حکمت کو بیان کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے اہل وعیال کو بھی نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس پر پابند رہیں، بظاہر یہ دو الگ الگ حکم ہیں۔ ① اہل وعیال ومتعلقین کو نماز کی تاکید ② خود اس کی پابندی، مگر غور کیا جائے تو خود اپنی نماز کی پابندی کیلئے بھی یہ ضروری ہے کہ آپ کا ماحول آپ کے اہل وعیال ومتعلقین نماز کے پابند ہوں کیونکہ ماحول اسکے خلاف ہو تو طبعی طور پر انسان خود بھی کوتاہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ لفظ اہل میں بیوی، اولاد وجملہ متعلقین سب داخل ہیں جن سے انسان کا ماحول ومعاشرہ بنتا ہے۔ جب آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ روزانہ صبح کی نماز کے وقت حضرت علی وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے مکان پر جا کر "الصلوۃ الصلوۃ" کی آواز لگاتے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب تہجد کیلئے بیدار ہوتے تو اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے اور یہی آیت پڑھ کر سناتے تھے۔ (معارف القرآن ص ۱۶۵ ج ۶)

❸ الفاظ مخطوطہ کے ابواب ومعانی:۔ "لَا تَمُدَّنَّ" یہ باب نصر سے نہی حاضر معلوم بانون تاکید ثقیلہ کا صیغہ ہے بمعنی کھینچنا۔

"وَأْمُرْ" یہ باب نصر سے امر حاضر معلوم کا صیغہ ہے، بمعنی حکم کرنا۔ "نَرْزُقُكَ" یہ باب نصر سے مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی روزی دینا۔

"مَتَّعْنَا" یہ باب تفعیل سے ماضی معلوم کا صیغہ ہے بمعنی دنیاوی نفع پہنچانا۔

"لَا نَسْئَلُكَ" یہ باب فتح سے نفی مضارع معلوم کا صیغہ ہے بمعنی سوال کرنا۔

الشق الثانی .... هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝ آیات کا ترجمہ وتفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں، "ضیاء" اور "نور" میں فرق واضح کریں، "قدرہ" میں ضمیر مفعول کا مرجع متعین کریں۔ (پ ۱۱۔ یونس: ۵، ۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) "ضیا ونور" میں فرق (۵) "قدرہ" کی ضمیر مفعول کا مرجع۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اللہ وہی ہے جس نے سورج کو چمکنے والا اور چاند کو نور والا بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم جان لو برسوں کی گنتی اور (باہم) حساب وکتاب، نہیں پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے ان اشیاء کو مگر حق کے ساتھ وہ کھول کھول کر بیان کرتا ہے نشانیاں اس قوم کے لئے جو سمجھتے ہیں، بے شک دن اور رات کے بدلنے میں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں وزمین میں پیدا کیا ہے البتہ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ڈرتے ہیں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وحکمت کی علامات ونشانیاں بیان فرما رہے ہیں کہ ہم نے کائنات کے اتنے بڑے نظام کو چلانے کیلئے اور روشن رکھنے کیلئے دو ایسے روشن وچمکدار خزانے پیدا فرمائے جو خصوصی ترتیب ونظام کے مطابق بغیر کسی پٹرول وڈیزل اور ڈرائیور کے یکے بعد دیگرے سالہا سال سے چل رہے ہیں ان کو کسی قسم کے ایندھن بجلی گریس وسگنل وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ رک جائیں گے اور یہ سب تمہارے فائدہ کیلئے ہے تاکہ تمہیں اپنے حساب وکتاب ومعاملات اور فرائض شریعت کے اوقات کا صحیح علم ہو سکے اور یہ تمام اشیاء اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ کے ذریعہ اپنی کاریگری وقدرت کو ظاہر کرنے کیلئے پیدا کی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی نشانیاں بے فائدہ نہیں بلکہ عقل وشعور اور فہم وفراست والے لوگوں کو اپنی قدرت وحکمت دکھلانے کیلئے پیدا کی ہیں اسی طرح یکے

بعد دیگرے دن رات کا آنا جانا اور کائنات کی دیگر تمام مخلوقات بھی اللہ تعالیٰ کے وجودِ وحدانیت اور کمالِ علم وقدرت کی اور اس کے تمام عیوب ونقائص سے پاک ہونے کی علامات ونشانیاں ہیں بشرطیکہ کوئی صحیح طور پر غور وفکر کرے اور اس کے دل میں پروردگار کا ڈر وخوف بھی ہو۔

③ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "ضِيَاءً" یہ اسم جامد ہے اور بقول زجاج یہ ضوء کی جمع ہے بمعنی ذاتی روشنی۔

"نُوْرًا" یہ اسم بھی ہوسکتا ہے اور مصدر (نصر) بھی ہوسکتا ہے بمعنی وہ روشنی جو دوسرے سے حاصل شدہ ہو۔

"مَنَازِلَ" صیغہ جمع بحث اسم ظرف از مصدر "نزولا" (ضرب، صحیح) بمعنی اترنا۔

"يَعْلَمُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر "عِلْمٌ" (سمع، صحیح) بمعنی جاننا۔

"يَتَّقُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب بحث مضارع معلوم از مصدر "اِتِّقَاءٌ" (افتعال، لفیف) بمعنی ڈرنا وخوف کرنا۔

④ "ضیاء ونور" میں فرق:۔ ائمہ لغت نے دونوں لفظوں کو مترادف کہا ہے، علامہ زمخشریؒ وطیبیؒ نے فرمایا کہ اگرچہ روشنی کے معنی میں دونوں مشترک ہیں مگر نور عام ہے ہر قوی ضعیف ہلکی وتیز روشنی کو نور کہا جاتا ہے جبکہ ضوء صرف قوی وتیز روشنی کو ہی کہا جاتا ہے اور قرآن کریم نے شمس وقمر کی روشنیوں میں فرق وامتیاز کو متعدد جگہ مختلف عنوانات سے بیان فرمایا ہے۔ "وجعل القمر فيهن نورا وجعل الشمس سراجا، وجعل فيها سراجا وقمرا منيرا" سراج کا معنی چراغ ہے اور چراغ کی ذاتی روشنی ہوتی ہے کسی چیز سے حاصل شدہ نہیں ہوتی اس لئے بعض حضرات نے کہا کہ ضیاء کسی چیز کی ذاتی روشنی اور نور دوسری چیز سے حاصل شدہ روشنی کو کہتے ہیں مگر بظاہر یہ یونانی فلسفہ سے متاثر ہو کر کہا گیا ہے۔ ورنہ لغت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور قرآن کریم میں بھی اس کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیا گیا۔ (معارف القرآن ص ۵۰۵ ج ۴)

⑤ "قدره" کی ضمیر مفعول کا مرجع:۔ بعض مفسرین نے کہا کہ اگرچہ ذکر مفرد کی ضمیر ہے مگر مراد ہر ہر واحد اعتبار سے دونوں ہیں اور اس کے نظائر قرآن کریم وعربی محاورات میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اگرچہ منزلیں شمس وقمر دونوں کے لئے قائم فرمائی ہیں مگر اس جگہ صرف چاند کی منازل کا ذکر مقصود ہے کیونکہ سورج کی منازل آلات رصدیہ وحسابات کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتیں، اس کا طلوع وغروب ایک ہی ہیئت میں سال کے تمام ایام میں ہوتا ہے مشاہدہ سے کسی کو یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ آج آفتاب کونسی منزل سے طلوع ہوا ہے بخلاف چاند کے کہ اس کے حالات ہر روز مختلف ہوتے ہیں آخر ماہ میں بالکل نظر نہیں آتا اور درمیان ماہ میں مکمل نظر آتا ہے اس طرح کے تغیرات کے مشاہدہ سے بے علم لوگوں کو بھی تاریخوں کا علم ہوسکتا ہے۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ..... هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ (پ ۱۳۔ رعد: ۱۲، ۱۳) آیات مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تشریح ذکر کریں، "ويرسل الصواعق ..... الخ" کا شانِ نزول لکھیں۔ رعد اور تسبیح رعد سے کیا مراد ہے؟ واضح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی تشریح (۴) جملہ کا شانِ نزول (۵) رعد وتسبیح رعد کی مراد۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جو تمہیں بجلی دکھلاتا ہے ڈرانے اور امید دلانے کیلئے اور وہی اٹھاتا ہے بوجھل بادلوں کو اور تسبیح بیان کرتی ہے گرج یا فرشتہ اسکی حمد وثناء کے ساتھ اور تمام فرشتے بھی اسکے خوف سے اور بھیجتا ہے وہ بجلیاں پھر گرا دیتا ہے انکو جس پر چاہتا ہے۔ اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی قوت وطاقت میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ زبردست قوت والا ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی کمالِ قدرت کی علامات ونشانیوں کو ذکر فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی وہ پاک

ذات ہے جو تمہیں بجلی دکھلاتا ہے اور یہی بجلی انسان کیلئے خوف بھی ہوتی ہے کہ جس جگہ گرے گی سب کچھ جلا کر راکھ کر دے گی اور طمع لالچ وامید بھی ہوتی ہے کہ اسکی چمک کے بعد بارش آئیگی جو تمام انسان وحیوان کی زندگی کا سہارا ہے تو ایک ہی چیز میں نفع ونقصان والی دو متضاد وصفوں کو جمع کرنا اسکی کمالِ قدرت کی دلیل ہے، اسی طرح بھاری بھرکم بادل ہزاروں ٹن پانی کے ساتھ اٹھاتا ہے اور بڑی سرعت وتیزی سے کہیں سے کہیں ان بادلوں کو لے جاتا ہے اور پھر اپنے خصوصی حکم وقدرت سے جس زمین پر برسانا چاہتا ہے وہاں پر برساتا ہے اسکے حکم کے بغیر پانی کی ایک بوند بھی دوسرے علاقہ میں نہیں برس سکتی یہ بھی اس کی کمالِ قدرت کی دلیل ہے۔

اور رعد (بادل کی گرج کو کہتے ہیں یا بارش برسانے پر مسلط فرشتہ کا نام ہے) بھی اس کی حمد وثناء کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور اسکے ساتھ دیگر فرشتے بھی اس کے خوف سے تسبیح وتحمید پڑھتے ہیں یہ سب اس کی کمالِ قدرت کی دلیل ونشانیاں ہیں۔

پھر وہ اپنی کمالِ قدرت سے زمین پر بجلیاں بھیج کر جس کو چاہتا ہے جلا دیتا ہے اور ہلاک کر دیتا ہے وہ ان تمام چیزوں پر مکمل قدرت رکھتا ہے مگر یہ کافر لوگ اسکے عذاب وقہر سے ڈرتے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ آپس میں جھگڑتے اور مباحثہ ومجادلہ میں مبتلا ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بہت بڑی طاقت وقوت اور تدبیر کا مالک ہے جس کے سامنے کسی کی تدبیر وچال نہیں چل سکتی۔

③ الفاظ مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "اَلْبَرْقُ" یہ اسم ہے بمعنی بجلی وبجلی کی چمک اور مصدر (نصر، صحیح) بمعنی چمکنا وروشن ہونا۔

"اَلثِّقَالُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد ثقیل ہے بمعنی بوجھ اور مصدر "ثِقَلًا" (کرم، صحیح) بمعنی بھاری ہونا۔

"اَلرَّعْدُ" یہ اسم ہے بمعنی کڑک وگرج اور مصدر (نصر وفتح، صحیح) بمعنی کڑکنا وگرجنا۔

"اَلصَّوَاعِقُ" یہ جمع ہے اس کا مفرد "صَاعِقَةٌ" ہے بمعنی بجلی وکڑک اور مصدر "صَعْقًا" (سمع) بمعنی بادل کا گرجنا۔

"اَلْمِحَالُ" یہ اسم ہے بمعنی حیلہ وتدبیر اور مصدر بمعنی مکر کرنا دشمنی کرنا، زور آزمائی کرنا، جھگڑا کرنا، گرج سے غشی طاری ہونا۔

④ جملہ کا شانِ نزول:۔ اس آیت کے شانِ نزول کے سلسلہ میں متعدد روایات ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے کسی صحابی کو دعوتِ اسلام دینے کیلئے کس کافر کی طرف بھیجا اس نے آگے سے سوال کیا جس رب کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو وہ کس چیز کا ہے؟ لوہے کا تانبے کا سونے کا یا چاندی کا؟ اس صحابی نے واپس آکر آپ ﷺ کو اسکے جواب کی خبر دی تو آپ ﷺ نے دوبارہ اور سہ بارہ اس صحابی کو اس کی طرف بھیجا جب تیسری مرتبہ اس نے یہی سوال کیا تو فوراً اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک بجلی گرادی جس سے جل کر راکھ ہوگیا، اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، دیگر روایات بھی اسی سے ملتی جلتی ہیں۔ (تفسیر مظہری)

⑤ رعد وتسبیح رعد کی مراد:۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے رعد کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر مامور ہے اس کے پاس آگ کے کوڑے ہوتے ہیں جن سے وہ بادلوں کو ہانکتا ہے اور تسبیح رعد سے مراد "سبحان الله وبحمده" کہنا ہے۔ (مظہری)

الشق الثانی..... اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۷۸﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿۸۰﴾ (پ ۱۶۔ مریم: ۷۷ تا ۸۰)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں، مذکورہ آیات کا شان نزول تحریر کریں، خط کشیدہ کلمات کے صیغے اور ابواب ذکر کریں۔ اور یہ بتائیے کہ "افرأیت الذی کفر" میں الذی سے کون مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) آیات کا شانِ نزول (۴) کلمات مخطوطہ کے صیغے وابواب (۵) "الذی کفر" کی مراد۔

جواب..... ① آیات کا ترجمہ:۔ کیا آپ ﷺ نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیات کا انکار کیا اور کہا کہ مجھے ضرور مال واولاد دیا جائیگا کیا وہ غیب پر مطلع ہوگیا ہے یا اللہ تعالیٰ سے اس نے کوئی عہد لیا ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے ہم یہ اسکی باتیں لکھ رہے ہیں اور ہم اس کیلئے عذاب بڑھاتے جائینگے اور لے لیں گے ہم اس کا وہ مال جس کا وہ دعوی کرتا ہے۔ اور آئے گا وہ ہمارے پاس تن تنہا۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ شیخین کی روایت ہے حضرت خباب رضی اللہ عنہ بن ارت کہتے ہیں کہ میں لوہاری کا کام کرتا تھا اور میں نے ایک مرتبہ عاص بن وائل کا کام کیا اور میری مزدوری اس کے پاس جمع ہوگئی ایک دن میں مزدوری لینے کیلئے اس کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ خدا کی قسم جب تک تو محمد ﷺ کا انکار نہیں کرے گا اس وقت تک تجھے مزدوری نہیں ملے گی، میں نے کہا کہ خدا کی قسم جب تک تو مر کر دوبارہ زندہ ہو کر اٹھے گا اس وقت تک بھی میں یہ کام نہیں کرونگا، عاص بن وائل نے کہا کیا میں دوبارہ زندہ کیا جاؤنگا؟ میں نے کہا کہ ہاں اس نے کہا کہ پھر میرے پاس وہاں مال واولاد بھی ہوگا، میں وہیں تیرا قرض دے دونگا۔ تو اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں، ان میں اللہ تعالیٰ اس کی حماقت کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اس کو کس طرح پتہ چلا کہ اسے بھی اگلے جہان میں مال واولاد ملے گا کیا اس کو غیب سے خبر واطلاع آئی ہے یا اس نے اللہ تعالیٰ سے عہد وپیمان لیا ہے کہ وہ اسے وہاں بھی مال واولاد سے نوازے گا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ اس کی بالکل غلط بات ہے ہرگز ایسا نہیں ہوگا بلکہ جو کچھ وہ غلط باتیں کر رہا ہے ہم اس کو لکھ رہے ہیں اور اسکی وجہ سے آخرت میں اس کے عذاب میں اضافہ ہوتا رہے گا اور جو کچھ وہ مال واولاد چھوڑ کر مرے گا وہ سب مال ومتاع بھی ہمارا ہی ہوگا اور وہ ہمارے پاس تن تنہا ہی آئے گا کوئی مال واولاد اسکے ساتھ نہیں ہوگا۔

❸ آیات کا شانِ نزول:۔ ابھی آیات کی تفسیر کے ضمن میں شانِ نزول بھی گزر چکا ہے۔

❹ کلمات مخطوطہ کے صیغے وابواب:۔ "نَمُدُّ" صیغہ جمع متکلم بحث مضارع معلوم از مصدر "مَدًّا" (نصر) بمعنی کھینچنا وگھسیٹنا۔

"لَأُوْتَيَنَّ" صیغہ واحد متکلم بحث لام تاکید بانون ثقیلہ مجہول از مصدر "اِيْتَاءٌ" (افعال) بمعنی دینا۔

"اِطَّلَعَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر "اِطِّلَاعٌ" (افتعال) بمعنی جاننا۔

"نَرِثُهٗ" صیغہ جمع متکلم بحث مضارع معلوم از مصدر "وَرْثًا، وِرْثًا اِرْثًا" (حسب) بمعنی وارث ہونا۔

❺ "الذی کفر" کی مراد:۔ اس "الذی کفر" کا مصداق ومراد عاص بن وائل ہے جیسا کہ تفسیر میں گزر چکا ہے۔

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۪ وَّ الزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (پ۱۸۔نور:۳تا۵)

آیات کا ترجمہ وتفسیر تحریر کریں، حدِ قذف میں ثبوتِ احصان کیلئے کیا کیا شرائط ہیں؟ واضح کریں۔ محدود فی القذف کی شہادت توبہ کرنے کے بعد قبول کی جائے گی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) حدِ قذف میں ثبوتِ احصان کی شرائط (۴) محدود فی القذف کی توبہ کے بعد شہادت کی قبولیت میں اختلاف۔

0313 6357913 maktabaqurtaqamulhaq@gmail.com

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ بدکار مرد نہیں نکاح کرتا مگر بدکار یا مشرک عورت سے ہی اور بدکار عورت سے نہیں نکاح کرتا مگر وہی مرد جو خود بدکار یا مشرک ہو اور یہ عمل ایمان والوں پر حرام کیا گیا ہے۔ اور وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لائیں تو ان کو اسّی کوڑے لگاؤ اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی فاسق لوگ ہیں مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو بے شک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ زنا ایسی گندی چیز ہے کہ اس سے انسان کی طبیعت کا مزاج ہی بگڑ جاتا ہے اس کی رغبت بری ہی چیزوں کی طرف ہو جاتی ہے ایسے آدمی کی طرف رغبت بھی کسی ایسے ہی خبیث النفس کی ہوسکتی ہے جس کا اخلاقی مزاج بگڑ چکا ہو چنانچہ زانی اپنے زانی اور راغب الی الزنا ہونے کی حیثیت سے نکاح بھی بجز زانیہ یا مشرکہ عورت کے کسی کے ساتھ نہیں کرتا اور اسی طرح زانیہ کے ساتھ بھی اس کے زانیہ اور راغب الی الزنا ہونے کی حیثیت سے بجز زانی یا مشرک کے اور کوئی نکاح نہیں کرتا اور ایسا نکاح جو زانیہ کے

زانیہ ہونے کی حیثیت کے ساتھ ہو جس کا نتیجہ آئندہ بھی اس کا مبتلائے زنا رہنا ہے یا کسی مشرک عورت کے ساتھ ہو مسلمانوں پر حرام اور موجب گناہ کیا گیا ہے۔ گو صحت وعدم صحت میں دونوں میں فرق ہو کہ زانیہ بحیثیت زانیہ سے کوئی نکاح کر ہی لے تو گناہ ہونے کے باوجود نکاح منعقد اور صحیح ہو جاوے گا اور مشرکہ سے نکاح کیا تو ناجائز و گناہ ہونے کے علاوہ وہ نکاح ہی نہیں ہوگا بلکہ باطل ہوگا۔

اگلی آیات میں زنا کی جھوٹی تہمت لگانے کی شرعی حد کا ذکر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح زنا کرنا اسلامی معاشرہ میں بہت بڑا جرم ہے اور اس کی سزا سخت سے سخت تر ہے اسی طرح اس کے ثبوت کیلئے شرائط بھی سخت سے سخت تر ہیں لہٰذا عام شہادتوں سے ہٹ کر اس کے ثبوت کے لئے چار عادل مردوں کی گواہی کی شرط لگائی گئی ہے پس جس طرح یہ جرم سخت ہے اسی طرح اس کی جھوٹی تہمت کی حد وسزا بھی سخت ہے وہ یہ کہ اگر آدمی زنا کی جھوٹی تہمت لگائے اور پھر چار عادل گواہوں کے ذریعہ اس کو ثابت نہ کر سکے تو اسے اسّی دُرّے کوڑے لگائے جائیں مزید یہ کہ کسی بھی معاملہ میں اس کی گواہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قبول نہیں ہوگی، البتہ اگر یہ شخص صدقِ دل سے ندامت کے ساتھ توبہ واستغفار کرے اور جس شخص پر جھوٹی تہمت لگائی ہے اس سے معافی مانگے تو پھر ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اس کی گواہی قبول ہو سکتی ہے جبکہ حنفیہ یہ کہتے ہیں کہ اس کی گواہی ہمیشہ کے لیے مردود ہے وہ قبول نہیں ہوگی، البتہ توبہ ومعافی کے نتیجہ میں اخروی سزا وعذاب سے بچ جائے گا، آخرت میں اس کی پکڑ نہیں ہوگی۔

❸ حدقذف میں ثبوتِ احصان کی شرائط:۔ حدقذف میں ثبوتِ احصان کے لیے باجماعِ علماء مندرجہ ذیل شرائط ہیں، محصن شخص آزاد عاقل بالغ مسلمان اور پاک دامن ہو اس سے پہلے متہم بالزنا نہ ہو۔ (تفسیر مظہری)

لہٰذا غلام، مجنون ودیوانہ بچہ کافر یا متہم بالزنا پر تہمت لگانے والے پر حد جاری نہیں ہوگی۔

❹ محدود فی القذف کی توبہ کے بعد شہادت کی قبولیت میں اختلاف:۔ اس امر کا حل تفسیر کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک اس کی گواہی ہمیشہ کیلئے مردود ہے جبکہ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک اسکی گواہی توبہ، استغفار ومعافی کے بعد قبول ہے۔

الشق الثانی ..... فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۭ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ (پ۱۲۔ھود:۱۱۲،۱۱۳)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر لکھیں۔ استقامت کا مفہوم واضح کریں۔ "ولا ترکنوا الی الذین ظلموا" کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال تحریر کریں۔ "ومن تاب" کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) استقامت کا مفہوم (۴) "لاترکنوا الی الذین ظلموا" کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال (۴) "من تاب .....الخ" کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ پس آپ قائم رہیں جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے آپ کے ساتھ توبہ کی اور حد سے نہ بڑھو، بے شک وہ (تمہارا رب) دیکھنے والا ہے اس کو جو تم عمل کرتے ہو، اور مت جھکو ظالموں کی طرف پھر تم کو آگ چھولے گی اور نہیں ہوگا اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار اور پھر تم مدد بھی نہ کئے جاؤ گے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ اس سورۃ کے اندر اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں کے واقعات حضرت نوح علیہ السلام سے شروع کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک خصوصی ترتیب وتفصیل سے ذکر کئے جن میں متعدد مواعظ احکام وہدایات ہیں اسکے بعد امت محمدیہ کو ان واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی دعوت دی گئی اسکے بعد اس آیت میں بھی آپ ﷺ کے واسطہ سے امت کو دوبارہ خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اے پیغمبر! آپ دین کے راستہ پر اسی طرح مستقیم وسیدھے رہیں جیسے آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی مستقیم رہیں جو کفر سے توبہ کر کے آپ ﷺ کے ساتھ ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے نہ نکلو کیونکہ وہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

دوسری آیت میں انسان کو خرابی وبربادی سے بچانے کیلئے ایک اور ہدایت جاری کی کہ ظالموں کی طرف ادنی میلان بھی نہ رکھو ورنہ اس ادنی میلان کی وجہ سے تمہیں عذاب دیا جا سکتا ہے اور پھر خدا کے علاوہ تمہارا کوئی رفیق ومددگار نہ ہوگا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو اور انکا کہا نہ مانو، ابن جریجؒ نے فرمایا کہ ظالموں کی طرف کسی طرح کا بھی میلان نہ رکھو، ابوالعالیہؒ نے فرمایا کہ انکے اعمال وافعال کو پسند نہ کرو، سدیؒ نے فرمایا کہ انکے برے اعمال پر سکوت ورضا کا اظہار نہ کرو، قاضی بیضاویؒ نے فرمایا کہ شکل وصورت اور فیشن ورہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا بھی اس ممانعت میں داخل ہے اور ظلم وجور کی ممانعت وحرمت کیلئے اس آیت میں وہ انتہائی شدت ہے جو زیادہ سے زیادہ تصور میں لائی جاسکتی ہے کیونکہ اس آیت میں ظالموں کے ساتھ دوستی وگہرے تعلق ہی نہیں بلکہ ان کی طرف ادنی میلان وجھکاؤ اور ان کے پاس بیٹھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس عالم سے زیادہ مبغوض نہیں جو اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر کسی ظالم سے ملنے جائے، تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اہلِ کفر ومعصیت اور اہلِ بدعت کی صحبت سے اجتناب وپرہیز واجب ہے۔ (معارف القرآن)

③ استقامت کا مفہوم:۔ استقامت کا لفظ اپنے اندر عموم رکھتا ہے ہر طرح کی استقامت کو شامل ہے۔

① عقائد کی استقامت، یعنی اللہ کی ذات کو تمام صفات کمالیہ کا جامع سمجھنا (صفات خداوندی کا انکار نہ کرنا) اور اس کی صفات کو مخلوق کی صفات کے مشابہ بھی نہ قرار دینا (یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ کی کوئی صفت مخلوق کی صفت کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کی صفات کامل ہیں) اور نہ بندوں کو بالکل مجبور سمجھ لینا نہ کامل مختار (یعنی انسان کو درودیوار اور چرند پرند کی طرح بے اختیار بھی نہ سمجھنا اور نہ قادر مطلق، بے لگام، مختارِ کُل کہ جیسا چاہے کر سکے اور جب چاہے جا سکے بلکہ درمیانی سیدھی راہ پر ہی چلنا)

② اعمال کی استقامت، یعنی وحی اور شریعت کو پورا پورا بیان کر دینا، نہ اس میں زیادتی کرنا نہ کمی۔

③ عبادات اور معاملات کو ان کے حقوق کے موافق ادا کرنا، نہ ان میں (جذبۂ خیر کے زیرِ اثر) زیادتی کرنا کہ پانچ وقت کی جگہ چھ وقت کی نماز فرض قرار دے دی جائے، نہ کمی کرنا کہ چار رکعت فرض کی جگہ تین رکعتیں مقرر کر لی جائیں۔

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسلام کے متعلق مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجئے کہ آپ کے بعد میں کسی سے پوچھنے کا محتاج نہ رہوں فرمایا "آمنت باللہ" کہو اور استقامت رکھو یعنی سیدھی چال چلو اور اس پر قائم رہو لفظ استقامت ان تمام امور کو حاوی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا استقامت سے مراد یہ ہے کہ اوامر ونواہی پر قائم ہو جائے اور لومڑی کی طرح (راہِ مستقیم سے ادھر اُدھر) نہ مڑے۔

استقامت بہت ہی سخت حکم ہے یعنی اس پر عمل کرنا انتہائی دشوار ہے اس لیے صوفیاء کا قول ہے کہ استقامت کا مرتبہ کرامت سے اونچا ہے، بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری نبوت کی مدت میں اس آیت سے زیادہ سخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی اور آیت نازل نہ ہوئی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مجھے سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا، میں کہتا ہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس قول سے معلوم ہو رہا ہے کہ سورہ ہود نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوڑھا کر دیا اس سے مراد پوری سورت نہیں بلکہ اس سورت کی یہی آیت ہے جس میں استقامت کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گو فطرتاً اور تخلیقاً استقامت کے حامل تھے مگر آپ پر ایمان لانے والے اور آپ کا اتباع کرنے والی ساری امت تو ایسی نہ تھی اور امت پر آپ بڑے مہربان تھے اسی فکر نے آپ کو بوڑھا کر دیا کہ امت کے لئے استقامت سخت دشوار ہے اس کا کیا ہوگا۔

④ "لا ترکنوا الی الذین ظلموا" کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال:۔ کمامرّ فی التفسیر آنفا۔

⑤ "من تاب الخ" کی ترکیبی حیثیت:۔ یہ جملہ "استقم" کی ضمیر فاعل پر عطف کی وجہ سے فاعل حکماً مرفوع ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے بتائیں کہ "انما یعلمه بشر" میں "بشر" سے کون شخص مراد ہے؟ (پ۱۴۔ نحل:۱۰۱تا۱۰۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) "بشر" کی تعیین۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو وہ نازل کرتا ہے، تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تو از خود تراش لیتا ہے بلکہ اکثر کافر (اس کی حکمت و مصلحت) نہیں جانتے، کہہ دیجئے کہ اس کو روح القدس نے تیرے رب کی طرف سے اتارا ہے (لے کر آیا ہے) حکمت کے مطابق تا کہ ثابت قدم رکھے مؤمنین کو اور ہدایت وخوشخبری ہو جائے مسلمانوں کے لئے اور البتہ تحقیق ہم جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں کہ اس کو سکھلاتا ہے ایک بشر، اس شخص کی زبان ولغت جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں عجمی ہے اور یہ قرآن تو واضح عربی زبان ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں کفار ومشرکین کے شیطانی وساوس وشبہات کا ذکر ہے کہ جب ہم کسی آیت یا حکم کو منسوخ کر کے دوسری آیت یا حکم نازل کرتے ہیں تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ از خود کلام گھڑتا ہے اور پھر اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کو اس کے بدلنے کی کیا ضرورت تھی کیا اللہ تعالیٰ کو پہلے اس کا علم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم جو کچھ نازل کرتے ہیں اس کی حکمت و مصلحت کو بھی خوب جانتے ہیں اور یہ کافر لوگ اکثر جاہل ہیں کہ یہ احکام میں نسخ کو بغیر کسی دلیل کے کلام الٰہی کے خلاف سمجھتے ہیں آپ ﷺ ان کے جواب میں فرمادیں کہ یہ کلام میرا بنایا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیکر نازل ہوتے ہیں، اور اس میں احکام کی تبدیلی کسی حکمت و مصلحت کی وجہ سے ہوتی ہے اور یہ کلام اسلئے بھیجا جاتا ہے تا کہ اہلِ ایمان کو ایمان پر ثابت قدم رکھا جائے اور وہ مسلمانوں کیلئے ہدایت وخوشخبری کا ذریعہ ہو جائے، اس کے بعد تیسری آیت میں کفار کے ایک اور شبہ کا ازالہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کو یہ کلام ایک آدمی ہی سکھلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا رد کرتے ہیں کہ اس کی تو زبان بھی عجمی ہے جبکہ یہ قرآن فصیح وبلیغ عربی زبان میں ہے اور کوئی عجمی شخص تو درکنار کوئی عربی شخص بھی اس کی مثل ایک سورت لانے پر قادر نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نبی برحق ہیں اور یہ قرآن کریم منزل من اللہ ہے۔ اور احکام وآیات کی تبدیلی بھی اسی کی طرف سے ہے۔

❸ "بشر" کی تعیین:۔ اس بشر کی تعیین میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں خلاصہ سب کا یہ ہے کہ آپ ﷺ کا مختلف لوگوں کے ساتھ ایمان کے حوالہ سے ملنا جلنا تھا اور ان میں سے بعض ایسے عجمی غلام بھی تھے جو پہلے سے توراۃ وانجیل پڑھتے تھے تو یہ کفار کہتے کہ یہ محمد اس عجمی غلام سے قرآن سیکھ کر اپنے ساتھیوں کو بیان کرتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا نام بلعام، حضرت عکرمہؒ نے اس کا نام یعیش، فراءؒ نے اس کا نام عائش اور ابن اسحاقؒ نے اس کا نام جبر لکھا ہے۔ (تفسیر مظہری ص۲۹۰ ج۶)

الشق الثانی ..... وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪ (پ۱۷۔ حج:۱۱)

آیت مبارکہ کا ترجمہ اور تفسیر تحریر کریں۔ نیز آیات مذکورہ کا شانِ نزول لکھنا نہ بھولیے۔

0313 6357913 makkawalterrace@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کی تفسیر (۳) آیت کا شانِ نزول۔

جواب ..... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور بعض لوگ وہ ہیں جو عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی کنارہ پر پس اگر اس کو کوئی دنیاوی نفع پہنچے تو اس کی وجہ سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اس کو کوئی آزمائش ومصیبت پہنچے تو اپنے چہرہ کے بل لوٹ جاتا ہے دنیا وآخرت دونوں کو کھو بیٹھا، یہی واضح نقصان ہے۔

❷ آیت کی تفسیر:۔ اس آیت کریمہ میں بعض منافقین لوگوں کے ایمان لانے کا ذکر ہے کہ وہ ایسے شک کے ساتھ ایمان لاتے ہیں جیسے کوئی شخص کسی چیز کے کنارہ پر کھڑا ہو اور موقع ملتے ہی چلنے وبھاگنے کیلئے تیار ہو کہ اگر اس کو کوئی دنیاوی غرض وفائدہ حاصل ہو جائے تو اسکی وجہ سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر کوئی آزمائش ومصیبت پہنچ جائے تو منہ اٹھا کر کفر کی طرف بھاگ پڑتا ہے جس کی وجہ سے دنیا وآخرت دونوں کو کھو بیٹھتا ہے اور اس مصرعہ (نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم، نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے) کا مصداق بن جاتا ہے۔

③ آیت کا شانِ نزول:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے تو بعض ایسے لوگ بھی مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے جن کے دل میں ایمان کی پختگی نہ ہوتی تھی اگر اسلام لانے کے بعد ان کے مال واولاد میں ترقی ہو جاتی تو کہتے کہ یہ دین اچھا ہے اور اگر اس کے خلاف ہوتا تو کہتے کہ برا دین ہے تو ایسے ہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ (پ۱۲۔ھود:۱۱۶،۱۱۷)

آیات کا ترجمہ کر کے مختصر تفسیر لکھیں۔ "اولوا بقية" کی لغوی تشریح کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں؟

﴿خلاصہ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) "اولوا بقية" کی تشریح ومراد۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ پس کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں جو تم سے پہلے گزری ہیں ایسے سمجھدار لوگ جو (لوگوں کو) زمین میں بگاڑ کرنے سے منع کرتے مگر بہت تھوڑے کہ جن کو ہم نے نجات دی ان میں سے اور ظالم لوگ پیچھے پڑے رہے اسی عیش کے جس میں وہ تھے اور وہ مجرم لوگ تھے اور آپ کا رب ہرگز ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کر دے اس حال میں کہ اس میں نیک لوگ بھی ہوں۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں پچھلی اقوام پر عذاب الٰہی نازل ہونے کی وجہ اور لوگوں کو اس سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ افسوس ایسا نہیں ہوا کہ سابقہ امتوں میں کچھ سمجھدار لوگ ہوتے جو اپنی قوم کو زمین پر فساد وبگاڑ پیدا کرنے سے منع کرتے مگر بہت کم لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کا اتباع کرتے ہوئے یہ کام کیا اور وہی عذاب سے بچے، باقی سب لوگ دنیا کی لذتوں میں پھنس کر جرائم پیشہ بن گئے۔ اسکے بعد اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ظالم نہیں ہے اور اس کے ہاں ظلم کا امکان وتصور بھی نہیں کہ وہ نیک لوگوں کی موجودگی میں کسی بستی والوں کو ہلاک کر دے بلکہ کسی بھی قوم اور بستی کو اس وقت ہلاک کیا جاتا ہے جب وہ مکمل طور پر اسکی مستحق ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی مصلح باقی نہیں رہتا۔

③ "اولوا بقية" کی تشریح ومراد:۔ "بقية" کا لفظ باقی ماندہ چیز پر بولا جاتا ہے اور اس آیت میں اس سے اہل الرائے وسمجھدار لوگ مراد ہیں کیونکہ انسان کی عادت ہے کہ جو چیز اسے سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اس کو ہر حال میں اپنے لئے محفوظ وباقی رکھنے کا اہتمام کرتا ہے۔ ضرورت کے وقت دوسری سب چیزیں قربان کر دیتا ہے مگر وہ محبوب چیز نہیں دیتا اسی لئے عقل وبصیرت کو "بقية" کہا جاتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ عزیز ہے۔ (معارف القرآن ص۶۷۹ ج۴)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی ..... اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَاۗءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ (پ۱۳۔رعد:۸تا۱۰) آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ کر کے مختصر تفسیر لکھیں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں۔ "وما تغيض الارحام وما تزداد" کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح (۴) "وما تغيض الارحام وما تزداد" کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کو حمل ہوتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی وبیشی ہوتی ہے اور ہر چیز کا اللہ کے نزدیک ایک خاص اندازہ ہے۔ وہ تمام پوشیدہ وظاہری چیزوں کو جاننے والا ہے، سب بڑا اور عالیشان ہے، برابر ہے تم میں

سے جو شخص چپکے سے کوئی بات کہے اور جو شخص پکار کر کہے اور جو چھپنے والا ہے رات میں اور جو چلنے پھرنے والا ہے دن میں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفت عالم الغیب کا ذکر ہے کہ وہ تمام کائنات ومخلوقات کے ذرہ ذرہ سے واقف اور ہر ذرہ کے بدلتے ہوئے حالات سے مکمل طور پر باخبر ہے اور حمل کا یقینی وصحیح علم صرف اسی کو ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی یا دونوں یا کچھ بھی نہیں، حسین ہے یا بدشکل ہے نیک ہے یا بد ہے اور جو کچھ ان عورتوں کے رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے کہ کبھی ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور کبھی زیادہ، کبھی جلدی پیدا ہوتا ہے اور کبھی دیر میں، یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ سب ظاہر وباطن کا جاننے والا اور سب سے بڑا وبلند وبرتر ہے اور تم میں سے کوئی شخص کوئی بات دل میں چھپائے رکھے یا آہستہ سے کوئی بات کرے یا زور سے پکار کر کوئی بات کہے، رات کو کہیں چھپ کر کوئی عمل کرے یا دن میں ظاہرا کوئی کام کاج کرے وہ پروردگار ہر ایک سے مکمل طور پر باخبر ہے۔

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "مُتَعَالِ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر "تَعَالِیْ" (تفاعل، ناقص) بمعنی بلند ہونا۔

"تَغِیْضُ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث مضارع معلوم از مصدر "غَیْضًا" (ضرب، اجوف) بمعنی کم ہونا۔

"اَسَرَّ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر "اِسْرَارٌ" (افعال، مضاعف) بمعنی چھپانا، چپکے سے بات کرنا۔

"مُسْتَخْفٍ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر "اِسْتِخْفَاءٌ" (استفعال، ناقص) بمعنی چھپنا وپوشیدہ ہونا۔

"سَارِبٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر "سُرُوْبًا" (نصر، صحیح) بمعنی برآمد ہونا، باہر نکلنا۔ (مظہری)

❹ "ماتغیض الارحام وما تزداد" کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال:۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس جملہ سے مراد حمل کی مدت کا نو ماہ سے کم اور زیادہ ہونا ہے، بعض نے کہا کہ نقصان سے مراد بچہ کا ساقط ہونا اور زیادتی سے مراد بناوٹ کا پورا ہونا ہے۔ (مظہری)

پیدا ہونے والے بچہ کی تعداد میں کمی بیشی بھی مراد ہوسکتی ہے کہ حمل میں ایک بچہ ہے یا زیادہ بچے ہیں اور زمانۂ پیدائش کی کمی بیشی بھی مراد ہوسکتی ہے کہ یہ حمل کتنے مہینے کتنے دن اور کتنے گھنٹے میں پیدا ہو کر انسان کو ظاہری وجود دیگا۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زمانۂ حمل میں عورت کو جو خون آتا ہے وہ حمل کی جسامت وصحت میں کمی کا باعث ہوتا ہے اور آیت میں کمی سے یہی جسامت وصحت کی کمی مراد ہے۔ (معارف القرآن)

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاول ..... وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًا ﴿۱۰۳﴾ (پ۱۵۔ بنی اسرائیل: ۱۰۱ تا ۱۰۳)

آیات کا ترجمہ کریں۔ "تسع آیات بینات" سے کیا مراد ہے؟ واضح تحریر کریں۔ "بصائر" کے نصبی وجہ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) "تسع آیات بینات" کی مراد (۳) بصائر کے نصب کی وجہ۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور البتہ تحقیق ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو واضح نشانیاں دیں۔ بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھیں بنی اسرائیل سے جب آئے موسیٰ علیہ السلام اُن کے پاس تو کہا ان سے فرعون نے کہ میرے خیال میں اے موسیٰ! تجھ پر جادو کیا گیا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تحقیق تو جانتا ہے کہ یہ عجائبات (آیات ومعجزات) زمین وآسمان کے رب نے نازل کئے ہیں جو کہ بصیرت کے ذرائع ہیں اور میرے خیال میں اے فرعون! تیری کم بختی وہلاکت کے دن آ گئے ہیں۔ پھر اس نے ارادہ کیا کہ بنی اسرائیل کے قدم ارضِ مصر سے اکھاڑ دے تو ہم نے اس کو اور اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا۔

❷ "تسع آیات بینات" کی مراد:۔ تعیینِ معجزات میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، حضرت ابن عباس اور ضحاک رضی اللہ عنہم کے

نزدیک معجزات یہ تھے عصا، ید بیضاء، زبان کی گرہ کا کھل جانا، سمندر کا لاٹھی کی ضرب سے پھٹ جانا، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک وخون۔ حضرت عکرمہؒ، مجاہدؒ اور عطاءؒ کے نزدیک نو معجزات یہ تھے، طوفان، ٹڈیاں، جوئیں، مینڈک، خون، عصا، ید بیضاء، قحط، پھلوں کی کمی۔ قبطیوں میں سے ایک شخص اپنی بی بی کے ساتھ بستر پر سو رہا تھا (شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے) دونوں پتھر بن گئے ایک عورت کھڑی روٹی پکا رہی تھی (شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرنے سے) وہ بھی پتھر کی ہوگئی، محمد بن کعب قرظی نے طمس (صورتوں کو بدل دینا یا بگاڑ دینا) اور سمندر کو پھاڑنے اور طور کے سروں پر معلق ہوجانے کو بھی تسع آیات میں شمار کیا ہے۔

حضرت صفوان بن عسال کا بیان ہے کہ ایک یہودی نے دوسرے یہودی سے کہا چلو اس نبی کے پاس چلیں اس نے کہا ارے نبی نہ کہو اگر اس نے یہ لفظ سن لیا تو اس کی چار آنکھیں ہوجائیں گی غرض دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نو واضح آیات دریافت کیں حضور ﷺ نے فرمایا (وہ نو آیات یعنی احکام یہ ہیں) ① کسی چیز کو اللہ کا ساجھی نہ قرار دو ② چوری نہ کرو ③ زنا نہ کرو ④ ناحق ناجائز خون نہ کرو ⑤ کسی بے قصور کو (قتل یا بغاوت وغیرہ کی تہمت لگا کر) حاکم کے پاس قتل کرانے کیلئے نہ جاؤ ⑥ جادو نہ کرو ⑦ سود نہ کھاؤ ⑧ کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ کر ⑨ جہاد میں مقابلہ کے وقت بھاگنے کیلئے پشت نہ پھیرو۔ اور اے یہودیو! تمہارے لئے خصوصی حکم یہ تھا کہ ہفتہ کے دن کی حرمت میں حدودِ شرعیہ سے تجاوز نہ کرو۔ (مظہری ص ۹۸ ج ۷)

③ "بصائر" کے نصب کی وجہ:۔ "بصائر" کا لفظ ماقبل والے جملہ "ما انزل هؤلاء" سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الشق الثانی..... وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۙ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ۝ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ (پ ۱۳۔ ابراہیم: ۴۲) آیات کا ترجمہ وتفسیر لکھیں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں، "مهطعين" کے نصب کی وجہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) "مُهْطِعِيْنَ" کے نصب کی وجہ۔

جواب..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور ہرگز مت گمان کر کہ اللہ تعالیٰ غافل و بے خبر ہے ان کاموں سے جو ظالم لوگ کرتے ہیں، وہ مہلت دیتا ہے ان کو اُس دن تک کہ جس دن آنکھیں پتھرا جائیں گی (کھلی کی کھلی رہ جائیں گی) دوڑ رہے ہوں گے وہ اوپر اٹھائے ہوئے اپنے سروں کو، نہیں لوٹیں گی ان کی طرف ان کی نظریں، اور ان کے دل بدحواس (حیرت زدہ و دہشت زدہ) ہوں گے۔ اور (اے محمد) آپ ڈرایئے لوگوں کو اُس دن سے کہ آئے گا ان کے پاس عذاب، پس کہیں گے ظالم لوگ کہ اے ہمارے رب! ہمیں مہلت دیجئے تھوڑی مدت تک کہ ہم قبول کریں تیری دعوت کو اور ہم رسولوں کی اتباع و پیروی کریں، کیا وہ اس سے پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ ہمیں کوئی زوال نہیں ہے؟

② آیات کی تفسیر:۔ پہلی آیت میں آنحضرت ﷺ اور ہر مظلوم کی تسلی اور ظالم کیلئے سخت عذاب کی دھمکی ہے کہ یہ ظالم و مجرم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو انکے جرائم کی خبر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت وحکمت کے تقاضے سے خود ان کو ڈھیل دے رہے ہیں۔

اس کے بعد بقیہ آیات میں عذابِ آخرت کی تفصیلات اور ہولناک واقعات کا ذکر ہے کہ اُس دن لوگوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور لوگ خوف وحیرت کے سبب سر اوپر اٹھائے ہوئے تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، ان کی پلکیں بھی نہ جھپکیں گی اور ان کے دل انتہائی دہشت وحیرت کی وجہ سے فہم وعقل سے خالی ہوجائیں گے۔

اسکے بعد اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو خطاب کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ اپنی قوم کو اس دن کے عذاب سے ڈرایئے جس دن ظالم و مجرم لوگ مجبور ہو کر پکاریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں مزید کچھ مہلت دے دیجئے یعنی پھر ہمیں چند روز کیلئے دنیا میں بھیج دیجئے تاکہ ہم آپ کی دعوت قبول کریں اور آپ کے رسولوں کی اتباع و پیروی کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کرسکیں، اللہ تعالیٰ

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

کی طرف سے جواب ملے گا کہ اب تم یہ کہہ رہے ہو کیا تم نے اس سے پہلے یہ قسمیں نہیں کھائی تھیں کہ ہماری دولت اور شان وشوکت کو زوال نہ ہوگا، ہم ہمیشہ دنیا میں یونہی عیش وعشرت میں رہیں گے اور تم نے بعث بعد الموت اور عالمِ آخرت کا انکار کیا تھا۔ (معارف القرآن)

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "اَفْئِدَةٌ" یہ جمع ہے، اس کا مفرد فُؤَادٌ ہے بمعنی دل۔

"تَشْخَصُ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر شُخُوْصًا (فتح، صحیح) بمعنی ٹکٹکی لگانا۔

"مُهْطِعِيْنَ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِهْطَاعٌ (افعال، صحیح) بمعنی سر جھکانا، تیز چلنا۔

"مُقْنِعِيْ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِقْنَاعٌ (افعال، صحیح) بمعنی بلند کرنا۔

④ "مُهْطِعِيْنَ" کے نصب کی وجہ:۔ یہ ماقبل سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ (جلالین)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ..... وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ۝ (پ۱۷۔ حج: ۵۲،۵۳)

آیات کا ترجمہ وتفسیر تحریر کریں، رسول اور نبی میں فرق ونسبت بیان کریں "والقاسية قلوبهم" کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) رسول ونبی میں فرق اور نسبت (۴) "القاسية قلوبهم" کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور ہم نے آپ ﷺ سے پہلے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا (جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو) کہ جب اس نے کلام اللہ کا کچھ حصہ پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں کچھ مداخلت کی، پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے خیالات ومداخلت کو نیست ونابود کر دیتا ہے اور محکم ومضبوط کر دیتا ہے اپنی آیات کو اور اللہ تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا ہے (یہ عمل اور واقعہ اس لئے کیا) تاکہ بنائے شیطان کے خیالات وشبہات کو آزمائش ان لوگوں کے لئے جن کے دلوں میں مرض ہے اور جن کے قلوب سخت ہیں اور بے شک ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں۔

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اے پیغمبر! یہ لوگ جو شیطان کے اغواء سے آپ سے مجادلہ کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہم نے آپ ﷺ سے پہلے کوئی رسول اور کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس کو یہ قصہ پیش نہ آیا ہو کہ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے احکام میں سے کچھ پڑھا تو شیطان نے اس کے پڑھنے میں مداخلت کی تو اللہ تعالیٰ شیطان کے ان خیالات ومداخلت کو جوابات قاطعہ اور دلائلِ واضحہ سے نیست ونابود کر دیتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی آیات کے مضامین کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خوب علم وحکمت والا ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سارا قصہ اس لئے بیان کیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے شبہات کو ایسے لوگوں کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنا دے جن کے دل میں شک کا مرض ہے اور جن کے دل بالکل ہی سخت ہیں کہ وہ شک سے بڑھ کر باطل کا یقین کئے ہوئے ہیں اور یہ ظالم لوگ بڑی مخالفت میں ہیں۔

③ رسول ونبی میں فرق اور نسبت:۔ بغوی نے لکھا ہے کہ رسول وہ ہوتا ہے جس کے سامنے حضرت جبرائیل علیہ السلام رُودررُو (آمنے سامنے) ہو کر آئیں اور نبی وہ ہوتا ہے جس کی نبوت بصورتِ الہام وخواب ہو۔

بعض علماء نے کہا کہ رسول وہ ہے جس کو نئی شریعت دے کر بھیجا گیا ہو اور نبی کا لفظ عام ہے، رسول بھی نبی ہوتا ہے اور وہ شخص بھی نبی ہوتا ہے جس کو سابق شریعت کی دعوت دینے اور اس کی تائید کرنے کے لئے بھیجا گیا ہو۔ رسول ونبی میں عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے۔ نبی اعم اور رسول اخص ہوتا ہے یعنی ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں ہے۔ (مظہری)

④ "القاسية قلوبهم" کی ترکیبی حیثیت:۔ بواسطہ "واؤ" عاطفہ اس کا عطف ہو رہا ہے "الذين" پر جو کہ لام جارہ کا مدخول

ہونے کی وجہ سے مجرور ہے لہٰذا یہ بھی لام جارہ کا مدخول ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔

الشق الثانی..... وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٨٢﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿٨٣﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٨٥﴾ (پ۲۰۔نمل:۸۲تا۸۵)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر تحریر کریں، "**دابۃ الارض**" کیا ہے؟ کہاں اور کب نکلے گا، نیز لوگوں سے کیا کلام کریگا؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) "**دابۃ الارض**" کی وضاحت اور وقت ومقام خروج (۴) "**دابۃ الارض**" کا کلام۔

جواب..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور جب اللہ تعالیٰ کا قول واقع ہونے کے قریب ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک چوپایہ وجانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ کافر لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے اور جس دن جمع کریں گے ہم ہر امت میں سے ایک جماعت وگروہ ان لوگوں کا جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے تھے پھر وہ روکے جائیں گے (اکٹھے کئے جائیں گے) یہاں تک کہ جب وہ آجائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم نے میری آیات کو ایسی حالت میں جھٹلایا تھا کہ تم نے ان کے پورے علم کا احاطہ بھی نہیں کیا تھا یا (بتلاؤ کہ) تم کون سے عمل کرتے تھے اور (عذابِ موعود کا) قول ان پر ان کے ظلم کرنے کی وجہ سے ثابت ہوجائے گا اور وہ کوئی بات (کوئی عذر) نہ کرسکیں گے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت کو یاد کرو جب عذابِ موعود اور قیامت کا زمانہ قریب پہنچے گا تو ہم ان کافروں کیلئے ایک عجیب الخلقت چوپایہ زمین سے نکالیں گے جو اُن سے کلام کریگا کہ یہ کافر لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر خصوصاً جو آیات قیامت کے متعلق تھیں یہ اُن پر یقین نہیں کرتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے مگر اب قیامت آپہنچی ہے اور اسکی ایک علامت میں ہی ہوں۔

نیز اس وقت کو بھی یاد کرو جب ہم قبروں سے دوبارہ زندہ کرنے کے بعد تمام امتوں میں سے ایک ایسی جماعت کو جمع کریں گے جو ہماری آیات کی تکذیب کرتی تھی پھر ان کو حساب وکتاب کے لئے روانہ کیا جائے گا اور کثرت کی وجہ سے چلنے میں جب وہ لوگ آگے پیچھے ہوں گے تو ان سب کو اکٹھا کرنے کے لئے روکا جائے گا تاکہ وہ آگے پیچھے نہ ہوں بلکہ سب اکٹھے ہوکر موقفِ حساب کی طرف چلیں، یہاں تک کہ جب وہ سب محشر کی طرف آجائیں گے تو حساب وکتاب شروع ہوگا اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کیا تم نے میری آیات کو ایسی حالت میں جھٹلایا تھا کہ تم نے ان کا پورا علم بھی حاصل نہ کیا تھا؟ اور اگر تم نے تکذیب نہیں کی تھی تو پھر بتلاؤ کہ تم تکذیب کے علاوہ اور کیا عمل کرتے تھے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ تم نے صرف میری آیات کی تکذیب پر ہی اکتفاء نہیں کیا تھا بلکہ تم یاد کرو کہ تم نے اسکے علاوہ بھی کون کون سے عمل کئے تھے مثلاً حضرات انبیاء علیہم السلام اور اہلِ ایمان کو ایذائیں دی تھیں اور تم عقائد کفریہ وفسق وفجور میں بھی مبتلا رہے۔

لہٰذا اس جرم کے قائم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا عذاب کا وعدہ اور عذاب کا استحقاق ان پر ثابت ہوگیا ہے اور اب ان کے پاس کوئی عذر وجواب نہیں ہے اس لئے وہ لوگ بات بھی نہ کرسکیں گے۔

❸ "**دابۃ الارض**" کی وضاحت اور وقت ومقام خروج:۔ اکثر مفسرین کا قول یہ ہے کہ وہ جو چوپایہ اُون اور رنگا رنگ کے پروں والا ہوگا اس کی چار ٹانگیں ہوں گی، اس کا سر بیل کی طرح، آنکھیں خنزیر کی طرح، کان ہاتھی کی طرح، سینگھ بارہ سینگھے کی طرح، سینہ شیر کی طرح، رنگ چیتے کی طرح، کوکھیں بلی کی طرح، دم مینڈھے کی طرح، ٹانگیں اُونٹ کی طرح ہوں گی، اسکے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ ہر مؤمن کے سجدہ کی جگہ پر لاٹھی کی نوک سے نشان لگائے گا جس سے اس کا چہرہ جگمگا جائے گا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کے ذریعہ ہر کافر کے چہرہ پر نشان لگائے گا جس سے اس کا چہرہ کالا ہوجائے گا۔

بغوی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ وہ کوہِ صفا کے ایک شگاف سے برآمد ہوگا اور جمعہ کی رات کو برآمد ہوگا جب

لوگ منیٰ کی طرف جارہے ہوں گی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دابّہ کا ذکر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ وہ کہاں سے برآمد ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ حرمت والی مسجد (مسجدِ حرام) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام طواف کررہے ہوں گے مسلمان آپ علیہ السلام کے ساتھ ہوں گے ان کے قدموں کے نیچے قندیل کی طرح زمین میں حرکت پیدا ہوگی اور مشرقی جانب سے کوہِ صفا پھٹے گا اور اس سے وہ دابّہ برآمد ہوگا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ فرمایا کہ جنادکی گھاٹی بُری گھاٹی ہے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے دابّہ برآمد ہوگا اور تین چیخیں مارے گا جن کو مشرق ومغرب کے درمیان سب سنیں گے اس کا چہرہ انسان کی طرح ہوگا اور باقی جسمانی بناوٹ پرندے کی طرح ہوگی الخ۔ (مظہری)

۴ "دابۃ الارض" کا کلام:۔ سدی نے کہا کہ وہ کہے گا سوائے اسلام کے تمام مذاہب باطل ہیں۔

بعض نے کہا کہ اس کا کلام یہ ہوگا کہ بعض کے متعلق وہ کہے گا یہ مؤمن ہے اور بعض کے متعلق وہ کہے گا کہ یہ کافر ہے۔

بعض نے کہا کہ اس کا کلام یہی مابعد والا جملہ ہوگا "اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ" (مظہری)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما، حضرت بصریؒ وقتادہؒ سے منقول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت ہے کہ یہ دابّہ لوگوں سے عمومی کلام کرے گا۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ..... وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر تحریر کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تشریح کریں۔ "كَمَاۤ اَنْزَلْنَا....." کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔ "الْمُقْتَسِمِيْنَ" سے کون مراد ہے؟ مفسرین کے اقوال لکھیں۔ (پ۱۴۔ حجر: ۸۷تا۹۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل پانچ امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح (۴) "كما انزلنا الخ" کی ترکیبی حیثیت (۵) "المقتسمين" کی مراد میں مفسرین کے اقوال۔

جواب ..... ۱ آیات کا ترجمہ:۔ اور تحقیق ہم نے آپ کو سات مکرر پڑھی جانے والی آیات دیں اور قرآنِ عظیم دیا، اور آپ نہ اٹھا کر دیکھیں اپنی آنکھوں کو ان چیزوں کی طرف جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے (استعمال) کیلئے دی ہیں اور آپ کافروں پر غمگین نہ ہوں اور آپ اپنے بازوؤں کو مؤمنین کیلئے جھکائیے اور آپ (کافروں سے) کہہ دیں کہ میں واضح ڈرانے والا ہوں جیسا کہ نازل کیا ہم نے (عذاب) تقسیم کرنے والوں پر، جنہوں نے آسمانی کتاب کے حصے کئے تھے، پس قسم ہے تیرے رب کی البتہ ہم ضرور سوال کرینگے ان سے ان اعمال کے متعلق جو وہ کرتے تھے۔

۲ آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں آپ ﷺ کو تسلی دے رہے ہیں کہ اے پیغمبر! آپ ان کفار کے معاملہ کو نہ دیکھیں جس سے آپ غمگین ہوتے ہیں بلکہ آپ ہمارا معاملہ اپنے ساتھ دیکھیں کہ ہماری طرف سے آپ ﷺ کے ساتھ کیسے لطف وعنایت کا معاملہ ہے کہ ہم نے آپ کو سات آیات عظیم نعمت کے طور پر دی ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اور وہ جامع مضامین ہونے کے اعتبار سے پورا قرآن کریم ہی ہیں پس آپ ﷺ اس انعام ونعمت کی طرف دیکھیں تاکہ آپ کا قلب مسرور ومطمئن ہو، آپ ﷺ ان لوگوں کے عناد واختلاف کی طرف متوجہ ہی نہ ہوں، اور آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس چیز کی طرف نہ دیکھیں جو ہم نے مختلف کافروں کو عارضی طور پر نفع اٹھانے کے لئے دی ہیں اور پھر بہت جلد وہ اُن سے واپس لے لیں گے اور آپ ان کی حالتِ کفر پر غمگین نہ ہوں بلکہ آپ مسلمانوں پر شفقت رکھئے یعنی فکرِ مصلحت وشفقت کیلئے مسلمان ہی کافی ہیں اور ان کو اس سے نفع بھی ہے جبکہ

کافروں کے لئے فکرِ مصلحت کا کوئی فائدہ نہیں ہے اسلئے آپ انکی طرف متوجہ بھی نہ ہوں البتہ آپ اپنا فرضِ منصبی ادا کرتے ہوئے انکی تبلیغ کرتے رہیں اور ان کو بتادیں کہ میں کھلم کھلا تمہیں خدا کے عذاب سے ڈرانے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہیں یہ مضمون پہنچاتا ہوں وہ عذاب جس سے ہمارا نبی تمہیں ڈراتا ہے وہ عذاب ہم تم پر کسی وقت ضرور نازل کرینگے جیسا کہ وہ عذاب ہم نے مختلف اوقات میں اُن لوگوں پر نازل کیا تھا جنہوں نے احکامِ الٰہی کے مختلف اجزاء وحصے بنا رکھے تھے ان میں سے جو انکی مرضی کے موافق ہوا وہ مان لیا اور جو مرضی کے خلاف ہوا اس کا انکار کردیا۔ آخر میں اللہ تعالیٰ اپنی قسم کھا کر حلفاً کہتے ہیں کہ ہم اگلے پچھلے تمام کافروں سے ان کے اعمال کے متعلق ضرور بازپُرس کریں گے اور پھر اُن اعمال کے مطابق ان کو سزا دیں گے۔ (معارف القرآن ج ۵ ص ۳۱۲)

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "اَلْمَثَانِیْ" یہ مَثْنَاۃٌ اسمِ ظرف یا مَثْنِیَۃٌ اسم فاعل کی جمع ہے بمعنی بار بار و مکرر پڑھی جانیوالی۔ "اَلْمُقْتَسِمِیْنَ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِقْتِسَامٌ (افتعال، صحیح) بمعنی تقسیم کرنا۔

"عِضِیْنَ" یہ جمع ہے اسکا مفرد عِضَۃٌ ہے جو اصل میں عِضْوَۃٌ تھا بمعنی ٹکڑا و پارہ۔ بعض نے کہا کہ یہ اصل میں عِضْہَۃٌ تھا بمعنی بہتان۔ بعض نے عِضَۃٌ کا معنی جادو بھی بیان کیا ہے۔ (مظہری)

④ کما انزلنا الخ کی ترکیبی حیثیت:۔ ① اٰتَیْنٰکَ کے متعلق ہے یعنی نازل کی ہم نے آپ پر وحی جیسا کہ مقتسمین (اہلِ کتاب) پر نازل کی ② النذیر کے متعلق ہے یعنی میں ڈرانے والا ہوں تمہیں نزولِ عذاب سے جیسا کہ مقتسمین پر عذاب نازل ہوا۔ (اعراب القرآن)

⑤ "المقتسمین" کی مراد میں مفسرین کے اقوال:۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما و مجاہدؒ نے کہا کہ اس سے مراد یہودی و عیسائی ہیں۔ بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد قرآن کریم کے متعلق مختلف خیالات رکھنے والے کافر ہیں کوئی قرآن کو جادو کہتا، کوئی شاعری کہتا، کوئی کہانت کہتا، کوئی پرانے لوگوں کے قصے و داستانیں کہتا۔ بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کے متعلق ان کے بٹے ہوئے اقوال ہیں کوئی آپ ﷺ کو جادو کہتا، کوئی شاعر کہتا اور کوئی کاہن کہتا۔

بعض علماء نے کہا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رات کے وقت حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا مشورہ کیا تھا اور اس پر انہوں نے قسمیں کھائی تھیں، اس صورت میں مقتسمین کا ترجمہ قسم کھانا ہے۔ (مظہری ج ۶ ص ۲۴۰)

﴿الورقۃ الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل..... وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝ (پ ۱۵۔ بنی اسرائیل: ۸۵ تا ۸۷)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور واضح تفسیر تحریر کریں، مذکورہ آیات کا شانِ نزول لکھیں اور یہ بتائیں کہ روح سے متعلق سوال کا واقعہ مکہ معظمہ میں پیش آیا یا مدینہ منورہ میں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) آیات کا شانِ نزول (۴) روح کے متعلق سوال کا محلِ وقوع۔

جواب..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور یہ لوگ آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں، کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تم معمولی علم دیئے گئے ہو، اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے پھر (اس کو واپس لانے کیلئے) آپ کو ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی نہ ملے، مگر یہ آپ کے رب کی رحمت ہے، بے شک تجھ پر اسکی بخشش و فضل بہت بڑا ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ پہلی آیت میں کفار کی طرف سے روح کے متعلق سوال اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب مذکور ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کفار و مشرکین آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کر رہے ہیں، آپ ﷺ ان کو بتادیں کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے جس کی تخلیق مادہ کے بغیر صرف لفظ "کُن" سے ہوئی ہے، چونکہ یہ روح غیر مادی اشیاء میں سے ہے اور غیر مادی

اشیاء کا تمہیں بالکل معمولی علم دیا گیا ہے جتنا تم اپنے حواس سے حاصل کرسکو، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سارے جہان کے علم کو اپنے علم کے مقابلہ میں حقیر وقلیل ہونا بیان کیا، پھر دوسری آیت میں آپ ﷺ کو کافروں کی طرف سے پہنچنے والے دُکھ پر صابر رہنے کی تلقین کی غرض سے نعمتِ وحی کی عظمت کا اظہار کررہے ہیں کہ اے پیغمبر! اگر ہم چاہیں تو آپ ﷺ کی طرف نازل کردہ اس قرآن کو واپس لے لیں اور لوگوں کے سینوں سے اس کو نکال دیں اور تحریروں سے اس کو مٹادیں اور پھر آپ کو کوئی ایسی ہستی نہیں ملے گی جو قرآن کریم کو ہم سے واپس لینے کی ذمہ داری لے سکے، مگر یہ سب کچھ آپ کے رب کی رحمت ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا، اور آپ کے پروردگار کا آپ پر خصوصی فضل وکرم ہے کہ اس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا، اپنی کتاب آپ پر نازل فرمائی پھر اس کو تحریروں و دلوں میں جمع کرایا اور لوگوں سے بیان کرنے کا حکم دیا، پھر مقامِ محمود وحوضِ کوثر آپ ﷺ کو عطا فرمائی۔ (مظہری)

❸ آیات کا شانِ نزول:۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے کھیتوں میں ایک مرتبہ جارہے تھے، میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھا، چلتے چلتے یہودیوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے تو یہود باہم کہنے لگے کہ ان سے روح کے متعلق دریافت کرو چنانچہ ایک یہودی نے کھڑے ہوکر روح کے متعلق دریافت کیا آپ ﷺ کچھ دیر خاموش رہے میں سمجھ گیا کہ وحی نازل ہونے والی ہے میں بھی کھڑا ہوگیا کچھ دیر میں جب وحی کی کیفیت ختم ہوگئی تو آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔

بغوی نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ قریش نے جمع ہوکر باہم مشورہ کیا اور کہا کہ محمد ﷺ ہم میں پلے بڑھے ہیں اور ہمیشہ امانت وسچائی کے حامل رہے ہیں کبھی ہم نے کسی جھوٹ کا ان پر شبہ بھی نہیں کیا، لیکن اب انہوں نے وہ دعویٰ کیا جو تم لوگ جانتے ہو، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس بھیج کر دریافت کراؤ، وہ اہلِ کتاب ہیں دیکھو وہ کیا کہتے ہیں، چنانچہ چند آدمیوں کو یہودیوں کے پاس مدینہ میں بھیجا گیا، لوگوں نے جاکر یہودیوں سے دریافت کیا یہودیوں نے جواب دیا، محمد ﷺ سے جاکر تین باتیں پوچھو اگر وہ تینوں کا جواب دے دیں یا کسی کا جواب نہ دیں تو سمجھ وہ نبی نہیں ہیں اور اگر دو باتوں کا جواب دیں اور تیسری کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو وہ نبی ہیں۔ ① ان سے دریافت کرو وہ نوجوان کون تھے جنہوں نے بھاگ کر کہیں پناہ پکڑی تھی ان کا کیا واقعہ تھا ② وہ کون شخص تھا جو مشرق ومغرب تک پہنچ گیا اس کا کیا واقعہ تھا ③ روح کیا ہے؟ اس کے متعلق بھی جاکر دریافت کرو۔

قریش نے رسول اللہ ﷺ سے یہ تینوں سوال کئے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں کل کو تمہارے سوالوں کے جواب دے دوں گا۔ آپ ﷺ نے انشاء اللہ نہیں فرمایا، اسلئے وحی آنے میں تاخیر ہوگئی۔ مجاہد کے قول میں بارہ دن، بعض اقوال میں پندرہ دن اور عکرمہ کے نزدیک چالیس دن تک تاخیر وحی کی صراحت آئی ہے۔ اہلِ مکہ کہنے لگے محمد ﷺ نے ہم سے کل کا وعدہ کیا تھا لیکن اتنی مدت ہوگئی کچھ بھی نہیں بتایا، اُدھر نزولِ وحی میں تاخیر ہوئی اِدھر اہلِ مکہ ایسی باتیں کہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کا رنج ہوا (اور سخت رنج ہوا) اسی اثناء میں اچانک ایک روز جبرائیل علیہ السلام یہ وحی لے کر آئے "وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَيْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ" پھر پہلے سوال کے متعلق نازل ہوا "اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا"۔ دوسرے سوال کے جواب میں نازل ہوا "وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ الخ" اور روح کے متعلق ارشاد فرمایا "قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ"۔ ترمذی نے یہ قصہ اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (مظہری ج ۷ ص ۸۹)

ابنِ کثیرؒ نے دونوں حدیثوں کا تعارض دور کرنے کے لئے تکرارِ نزول کا قول اختیار کیا ہے۔ اگر دونوں حدیثوں میں تطبیق نہ دی جائے تو پھر صحاح کی روایت ہی قابلِ ترجیح ہے۔ نیز بخاری کی روایت کے راجح ہونے کی یہ وجہ بھی ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ یہودیوں کی ملاقات کے وقت اُسی جگہ موجود تھے اور بغوی کی روایت میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے دورانِ قصہ موجود ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ (مظہری ج ۷ ص ۸۷ تا ۹۰)

❹ روح کے متعلق سوال کا محلِ وقوع:۔ ابھی شانِ نزول میں یہ بات گزر چکی ہے کہ راجح قول کے مطابق یہودیوں نے یہ سوال مدینہ منورہ میں کیا تھا اور اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔

الشق الثانی..... قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وَانْظُرْ اِلٰى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ (پ١٦۔طٰہٰ:٩٥تا٩٧)

آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ کریں، آیات مذکورہ کی تفسیر لکھتے ہوئے "اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ" کا مطلب واضح کریں، "مِنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ" میں رسول سے کون مراد ہیں؟ "سامری" کون تھا؟ نام کیا تھا؟ اور کس قبیلہ سے تعلق تھا۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) "اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ" کا مطلب (۴) "اثر الرسول" میں رسول کی مراد (۵) سامری کا تعارف، نام وقبیلہ۔

جواب..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے سامری! تیرا کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے وہ چیز دیکھی تھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی تھی پھر میں نے ایک مٹھی رسول کے نشاناتِ قدم کے نیچے سے اُٹھائی تھی پھر میں نے وہی خاک اس (مجسمہ) میں ڈال دی تھی اور میرے نفس کو یہی بات پسند آئی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پس تیرے لئے زندگی میں یہ سزا ہے کہ تو کہے گا "لَا مِسَاسَ" یعنی مجھے کوئی نہ چھوئے، اور بیشک تیرے لئے ایک دوسرا مقررہ وعدہ ہے وہ ہرگز تجھ سے خلاف نہ ہوگا اور دیکھ تو اپنے اُس معبود کی طرف کہ جس پر تو جما بیٹھا تھا، ہم اس کو جلا دیں گے پھر اس کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب حضرت ہارون علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی شرکیہ گمراہی وغیرہ کے متعلق باز پرس کر لی تو اس کے بعد سامری کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے سامری! تو بتلا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے وہ چیز دیکھی جو دوسروں نے نہیں دیکھی اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور جس وقت دریائے قلزم سے بنی اسرائیل گزر گئے اور فرعونی لشکر دریا میں داخل ہو رہا تھا اس وقت سامری نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا تھا جو دوسروں کو معلوم نہ تھا، دوسری روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طُور پر آنے کی دعوت دینے کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے اس وقت سامری نے دیکھا تھا اور سامری کے دل میں شیطان نے یہ بات ڈالی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا ہے وہاں حیات وزندگی کے خاص اثرات ہیں یہ مٹی اٹھالی جائے چنانچہ اس نے وہ مٹی اٹھالی اور اس نے وہی مٹی بچھڑے کے اندر ڈالی تو بقدرتِ خداوندی اس میں حیات کے آثار پیدا ہو گئے اور وہ بچھڑا بولنے لگا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کے لئے بددعا کی "فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ" اس بددعا کے نتیجہ میں یہ کسی کو ہاتھ لگاتا یا کوئی دوسرا اسے ہاتھ لگاتا تو دونوں کو بخار ہو جاتا اس لئے وہ سب سے الگ رہتا، اور جب کسی کو اپنی طرف آتے دیکھتا تو دور سے پکارتا "لَا مِسَاسَ" یعنی کوئی مجھے نہ چھوئے۔

بعض حضرات نے کہا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کیلئے سزا تجویز کی تھی کہ سب لوگ اس سے مقاطعہ کریں اور کوئی اس کے قریب نہ جائے اور اس کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ کسی کو ہاتھ نہ لگائے اور زندگی بھر وحشی جانوروں کی طرح سب سے الگ رہے اور آخرت میں بھی اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا وعدہ ہے۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے فرمایا کہ تو اپنے اس معبود یعنی بچھڑے کو دیکھ جس کی عبادت کے لئے تو جم کر بیٹھا ہوا تھا کہ ہم اس کو جلا دیں گے یا ریتی سے بالکل گھس ڈالیں گے اور پھر اس کے گھسے ہوئے ذرات کو یا جلی ہوئی راکھ کو دریا میں بکھیر کر بہا دیں گے اور اس کی خاک کا کوئی ذرّہ بھی ہاتھ نہ لگا چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔ (معارف القرآن ومظہری)

❸ "اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ" کا مطلب:۔ اس جملہ کے دو مطلب ابھی تفسیر میں ذکر کئے گئے ہیں۔

❹ "اثر الرسول" میں رسول کی مراد:۔ اس رسول سے لغوی معنی کے اعتبار سے رسول یعنی قاصد مراد ہے اور اس کا مصداق حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جیسا کہ ابھی تفسیر میں گزرا۔

❺ سامری کا تعارف، نام وقبیلہ:۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ آلِ فرعون کا قبطی آدمی تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پڑوس میں رہتا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لایا، اور بنی اسرائیل کے ساتھ ہی مصر سے نکلا تھا۔ بعض نے کہا کہ یہ بنی اسرائیل کے ہی ایک قبیلہ سامرہ کا رئیس

تھا اور یہ قبیلہ شام میں معروف ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ یہ فارسی شخص کرمان کا رہنے والا تھا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ ایسی قوم کا آدمی تھا جو گائے کی پرستش کرنے والی تھی اور یہ کسی طرح مصر پہنچ کر بظاہر دینِ بنی اسرائیل میں داخل ہو گیا مگر اسکے دل میں نفاق تھا۔ بحوالی حاشیۂ قرطبی یہ شخص ہندوستان کا ہندو تھا جو گائے کی عبادت کرتے ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ سامری کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سامری اس وقت پیدا ہوا جب فرعون کی طرف سے تمام اسرائیلی لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم تھا، اس کی والدہ نے قتل سے بچانے کے لئے جنگل کے ایک غار میں رکھ کر اوپر سے اس کو بند کر دیا اور کبھی کبھی وہ اس کی خبر گیری کرتی ہوگی۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اس کی حفاظت وغذاء پر مامور کر دیا وہ اپنی ایک انگلی پر شہد، ایک انگلی پر مکھن اور ایک انگلی پر دودھ لاتے اور اس کو چٹا دیتے حتیٰ کہ یہ غار ہی میں پل کر بڑا ہوا اور اس کا انجام یہ ہوا کہ خود بھی یہ کفر میں مبتلا ہوا اور بنی اسرائیل کو بھی مبتلا کیا اور پھر قہرِ الٰہی میں گرفتار ہوا۔ (معارف القرآن ج ٦ ص ١٣٤)

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٦ھ

الشق الاوّل ..... يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (پ ١١۔ یونس: ٥٧، ٥٨)

آیات مبارکہ کا سلیس ترجمہ کیجئے، مختصر تفسیر تحریر کریں، "قل بفضل الله وبرحمته" میں فضل اور رحمت سے کیا مراد ہے؟ واضح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (١) آیات کا ترجمہ (٢) آیات کی تفسیر (٣) فضل ورحمت کی مراد۔

جواب ..... (١) آیات کا ترجمہ:۔ اے لوگو! تحقیق تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت، دلوں کی بیماریوں کی دواء اور مؤمنین کے لئے ہدایت ورحمت آ گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے (یہ نصیحت وشفاء ورحمت ہمیں ملی ہے) پس اسی کے ساتھ ہی ان کو خوش ہونا چاہیے، یہ فضل ورحمت بہتر ہے اس چیز سے جس کو وہ جمع کرتے ہیں۔

(٢) آیات کی تفسیر:۔ سابقہ آیات میں کفار ومشرکین کی بدحالی وآخرت میں اُن پر طرح طرح کے عذابوں کا ذکر تھا تو ان آیات میں اُس بدحالی وگمراہی سے نکلنے کا طریقہ اور آخرت کے عذاب سے نجات کا ذریعہ بتلایا گیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے لوگو! تمہارے پاس ایک ایسی چیز آئی ہے جو بُرے کاموں سے روکنے کیلئے نصیحت ہے، اس پر عمل کر کے بُرے کاموں سے بچیں تو یہ دلوں کی بیماریوں کیلئے شفاء بھی ہے اور نیک کاموں کے کرنے کیلئے رہنمائی کرنیوالی بھی ہے، اگر اس پر عمل کر کے نیک کاموں کو اختیار کریں تو پھر یہ رحمتِ خداوندی اور ذریعۂ اجر وثواب بھی ہے اور یہ تمام برکات اہلِ ایمان کیلئے ہیں کیونکہ عمل وہی کرتے ہیں پس قرآن کی ان برکات کو سُن کر اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیں کہ جب قرآن کریم اتنی عظیم نعمت ہے تو پھر لوگوں کو اس انعام ورحمتِ خداوندی پر خوش ہونا چاہیے اور اس کو دولتِ عظیمہ سمجھنا چاہیے اور یہ عظیم نعمت اس دنیا سے بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں کیونکہ دنیا کا نفع قلیل وفانی ہے اور قرآن کا نفع کثیر ودائمی ہے۔ (معارف القرآن)

(٣) فضل ورحمت کی مراد:۔ (١) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہاں اللہ کے فضل سے مراد قرآن کریم ہے اور رحمت سے مراد یہ کہ تمہیں قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کی توفیق بخشی۔ (٢) بہت سے مفسرین نے فرمایا کہ فضل سے مراد قرآن کریم اور رحمت سے مراد اسلام ہے، مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن سکھایا اور اس پر عمل کی توفیق بخشی کیونکہ اسلام اسی حقیقت کا ایک عنوان ہے۔ (٣) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فضل سے مراد قرآن کریم اور رحمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور قرآن کریم کی آیت "وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" سے اسی مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ (معارف القرآن)

(٤) حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ فضل سے مراد اسلام اور رحمت سے مراد اللہ تعالیٰ کا دلوں میں اس کو محبوب بنانا ہے۔ (٥) حضرت خالد بن معدانؒ نے فرمایا کہ فضل سے مراد اسلام اور رحمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (٦) بعض حضرات نے فرمایا کہ فضل

سے مراد ایمان اور رحمت سے مراد جنت ہے۔ (مظہری)

الشق الثانی ..... فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر لکھئے، خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کیجئے، زمین و آسمان کے بدل دینے سے کیا مراد ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔ (پ۱۳۔ابراہیم:۴۷تا۵۲)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) زمین و آسمان کے بدل دینے کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ پس (اے مخاطب) تو ہرگز اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا گمان نہ کر، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور انتقام والا ہے، جس دن اس زمین کو دوسری زمین سے اور آسمانوں کو بدل دیا جائے گا اور سب لوگ ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوں گے اور تو مجرمین کو اس دن دیکھے گا کہ وہ باہم زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے ان کے کُرتے قطران (تارکول) کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر لپٹی ہوئی ہوگی، تاکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دے، بیشک اللہ جلد حساب کرنے والا ہے۔ یہ تمام لوگوں کیلئے ایک پیغام ہے، تاکہ اُنہیں اسکے ذریعے خبردار کیا جائے اور تاکہ وہ جان لیں کہ معبودِ برحق بس ایک ہی ہے اور تاکہ سمجھدار لوگ نصیحت حاصل کرلیں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ابتدائی آیت میں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو یا تمام مخاطبین کو تنبیہ کررہے ہیں کہ کوئی ہرگز یہ خیال نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کی نصرت و دشمن کو ہلاک کرنے کا جو وعدہ اپنے انبیاء علیہم السلام سے کیا ہے وہ اس کے خلاف کرنے والا ہے، وہ تو کسی سے بھی وعدہ خلافی نہیں کرتا تو جو اس نے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے اس کے خلاف کیسے کرسکتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب ہے اس کے مقابلہ میں کوئی سازش نہیں کی جاسکتی اور ایسا قادر ہے کہ اس کا مقابلہ بھی نہیں ہوسکتا۔

اسکے بعد دیگر آیات میں قیامت کے ہولناک واقعات کا ذکر ہے کہ اُس دن موجودہ زمین بھی بدل دی جائے گی اور آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے اور تمام لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکل کر حساب فہمی اور سزا و جزا پانے کیلئے ایسے پروردگار کے سامنے پیش ہوں گے جو سب پر غالب ہے جس سے مقابلہ ممکن نہیں ہے اور اس کے علاوہ کہیں پناہ کی جگہ اور فریاد کا مقام نہیں ہے، اس دن تمام مجرموں یعنی کافروں کو طوق و زنجیر میں جکڑا ہوا دیکھو گے اور وہ سب عقائد و اعمال کی مشارکت کی وجہ سے ایک ساتھ زنجیروں میں گرفتار ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نیک کو نیک آدمی کے ساتھ جنت میں اور بدآدمی کو بد کے ساتھ جہنم میں ملا دیا جائے گا یا کافروں کو شیطانوں کے ساتھ ملا دیا جائے گا یا ان کافروں کو ان کے باطل عقائد و بداعمال کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا یا ان کے ہاتھ و پاؤں کو گردنوں سے ملا کر زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا اور اس دن جہنمی لوگوں کے جسم پر ''قطران'' (تارکول) ملا جائے گا اور یہ لیپ کُرتے کی مثل ہوجائیگا اور آگ ان کے چہروں پر لپٹی ہوئی ہوگی کیونکہ انہوں نے ان چہروں کے ذریعہ ہی حق سے اعراض کیا تھا۔

سابقہ آیات میں احوالِ قیامت کو ذکر کرنے کے بعد اسکی وجہ بیان کیا کہ یہ سب احوال و نظام اسلئے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ نیک و بد کو اس کی نیکی اور بدی کی جزا و سزا دے اور اللہ تعالیٰ بہت سخت حساب لینے والا ہے یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کو حساب و کتاب میں کوئی مشکل نہیں وہ جب حساب لینا شروع فرمائے گا بہت جلد حساب لے لے گا۔ (علامہ سیوطیؒ نے جلالین میں لکھا کہ ایک سے حساب فہمی اس کو دوسرے کی حساب فہمی سے نہیں روکتی، ایک ہی وقت میں سب کا حساب لے لے گا، سیوطیؒ نے یہ بھی لکھا کہ آدھے دن یعنی اس دنیوی دن کی نصف مدت میں سب کی حساب فہمی کرلے گا؛۔ اس کا ثبوت حدیث سے ملتا ہے۔ نخعی کا بیان ہے: وہ لوگ (غالباً صحابہؓ) خیال کرتے تھے کہ قیامت کے دن اللہ لوگوں کے حساب سے آدھے دن کی مدت میں فارغ ہوجائے گا، یہاں تک کہ ایک فریق جنت میں اور دوسرا فریق دوزخ میں دوپہر گزارے گا)

یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو احکام پہنچانے والا ہے یا یہ لوگوں کیلئے اوامر ونواہی، وعدے وعید اور حلال وحرام کو بیان کرنے والا ہے، تاکہ وہ اسکے ذریعے عذاب سے ڈرائے جائیں اور تاکہ اس بات کا یقین واقرار کرلیں کہ وہی ایک معبود برحق ہے نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ کوئی اسکی اولاد ہے اور تاکہ اس قرآن کریم کے ذریعے دانشمند نصیحت حاصل کریں۔ (معارف القرآن۔ مظہری وابن عباس)

③ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "مُقَرَّنِیْنَ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم مفعول از مصدر تَقْرِیْنٌ (تفعیل، صحیح) بمعنی جمع کرنا وباندھنا۔

"اَصْفَادٌ" یہ صِفْدٌ کی جمع ہے بمعنی بیڑی، ہتھکڑی وطوق۔ مصدر صَفْدًا وصَفْوْدًا (ضرب، صحیح) بمعنی قید کرنا۔

"سَرَابِیْلُ" یہ جمع ہے اسکا مفرد سِرْبَالٌ ہے بمعنی کُرتا، ہر وہ لباس جو پہنا جائے۔

"قَطِرَانٍ" اَبْهَلٌ کا نچوڑا ہوا عرق جو آگ پر پکالیا جائے، تارکول۔ (مظہری)

④ زمین وآسمان کے بدل دینے کی وضاحت:۔ زمین وآسمان کی تبدیلی کا یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ ان کی صفات وشکل وصورت بدل دیجائے، جیسا کہ نصوص میں ہے کہ پوری زمین ایک مستوی سطح بنادی جائے گی جس میں نہ کسی مکان کی آڑ ہوگی نہ درخت وغیرہ کی، نہ کوئی پہاڑ وٹیلہ رہے گا اور نہ غار وگہرائی **کما قال اللہ تعالیٰ "لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا"۔**

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محشر کی زمین بالکل نئی زمین چاندی کی طرح سفید ہوگی جس پر کسی نے کوئی گناہ نہ کیا ہوگا اور کسی کا ناحق خون نہ گرایا گیا ہوگا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کے قیامت کے دن لوگ ایسی زمین پر اٹھائے جائیں گے جو میدے کی روٹی کی مانند سفید ہوگی اس میں کسی قسم کی کوئی علامت (مکان، باغ، درخت، پہاڑ، ٹیلہ وغیرہ) نہ ہوگی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن یہ زمین اس طرح کھینچی جائے گی جیسے چمڑے کو کھینچا جاتا ہے اور اس کی سلوٹیں وشکن نکل جاتے ہیں۔

پہلی دونوں روایات سے ذات وجنس کی تبدیلی اور تیسری روایت سے صفت کی تبدیلی معلوم ہوتی ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ پہلے نفخہ میں اسی موجودہ زمین کی صفات تبدیل ہوجائیں اور پھر حساب وکتاب کے لئے ان کو کسی دوسری زمین کی طرف منتقل کیا جائے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک یہودی عالم آیا اور سوال کیا کہ جس دن یہ زمین بدلی جائے گی تو آدمی کہاں ہونگے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پل صراط کے پاس ایک اندھیری میں ہونگے۔ (معارف القرآن ج۵ ص۲۷۳)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۫ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۱۲۔ ھود:۱۷) آیت مبارکہ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر لکھیں، **شاھد** سے کیا مراد ہے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کی تفسیر (۳) "**شاھد**" کی مراد۔

جواب ..... ① آیت کا ترجمہ:۔ پس کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے نازل شدہ روشن ہدایت پر ہو اور اس کے پیچھے ایک گواہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس سے پہلے بھی ایک گواہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تھی جو راستہ بتلانے والی اور باعثِ رحمت تھی، یہی لوگ اس کتاب (قرآن کریم) پر ایمان لاتے ہیں اور جو شخص ان گروہوں میں سے اس کا انکار کرے گا پس آگ ہی اسکے وعدہ کی جگہ (ٹھکانہ) ہے۔ پس آپ اس قرآن کریم کے بارے میں شک میں نہ ہوں، بے شک وہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

② آیت کی تفسیر:۔ ماقبل میں ان لوگوں کا ذکر تھا جن کا مبلغ اسلام اور مقصود صرف دنیا ہی ہے، اس آیت میں مخلص مؤمنین کا ذکر

فرمایا کہ یہ مخلص لوگ اور ماقبل میں ذکر دنیا کے طلبگار یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے یعنی جو دنیا کے طلبگار ہیں ان کا بدلہ واجران کو دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے، آخرت میں ان کے لئے کچھ باقی نہیں رکھا جاتا جبکہ مخلص مؤمنین اگرچہ دنیا کی فلاح کے بھی خواہش مند ہوتے ہیں مگر ان کا آخرت کا ارادہ غالب رہتا ہے اس لئے ان کو دنیا میں بقدرِ ضرورت ہی ملتا ہے اور آخرت میں وہ بڑا معاوضہ پاتے ہیں، اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی نبوت ورسالت کا تمام عالم انسان کے لئے قیامت تک عام ہونا اور جو شخص آپ ﷺ پر ایمان نہ لائے خواہ وہ کچھ بھی اعمال کرے اس کا گمراہ وجہنمی ہونا بیان کیا گیا ہے۔

③ "شاھد" کی مراد:۔ اس آیت میں **بینہ** سے مراد قرآن کریم اور **شاھد** سے مراد اس کا معجز ہونا ہے۔ (معارف القرآن)

حسن وقتادہؒ کے بقول اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک ہے اور **یَتْلُوْ** بمعنی تلاوت کرنا ہے۔

بعض علماء کے نزدیک **یَتْلُوْ تِلْوٌ** (پیچھے چلنا وپیروی کرنا) سے مشتق ہے اور **شاھد** سے مراد محافظ فرشتہ ہے۔ (مظہری)

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾

آیات کا ترجمہ وتفسیر لکھیں، **تبذیر واسراف** میں کیا فرق ہے؟ آخری آیت کا شانِ نزول ذکر کریں۔ (پ۱۵۔ بنی اسرائیل:۲۶تا۲۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل چار امور ہیں۔ (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) **تبذیر واسراف** میں فرق (۴) آخری آیت کا شانِ نزول۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین ومسافر کو بھی اس کا حق دو اور مال کو فضول وبیہودہ کاموں میں نہ اُڑاؤ، بے شک جو لوگ بیہودہ کاموں میں اپنا مال اڑاتے ہیں وہ شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بہت ناشکرا ہے اور اگر کبھی تمہیں ان لوگوں سے اسلئے اعراض کرنا پڑا کہ تم اپنے پروردگار کی رحمت کے متلاشی ومنتظر ہو تو انکے ساتھ نرمی سے بات کرو۔

② آیات کی تفسیر:۔ سابقہ آیات میں والدین کے حقوق اور ادب واحترام کی تعلیم دی گئی تھی، ان آیات میں عام رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کا ذکر ہے کہ ان کے حقوق بھی ادا کئے جائیں جن کا سب سے کم درجہ حسنِ معاشرت وعمدہ سلوک ہے اور اگر وہ حاجت مند ہوں تو اپنی وسعت کے مطابق ان کی مالی امداد بھی ان کے حقوق میں داخل ہے۔ اسی طرح مسکین ومسافر کے ساتھ بھی حسنِ معاشرت وعمدہ سلوک کی تعلیم دی گئی ہے۔

اسکے بعد فضول خرچی وبیہودی کاموں میں مال خرچ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور فضول وبیہودہ کاموں میں خرچ کرنیوالے کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے اور شیطان اپنے رب کا نافرمان وناشکرا ہے اس لئے اسکی اتباع کرنا یا اسکا بھائی بننا درست نہیں ہے۔

آخری آیت میں حقوق العباد کے متعلق ایک تنبیہ فرمائی گئی ہے کہ اگر کسی وقت حاجت مندوں کو دینے کے لئے ان کی ضرورت کے مطابق تمہارے پاس انتظام نہ ہو تو ان کو توہین آمیز وسخت انداز میں جواب نہ دو بلکہ اپنے عجز ومجبوری کے اظہار کے ساتھ نرمی والا جواب دو تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔

③ **تبذیر واسراف** میں فرق:۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں کہ کسی معصیت میں یا بے موقع وبے محل مال خرچ کرنا **تبذیر واسراف** ہے۔ بعض حضرات نے فرق کیا ہے کہ کسی معصیت میں یا بالکل بے موقع خرچ کرنا **تبذیر** ہے اور جائز موقع پر ضرورت سے زائد خرچ کرنا **اسراف** ہے اس لئے **تبذیر** زیادہ سخت ہے۔ (معاف القرآن ج۵ص۴۷۰)

④ آخری آیت کا شانِ نزول:۔ اس آیت کے شانِ نزول میں ابن زید کی روایت یہ ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ سے مال کا سوال کیا کرتے تھے اور آپ کو معلوم تھا کہ ان کو دیا جائے گا تو یہ فساد میں خرچ کریں گے اس لئے آپ ان کو دینے سے انکار کر

دیتے تھے کہ یہ انکار اُن کو فساد سے روکنے کا ذریعہ ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرطبی)

مسند سعید بن منصور میں بروایت سباء بن حکم مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ کپڑا آیا تھا آپ نے اس کو مستحقین میں تقسیم فرمادیا اس کے بعد کچھ اور لوگ آئے جبکہ آپ فارغ ہو چکے تھے اور کپڑا ختم ہو چکا تھا ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

الشق الثانی ..... وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۫ وَنَادٰى نُوْحُ ِۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾

آیات مذکورہ کا سلیس ترجمہ وتفسیر لکھئے۔ خط کشیدہ کلمات کے صیغے اور معانی تحریر کیجئے۔ (پ۱۲۔ھود:۴۱ تا ۴۳)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔ (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلماتِ مخطوطہ کی صیغے ومعانی۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کشتی میں سوار ہو جاؤ، اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہی ہے، بے شک میرا پروردگار البتہ بخشنے والا مہربان ہے اور وہ کشتی انکو لیکر چلنے لگی پہاڑوں کی مثل موجوں میں اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ کنارے میں تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو جا، بیٹے نے کہا کہ عنقریب میں کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا، حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ آج امرِ خداوندی سے کوئی بچانے والا نہیں ہے مگر جس پر وہ خود رحم کرے اور دونوں میں موج حائل ہوگئی اور وہ غرق ہونے والوں میں سے ہو گیا۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں طوفانِ نوح کے موقع پر حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بیٹے کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام حکمِ خداوندی سے کشتی بنا کر فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب سیلاب و پانی کی صورت میں وارد ہوا چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام حکمِ خداوندی سے مؤمنین اور اپنے اہلِ ایمان اہل وعیال کو لیکر اُس کشتی میں سوار ہو گئے جن کی تعداد حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے اسّی نقل کی ہے، ان میں حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے سام، حام، یافث اور تین ازواج بھی شامل تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے جب مختلف جانور اور متبعین کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم دیا تھا اس وقت ارشاد فرمایا کہ بے خوف وخطر اس کشتی میں سوار ہو جاؤ، غرق ہونے کا خوف نہیں کرنا، اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا سب حکمِ خداوندی سے ہوگا، اگرچہ بندوں کے اعمال غرق ہونیوالے ہی ہیں مگر پھر بھی وہ ذات بڑی غفور ورحیم ہے وہ ذات اپنی رحمت سے گناہ بھی بخشتی ہے اور حفاظت بھی کرتی ہے۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کے سب اہل وعیال کشتی میں سوار ہو گئے مگر ایک لڑکا جس کا نام کنعان بتلایا جاتا ہے وہ سوار ہونے سے رہ گیا تو حضرت نوح علیہ السلام نے پدرانہ شفقت سے اس کو پکارا کہ ہمارے ساتھ کشتی میں آجاؤ، کافروں کے ساتھ نہ رہو کہ غرق ہو جاؤ گے، یہ لڑکا کافروں ودشمنوں کے ساتھ ساز باز رکھتا تھا اور حقیقت میں کافر تھا مگر غالباً حضرت نوح علیہ السلام کو اس کے کافر ہونے کا یقینی طور پر علم نہ تھا اور اگر علم تھا تو کفر سے توبہ کر کے ایمان لانے کی دعوت کے طور پر اس کو کشتی میں سوار ہونے اور کافروں کا ساتھ چھوڑنے کی نصیحت فرمائی مگر اس بدبخت نے اس وقت بھی طوفان کو سرسری سمجھا اور کہنے لگا کہ آپ فکر نہ کریں، میں پہاڑ پر چڑھ کر طوفان سے بچ جاؤں گا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے پھر متنبہ کیا کہ ظالم کس خیال میں ہے آج کوئی اونچی عمارت یا پہاڑ کسی کو اللہ کے عذاب سے بچانے والا نہیں اور بچنے کی کوئی صورت اسکے علاوہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی اس پر رحم فرماویں۔ باپ بیٹے کی یہ گفتگو دور سے چل ہی رہی تھی کہ طوفان کی ایک موج آئی اور بیٹے کو بہالے گئی۔ تاریخی روایات میں ہے کہ طوفانِ نوح علیہ السلام کا پانی بڑے سے بڑے پہاڑ کی چوٹی سے پندرہ گز اور بعض روایات کے لحاظ سے چالیس گز اونچائی پر تھا۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی صیغے ومعانی:۔ "مَجْرٖىهَا" صیغہ واحد بحث اسم ظرف یا مصدر (ضرب، ناقص) ہی ہے بمعنی چلنا۔

"مُرْسٰىهَا" صیغہ واحد بحث اسم ظرف یا مصدر (نصر، ناقص) ہی ہے بمعنی ٹھہرنا۔

"مَعْزِلٍ" صیغہ واحد بحث اسم ظرف از مصدر عَزْلًا (ضرب، صحیح) بمعنی جدا ہونا، جدا کرنا۔

"سَاٰوِيْ" صیغہ واحد متکلم بحث مضارع معلوم از مصدر اَوْيًا، اِوَاءً (ضرب، مثال ولفیف) بمعنی ٹھکانا وپناہ لینا ودینا۔

0315-6357-203 makkahzakariyya@gmail.com

"عَاصِمٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر عَصْمًا (ضرب، صحیح) بمعنی روکنا و بچانا۔
"حَالَ" صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر حَوْلًا وحُؤُوْلًا (نصر، اجوف) بمعنی حائل ہونا، حالت کا بدلنا۔
"مُغْرَقِيْنَ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم مفعول از مصدر اِغْرَاقًا (افعال) بمعنی غرق کرنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾ آیات کا ترجمہ وتفسیر تحریر کیجئے۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تشریح کیجئے، **انما نعد لهم عدّا** کا مطلب واضح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں۔ (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی صرفی تشریح (۴) **انما نعد لهم عدّا** کا مطلب۔ (پ۱۶۔ مریم: ۸۳ تا ۸۷)

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ کیا نہیں دیکھا آپ نے کہ ہم نے کافروں پر شیاطین چھوڑ رکھے ہیں جو ان کو خوب ابھارتے و اُکساتے رہتے ہیں، پس آپ اُن پر جلدی نہ کیجئے، بے شک ہم ان کے لئے شمار کر رہے ہیں جس دن ہم متقین و نیک لوگوں کو مہمان بنا کر رحمٰن کی طرف جمع کریں گے اور ہم مجرمین کو جہنم کی طرف پیاسا ہونے کی حالت میں ہانکیں گے، نہیں مالک ہوں گے لوگ سفارش کے مگر جس نے رحمٰن کے پاس وعدہ واجازت لی ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ کفار ومشرکین کا خیال ہے کہ ان کے جھوٹے و باطل معبود دنیا میں بھی ان کو نفع (بیماری سے نجات، مقدمات میں کامیابی وغیرہ) دیں گے اور آخرت میں بھی سفارش وغیرہ کے ذریعہ عذاب سے نجات دلائیں گے۔ یہ تصور بالکل باطل وغلط ہے یہ باطل معبودوں کی مدد کرتے ہوئے عذاب سے بچانے کی بجائے عذاب میں اضافہ کا سبب ہوں گے، اس لئے اے پیغمبر! آپ ان کی گمراہی سے غم نہ کریں، کیا آپ کو معلوم نہیں کہ ہم نے ان کفار پر شیاطین کو مسلط کیا ہوا ہے جو ان کو کفر وضلال پر اُبھارتے رہتے ہیں اور جو شخص اپنے اختیار سے کسی کے بہکاوے میں آکر گمراہ ہو اس کا غم نہیں کرنا چاہیے، آپ ان پر عذاب کے متعلق جلدی کی درخواست نہ کریں، اس لئے کہ ہم نے از خود ان کو مہلت دی ہوئی ہے، ہم ان کی زندگی کے ایام اور ان کے ایک ایک عمل کو شمار کر رہے ہیں جیسے ہی ان کے زندگی کے ایام مکمل ہوں گے فوراً ان کے اعمال کے مطابق ان کو سزا دی جائے گی اور اُس دن ہم متقی لوگوں کو رحمٰن کی نعمتوں والے گھر کی طرف مہمانوں کے طور پر سواریوں پر سوار کر کے اعزاز واکرام کے ساتھ جمع کریں گے اور مجرموں کو پیاسا ہونے کی حالت میں جہنم کی طرف ہانکا جائے گا اور پیاس کی شدت سے ان کی زبانیں باہر کو نکل رہی ہوں گی، اُس دن کوئی شخص کسی کی سفارش بھی نہ کر سکے گا، البتہ جن مؤمن ونیک بندوں کو اللہ تعالیٰ اجازت مرحمت فرمائیں گے وہ صرف مؤمنین کی ہی سفارش کر سکیں گے، کفار کی سفارش وہ بھی نہیں کر سکیں گے۔

❸ کلمات مخطوطہ کی لغوی صرفی تشریح:۔ "نَسُوْقُ" صیغہ جمع متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر سَوْقًا (نصر، اجوف) بمعنی ہانکنا۔
"تَؤُزُّ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر اَزًّا (نصر، مہموز ومضاعف) بمعنی اُبھارنا و برانگیختہ کرنا۔
"وَفْدًا" یہ وَافِدٌ کی جمع ہے بمعنی بادشاہوں کے دربار میں عزت یابی وانعام کی تمنا لیکر جانے والا گروہ۔
"وِرْدًا" یہ مفرد ہے اسکی جمع اَوْرَاد ہے بمعنی پانی پر پہنچنا، پیاس، پانی پر پہنچنے والے لوگ۔ مصدر وُرُوْدًا (ضرب، مثال) بمعنی آنا۔

❹ **انما نعد لهم عدّا** کا مطلب:۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی کوئی چیز آزاد نہیں ہے، ان کی عمر کے دن رات گنے ہوئے ہیں، ان کے سانس، ان کی نقل وحرکت کا ہر قدم، انکی لذات اور ان کی زندگی کا ایک ایک لحظہ ہم گن رہے ہیں اور یہ گنتی پوری ہوتے ہی اُن پر عذاب نازل کر دیا جائے گا۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... اَوَ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ

الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۳۲﴾ (پ۱۷۔الانبیاء:۳۰تا۳۲)

آیات کا ترجمہ وتفسیر تحریر کیجئے، خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کیجئے، **کانتا رتقًا ففتقناھما** کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی صرفی تحقیق (۴) **کانتا رتقًا ففتقناھما** کا مطلب۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ کیا ان کافروں کو معلوم نہیں ہے کہ یہ آسمان وزمین بند تھے پس ہم نے ان کو کھول دیا اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا، کیا وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے، اور ہم نے زمین میں بھاری بھرکم (پہاڑ) بنائے تاکہ زمین ان لوگوں کو لیکر حرکت نہ کرے اور ہم نے اِس زمین میں کشادہ کشادہ راستے بنائے تاکہ یہ لوگ منزلِ مقصود کو پہنچ سکیں اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور یہ لوگ اس کی نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنے غلبہ وقدرت کی چند علامات ونشانیوں کو ذکر کرکے اپنی ربوبیت پر دلیل قائم فرمارہے ہیں کہ یہ مشرک لوگ مورتیوں اور دیوتاؤں کی پوجا وپرستش کرنے میں مصروف ہیں، کیا یہ اندھے ہیں؟ کیا انہیں معلوم نہیں کہ ہر ہر چیز پر میرا ہی غلبہ ہے، یہ آسمان وزمین جیسی اتنی بڑی مخلوق میں بھی یہ طاقت وقدرت نہیں کہ اپنی مرضی سے یہ معمولی حرکت ہی کرسکیں، یہ زمین وآسمان پہلے آپس میں ملے ہوئے تھے، ہم نے ہی ان کو سات طبقوں میں تقسیم کرکے اوپر نیچے قائم کیا۔ پھر آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے کھیتی وسبزہ اُگا کر اپنی قدرت کا مظاہرہ کیا، پھر ہر جاندار کو اسی پانی سے زندگی عطاء کی، ہر جاندار کی تخلیق وزندگی میں پانی کے عمل دخل کو ضروری قرار دیا۔ زمین کے توازن کو پانی پر برقرار رکھنے کے لئے بڑے بڑے پہاڑ گاڑ دیئے تاکہ وہ اضطرابی حرکت نہ کرسکے جس سے اس کے اوپر بسنے والوں کو کوئی نقصان پہنچ سکے، پھر زمین کے لئے آسمان کو چھت بنادیا جو ہر طرح کی شکست وریخت سے محفوظ ہے جس میں کوئی سوراخ وپھٹن نہیں ہے اور اس کی خوبصورتی کیلئے اس میں سورج، چاند، ستارے جڑ دیئے اور اس آسمان وزمین میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں مگر یہ کافر لوگ ان میں غور وفکر ہی نہیں کرتے اور ان سے اعراض کرتے ہیں۔

الغرض جو ہستی ان عظیم کاموں پر قادر ہے، عبادت وبندگی کے لائق بھی وہی ہے۔ (کمالین ومعارف القرآن)

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی صرفی تحقیق:۔ "رَتْقًا" یہ باب نصر کا مصدر ہے بمعنی جوڑنا وجُڑنا، بند ہونا۔

"فَتَقْنَا" صیغہ جمع متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر فَتْقًا (نصر وضرب) بمعنی پھاڑنا وکھولنا۔

"رَوَاسِيَ" بمعنی مضبوط پہاڑ، مصدر رَسْوًا، رُسُوًّا (نصر، ناقص) بمعنی ٹھہرنا وثابت ہونا۔ (مظہری)

"تَمِيْدَ" صیغہ واحد مؤنث غائب فعل مضارع معلوم از مصدر مَيْدًا ومَيَدَانًا (ضرب، اجوف) بمعنی ہلنا وجھکنا۔

❹ **کانتا رتقًا ففتقناھما** کا مطلب:۔ رتق کا معنیٰ بند ہونا اور فتق کا معنیٰ کھول دینا ہے۔ ان دولفظوں کا مجموعہ رتق وفتق کسی کام کے انتظام اور اس کے پورے اختیار کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ الفاظ آیت کا ترجمہ یہ ہوا کہ آسمان اور زمین بند تھے ہم نے ان کو کھول دیا۔ اس میں بند ہونے اور کھول دینے کی مراد میں حضرات مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں مگر ان سب میں جو معنیٰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور مفسرین نے اختیار فرمایا وہ وہی ہیں جو خلاصہ تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ بند ہونے سے مراد آسمان کی بارش اور زمین کی پیداوار کا بند ہونا ہے اور کھولنے سے مراد ان دونوں کو کھول دینا ہے۔

تفسیر ابنِ کثیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک شخص اُن کے پاس آیا اور ان سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اس شیخ کے پاس جاؤ اُن سے دریافت کرو اور وہ جو جواب دیں مجھے بھی اس کی اطلاع کرو، یہ شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس گیا اور دریافت کیا کہ اس آیت میں **رتقا** اور **فتقنا** سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ پہلے آسمان بند تھے بارش نہ برساتے تھے اور زمین بند تھی کہ اس میں نباتات نہیں اُگتی تھی جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر

انسان کو آباد کیا تو آسمان کی بارش کھول دی اور زمین کا نشو ونما۔ یہ شخص آیت کی تفسیر معلوم کر کے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس گیا اور جو کچھ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا تھا وہ بیان کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب مجھے ثابت ہو گیا کہ واقعی ابن عباس رضی اللہ عنہما کو قرآن کا علم عطا کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے میں تفسیر قرآن کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیانات کو ایک جرأت سمجھا کرتا تھا جو مجھے پسند نہ تھی، اب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم قرآن کا خاص ذوق عطا فرمایا ہے۔ انہوں نے **رتق و فتق** کی تفسیر صحیح فرمائی ہے۔

الشق الثانی ..... فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَىٕذٍ وَّ لَا یَتَسَآءَلُوْنَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهٗ فَاُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فِیْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۝ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِیْهَا كٰلِحُوْنَ ۝ (پ ۱۸۔ المؤمنون: ۱۰۱ تا ۱۰۴)

آیات کا ترجمہ کیجئے، **فاذا نفخ فی الصور** میں صور سے نفخۂ اولیٰ مراد ہے یا نفخۂ ثانیہ؟ واضح کیجئے۔ یہاں **ولا یتسلٰ لون** فرمایا جبکہ دوسری آیت میں **واقبل بعضهم علی بعض یتسآ لون** مذکور ہے دونوں آیتوں میں تطبیق بیان کیجئے۔ **کَالِحُوْنَ** کی لفظی تشریح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) نفخہ کی تعیین (۳) آیاتِ تساؤل میں تطبیق (۴) **کَالِحُوْنَ** کی لفظی تشریح۔

جواب ..... (۱) آیات کا ترجمہ:۔ پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو ان میں رشتے ناتے وقرابتیں نہ رہیں گی اور نہ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے، پس جس کا تول و پلڑا بھاری ہوگا وہی لوگ کامیاب ہوں گے اور جس شخص کا تول و پلڑا ہلکا ہوگا سو یہ لوگ ہوں گے جنہوں نے خسارہ ونقصان میں ڈالا اپنے نفسوں کو اور یہ لوگ ہمیشہ جہنم میں ہی رہیں گے، آگ ان کے چہروں کو جھلسا دے گی اور اس میں ان کے منہ بگڑے ہوئے ہونگے (وہ بدشکل ہونگے)۔

(۲) نفخہ کی تعیین:۔ قیامت کے موقعہ پر صور دو مرتبہ پھونکا جائے گا۔ نفخۂ اولیٰ یعنی پہلے صور کا یہ اثر ہوگا کہ سارا عالم زمین وآسمان اور جو اس کے درمیان ہے فنا ہو جائے گا اور نفخۂ ثانیہ سے پھر سارے مُردے زندہ ہو کر کھڑے ہو جائیں گے۔ قرآن کریم کی آیت **ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ** میں اس کی تصریح موجود ہے۔ اس آیت میں صور کا نفخۂ اولیٰ مراد ہے یا نفخۂ ثانیہ، اس میں اختلاف ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے برویت ابن جبیرؒ منقول ہے کہ اس آیت میں نفخۂ اولیٰ مراد ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور بروایت عطاؒ یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے کہ اس جگہ نفخۂ ثانیہ مراد ہے۔ تفسیر مظہری میں اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ (معارف القرآن ج ۶ ص ۳۳۴)

(۳) آیاتِ تساؤل میں تطبیق:۔ بظاہر آیات میں تعارض ہے، اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ قیامت کے دن لوگ ایک دوسرے سے سوال نہیں کریں گے جبکہ دوسری آیت "**واقبل بعضهم علٰی بعض یتسآ لون**" سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ قیامت کے احوال ومواقع مختلف ہوں گے، کسی مقام پر اتنا خوف طاری ہوگا کہ کوئی بھی دوسرے سے سوال نہ کرے گا اور بعض مواقع ایسے بھی آئیں گے کہ ان میں ذرا افاقہ وسکون ہوگا۔ ہیبت کا غلبہ کم ہو جائے گا تو پھر ایک دوسرے کی حالت دریافت کریں گے۔ (مظہری)

(۴) **کَالِحُوْنَ** کی لفظی تشریح:۔ "**کلوح**" کا لفظی معنی دونوں ہونٹوں کا دانتوں کے اوپر سے سکڑ جانا ہے یعنی نیچے کا ہونٹ نیچے کی طرف آجائے اور اوپر کا ہونٹ اوپر کی طرف اُٹھ جائے، ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تشریح میں ارشاد فرمایا کہ آگ ان کو بھون ڈالے گی کہ اوپر کا ہونٹ اوپر کی جانب اتنا اُٹھ جائے گا کہ سر کے وسط تک پہنچ جائے گا اور نیچے کا ہونٹ نیچے کی جانب اتنا لٹک جائے گا کہ ناف سے جا کر ملے گا۔ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ نے اس جملہ کا مطلب بیان کیا کہ جیسے پکی ہوئی سری جس کے دانت باہر نکل آئے ہوں اور ہونٹ سکڑ گئے ہوں۔ (مظہری)

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَضَآىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ (پ۱۲۔ھود:۱۲،۱۳)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ تفسیر کریں۔ خط کشیدہ الفاظ کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ پس شاید کہ آپ ﷺ چھوڑ دینے والے ہیں بعض ان احکام کو جو آپ ﷺ کی طرف وحی کے ذریعہ بھیجے جاتے ہیں اور آپ ﷺ کا دل ان کے اس قول کی وجہ سے تنگ ہوتا ہے کہ (اگر یہ نبی ہے تو) اس پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں ہوا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ آپ ﷺ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا نگران وذمہ دار ہے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے خود قرآن کریم بنایا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہ تم بھی اس جیسی خود ساختہ دس سورتیں بنا کر پیش کرو اور اللہ کے علاوہ جس کی بھی تم استطاعت رکھتے ہو اس کو بلا لو اگر تم اپنی بات میں سچے ہو۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں سے پہلی آیت آپ ﷺ کی تسلی کیلئے نازل ہوئی اس کا پسِ منظر یہ ہے کہ مشرکینِ مکہ آپ ﷺ کے سامنے مختلف قسم کے مطالبے پیش کرتے تھے، ان میں سے ایک مطالبہ یہ تھا کہ اس قرآن میں ہمارے معبودوں کی تردید کی گئی ہے۔ اس لئے ہم اس پر ایمان نہیں لا سکتے لہٰذا آپ ﷺ یا کوئی دوسرا قرآن لائیں یا اس میں ترمیم کریں نیز اگر آپ ﷺ رسول ہیں تو آپ ﷺ کو دنیاوی بادشاہوں کی طرح بخشش وعطایا کے لیے خزانہ کیوں نہیں دیا گیا، یا کم از کم کوئی فرشتہ ہی آسمان سے نازل ہو کر آپ ﷺ کی تصدیق کرے کہ بے شک یہ اللہ کے رسول ہیں، ان مختلف باتوں کی وجہ سے آپ ﷺ کا دل تنگ ہو گیا اور پریشان ہو گئے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ان کو ضلالت وشرک پر چھوڑ دیں اور یہ مطالبہ پورا کرنا بھی ممکن نہ تھا کہ دوسرا قرآن یا ترمیم شدہ قرآن پیش کریں تو اللہ تعالیٰ نے تسلی کیلئے یہ آیات نازل فرمائیں، ان میں فرمایا کہ کیا آپ ﷺ ان کے کہنے سے مجبور ہو کر اللہ کے کلام کا کچھ حصہ چھوڑ دیں گے جس سے یہ لوگ ناخوش ہوتے ہیں اور کیا آپ ﷺ ان کی ان فرمائشوں سے دل تنگ ہو جائیں گے؟ یہاں "لعلك" کے لفظ سے آپ ﷺ کا ان چیزوں سے بری ہونا بیان کرنا ہے کہ آپ ﷺ ان کی رعایت میں نہ تو قرآن کریم کا کوئی حصہ چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ان کی فرمائشوں سے آپ کو دلتنگی ہونی چاہیے کیونکہ آپ ﷺ تو اللہ کی طرف سے محض بشیر ونذیر یعنی ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اور ان تمام کاموں کو سرانجام دینا اللہ تعالیٰ کی ہی قدرت وطاقت میں ہے۔

اس کے بعد ان کے مطالبہ (دولت کا ملنا فرشتہ کا نازل ہو کر تائید کرنا) کا جواب ہے کہ اگر تم قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب نہیں سمجھتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ کلام محمد ﷺ نے خود گھڑا ہے تو پھر تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ اور یہ ضروری نہیں کہ صرف ایک آدمی ہی دس سورتیں بنائے بلکہ تم سب اور دنیا جہان کے تمام لوگ بھی اس کلام کے بنانے کیلئے اکٹھے ہو جاؤ اور اس جیسا کلام بنا کر دکھاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ چلو دس نہیں صرف ایک ہی سورت بنا کر دکھاؤ، مگر تم ہرگز اس پر قادر نہیں ہو پس ثابت ہوا کہ یہ اللہ کا کلام ہے لہٰذا محمد ﷺ کے نبی ہونے کیلئے یہ دلیل ومعجزہ ہی کافی ہے۔ پس اگر تم نیک نیتی سے معجزہ کا مطالبہ کرتے ہو تو یہ قرآن کریم کافی ہے اور اگر مقصد محض ضد وعناد ہے تو پھر تمہارے مطلوبہ معجزات بھی ظاہر ہو جائیں تب بھی تم سے ایمان کی توقع نہیں ہے۔ (تلخیص از معارف القرآن ص۵۹۸ ج۴)

❸ الفاظ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "تَـــارِكٌ" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر "اَلتَّـــرْكُ" (نصر، صحیح) بمعنی چھوڑنا۔ "يُوْحٰى" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع مجہول از مصدر "اِيْحَاءٌ" (افعال، لفیف) بمعنی وحی کرنا۔

"اُنْزِلَ" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر "اِنْزَالٌ" (افعال، صحیح) بمعنی اتارنا۔
"اَفْتَرٰی" صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی معلوم از مصدر "اِفْتِرَاءٌ" (افتعال، ناقص) بمعنی از خود بنانا و گھڑنا۔
"اِسْتَطَعْتُمْ" صیغہ جمع مذکر حاضر بحث فعل ماضی معلوم از مصدر "اِسْتِطَاعَةٌ" (استفعال، اجوف) بمعنی طاقت رکھنا۔

الشق الثانی ..... لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآىِٕلِيْنَ ۝٧ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۝٨ اِقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝٩ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝١٠

آیات کا سلیس ترجمہ اور مختصر تفسیر لکھیں۔ سورۂ یوسف کا شانِ نزول تحریر کریں۔ (پ۱۲۔ یوسف: ۷ تا ۱۰)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) سورۂ یوسف کا شانِ نزول۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ البتہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں سوال کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ جب بھائیوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی ہمارے والد کو ہماری بنسبت زیادہ محبوب و پیارے ہیں حالانکہ ہم زیادہ قوت والے لوگ ہیں، البتہ ہمارا والد واضح گمراہی میں ہے، قتل کر دو تم یوسف کو یا پھینک دو اُسے کسی دوسری زمین میں تا کہ تمہارے والد کی توجہ و محبت خالص تمہارے لئے ہو جائے اور اس کے بعد تم سب نیک ہو جانا۔ انہی میں سے ایک نے کہا کہ یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ اُسے کسی اندھے و گمنام کنویں میں ڈال دو تا کہ اس کو کوئی قافلہ اٹھا کر لے جائے اگر تم نے کچھ کرنا ہی ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور انکے بھائیوں کے قصہ کو محض قصہ و کہانی نہ سمجھو بلکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے دیکھا کہ والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کی ساری محبت اور توجہ یوسف اور اسکے بھائی بنیامین کی طرف ہے ہماری طرف توجہ ہی نہیں ہے تو انہوں نے مشورہ کیا کہ باوجودیکہ ہم قوت و طاقت اور کام کاج والے ہیں مگر والد کی محبت یوسف علیہ السلام سے ہے جو کہ کھلی ناانصافی ہے لہٰذا یوسف کو قتل کر ڈالو یا اُسے کسی دور دراز علاقے میں پھینک آؤ، جب یوسف نہیں ہوگا تو والد خود بخود ہم سے محبت کرے گا، اور بعد میں اپنے اس گناہ سے توبہ کر کے نیک صالح بھی بن جائینگے، انہی بھائیوں میں سے بڑے بھائی نے کہا کہ اُسے قتل نہ کرو، اگر کچھ کرنا ہی ہے تو اُسے کسی تاریک و گمنام و گہرے کنویں میں پھینک دو جہاں سے کوئی مسافر قافلہ اسے اُٹھا کر اپنے ساتھ لے جائے اس سے مقصد بھی پورا ہو جائیگا اور تمہیں خود کسی دور مقام پر جانا بھی نہیں پڑے گا، چنانچہ انہوں نے اسی تدبیر پر عمل کرنا شروع کر دیا جس کو اگلی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ (معارف القرآن)

❸ سورۂ یوسف کا شانِ نزول:۔ بعض روایات کے مطابق یہود نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں تو ہمیں بتلائیں کہ آل یعقوب ملکِ شام سے مصر کیوں منتقل ہوئے اور یوسف علیہ السلام کا کیا واقعہ تھا؟ تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ پوری سورت نازل فرمائی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور نبوت کی بڑی دلیل ہے۔ (ایضا)

0313 6357913 maktabazakariamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝٤٥ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝٤٦ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰي تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝٤٧

آیات کا ترجمہ و تفسیر لکھیں، خط کشیدہ الفاظ کی لغوی تحقیق اور اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰي تَخَوُّفٍ کا مطلب بیان کریں۔ (پ۱۴۔ نحل: ۴۵ تا ۴۷)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) الفاظِ مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰي تَخَوُّفٍ کا مطلب۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ کیا بے خوف ہو گئے ہیں وہ لوگ جو برے منصوبے بناتے ہیں اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر ایسی جگہ سے عذاب آئے کہ ان کو شعور و خبر ہی نہ ہو یا ان کو چلتے پھرتے ہی پکڑ لے کیونکہ وہ اسے عاجز

نہیں کرسکتے یا ان کو ڈرانے کے بعد پکڑ لے پس بے شک تمہارا پروردگار بڑا شفیق و مہربان ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ سابقہ آیات میں کفار کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا ان آیات میں اللہ تعالیٰ متنبہ کررہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آخرت کے عذاب سے پہلے دنیا کے عذاب میں بھی پکڑ سکتے ہیں کہ جس زمین پر بیٹھے ہوئے ہیں اُسی میں دھنسا دیئے جائیں یا کسی بے خیال و بے گمان جگہ سے کوئی عذاب آجائے جیسے بدر میں ایک ہزار جنگجو تین سو تیرہ بے سروسامان جوانوں سے شکست کھا گئے یا آناً فاناً کوئی آفت نازل ہوجائے یا عذاب کی یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ دفعۃً عذاب نہ آئے بلکہ مال واسباب اور صحت و تندرستی سب گھٹتے گھٹتے ختم ہوجائیں، اس لئے کفار کو بے خوف نہیں ہونا چاہیے اور یہ دنیا کی تنبیہات درحقیقت اللہ تعالیٰ کی شفقت و رحمت ہی کی وجہ سے ہیں تاکہ انسان غافل نہ ہو۔ (معارف القرآن)

❸ الفاظ مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "مُعْجِزِيْنَ" صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر اِعْجَازٌ (افعال) بمعنی عاجز کرنا۔
"تَخَوُّفٍ" یہ باب تفعل کا مصدر ہے بمعنی ڈرنا، گھبرانا، احتیاط کرنا۔ "تَقَلُّبِهِمْ" یہ باب تفعل کا مصدر ہے بمعنی پلٹنا و تصرف کرنا۔

❹ اَوْيَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ کا مطلب:۔ یہ لفظ بظاہر خوف سے مشتق ہے بعض مفسرین نے اسی معنی کے اعتبار سے یہ تفسیر کی کہ ایک جماعت کو عذاب میں پکڑا جائے تاکہ دوسری جماعت ڈر جائے اور اسی طرح دوسری جماعت کو پکڑا جائے تاکہ تیسری جماعت ڈر جائے حتیٰ کہ اسی طرح ڈراتے ڈراتے سب کا خاتمہ ہوجائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد وغیرہ ائمہ تفسیر نے تخوّف کو تنقّص کے معنی میں لیا ہے اسی اعتبار سے اس کا ترجمہ گھٹاتے گھٹاتے کیا ہے۔ (معارف القرآن)

تفسیر روح المعانی میں متعدد صحابہ و تابعین سے منقول ہے کہ ایک دم سے عذاب آکر انہیں ہلاک نہ کرے بلکہ رفتہ رفتہ ان کی افرادی قوت اور مال و دولت گھٹتا چلا جائے۔ (آسان ترجمہ)

الشق الثانی ..... وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ (پ۱۸۔نور:۲۲)

آیات مبارکہ کا ترجمہ اور شانِ نزول ذکر کریں، مختصر تفسیر لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کا شانِ نزول (۳) آیت کی تفسیر۔

جواب ..... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور جو لوگ تم میں سے اہلِ خیر اور وسعت والے ہیں وہ قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو کچھ نہ دیں گے اور چاہیے کہ وہ معافی اور درگزر سے کام لیں، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

❷ آیت کا شانِ نزول:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کے واقعہ میں جو دو تین صحابہ اپنی سادگی کی وجہ سے منافقوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہوگئے تھے ان میں حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو مہاجر بھی تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار بھی تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی مالی مدد کرتے تھے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پتہ چلا کہ حضرت مسطح بھی اس واقعہ میں شامل ہیں تو انہوں نے قسم کھائی کہ آئندہ ان کی مدد نہ کروں گا اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (آسان ترجمہ)

❸ آیت کی تفسیر:۔ اس آیت میں مذکورہ واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تنبیہ کی گئی ہے، حضرت مسطح سے غلطی ضرور ہوئی مگر انہوں نے دل سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی مالی مدد نہ کرنے کی قسم کھانا ٹھیک نہیں ہے جب انہوں نے توبہ کی ہے تو ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے انکو معاف کرنا چاہیے، اگر تم اللہ تعالیٰ سے اپنی معافی کے طلبگار ہو تو پھر لوگوں کو بھی معاف کرو۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰي يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَاۗءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ (پ۱۹۔فرقان:۲۷تا۲۹)

آیات کا واضح ترجمہ کریں، مذکورہ آیات جس خاص واقعہ میں نازل ہوئی ہیں اُسے اختصار کے ساتھ ذکر کریں اور مختصر تفسیر تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) واقعۂ نزول (۳) آیات کی تفسیر۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور جس دن ظالم انسان اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا اور کہے گا اے کاش! میں نے رسول کی معیت وہمراہی اختیار کی ہوتی ہائے میری ہلاکت! اے کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، تحقیق اُس دوست نے مجھے ذکر و نصیحت سے بھٹکا دیا بعد اس کے کہ وہ نصیحت میرے پاس آچکی تھی اور شیطان تو ہے ہی انسان کو وقت پر بے کس چھوڑنے والا۔

❷ واقعۂ نزول:۔ عقبہ بن ابی معیط مکہ کا مشرک سردار تھا اس کا آپ ﷺ کے ساتھ میل جول تھا اس نے حسبِ معمول آپ کی دعوت کی اور جب کھانا آپ ﷺ کے سامنے آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تو مسلمان نہ ہو چنانچہ اس نے کلمہ پڑھ لیا اور آپ ﷺ نے اس کا کھانا کھایا، ابی بن کعب بھی عقبہ کا دوست تھا اسے جب یہ واقعہ پتہ چلا تو وہ سخت ناراض ہوا، عقبہ نے کہا کہ میں نے محمد ﷺ کی دعوت کی تھی اس نے کھانے پر یہ شرط لگائی اور میں نے شرمندگی سے بچنے کے لئے اس کی خاطر کلمہ پڑھ لیا۔ ابی بن کعب نے کہا کہ میں تب تک تیری بات نہیں مانوں گا جب تک تو جا کر محمد کے منہ پر نہ تھوکے، یہ کمبخت دوست کے کہنے پر آمادہ ہو گیا اور اُس نے یہ کام کر لیا، بعد میں غزوۂ بدر میں یہ دونوں مارے گئے، ان آیات میں ان کے آخرت کے عذاب کا ذکر ہے کہ وہ ندامت وافسوس سے اپنے ہی ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا اے کاش میں نے اس کو دوست نہ بنایا ہوتا۔

❸ آیات کی تفسیر:۔ اس آیت میں عقبہ بن ابی معیط کے واقعہ کی طرف بالخصوص اور دیگر برے دوستوں کی طرف بالعموم اشارہ ہے کہ وہ آخرت میں اپنے ہی ہاتھوں کو افسوس سے کاٹیں گے اور کہیں گے اے کاش ہم نے فلاں شخص کی دوستی اختیار نہ کی ہوتی اس نے ہمیں ذکر اور نصیحت سے بھٹکا دیا، اے کاش! ہم نے رسول کی تعلیمات پر عمل کیا ہوتا، مگر اس وقت افسوس کام نہ آئے گا۔

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (پ۱۱، ۱۲۔ھود:۵،۶) آیات مبارکہ کا واضح ترجمہ کیجئے، مختصر تفسیر لکھئے، "مستقر ومستودع" کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال ذکر کیجئے۔ خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) "مستقر و مستودع" کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال (۴) خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ آگاہ رہو بے شک وہ لوگ دوہرا کرتے ہیں اپنے سینوں کو تا کہ وہ چھپائیں اللہ تعالیٰ سے (اپنی باتوں کو) آگاہ رہو! جس وقت وہ اپنے کپڑے اوڑھ لیتے ہیں تب بھی وہ جانتا ہے ان امور کو جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں، بیشک وہ اللہ دلوں کے بھید و باتیں خوب جانتا ہے اور نہیں ہے زمین پر کوئی چلنے یا رینگنے والا جانور مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہی اس کا رزق ہے اور وہ جانتا ہے ہر ایک کے مستقل وعارضی ٹھکانے کو یہ سب کچھ کھلی اور واضح کتاب میں محفوظ ولکھا ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ منافقین کے ایک گمانِ بد اور خیالِ فاسد کی تردید کر رہے ہیں وہ یہ کہ یہ لوگ اپنی عداوت اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کو اپنے نزدیک خوب چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے سینوں میں موجود بغض وحسد کی آگ پر ہر طرح کے پردے ڈالتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اس طرح ہمارا اصل حال کسی کو معلوم نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ کپڑوں کی تہہ میں پردوں کے پیچھے چھپ کر بھی جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو وہ سب کچھ معلوم ہے، یہ تو ظاہری باتیں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو تو ان کے دلوں کے بھید و پوشیدہ اسرار بھی خوب معلوم ہیں۔

0312 6357913 maktabazariyamultan@gmail.com

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے ایک خصوصی احسان کو ذکر کر رہے ہیں کہ انسان بلکہ زمین پر چلنے والے تمام جاندار خواہ وہ کہیں بھی چلتے ہیں اور کہیں بھی رہتے ہیں ان سب کی روزی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے اور ان کی روزی اُن تک پہنچتی بھی ہے تو کفار کا یہ خیال کہ وہ اپنے کسی کام وبات کو اللہ تعالیٰ سے چھپالیں یہ جہالت و بیوقوفی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی صرف روزی ورزق کو ہی اپنے ذمہ لینے کے ذکر پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس کی تسلی واطمینان کے لئے فرمایا کہ ہمیں اس کا مستقل وعارضی ٹھکانہ بھی معلوم ہے اس کی طرف سے درخواست ونشاندہی کے بغیر بھی اس کا رزق وہاں پہنچے گا اور یہ سب کچھ ایک واضح کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ (معارف القرآن)

③ "مستقر ومستودع" کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال:۔ ابنِ مقسم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول یہ ہے کہ مستقر وہ جگہ ہے جہاں وہ دن رات رہتا ہے اور اِدھر اُدھر گھوم کر پھر اُسی جگہ آ کر قرار پکڑتا ہے اور مستودع سے مراد دفن ہونے کی جگہ ہے۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک مستقر سے مراد ماں کا پیٹ اور مستودع سے مراد باپ کی پشت ہے۔

بعض علماء کے نزدیک مستقر سے مراد جنت و دوزخ اور مستودع سے مراد قبر ہے کیونکہ قرآن کریم میں جنت کے لئے "حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا" اور جہنم کے لئے "سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا" آیا ہے۔ (مظہری ج ۶ ص ۱۲)

④ خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق۔ "يُعْلِنُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب مضارع معلوم از مصدر اِعْلَان (افعال) بمعنی ظاہر کرنا۔

"يُثْنُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب مضارع معلوم از مصدر ثَنْيًا (ضرب، ناقص) بمعنی موڑنا، لپیٹنا، تہہ کرنا۔

"يَسْتَخْفُوْا" صیغہ جمع مذکر غائب مضارع معلوم از مصدر اِسْتِخْفَاء (استفعال، ناقص) بمعنی پوشیدہ کرنا، پوشیدہ ہونا۔

"يَسْتَغْشُوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب مضارع معلوم از مصدر اِسْتِغْشَاء (استفعال، ناقص) بمعنی ڈھانکنا، چھپانا، اوڑھنا۔

"يُسِرُّوْنَ" صیغہ جمع مذکر غائب مضارع معلوم از مصدر اِسْرَار (افعال، مضاعف) بمعنی چھپانا، خوش کرنا۔

الشق الثانی ..... وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (پ ۱۳۔ رعد: ۴ و ۵)

آیات کریمہ کا ترجمہ وتفسیر کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق لکھیں۔ "یسقی بماء واحد" کی ترکیبی حیثیت واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق (۴) "یسقی بماء واحد" کی ترکیبی حیثیت۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور زمین میں مختلف قطعات ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگور کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن میں سے بعض کی جڑ ملی ہوئی ہے اور بعض کی جڑ نہیں ملی ہوئی ہے کہ ان کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اور ہم بعض کو بعض پر پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں بے شک ان میں غور وفکر کرنے والوں کیلئے نشانیاں ہیں اور اگر آپ ﷺ کو تعجب ہو تو ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم مٹی ہو جائینگے تو کیا ہم ازسرِ نو پیدا کئے جائینگے؟ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے منکر ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہیں اور یہی لوگ جہنمی ہونگے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

② آیات کی تفسیر:۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں اپنی قدرت کی نشانیوں کو ذکر کرنے کے بعد اہلِ عقل وفکر کو غور وفکر کی دعوت دے رہے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ایک ہی زمین ہے اس کے بہت سے ٹکڑے باہم متحد ہونے کے باوجود طبیعت کے اعتبار سے مختلف ہیں کوئی ٹکڑا عمدہ وپیداواری اور کوئی شوریلا ونمکین، کوئی صرف درختوں کے قابل اور کوئی صرف کھیتی کے قابل اور کوئی بالکل چٹیل، اور ہر علاقہ کی خاص پیداوار، ایک علاقہ کا پھل دوسرے علاقہ میں پیدا ہونا مشکل، کہیں انگور کے باغات اور کہیں کھجور باوجود یکہ سب پر

03136357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

ایک ہی پانی برسا لیکن پھر بھی اتنا فرق ہے، یہ سب ہماری قدرت ووحدانیت کے دلائل ہیں۔

دوسری آیت کریمہ میں بعث بعد الموت کے منکرین کے رد میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ لوگ آپ کے معجزات ودلائلِ نبوت کے منکر ہیں اور بے جان اپنے ہی ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کی عبادت پر قائم ہیں آپ کو انکے ان افعال پر تعجب ہوتا ہے حالانکہ اس سے زیادہ تعجب وحیرانگی کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ بعث بعد الموت کے منکر ہیں کہ جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں بھی بوسیدہ وخاک ہو جائیں گی تو کیا ہم اسکے بعد دوبارہ اٹھائے جائینگے۔ حالانکہ جو ذات ایک ہی زمین میں اتنے بڑے تغیرات وتبدیلی پر قادر ہے وہ بغیر نقشہ ومسودہ کے سب کچھ تیار کرنے پر قادر ہے وہ بعث بعد الموت پر بھی قادر ہے درحقیقت یہ دلائل میں غور وفکر نہیں کرتے اور اپنے رب کے منکر ہیں کیونکہ بعث بعد الموت کا انکار باری تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔ اور جو ذات قادر نہ ہو وہ رب بھی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا یہ اپنے رب کے منکر ہیں اور انکی گردنوں میں گمراہی کے طوق ہیں جن سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے اور اسی وجہ سے یہ جہنم میں جائیں گے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے، جس سے خلاصی نہیں ہوسکے گی (اعاذنا اللہ منہ)

③ کلمات مخطوطہ کی لغوی تحقیق:۔ "صِنْوَانٌ" یہ "صِنْوٌ" کی جمع ہے بمعنی مثل اور ایک ہی جڑ سے نکلنے والے درخت وتنے۔

"مُتَجَاوِرَاتٌ" صیغہ جمع مؤنث بحث اسم فاعل از مصدر "تَجَاوُرٌ" (تفاعل، اجوف) بمعنی برابر ہونا، ملے ہوئے ہونا۔

"قِطَعٌ" یہ جمع ہے اس کا مفرد "قِطْعَةٌ" ہے بمعنی ٹکڑا۔ "اَغْلَالٌ" یہ "غُلٌّ" کی جمع ہے بمعنی ہتھکڑی یا طوق۔

④ "یسقی بماء واحد" کی ترکیبی حیثیت:۔ یہ پورا جملہ ماقبل کے جملہ "قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ ..... الخ" کی صفت ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ كَفِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا یَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَیُبَیِّنَنَّ لَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ (پ۱۴۔ نحل:۹۱،۹۲) آیات کریمہ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر کریں۔ خط کشیدہ عبارت کے متعلق بتائیں کہ یہ صرف تمثیل ہے یا کسی عورت کا حقیقی واقعہ ہے جو اس طرح کیا کرتی تھی؟ تفصیل کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) واقعہ کے حقیقت یا تمثیل ہونے کی تفصیل۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ پورا کرو تم اللہ سے کئے ہوئے عہد کو جب تم نے کوئی عہد کیا ہو اور قسموں کو پختہ کرنے کے بعد نہ توڑو جبکہ تم اپنے اوپر اللہ کو گواہ بنا چکے ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔ اور تم اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنے سوت کو مضبوطی سے کاتنے کے بعد ادھیڑ دیا تھا کہ تم بھی اپنی قسموں کو توڑ کر آپس کے فساد کا ذریعہ بنانے لگو، صرف اس لیے کہ کچھ لوگ دوسروں سے زیادہ فائدہ حاصل کرلیں۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

② آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ عہد مشروعہ (خواہ وہ حقوق اللہ کے متعلق ہوں یا حقوق العباد کے متعلق ہوں) کو پورا کرنے کا حکم دے رہے ہیں، بالخصوص وہ جن میں تم نے قسم بھی کھائی ہو وہ انتہائی قابل اہتمام ہیں لہٰذا قسموں کے ساتھ مؤکد کئے گئے عہود کو مت توڑو، جبکہ تم اپنے ان عہود پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بھی بنا چکے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتے ہیں وہ تمہارے عہود کے متعلق تمہارے عمل کے موافق تمہیں سزا وجزا دیں گے۔ دوسری آیت میں تنبیہ ہے کہ نقضِ عہد کے ذریعہ مکہ میں رہنے والی پاگل عورت کی طرح نہ بن جاؤ کہ تم بھی اپنی قسموں کو پختہ کرنے کے بعد توڑ کر آپس میں جھگڑا فساد کا ذریعہ بنانے لگو کہ اس نقض عہد کے ذریعہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جائے یا جس طرف تمہیں مفاد نظر آئے اس جانب ہو جاؤ اور قسموں کی پرواہ نہ کرو۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ اس مفاد وزیادتی کے ذریعہ تمہاری آزمائش کرتے ہیں کہ تم ایفاءِ عہد کرتے ہو یا نقضِ عہد کرتے ہو۔ اور جن چیزوں میں اختلاف کرتے ہو اور مختلف راہوں پر چلتے ہو اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ قیامت کے دن ظاہر کردے گا اور پھر اسی کے موافق

حق والوں کو جزا اور باطل والوں کو سزا دے گا۔ (معارف القرآن)

③ واقعہ کے حقیقت یا تمثیل ہونے کی تفصیل:۔ روایات میں ہے کہ مکہ میں ایک پاگل و دیوانی عورت تھی جسے خرقاء کہتے تھے دن بھر بڑی محنت سے سوت وغیرہ کاتتی اور شام کو اسے ادھیڑ ڈالتی تھی۔ بعد میں یہ معاملہ ضرب المثل بن گیا کہ جو شخص بھی اچھا کام کر کے اسے بگاڑ دیتا تو اسے اسی عورت سے تشبیہ دی جاتی تھی۔ گویا یہ محض تمثیل نہیں ہے بلکہ حقیقی واقعہ ہے۔ (آسان ترجمہ)

الشق الثانی ..... وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَاِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ (پ۱۵۔ بنی اسرائیل: ۷۳ تا ۷۶)

آیات کریمہ کا ترجمہ کریں اور تفسیر لکھیں۔ شانِ نزول تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) آیات کا شانِ نزول۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور قریب تھا کہ یہ کافر لوگ تمہیں فتنہ میں ڈال کر جو وحی ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے اس سے ہٹانے لگے تھے تاکہ آپ اس کی جگہ کوئی دوسری بات ہمارے نام پر گھڑ کر پیش کرو اور اس صورت میں یہ تمہیں اپنا دوست بنا لیتے۔ اور اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو تم بھی ان کی طرف کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے اور اگر ایسا ہو جاتا تو ہم تمہیں دنیا میں بھی دگنی سزا دیتے اور مرنے کے بعد بھی، پھر تمہیں ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار نہ ملتا۔ یہ کافر لوگ اس فکر میں بھی ہیں کہ سرزمین مکہ سے تمہارے قدم اکھاڑ دیں تاکہ تمہیں یہاں سے نکال دیں، اور اگر ایسا ہوا تو یہ لوگ بھی تمہارے بعد زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکیں گے۔

② آیات کی تفسیر:۔ آیات کا خلاصہ و حاصل یہ ہے کہ یہ کافر لوگ آپ کو آپ پر نازل شدہ وحی اور احکام سے ہٹانے اور پھسلانے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح آپ حکم خداوندی کے خلاف عمل کریں اور تاکہ آپ عملی طور پر حکم الٰہی کے خلاف غلط بات ہماری طرف منسوب کر دیں کیونکہ آپ سے خلاف شرع کسی عمل کے صادر ہونے سے یہ لازم آتا کہ آپ اس خلاف شرع عمل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر رہے ہیں، اور ایسی صورت میں یہ کافر لوگ آپ کو اپنا خاص دوست بنا لیتے اور کافروں کی یہ شرارت ایسی سخت تھی کہ اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا یعنی آپ کو معصوم نہ بنایا ہوتا تو آپ ان کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے گویا آپ معصوم ہونے کی وجہ سے ان کی طرف مائل ہونے کے قریب بھی نہیں ہوئے اگر آپ کا ان کی طرف کچھ میلان ہو جاتا تو آپ کے عند اللہ مقرب ہونے کی وجہ سے آپ کو دہرا عذاب ملتا اور پھر آپ کا کوئی مددگار بھی نہ ہوتا۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ کافر لوگ سرزمین مکہ سے آپ کے قدم اکھاڑنے لگے تھے تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں اگر یہ لوگ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو جاتے تو پھر یہ کافر لوگ بھی بہت کم عرصہ ہی یہاں ٹھہر پاتے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہجرت کے چند سال بعد ہی آپ ﷺ نے پورا مکہ فتح کر لیا۔ اور اکثر سرداران قریش پہلے ہی قتل ہو چکے تھے اور بقیہ سب محکوم بن گئے۔

③ آیات کا شانِ نزول:۔ پہلی تین آیات کا شان نزول یہ ہے کہ قریش مکہ کے چند سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر آپ واقعی ہماری طرف بھیجے گئے ہیں تو پھر آپ اپنی مجلس سے ان غریب و شکستہ حال لوگوں کو ہٹا دیجئے جن کے ساتھ بیٹھنا ہماری توہین ہے اس کی وجہ سے ہم بھی آپ کے دوست ہو جائیں گے آپ ﷺ کے دل میں کچھ خیال پیدا ہوا کہ ان کی بات پوری کر دیں شاید یہ مسلمان ہو جائیں۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاول .... قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿۹۵﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿۹۶﴾

آیات کا ترجمہ وتفسیر لکھیں۔ ذوالقرنین کون تھے؟ ان کا نام کیا تھا؟ اور ان کو ذوالقرنین کیوں کہتے تھے؟۔ (پ ۱۶۔ کہف: ۹۴ تا ۹۶)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) ذوالقرنین کا تعارف اور لقب کی وجہ۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ انہوں نے کہا اے ذوالقرنین یاجوج وماجوج اس زمین میں فساد پھیلانے والے لوگ ہیں، تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ مال کا انتظام و بندوبست کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار بنا دیں؟ ذوالقرنین نے کہا کہ اللہ نے مجھے جو اقتدار دیا ہے وہ میرے لیے بہتر ہے بس تم (افرادی) طاقت کے ذریعے میری مدد کرو، میں تمہارے اور ان کے درمیان مضبوط دیوار بنا دوں گا۔ تم مجھے لوہے کی چادریں لا کر دو، حتیٰ کہ جب انہوں نے دونوں پہاڑی سروں کو برابر کر دیا (ایک دوسرے سے ملا دیا) تو کہا کہ اب آگ دہکاؤ یہاں تک کہ جب اس دیوار کو آگ (کی مثل لال انگارا) کر دیا تو کہا کہ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ وہ تانبا اس پر انڈیل دوں گا۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات مبارکہ میں ذوالقرنین اور یاجوج وماجوج کا تذکرہ ہے ذوالقرنین کا تعارف تو اگلی شق میں آرہا ہے البتہ یاجوج وماجوج کا تعارف یہاں درج کیا جاتا ہے۔

قرآن وسنت کی تصریحات سے اتنی بات ثابت ہے کہ یاجوج ماجوج انسانوں کی ہی قومیں ہیں اور عام انسانوں کی طرح حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد میں سے ہیں، کیونکہ طوفانِ نوح کے بعد روئے زمین پر جتنے بھی انسان باقی رہے وہ سب یافث کی اولاد میں سے ہیں۔ (معارف القرآن)

یاجوج وماجوج دو وحشی قبیلے تھے جو پہاڑوں کے پیچھے رہتے تھے، اور تھوڑے تھوڑے وقفوں سے وہ پہاڑوں کے درمیانی درے سے اس علاقے میں آکر قتل وغارت گری کا بازار گرم کر دیتے تھے، علاقے کے لوگ اُن سے بہت پریشان تھے، انہوں نے ذوالقرنین کو دیکھا کہ وہ بڑے وسائل کا مالک ہے تو اس سے درخواست کی کہ آپ پہاڑوں کے درمیانی درّے کو دیوار سے بند کر دیں تاکہ یاجوج وماجوج کا راستہ بند ہو جائے اور وہ یہاں آکر فساد نہ پھیلا سکیں۔ چنانچہ ذوالقرنین نے لوہے کی بڑی بڑی چادروں کو آگ سے گرم کر کے اُن پر پگھلا ہوا تانبا ڈالا جس کے نتیجے میں اس درّے کو مضبوطی سے بند کر دیا گیا۔ (آسان ترجمہ)

❸ ذوالقرنین کا تعارف:۔ ذوالقرنین جس کا ذکر قرآن پاک میں ہے یہ کون ہیں اور کس زمانہ میں پیدا ہوئے۔ اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ابن کثیر کے نزدیک ان کا زمانہ اسکندر یونانی مقدونی سے دو ہزار سال پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ ہے ان کے وزیر حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ تفسیر ابن کثیر میں منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ حج، طواف وقربانی بھی کی ہے۔ (معارف القرآن)

قرآن مجید میں جس ذوالقرنین کا ذکر ہے اگرچہ بعض حضرات سے لغزش ہوگئی اور انہوں نے اسکندر مقدونی کو ذوالقرنین کا مصداق قرار دیا ہے اور ذوالقرنین کی مراد بتلایا ہے لیکن محققین حافظ ابن تیمیہ، ابن عبدالبر، زبیر ابن بکار، حافظ ابن حجر، ابن کثیر علامہ عینی رحمہم اللہ اور بکثرت علماء نے اسکی تردید کی ہے اور یہ کہا ہے کہ ذوالقرنین جسکا ذکر قرآن پاک میں ہے اس کا مصداق سکندر مقدونی نہیں ہے کیونکہ اسکندر مقدونی ایک ظلم پیشہ جبر پسند مشرک وآتش پرست کافر بادشاہ تھا، اور ذوالقرنین نیک صالح اور متقی انسان تھا اور اس کا مصداق ایران کا عظیم بادشاہ خواس یا سانرس ہے اور مختلف تاریخی شواہد سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ (کمالین)

علماء نے ذوالقرنین کے لقب سے ملقب ہونے کی متعدد وجوہ لکھی ہیں بعض نے کہا ہے کہ ذوالقرنین کا معنی دو قرن والا ہے چونکہ اس کی دو زلفیں تھیں اس وجہ سے اسے ذوالقرنین کہا جاتا ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ مشرق ومغرب کے ممالک پر حکمران تھے اس وجہ سے اسے ذوالقرنین کہتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ اس کے سر پر سینگ کی مثل دو نشانات تھے اس لئے اسے ذوالقرنین کہتے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ اسکے سر کی دونوں جانب چوٹ کے نشانات تھے اس لئے اسے ذوالقرنین کہتے ہیں۔ (معارف القرآن)

متأخرین علماء اور اہل تحقیق کی متفقہ رائے یہ ہے کہ ذوالقرنین ایک متقی وصالح، نیک دل، رحم پسند اور رعایا پرور بادشاہ تھے۔ نبی ہرگز

نہیں تھے۔ چنانچہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ذوالقرنین نبی نہ تھے اور نہ فرشتہ، بلکہ وہ انسان تھے، وہ خدا تعالیٰ سے محبت کرتے تھے اور خدا تعالیٰ نے بھی ان کو محبوب رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور متاخرین کی اکثریت اسی کی قائل ہے کہ ذوالقرنین نبی نہ تھے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی آخری رائے یہی ظاہر کی ہے۔ (کمالین)

الشق الثانی ..... اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ ۝ (پ۱۸۔النور:۱۱،۱۲)

آیات کریمہ کا ترجمہ کریں اور واضح تفسیر لکھیں۔ جس واقعہ کے پسِ منظر میں مذکورہ آیات نازل ہوئیں وہ واقعہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) واقعۂ افک کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ بیشک وہ لوگ جنہوں نے تہمت گھڑی اور لگائی ہے وہ تم میں سے ہی ایک ٹولہ اور گروہ ہے، تم اس بات کو اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ یہ تو تمہارے لیے بہتر ہی ہے، ان میں سے ہر ایک کیلئے اپنے کئے کا گناہ ہوگا اور جس شخص نے ان میں سے اس تہمت اور بہتان کا بڑا حصہ اپنے سر لیا اس کے لیے بڑا زبردست عذاب ہے۔ جس وقت تم نے یہ تہمت سنی تھی اس وقت ایسا کیوں نہ ہوا کہ مؤمن مرد وعورتیں اپنے نفسوں کے متعلق نیک گمان رکھتے اور کہہ دیتے کہ یہ کھلم کھلا (واضح) جھوٹ ہے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ واقعۂ افک کی رو سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! جن لوگوں نے یہ تہمت والا طوفان برپا کیا ہے وہ تم میں سے ہی ایک چھوٹا سا گروہ ہے اس کی وجہ سے تم پریشانی وغم نہ کرو، یہ بہتان اگرچہ ظاہری طور پر برا ہے مگر انجام کے اعتبار سے یہ مؤمنین کے لیے بہتر ہی ہے (کیوں کہ اس کی وجہ سے سازشی لوگ بے نقاب ہوگئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت قیامت تک کے لیے واضح کردی گئی، عام مسلمانوں کو صدمہ کی تکلیف کی وجہ سے اجر ملا) ان سازش کرنے والوں میں سے ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق گناہ ہوا۔ مگر سب سے بڑھ کر اس تہمت گھڑنے والے منافق عبداللہ بن اُبی کو سخت سزا وعذاب ملے گا۔ دوسری آیت میں عام مؤمنین کو ناصحانہ ملامت ہے کہ تمہیں چاہیے تھا کہ جب تم نے منافقین سے یہ خبر سنی تھی تو تم فوراً اس کا انکار کردیتے اور کہتے کہ یہ بالکل جھوٹی خبر ہے اس میں کوئی صداقت نہیں ہے، یہ واضح جھوٹ ہے۔

❸ واقعۂ افک کی وضاحت:۔ غزوۂ بنی مصطلق (غزوۂ مریسیع) سے ۶ھ میں واپسی پر مسلمانوں کے لشکر نے پڑاؤ ڈالا، آخر رات میں روانگی کے لیے تیاری کرنے اور قضاء حاجت وغیرہ سے فراغت کا اعلان ہوا تو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضاءِ حاجت کے لیے جنگل کی طرف چلی گئیں، اسی دوران قافلہ روانہ ہوگیا، آپ رضی اللہ عنہا ہودج میں ہوتی تھیں اور اسے اٹھا کر اونٹ پر رکھا جاتا تھا، چنانچہ معمول کے مطابق ہودج کو اونٹ پر رکھا گیا مگر آپ رضی اللہ عنہا کے کم عمر ونحیف ہونے کی وجہ سے ان کی غیر موجودگی کا کسی کو علم نہ ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جب قافلے کی جگہ پہنچیں تو قافلہ جاچکا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی جگہ بیٹھ گئیں کہ جب قافلے والوں کو عدم موجودگی کا علم ہوگا تو وہ اسی جگہ واپس آئیں گے، چنانچہ نیند کے غلبے کی وجہ سے ان کی آنکھ لگ گئی، قافلے کے رہے ہوئے سامان کی دیکھ بھال اور بقیہ سامان کو اٹھانے والے صحابی حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جب اس جگہ پہنچے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہچان لیا اور اپنا اونٹ ام المؤمنین کے قریب لاکر بٹھادیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس پر سوار ہوگئیں اور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نکیل پکڑے پاپیادہ روانہ ہوگئے اور قافلے میں جاکر مل گئے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کو واقعہ کا علم ہوا تو اس نے واہی تباہی بکنا شروع کردیا اور نعوذ باللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگادی اور بعض بھولے بھالے مسلمانوں (حضرت حسان، حضرت مسطح اور حضرت حمنہ رضی اللہ عنہم) نے بھی اس بات کا تذکرہ کیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عام مسلمانوں کو اس کا بہت صدمہ ہوا اور ایک ماہ تک یہی قصہ مدینہ میں چلتا رہا، اسی دوران یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت اور بہتان باندھنے والوں اور ان کے ساتھ شریک ہونے والوں کی مذمت فرمائی۔ چنانچہ تہمت لگانے والوں سے حد قذف کے ضابطے کے مطابق شہادت کا مطالبہ کیا گیا اور پھر ان تینوں

03226357616 maktabah.zakariyya.multan@gmail.com

مسلمانوں پر حد جاری کرتے ہوئے ان کو اسّی اسّی کوڑے لگائے گئے اور ایک روایت کے مطابق عبداللہ بن اُبی پر دہری حد جاری کی گئی، اس کے بعد مسلمانوں نے توبہ کرلی مگر منافقین اپنی حالت پر ہی رہے۔ (معارف القرآن بحوالہ بیان القرآن)

﴿الورقة الاولیٰ فی التفسیر﴾

﴿السوال الاول﴾ ١٤٤٠ھ

الشق الاوّل ..... وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ (پ١١۔ یونس:٦١ تا ٦٣)

آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر تحریر کیجئے، خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا حل تین امور ہیں: (١) آیات کا ترجمہ (٢) آیات کی تفسیر (٣) کلماتِ مخطوطہ کی صرفی تحقیق۔

جواب ..... (١) آیت کا ترجمہ:۔ اور آپ جس کسی حال میں بھی ہوں اور قرآن مجید کا جو بھی کوئی حصہ تلاوت کررہے ہوں اور تم لوگ جو بھی کوئی عمل کرتے ہو ہم ضرور اس سے باخبر ہوتے ہیں جبکہ تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو اور زمین اور آسمان میں ذرہ کے برابر کوئی چیز ایسی نہیں جو تیرے رب کے علم میں نہ ہو، اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو جو کتاب مبین میں نہ ہو، خبردار بلاشبہ جو اولیاء اللہ ہیں ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے، جو ایمان لائے اور تقوی اختیار کرتے تھے۔

(٢) آیات کی تفسیر:۔ قیامت میں انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کو مشرکین عرب اس وجہ سے ناممکن سمجھتے تھے کہ اربوں انسان جب مرکر مٹی کے ذرات میں تبدیل ہوچکے ہوں گے، اس کے بعد ان سب کو اکٹھا کرکے دوبارہ زندگی کیسے دی جاسکتی ہے؟ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ مٹی کا کونسا ذرہ اصل کس انسان کے جسم کا حصہ تھا۔ اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تم اللہ تعالی کی قدرت اور علم کو اپنے اوپر قیاس مت کرو، اللہ تعالی کا علم اتنا وسیع ہے کہ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ کے دوستوں (یعنی وہ لوگ جو ایمان اور تقوی کی صفات رکھتے ہوں) کو نہ آئندہ کا کوئی خوف ہوگا، اور نہ ماضی کی کسی بات کا کوئی غم ہوگا۔ کہنے کو یہ مختصر سی بات ہے، لیکن دیکھا جائے تو یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دنیا میں اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ دنیا میں ہر انسان کو خواہ وہ کتنا ہی خوشحال ہو، ہر وقت مستقبل کا کوئی نہ کوئی خوف اور ماضی کا کوئی نہ کوئی رنج پریشان کرتا ہی رہتا ہے، یہ نعمت صرف جنت ہی میں حاصل ہوگی کہ انسان ہر طرح کے خوف اور صدمے سے بالکل آزاد ہوجائے گا۔

(٣) کلماتِ مخطوطہ کی صرفی تحقیق:۔ **شُهُوْدًا**: یہ جمع ہے اس کا مفرد **شاھدٌ** ہے، از مصدر **شُهُوْدًا** (سمع) بمعنی حاضر ہونا، گواہ بننا۔

تَتْلُوْا: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر **تِلَاوَةً** (نصر۔ناقص) بمعنی پڑھنا وتلاوت کرنا۔

تُفِيْضُوْنَ: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر **اِفَاضَةً** (افعال۔اجوف) بمعنی مشغول ہونا۔

يَعْزُبُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر **عُزُوْبًا** (نصر وضرب) بمعنی غائب وپوشیدہ ہونا۔

اَوْلِيَاءَ: یہ جمع ہے اس کا مفرد **وَلِيٌّ** ہے بمعنی دوست۔ از مصدر **وَلْيًا و وِلَايَةً** (لفیف) بمعنی قریب ہونا، محبت کرنا۔

يَتَّقُوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر **اِتِّقَاءٌ** (افتعال۔لفیف) بمعنی بچنا، پرہیز کرنا، خوف کرنا۔

الشق الثانی ..... وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٠﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿١٢١﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٢٣﴾ (پ١٢۔ ہود:١٢٠ تا ١٢٣)

آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر تحریر کیجئے، خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا حل تین امور ہیں: (١) آیات کا ترجمہ (٢) آیات کی تفسیر (٣) کلماتِ مخطوطہ کی صرفی تحقیق۔

جواب ..... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور ہم سب چیزیں بیان کرتے ہیں آپ ﷺ کے پاس رسولوں کے احوال سے جس سے تسلی دیں آپ کے دل کو اور آئی آپ کے پاس اس سورت میں حق بات اور نصیحت اور یاد داشت ایمان والوں کو، اور کہہ دیں ان کو جو ایمان نہیں لاتے کہ کام کئے جائیں اپنی جگہ پر ہم بھی کام کرتے ہیں، اور انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں، اور اللہ کے پاس ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی بات اور اسی کی طرف رجوع ہے سب کاموں کا، پس اسی کی بندگی کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ سورہود کا اکثر حصہ حضرات انبیا کرام کی امتوں کے واقعات پر مشتمل ہے سورت کے ختم پر ارشاد ہے کہ اے رسول ﷺ ہم جب حضرات انبیاء سابقین علیہم السلام کے قصے آپ کو سناتے ہیں ان کے ذریعہ ہم آپ کے دل کو مضبوط کرتے ہیں اور یہ جو قصے آپ سے بیان کئے گئے ہیں ان میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ سب حق سچ ہے اس میں اہل ایمان کیلئے نصیحت ہے اور یاد دہانی ہے، مطلب یہ ہے کہ قصوں کا بیان کرنا قصہ گوئی کے طور پر نہیں ہے ان قصوں سے آپ کے دل کو مضبوط کرنا اور اہلِ ایمان کو نصیحت اور یاد دہانی کرانا مقصود ہے کہ جو لوگ ان قصوں کو پڑھیں اور سنیں وہ ان سے نصیحت اور عبرت حاصل کریں پھر فرمایا کہ اے رسول ﷺ آپ ان لوگوں سے کہہ دیں جو ایمان نہیں لائے کہ تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو ہم اپنی جگہ عمل کرتے ہیں اللہ کی بات میں نے پہنچادی تم نہیں مانتے تو تم جانو، انکار اور کفر پر اصرار کے نتیجہ میں جو تمہیں سزا ملے گی اس کا انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ غیب کی چیزیں ہیں ان کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے تمام امور اسی کی طرف راجع ہیں یہاں دنیا میں تمہاری سمجھ میں حق بات نہیں آتی تو آخرت میں سمجھ لوگے جب اللہ تعالیٰ شانہ اپنے علم کے مطابق فیصلے فرمائے گا لیکن اس دن کا سمجھنا کچھ فائدہ نہ دے گا۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی صرفی تحقیق:۔ **نُثَبِّتُ** : صیغہ جمع متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر **تَثْبِیْتًا** (تفعیل) بمعنی ثابت کرنا۔

لَا یُؤْمِنُوْنَ : صیغہ جمع مذکر غائب فعل منفی مضارع معلوم از مصدر **اِیْمَانًا** (افعال۔ مہموز) بمعنی ایمان لانا، تابع و مطیع ہونا۔

نَقُصُّ : صیغہ جمع متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر **قَصَصًا** (نصر۔ مضاعف) بمعنی بیان کرنا، خبر دینا۔

اِعْمَلُوْا : صیغہ جمع مذکر حاضر امر حاضر معلوم از مصدر **عَمَلًا** (سمع) بمعنی کام و محنت کرنا۔

مُنْتَظِرُوْنَ : صیغہ جمع مذکر بحث اسم فاعل از مصدر **اِنْتِظَارًا** (افتعال) بمعنی انتظار کرنا۔

یُرْجَعُ : صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع مجہول از مصدر **اِرْجَاعًا** (افعال) بمعنی پھیرنا و لوٹانا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل ..... وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ؕ اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۳۱﴾ (پ۱۳۔ رعد:۳۱)

آیت مبارکہ کا ترجمہ اور مفہوم وضاحت کے ساتھ تحریر کریں، خط کشیدہ کلمات کی لغوی اور صرفی تحقیق کریں، "لو" حرف شرط کا جواب متعین کریں نیز آیت کا شانِ نزول لکھنا نہ بھولیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں (۱) آیت کا ترجمہ (۲) آیت کا مفہوم (۳) کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق (۴) "لو" کا جوابِ شرط (۵) آیت کا شانِ نزول۔

جواب ..... ❶ آیت کا ترجمہ:۔ اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس کے ذریعہ پہاڑ چلا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ زمین کی مسافت جلدی طے ہوتی یا اس کے ذریعہ مُردوں سے کلام کروا دیا جاتا (تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے) بلکہ سارا اختیار اللہ کو ہی ہے، کیا (ابھی تک بھی) اہلِ ایمان نا اُمید نہیں ہوئے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام لوگوں کو ہدایت (ایمان کی توفیق) دے دیتا، اور یہ کافر لوگ ہمیشہ اس حالت میں رہتے ہیں کہ انکو کوئی آفت و مصیبت انکے اعمال و کردار کی وجہ سے پہنچتی ہی رہتی ہے یا انکے علاقہ وبستی کے قریب وہ آفت و مصیبت نازل ہوتی ہی رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آجائے گا، بیشک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

0313-6161786 zakariyamultan@gmail.com

❷ آیت کا مفہوم:۔ یہ آیت کریمہ مشرکینِ مکہ کی طرف سے معجزات کے مطالبہ کے جواب میں نازل ہوئی، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے مطالبات پورے کردیں یعنی پہاڑوں کو ہٹا کر مکہ کی زمین کو فراخ ووسیع کردیا جائے یا ہواؤں کو ان کیلئے مسخر کرکے بڑے بڑے فاصلے وسفر ان کیلئے مختصر کردیئے جائیں یا مُردے زندہ ہوکر ان سے کلام کریں تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے اور مذکورہ مطالبات کو پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے خارج نہیں ہے البتہ مصالحِ دنیا کو وہی جانتا ہے اس لئے اپنی حکمت سے ان مطالبات کو پورا کرنا مناسب نہیں سمجھتا اس لئے کہ ان مشرکین کی ہٹ دھرمی وبدنیتی اس کو معلوم ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تمنا تھی کہ یہ مطالبات پورے کردیئے جائیں تاکہ سب اہلِ مکہ مسلمان ہوجائیں تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ کیا ابھی تک مسلمان ان مشرکین وکفار کے ایمان لانے سے مایوس نہیں ہوئے کہ ابھی تک وہ ان کے ایمان کی تمنا کرتے ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو یہ سب ایمان لے آتے کوئی بھی ایمان کے بغیر باقی نہ رہتا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ہر شخص کو ایمان لانے اور نہ لانے کا اختیار دیا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان کے مطالبات پورے کرنا اپنی جگہ، یہ لوگ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آفات ومصائب کے مستحق ہیں چنانچہ کبھی قحط کی، کبھی اسلامی فتوحات کی، کبھی قتل وقید کی اور کبھی بجلی گرنے کی آفات ان پر نازل ہوئیں اور کبھی براہِ راست ان پر آفات نازل نہیں ہوتیں مگر ان کے قرب وجوار کے علاقوں میں آفات نازل ہوتی رہتی ہیں تاکہ ان کو عبرت حاصل ہو اور ان کو اپنا انجامِ بد بھی نظر آئے، مگر وہ اس سے عبرت حاصل نہیں کرتے یہ آفات کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فتح مکہ کا وعدہ پورا کردیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے اور پھر یہ سب لوگ مغلوب ومقہور ہوجائیں گے۔

❸ کلماتِ مخطوطہ کی لغوی وصرفی تحقیق:۔ "قَارِعَةٌ" صیغہ واحد مؤنث بحث اسم فاعل از مصدر قَرْعًا (فتح، صحیح) بمعنی کھٹکھٹانا۔

"سُيِّرَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر تَسْيِيْرٌ (تفعیل، اجوف) بمعنی چلانا۔

"قُطِّعَتْ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل ماضی مجہول از مصدر تَقْطِيْعٌ (تفعیل، صحیح) بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔

"تَحُلُّ" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل مضارع معلوم از مصدر حَلًّا، حُلُوْلًا (نصر وضرب، مضاعف) بمعنی اترنا۔

❹ "لَوْ" کا جوابِ شرط:۔ "لَوْ" کا جوابِ شرط بقرینۂ مقام محذوف ہے جو کہ "لَمَا آمَنُوْا" ہے اور اسکی دلیل دوسری آیت کریمہ میں اسکی تصریح ہے "وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى ..... مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا" (معارف القرآن)

بعض حضرات نے کہا کہ اس کا جوابِ شرط مقدم ہے جو کہ "وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ" ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ قرآن کے ذریعہ پہاڑ بھی رواں کردیتے تب بھی یہ لوگ کفر ہی کرتے، ایمان نہ لاتے کیونکہ ان کیلئے بدبختی لکھ دی گئی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ مُضِلّ کے مظہر ہیں انکو ہدایت کیسے مل سکتی ہے۔ (مظہری)

❺ آیت کا شانِ نزول:۔ طبرانی وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے لکھا ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تم جو کچھ کہہ رہے ہو اگر وہ صحیح ہے تو ہمارے مُردہ اسلاف کو ہم سے ملا دو تاکہ ہم ان کو دیکھیں اور ان سے باتیں کریں (اور وہ تمہاری تصدیق کریں) اور مکہ کے پہاڑوں کو (ان کی جگہ سے ہٹا کر) پھیلا دو، اس زمین کو کشادہ کردو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے عطیہ عوفی کا بیان نقل کیا ہے کہ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اگر مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے چلا دیں کہ میدان نکل آئے اور ہم اس پر کھیتی کریں یا جس طرح ہوا کے ذریعہ سے سلیمان علیہ السلام قطعِ مسافت کرتے تھے اور قوم کو ہوا کے دوش پر قطعِ مسافت کراتے تھے آپ بھی ہمارے لئے ایسا ہی کردیتے یا جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کردیتے تھے آپ بھی ہمارے مُردوں کو زندہ کردیتے (تو ہم ایمان لے آتے) اس پر آیتِ مذکورہ نازل ہوئی۔

بغوی نے تفصیل کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ آیت مذکورہ چند مشرکوں کے حق میں نازل ہوئی جن میں ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن امیہ بھی شامل تھے، وہاں سے عبداللہ بن امیہ نے ایک شخص کی زبانی یہ کہلوایا کہ اگر آپ ہم کو اپنا تابع بنانا چاہتے ہیں تو

قرآن کے ذریعے سے مکہ کے پہاڑوں کو یہاں سے ہٹا دیجئے تا کہ کشائش پیدا ہو جائے ہماری کھیتی کے لئے اسوقت زمین تنگ ہے اور یہاں چشمے اور نہریں بھی نکال دیجئے تا کہ ہم درخت لگائیں، کھیتیاں بوئیں اور باغ تیار کریں۔ آپ اپنے دعوے کے اعتبار سے اللہ کے نزدیک حضرت داؤد علیہ السلام سے کم مرتبہ تو نہیں ہیں آپ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑ رواں کر دیئے گئے تھے جو اُن کے ساتھ مل کر اللہ کی پاکی بیان کرتے تھے، آپ ہوا کو بھی ہمارا تابع بنا دیجئے کہ ہم غلہ کو حاصل کرنے اور دوسری ضروریات کو فراہم کرنے کیلئے جو شام کو جاتے ہیں ہوا پر چلے جایا کریں اور ہم روز لوٹ آیا کریں آخر آپ کا قول ہے کہ ہوا کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے زیرِ حکم کر دیا گیا تھا اور آپ کا یہ بھی خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے اور خدا کے نزدیک آپ کا مرتبہ (بقول آپ کے) عیسیٰ علیہ السلام سے کم نہیں ہے لہٰذا آپ اپنے دادا قصیٰ یا ہمارے مُردوں میں سے کسی کو زندہ کر دیجئے تا کہ ہم اس سے آپ کے معاملہ میں دریافت کریں کہ آپ کا دعویٰ نبوّت صحیح ہے یا غلط۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی۔

الشق الثانی ..... وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾ (پ۱۴۔الحجر:۸۰تا۸۴)

آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر تحریر کیجئے، **اصحاب الحجر** سے کون سی قوم مراد ہے؟ اور انکی طرف کون سے نبی مبعوث ہوئے تھے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں: (۱) آیات کا ترجمہ (۲) آیات کی تفسیر (۳) **اصحاب الحجر** کی مراد اور مبعوث نبی کی نشاندہی۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور البتہ تحقیق جھٹلایا حجر والوں نے رسولوں علیہم السلام کو اور دیں ہم نے ان کو اپنی نشانیاں، پس وہ ان سے اعراض کرتے رہے اور وہ پہاڑوں کو تراش کر امن سے رہنے کیلئے گھر بناتے تھے، پس پکڑا ان کو صبح کے وقت ایک چنگھاڑ (سخت آواز) نے اور نہ کام آیا ان کے وہ جسے وہ کماتے تھے۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ ان آیات میں اصحابِ حجر اور اس سے قبل مختلف اقوام کے حالات کو ذکر کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ جیسے حجر (مدینہ وشام کے درمیان واقع ایک وادی کا نام ہے جس میں قومِ ثمود آباد تھی) والوں نے اور دیگر اقوامِ عالم نے اپنے وقت کے انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا اور ان کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو تباہ و برباد کر دیا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مخالفین کے عناد و تکذیب کی وجہ سے پریشان و غمگین نہ ہوں کیونکہ فیصلہ کا ایک دن مقرر ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اصحابِ حجر نے رسولوں کو جھٹلایا (درحقیقت اصحابِ حجر (قومِ ثمود) نے صرف حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی مگر چونکہ سب انبیاء علیہم السلام کا اصل دین ایک ہی ہے اس لحاظ سے گویا انہوں نے سب انبیاء علیہم السلام کو جھٹلایا) اور انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی نشانیوں و معجزات کا انکار کیا اور وہ پتھروں کو تراش تراش کر آفات سے حفاظت کے لئے پُر امن گھر بناتے تھے تا کہ امن و سکون کی زندگی بسر کر سکیں مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے چنگھاڑ کی صورت میں عذاب نازل ہوا تو ان کی سب تدبیریں و ہنر نا کام ہو گئے، کوئی بھی چیز ان کو عذاب سے نہ بچا سکی۔

❸ **اصحاب الحجر** کی مراد اور مبعوث نبی کی نشاندہی:۔ اصحابِ حجر سے مراد قومِ ثمود ہے جیسا کہ ابھی تفسیر میں گزرا ہے اور ان کی طرف مبعوث پیغمبر کا نام حضرت صالح علیہ السلام ہے **کما قال تعالیٰ والیٰ ثمود اخاھم صالحا۔**

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل ..... اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿۹﴾ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ﴿۱۰﴾ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ (پ۱۵۔کہف:۹تا۱۲)

آیات کا سلیس ترجمہ کریں۔ اصحابِ کہف اور رقیم کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) آیات کا ترجمہ (۲) اصحابِ کہف اور رقیم کی وضاحت۔

0313-3357913, noktazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ غار اور رقیم والے ہماری عجیب نشانیوں میں تھے؟ جب اُن جوانوں نے غار میں پناہ لی اور دعا کی کہ اے ہمارے رب ہم پر اپنی خصوصی رحمت نازل فرما اور اس حال میں ہمارے لئے بھلائی کا راستہ مہیا فرما۔ پھر تھپکی دی ہم نے ان کے کانوں پر غار میں چند سالوں تک، پھر ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ ہم جان لیں کہ دو گروہوں میں سے کون زیادہ صحیح جانتا ہے اس مدت کو جو وہ ٹھہرے رہے۔

❷ اصحابِ کہف اور رقیم کی وضاحت:۔ رقیم کا لفظی معنی مرقوم بمعنی لکھی ہوئی چیز ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کا معنی لکھی ہوئی تختی ہے جس پر بادشاہِ وقت نے اصحابِ کہف کے نام لکھوا کر غار کے دروازے پر لگا دی تھی اسی وجہ سے اصحابِ کہف کو اصحابِ رقیم کہا جاتا ہے۔ قتادہ، عطیہ، عوفی و مجاہد کا قول یہ ہے کہ رقیم اس پہاڑ کے نیچے ایک وادی کا نام ہے جس پہاڑ میں اصحابِ کہف کا غار تھا۔ بعض نے کہا کہ رقیم اسی پہاڑ کا نام ہے۔ کعب احبار اور وہب بن منبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رقیم ایلہ یعنی عقبہ کے قریب ایک شہر کا نام ہے جو بلادِ روم میں واقع ہے۔ (معارف القرآن)

جمہور محدثین و مفسرین اصحابِ کہف و اصحابِ رقیم کے ایک ہونے پر متفق ہیں کہ یہ دونوں ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں۔ ان کو اصحابِ کہف کہنے کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ جماعت ایک غار میں چھپی تھی الخ اور اصحابِ رقیم کہنے کی وجہ رقیم کی مراد سے واضح ہے۔ البتہ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں یہ دو الگ الگ عنوان قائم کئے ہیں اور اصحابِ کہف کے تحت یہی واقعہ ہے اور اصحابِ رقیم کے تحت تین شخصوں کا مشہور واقعہ ذکر کیا ہے جو غار میں داخل ہوئے تو پہاڑ کی ایک چٹان کے ذریعہ غار کا منہ بند ہو گیا تھا اور تینوں نے اپنے اپنے نیک اعمال کے وسیلہ سے دعا کی تھی۔ شارحِ بخاری حافظ ابنِ حجرؒ نے امام بخاریؒ کی بات کو تسلیم نہیں کیا اور کہا کہ یہ ایک ہی جماعت کے دو نام ہیں۔

الشق الثانی ..... وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (پ ۱۷۔ انبیاء: ۸۷،۸۸)

آیات کا ترجمہ کریں، حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ اختصار کے ساتھ ذکر کریں، آیت مبارکہ کی بے غبار تفسیر تحریر کریں، **الظلمات** سے کون سے **ظلمات** مراد ہیں؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں۔ (۱) آیات کا ترجمہ (۲) حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ (۳) آیات کی تفسیر (۴) ظلمات کی مراد۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور یاد کیجئے مچھلی والے (پیغمبرؑ کے واقعہ) کو جب چلے گئے وہ غصہ کی حالت میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہم اس پر کوئی گرفت نہ کریں گے یا اس پر کوئی تنگی نہ کریں گے، پھر پکارا اس نے اندھیروں میں "**لا الٰہ الا انت الخ**" (ترجمہ: تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو بے عیب ہے، بیشک میں ظالمین میں سے ہوں) پھر ہم نے قبول کی اس کی دعا اور ہم نے اس کو گھٹن سے نجات دی اور ہم اسی طرح مؤمنین کو نجات دیتے ہیں۔

0313 6357913 maktabazakariyaltab@gmail.com

❷ حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ:۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ یونس علیہ السلام کو علاقہ موصل کی ایک بستی نینوٰی کے لوگوں کو ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا، یونس علیہ السلام نے ان کو ایمان و عمل صالح کی دعوت دی، انہوں نے سرکشی سے کام لیا، یونس علیہ السلام ان سے ناراض ہو کر بستی سے نکل گئے اور اُن کو کہہ دیا کہ تین دن کے اندر تمہارے اوپر عذاب آجائے گا۔ یونس علیہ السلام بستی چھوڑ کر نکل گئے تو ان کو فکر ہوئی کہ اب عذاب آ ہی جائے گا (اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب کے بعض آثار کا اُن کو مشاہدہ بھی ہو گیا) تو انہوں نے اپنے شرک و کفر سے توبہ کی اور بستی کے سب مرد عورت اور بچے جنگل کی طرف نکل گئے اور اپنے مویشی جانوروں اور ان کے بچوں کو بھی ساتھ لے گئے اور بچوں کو ان کی ماؤں سے الگ کر دیا اور سب نے گریہ وزاری کرنا شروع کر دی اور الحاح وزاری کے ساتھ اللہ سے پناہ مانگی، جانوروں کے بچوں نے جن کو ان کی ماؤں سے الگ کر دیا گیا تھا الگ شور وغل کیا۔ حق تعالیٰ نے ان کی سچی توبہ اور الحاح وزاری کو قبول کر لیا اور عذاب اُن سے ہٹا دیا۔ ادھر حضرت یونس علیہ السلام اس انتظار میں رہے کہ قوم پر عذاب آرہا ہے وہ ہلاک ہو گئی ہو گی جب ان کو یہ پتہ چلا کہ عذاب نہیں آیا اور قوم صحیح سالم اپنی جگہ ہے (

توان کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ میں جھوٹا سمجھا جاؤں گا اور بعض روایات میں ہے کہ اُن کی قوم میں یہ رسم جاری تھی کہ کسی کا جھوٹا ہونا ثابت ہو جائے تو اس کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ مظہری)۔ اس سے حضرت یونس علیہ السلام کو اپنی جان کا بھی خطرہ لاحق ہو گیا تو یونس علیہ السلام نے اپنی قوم میں واپس جانے کی بجائے کسی دوسری جگہ کو ہجرت کرنے کے قصد سے سفر اختیار کیا، راستہ میں دریا تھا اس کو پار کرنے کیلئے ایک کشتی میں سوار ہو گئے، اتفاق سے کشتی ایسے گرداب میں پھنسی کہ غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا، ملاحوں نے یہ طے کیا کہ کشتی میں سوار لوگوں میں سے ایک کو دریا میں ڈال دیا جائے تو باقی لوگ غرقابی سے محفوظ رہ سکیں گے، اس کام کیلئے کشتی والوں نے نام پر قرعہ اندازی کی، اتفاق سے قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکل آیا (کشتی والے شاید ان کی بزرگی سے واقف تھے) انکو دریا میں ڈالنے سے انکار کیا اور دوبارہ قرعہ ڈالا پھر بھی اس میں یونس علیہ السلام کا نام نکلا، انکو پھر بھی تامل ہوا تو تیسری مرتبہ قرعہ ڈالا پھر بھی اُنہی کا نام نکل آیا، اسی قرعہ اندازی کا ذکر قرآن کریم میں دوسری جگہ ان الفاظ سے آیا ہے فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ یعنی قرعہ اندازی کی گئی تو یونس علیہ السلام ہی اس قرعہ میں متعین ہوئے، اس وقت یونس علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور اپنے غیر ضروری کپڑے اتار کر اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا، اُدھر حق تعالیٰ نے بحرِ اخضر سے ایک مچھلی کو حکم دیا وہ دریاؤں کو چیرتی پھاڑتی فوراً وہاں پہنچ گئی (کما قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ) اور یونس علیہ السلام کو اپنے اندر لے لیا، اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو یہ ہدایت فرما دی تھی کہ نہ انکے گوشت کو کوئی نقصان پہنچے نہ ہڈی کو، یہ تیری غذا نہیں بلکہ تیرا پیٹ چند روز کیلئے ان کا قید خانہ ہے۔

قرآن کریم کے اشارات اور بعض تصریحات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام کا بغیر اللہ تعالیٰ کے صریح حکم کے اپنی قوم کو چھوڑ کر نکل جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسند ہوا اسی پر عتاب نازل ہوا اور دریا میں پھر مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی نوبت آئی۔ اس کے بعد انہوں نے صدق و اخلاق سے آیت کریمہ کا ورد کیا اور نجات ملی۔ (معارف القرآن ج ٦ ص ٢٢١)

③ آیات کی تفسیر:۔ اے پیغمبر! آپ اس وقت کو یاد کریں جب حضرت یونس علیہ السلام قوم کے ایمان نہ لانے کو وجہ سے خفا ہو کر ہمارے حکم کا انتظار کئے بغیر چلے گئے اور اپنے اجتہاد سے یہ سمجھا کہ شاید ہم انکی اس معاملہ میں گرفت نہیں کریں گے پھر جب ہمارے حکم سے مچھلی نے انکو نگل لیا تو اس تاریکی میں انہوں نے صدق و اخلاص کے ساتھ ہمیں پکارا کہ اے پروردگار! تیرے علاوہ کوئی معبود و پروردگار نہیں ہے تو تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے اور میں نے خود یہ ظلم اپنے اوپر کیا ہے کہ تیرے حکم و اجازت کے بغیر قوم کو چھوڑ کر چل پڑا چنانچہ ہم نے اسکی دعا قبول کرتے ہوئے اسکو نجات دی اور ہم اپنے مؤمن بندوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔

④ ظلمات کی مراد:۔ یہاں پر یا تو شدید ترین تاریکی کو متعدد تاریکیوں سے تعبیر کیا گیا ہے یا پھر اس سے رات کی تاریکی سمندر کی تاریکی اور مچھلی کے پیٹ کی تاریکی مراد ہے۔ (مظہری)

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٤١ھ

الشق الاوّل..... وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَاۗىِٕمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پ ١١۔ یونس: ١١، ١٢)

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی مختصر تفسیر لکھیں۔ خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ کلماتِ مخطوطہ کی صرفی تحقیق۔

جواب..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور اگر جلدی پہنچا دے اللہ تعالیٰ لوگوں کو برائی (عذاب) جیسا کہ وہ جلدی مانگتے ہیں بھلائی تو ختم کر دی جائے ان کی عمر، پس ہم ان کو جن کو ہماری ملاقات کی امید نہیں ان کی شرارت میں سرگرداں چھوڑے رکھتے ہیں۔ اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لیٹا، بیٹھا یا کھڑا ہوا (ہر حال میں) ہمیں یاد کرتا ہے، پھر جب ہم دور کر دیں اس سے وہ تکلیف تو ایسے چلا جاتا ہے گویا اس نے ہمیں کسی تکلیف پہنچنے پر پکارا ہی نہ تھا، حد سے تجاوز کرنے والوں کو اپنے اعمال و کرتوت اسی طرح

خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ مذکورہ آیات میں سے پہلی آیت کا تعلق ان لوگوں سے ہے جو آخرت کے منکر ہیں، اسی وجہ سے جب ان کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا جاتا ہے تو وہ بطور استہزا کہنے لگتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ عذاب ابھی بلا لو یا یہ کہ پھر یہ عذاب جلد کیوں نہیں آ جاتا جیسے نضر بن حارث نے کہا تھا: یا اللہ اگر یہ بات سچی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجئے یا اور کوئی سخت عذاب بھیج دیجئے۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہیں، یہ عذاب موعود فوراً اس وقت بھی نازل فرما سکتے ہیں مگر وہ اپنی حکمت بالغہ اور لطف و کرم سے ایسا نہیں کرتے، یہ نادان جو اپنے حق میں بددعا کرتے اور مصیبت طلب کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ان کی بددعا کو بھی اسی طرح جلد قبول فرما لیا کرتے جس طرح ان کی اچھی دعا کو اکثر قبول کر لیتے ہیں تو یہ سب ہلاک ہو جاتے۔

دوسری آیت میں منکرین توحید و آخرت کو ایک بلیغ انداز سے قائل کیا گیا ہے کہ لوگ عام حالات راحت و اطمینان میں خدا و آخرت کے خلاف حجت بازی کرتے اور غیروں کو خدا تعالیٰ کا شریک قرار دیتے اور ان سے حاجت روائی کی امیدیں باندھے رکھتے ہیں، لیکن جب کوئی بڑی مصیبت آتی ہے اس وقت یہ لوگ خود بھی اپنی ساری امیدگاہوں سے مایوس ہو کر صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں، اور لیٹے، بیٹھے، کھڑے غرض ہر حال میں اسی کو پکارنے پر مجبور ہوتے ہیں، مگر اس کے ساتھ احسان فراموشی کا یہ عالم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کی مصیبت دور کر دیتے ہیں تو خدا تعالیٰ سے ایسے آزاد و بے فکر ہو جاتے ہیں گویا کبھی اس کو پکارا ہی نہ تھا اور اس سے کوئی حاجت مانگی ہی نہ تھی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاجت روائی میں کسی دوسرے کو شریک کرنے والے خود بھی اپنے اس عقیدہ کا بطلان مشاہدہ کر لیتے ہیں، مگر پھر عناد و ضد کی وجہ سے اسی باطل عقیدہ پر جمے رہتے ہیں۔ (معارف القرآن)

❸ کلماتِ مخطوطہ کی صرفی تحقیق:۔ **یُعَجِّلُ**: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معلوم از مصدر **تعجیلٌ** (تفعیل) بمعنی جلدی کرنا۔

اِسْتِعْجَالٌ: یہ باب استفعال کا مصدر ہے بمعنی جلدی طلب کرنا۔ برانگیختہ کرنا۔ سبقت کرنا۔

لَا یَرْجُوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب فعل منفی مضارع معلوم از مصدر **رَجَاءً رَجْوًا** (نصر۔ ناقص) بمعنی پُر امید ہونا۔

مَسَّ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر **مَسًّا و مَسِیْسًا** (نصر و سمع۔ مضاعف) بمعنی چھونا و پہنچنا۔

کَشَفْنَا: صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر **کَشْفًا کَاشِفَةً** (ضرب) بمعنی کھولنا و ظاہر کرنا۔

الشق الثانی ..... وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَا اسْتَایْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ۝ (یوسف:۱۰۹،۱۱۰)

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی مختصر تفسیر لکھیں۔ خط کشیدہ کلمات کی صرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ کلماتِ مخطوطہ کی صرفی تحقیق۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور جتنے بھی رسول ہم نے آپ سے پہلے بھیجے وہ سب مرد ہی تھے بستیوں کے رہنے والے کہ جن پر ہم وحی بھیجتے تھے، کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ اور آخرت کا گھر تو بہتر ہے پرہیز کرنے والوں کیلئے، کیا تم اب بھی نہیں سمجھتے؟۔ یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو گئے اور انہیں گمان غالب ہو گیا کہ (وعدہ الٰہیہ کا وقت مقرر کرنے میں) ہمارے فہم نے غلطی کی تو ان رسولوں کے پاس ہماری مدد پہنچی پھر بچا لیا گیا ان کو جنہیں ہم نے چاہا اور مجرم لوگوں سے ہمارا عذاب ٹالا نہیں جا سکتا۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ انسانوں کے لئے اللہ کا رسول ہمیشہ انسان ہی ہوتا چلا آیا ہے البتہ عام انسانوں سے اس کو یہ امتیاز حاصل ہوتا ہے کہ اس کی طرف براہ راست حق تعالیٰ کی وحی اور پیغام آتا ہے اور وہ کسی کی سعی و عمل کا نتیجہ نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے بندوں میں سے جس کو مناسب سمجھتے ہیں اس کام کے لئے انتخاب فرما لیتے ہیں اور یہ انتخاب ایسی خاص صفاتِ کمال کی بنا پر ہوتا ہے جو عام انسانوں میں نہیں

ہوتیں۔ آگے ان لوگوں کو تنبیہ ہے جو اللہ کی طرف سے بھیجے گئے داعی اور رسول کی ہدایات کی خلاف ورزی کر کے عذاب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں فرمایا کہ کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں کہ ان کو پچھلی قوموں کے حالات کا مشاہدہ ہو کہ رسولوں کے انکار کی وجہ سے وہ انجام بد میں مبتلا کئے گئے مگر یہ لوگ دنیا کی ظاہری زینت وراحت میں مست ہو کر آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں حالانکہ پرہیزگاروں کے لئے آخرت اس دنیا سے کہیں زیادہ بہتر ہے کیا ان لوگوں کو اتنی عقل نہیں کہ دنیا کی چندروزہ راحت کو آخرت کی دائمی اور مکمل نعمتوں اور راحتوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس آیت میں پچھلے رسولوں اور ان کی امتوں کے حالات سے موجودہ لوگوں کو متنبہ کرنا تھا اس لئے اگلی آیت میں ان کے شبہ کو دور کیا گیا وہ یہ کہ اکثر لوگ رسول کریم ﷺ سے عذاب الٰہی سے ڈرانے کا ذکر عرصہ سے سن رہے تھے اور کوئی عذاب آتا نظر نہیں آتا تھا اس سے ان کی ہمتیں بڑھ رہی تھیں کہ کوئی عذاب آتا ہوتا تو اب تک آچکا ہوتا اس لئے فرمایا کہ اللہ جل شانہ اپنی رحمت اور حکمت بالغہ سے بسا اوقات مجرم قوموں کو مہلت دیتے رہتے ہیں اور یہ مہلت بعض اوقات بڑی طویل بھی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے سرکشوں کی جرأت بڑھ جاتی ہے اور پیغمبروں کو ایک گونہ پریشانی پیش آتی ہے تو ارشاد فرمایا: کہ پچھلی امتوں کے نافرمانوں کو بڑی بڑی مہلتیں دی گئیں یہاں تک کہ مدت دراز تک ان پر عذاب نہ آنے سے رسول یہ خیال کر کے مایوس ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا جو وقت ہم نے اپنے انداز سے اپنے ذہنوں میں مقرر کر رکھا تھا اس وقت میں کفار پر عذاب نہ آئے گا اور حق کا غلبہ ظاہر نہ ہوگا اور ان رسولوں کو گمان غالب ہو گیا کہ اپنے اندازہ سے عذاب کا وقت مقرر کرنے میں ہماری فہم نے غلطی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی معین وقت نہیں بتلایا تھا ہم نے مخصوص قرائن سے ایک مدت متعین کر لی تھی، اسی مایوسی کی حالت میں ان تک ہماری مدد پہنچی وہ یہ کہ وعدے کے مطابق کفار پر عذاب آیا پھر اس عذاب سے ہم نے جس کو چاہا اس کو بچا لیا یعنی انبیاء علیہم السلام کے ماننے والے مؤمنین کو بچا لیا گیا اور کفار مکہ ہلاک ہو گئے کیونکہ ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا بلکہ ضرور آ کر رہتا ہے اس لئے کفار مکہ کو چاہئے کہ عذاب میں دیر ہونے سے دھوکہ میں نہ رہیں۔ (معارف القرآن)

③ کلماتِ مخطوطہ کی صرفی تحقیق:۔ اَرْسَلْنَا : صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر اِرْسَالًا (افعال) بمعنی بھیجنا و چھوڑنا۔
نُوْحِیْ : صیغہ جمع متکلم فعل مضارع معلوم از مصدر اِیْحَاءً (افعال۔ لفیف) بمعنی اشارہ کرنا۔ چھپا کر بات کہنا۔
لَمْ یَسِیْرُوْا : صیغہ جمع مذکر غائب فعل نفی جحد بلم معلوم از مصدر سَیْرًا مَسِیْرًا مَسِیْرَۃً (ضرب۔ اجوف) جانا۔ چلنا و سفر کرنا۔
اِسْتَیْاَسَ : صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معلوم از مصدر اِسْتِیْاَسًا (استفعال۔ مثال و مہموز) بمعنی مایوس و ناامید ہونا۔
نُجِّیَ : صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی مجہول از مصدر تَنْجِیَۃً (تفعیل۔ ناقص) بمعنی نجات و رہائی دینا۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٤١ھ

الشق الاوّل ..... اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِيْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ۬ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی تفسیر لکھ کر دونوں مثالوں کی وضاحت کریں۔ شجرۂ طیبہ و شجرۂ خبیثہ سے کون سے درخت مراد ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور مطلوب ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر و مثالوں کی وضاحت ③ شجرۂ طیبہ و شجرۂ خبیثہ کی مراد۔ (ابراہیم: ۲۴ تا ۲۷)

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمۂ طیبہ کی کیسی مثال بیان کی ہے؟ وہ ایک پاکیزہ درخت کی مثل ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور اسکی ٹہنیاں و شاخیں آسمان میں ہیں۔ اپنے رب کے حکم سے وہ ہر وقت پھل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس قسم کی مثالیں اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ لوگ غور و فکر کریں۔ اور ناپاک کلمہ کی مثال خراب و گندے درخت کی ہے جسے زمین کے اوپر سے ہی اکھاڑ لیا گیا ہو کہ اس میں بالکل جماؤ و ٹھہراؤ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مضبوط بات پر دنیا کی زندگی میں بھی جماؤ عطاء کرتا ہے اور آخرت میں بھی اور بھٹکا دیتا ہے اللہ تعالیٰ ظالموں کو اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

② آیات کی تفسیر ومثالوں کی وضاحت:۔ گزشتہ آیات میں کافروں اور مومنوں کے اخروی نتائج کا ذکر فرمایا اب ان آیات میں کلمۂ ایمان اور کلمۂ کفر کی مثال بیان فرماتے ہیں اور عالم برزخ میں اس کا اثر اور ثمر بیان کرتے ہیں تا کہ کلمۂ توحید کی فضیلت اور کلمۂ کفر کی قباحت ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ فرمایا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی کیسی اچھی اور موقع کی مثال بیان فرمائی ہے کہ یہ کلمہ ایک پاکیزہ درخت کیمشابہ ہے اس سے مراد کھجور کا درخت ہے جس کی جڑ زمین کے اندر خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں جارہی ہوں اور وہ درخت خوب پھلتا ہو کوئی فصل ماری نہ جاتی ہو اسی طرح کلمۂ توحید یعنی لا الہ الا اللہ کی ایک جڑ ہے یعنی اعتقاد جو مومن کے قلب میں استحکام کے ساتھ قرار پذیر ہے اور اس کی کچھ شاخیں ہیں یعنی اعمال صالحہ جو ایمان پر مرتب ہوتے ہیں جو بارگاہِ قبولیت میں آسمان کی طرف لے جائے جاتے ہیں پھر ان پر رضائے دائمی کا ثمرہ مرتب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس قسم کی مثالیں اسلئے بیان فرماتے ہیں تا کہ لوگ معانی مقصود کو خوب سمجھ لیں۔ گندہ کلمہ یعنی کلمۂ کفر وشرک کی مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب درخت ہو اس سے مراد حنظل واندرائن کا درخت ہے کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے اور اس کو زمین میں کچھ بھی اثبات وقرار نہ ہو، کافر کے اعمال کو اس درخت سے تشبیہ دینے کی وجہ ظاہر ہے کہ اول تو اس کے عقائد کی کوئی جڑ وبنیاد نہیں، ذرا دیر میں متزلزل ہو جاتے ہیں، دوسرے دنیا کی گندگی سے متاثر ہوتے ہیں، تیسرے ان کے درخت کے پھل پھول یعنی اعمال وافعال عنداللہ کارآمد نہیں۔ یہ تو دونوں کی مثال ہوگئی آگے اثر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات یعنی کلمہ طیبہ ثابت الاصل کی برکت سے دنیا اور آخرت دونوں جگہوں میں دین اور امتحان میں مضبوط رکھتا ہے اور اس کلمہ خبیثہ کی نحوست سے ظالموں یعنی کافروں کو دونوں جگہ دین اور امتحان میں بھٹکا دیتا ہے اور کسی کو ثابت رکھنے اور کسی کو بھٹکا دینے میں ہزاروں حکمتیں ہیں پس اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (معارف القرآن)

③ شجرۂ طیبہ وشجرۂ خبیثہ کی مراد:۔ ابھی تفسیر ومثال کے ضمن میں معلوم ہو گیا کہ شجرۂ طیبہ سے مراد کھجور کا درخت ہے اور شجرۂ خبیثہ سے مراد حنظل واندرائن کا درخت ہے۔ (معارف القرآن)

حدیث میں جو شجرہ طیبہ کی تفسیر کھجور کے درخت سے اور شجرہ خبیثہ کی تفسیر حنظل اور کٹوث کے درخت سے آئی ہے وہ بطور تمثیل ہے، نہ کہ بطور تخصیص، مقصود یہ ہے کہ کلمہ طیبہ ایک شجرہ طیبہ کے مشابہ ہے کہ جو اوصاف مذکورہ (① پاکیزہ ہو، یعنی دیکھنے میں خوبصورت، خوشبودار اور خوش مزہ ہو اس کا پھل شیریں اور لذیذ ہو۔ ② اسکی جڑ مضبوط ہو اُکھڑنے اور گرنے سے محفوظ ہو۔ ③ اسکی شاخیں بہت بلند ہوں اور ظاہر ہے کہ درخت جس قدر زیادہ لمبا ہوگا اسی قدر اس کا پھل بھی پاکیزہ اور لذیذ ہوگا اور زمین کی کدورتوں سے محفوظ ہوگا اور زیادہ بھی ہوگا۔ ④ ہر وقت وہ پھل دیتا ہو اسکے پھل کیلئے کوئی زمانہ خاص نہ ہو کہ اس زمانہ کے سوا کسی دوسرے وقت میں اس کو پھل نہ آتا ہو جو درخت ان صفات کے ساتھ موصوف ہوگا وہ نہایت عمدہ درخت ہوگا اور ہر عاقل اسکے حصول کی کوشش کرے گا) کا جامع ہو خواہ وہ کھجور کا درخت ہو یا اور کوئی پاکیزہ درخت ہو اور شجرہ خبیثہ سے بھی کوئی معین درخت مراد نہیں جو خبیث، گندہ، بدبودار اور بدمزہ ہو وہ سب شجرہ خبیثہ کے عموم میں داخل ہے۔ اسلئے زجاجؒ کہتے ہیں کہ کفر اور ضلالت کا کوئی فرقہ لہسن کے درخت کے مشابہ ہے، کوئی کانٹوں کے جھاڑ کے مشابہ ہے اور کوئی کسی اور کے مشابہ ہے۔ (کاندھلوی)

الشق الثانی ..... وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ (الکہف:۲۸،۲۹) آیات کا ترجمہ کریں۔ شانِ نزول لکھ کر آیات کی واضح تفسیر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کا شانِ نزول ③ آیات کی تفسیر۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور روکے رکھئے اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو اپنے رب کو صبح وشام پکارتے ہیں کہ وہ اسکی رضا وخوشنودی کے طالب ہیں اور تمہاری آنکھیں ان کو چھوڑ کر دُنیاوی زندگی کی خوبصورتی ورونق کی تلاش میں ایسے لوگوں سے ہٹنے نہ پائیں

،اور کسی ایسے شخص کی اطاعت وفرمانبرداری نہ کریں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کیا ہے اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے۔ (اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، اب جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے وہ کافر رہے بیشک ہم نے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیر لیں گی اور اگر وہ پانی طلب کرینگے تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا جو تلچھٹ کی طرح ہوگا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، وہ برا مشروب ہوگا اور آگ بری آرام گاہ ہوگی۔

② آیات کا شانِ نزول:۔ یہ آیاتِ کریمہ حضرت عیینہ بن حصین فزاریؓ کے متعلق نازل ہوئی تھیں جس وقت وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے، پسِ منظر یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت کچھ نادار و مفلس صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی خدمت میں موجود تھے اور ان کے پھٹے پرانے کپڑے اور وہ بھی پسینہ سے شرابور تھے حضرت عیینہؓ نے کہا کہ اے محمد ﷺ کیا تمہیں ان لوگوں کی بدبو سے دکھ نہیں ہوتا؟ ہم قبائلِ مضر کے سردار اور بڑے لوگ ہیں ہمارے اسلام لانے سے سب لوگ مسلمان ہو جائینگے مگر ان مفلس لوگوں کی وجہ سے ہم آپ کے قریب نہیں آسکتے آپ ان کو ہٹا دیں یا ہمارے لئے کوئی علیحدہ جگہ بیٹھنے کی مقرر کر دیں جہاں یہ لوگ موجود نہ ہوں، اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (مظہری ۱۳۰:۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ امیہ بن خلف نے رسول اللہ ﷺ کو یہ مشورہ دیا کہ غریب فقیر شکستہ حال مسلمانوں کو آپ اپنے قریب نہ رکھیں، بلکہ مکہ اور قریش کے سرداروں کو ساتھ لگائیں، یہ لوگ آپ کا دین قبول کرلیں گے تو دین کو ترقی ہوگی۔ (معارف القرآن)

③ آیات کی تفسیر:۔ مذکورہ واقعات پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں ان کا مشورہ قبول کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا، اور صرف یہی نہیں کہ ان کو اپنی مجلس سے ہٹائیں نہیں، بلکہ حکم یہ دیا گیا کہ آپ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ باندھ کر رکھیں، اس کا یہ مفہوم نہیں کہ کسی وقت جدا نہ ہوں، بلکہ مراد یہ ہے کے تعلقات اور توجہات سب ان لوگوں کے ساتھ وابستہ رہیں، معاملات میں انہی سے مشورہ لیں، انہی کی امداد واعانت سے کام کریں، اور اس کی وجہ اور حکمت ان الفاظ سے بتلا دی گئی کہ یہ لوگ صبح شام یعنی ہر حال میں اللہ کو پکارتے اور اسی کا ذکر کرتے ہیں، ان کا جو عمل ہے وہ خالص اللہ تعالی کی رضا جوئی کیلئے ہے، اور یہ سب حالات وہ ہیں جو اللہ تعالی کی نصرت وامداد کو کھینچتے ہیں، اللہ کی مدد ایسے ہی لوگوں کیلئے آیا کرتی ہے، چند روز کی کسمپرسی سے گھبرائیں نہیں، انجام کار فتح ونصرت انہی کو حاصل ہوگی۔ اور رؤساءِ قریش کا مشورہ قبول کرنے کی ممانعت کی وجہ بھی آخر میں یہ بتلائی کہ ان کے دل اللہ کی یاد سے غافل ہیں اور ان کے سب کام اپنی نفسانی خواہشات کے تابع ہیں اور یہ حالات اللہ تعالی کی رحمت ونصرت سے ان کو دور کرنے والے ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل ..... وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ۝ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۭ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ۝ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ (کہف:۸۳تا۸۷)

آیات کا ترجمہ کریں۔ آیات کی واضح تفسیر تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا حل دو امور ہیں ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور یہ لوگ آپ ﷺ سے ذوالقرنین کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ فرمادیں کہ میں ان کا کچھ حال تمہیں پڑھ کر سناتا ہوں، (ان کا واقعہ یہ ہے کہ) ہم نے ان کو زمین میں اقتدار بخشا تھا اور انہیں ہر کام کے وسائل عطاء کئے تھے پس (جس کے نتیجہ میں) وہ ایک راستہ کے پیچھے چل پڑے، یہاں تک کہ جب وہ سورج ڈوبنے کی جگہ پہنچے تو اُسے دلدل جیسے ایک سیاہ چشمے میں غروب ہوتے ہوئے پایا اور اس کے پاس ایک قوم کو بھی پایا، ہم نے کہا اے ذوالقرنین! یا ان لوگوں کو عذاب وسزا دو اور یا ان کے معاملہ میں اچھا رویہ اختیار کرو، انہوں نے کہا کہ ان میں سے جو ظلم کا راستہ اختیار کرے گا اُسے ہم سزا دیں گے، پھر اسے اپنے رب کے پاس پہنچا دیا جائے گا اور وہ اسے سخت عذاب دے گا۔

② آیات کی تفسیر:۔ قریشِ مکہ کو یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور حقانیت کا امتحان کرنے کیلئے تین سوال (روح،

0313 6357913 maktabazakariyya@gmail.com

اصحابِ کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں) بتلائے تھے، ان میں سے اصحاب کہف کا جواب ابھی گزرا ہے اور روح کا سوال پچھلی سورۃ کے آخر میں گزر چکا ہے، یہ تیسرا سوال ہے کہ ذوالقرنین کون تھا اور اس کو کیا حالات پیش آئے، چنانچہ ارشادِ باری ہے آپ ﷺ فرمادیجئے کہ میں اس کا ذکر ابھی تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں کہ ذوالقرنین ایک ایسے جلیل القدر بادشاہ گزرے ہیں جن کو ہم نے روئے زمین پر حکومت دی تھی اور ہم نے ان کو ہر قسم کا کافی وافی سامان دیا تھا جس سے وہ اپنے شاہی منصوبوں کو پورا کرسکیں چنانچہ انہوں نے بارادۂ فتوحات ملکِ مغرب کی راہ پر سفر کرنا شروع کیا یہاں تک کہ جب وہ سفر کرتے کرتے درمیانی شہروں کو فتح کرتے ہوئے غروبِ آفتاب کے موقع یعنی جانبِ مغرب میں انتہائی آبادی پر پہنچے تو ان کو سورج ایک سیاہ پانی میں ڈوبتا ہوا دکھائی دیا، اس سے غالباً سمندر مراد ہے کہ اس کا پانی اکثر جگہ سیاہ نظر آتا ہے، اگرچہ آفتاب حقیقۃً سمندر میں غروب نہیں ہوتا مگر سمندر سے آگے نگاہ نہ جاتی ہو تو سمندر ہی میں ڈوبتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور اس موقع پر انہوں نے ایک قوم دیکھی (جن کے کافر ہونے پر اگلی آیت "اما من ظلم" دلالت کرتی ہے) ہم نے بصورتِ الہام یا اس زمانے کے پیغمبر کے واسطے سے یہ کہا کہ اے ذوالقرنین اس قوم کے بارے میں تمہیں دو اختیار ہیں خواہ ان کو ابتداءً ہی سے قتل وغیرہ کے ذریعہ سزا دو اور خواہ ان کے بارے میں نرمی کا معاملہ اختیار کرو یعنی ان کو ایمان کی دعوت دو پھر نہ مانیں تو قتل کردو۔ بغیر تبلیغ ودعوت کے ابتداءً ہی قتل کرنے کا اختیار شاید اسلئے دیا گیا ہو کہ ان کو اس سے پہلے کسی ذریعہ سے دعوتِ ایمان پہنچ چکی ہوگی لیکن دوسری صورت یعنی پہلے دعوت پھر قتل کا بہتر ہونا اشارہ سے بیان کردیا کہ اس دوسری صورت کو اتخاذِ حسن سے تعبیر فرمایا، ذوالقرنین نے عرض کیا کہ میں دوسری ہی صورت اختیار کرکے پہلے ان کو دعوتِ ایمان دوں گا لیکن دعوتِ ایمان کے بعد جو ظالم یعنی کافر رہے گا اس کو تو ہم قتل وغیرہ کی سزا دیں گے اور یہ سزا تو دنیا میں ہوگی پھر وہ مرنے کے بعد اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچا دیا جائے گا پھر وہ اس کو دوزخ کی سخت سزا دے گا اور جو شخص دعوتِ ایمان کے بعد ایمان لے آئے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کیلئے آخرت میں بھی بدلے میں بھلائی ملے گی اور ہم بھی دنیا میں اپنے برتاؤ میں اس کو آسان اور نرم بات کہیں گے یعنی ان پر کوئی عملی سختی تو کیا کی جاتی کوئی زبانی اور قولی سختی بھی نہیں کی جائے گی۔ (معارف القرآن)

الشق الثانی ..... سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ۝ ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل: ۱ تا ۳) آیات کا ترجمہ ومختصر تفسیر تحریر کریں۔ واقعۂ معراج مختصراً تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ واقعۂ معراج کی وضاحت۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی، جس کے گرد (ماحول میں) ہم نے برکتیں نازل کی ہیں، تاکہ ہم اُنہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بیشک وہ ہر بات سننے والی ہر چیز دیکھنے والی ذات ہے۔ اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی اور اسکو بنی اسرائیل کیلئے اس ہدایت کا ذریعہ بنایا تھا کہ تم میرے علاوہ کسی اور کو اپنا کارساز نہ بنانا۔ اے ان لوگوں کی اولاد! جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا بیشک وہ بڑے شکرگزار بندے تھے۔

② آیات کی تفسیر:۔ وہ ذات پاک ہے جو اپنے بندے محمد ﷺ کو رات کے وقت مسجد حرام یعنی کعبۃ اللہ سے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس تک لے گئی جس کے آس پاس (ملک شام) ہم نے دینی اور دنیوی برکتیں کر رکھی ہیں، دینی برکت یہ ہے کہ وہاں بکثرت انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں اور دنیوی برکت یہ ہے کہ وہاں باغات، نہروں، چشموں اور پیداوار کی کثرت ہے۔ اس مسجد اقصیٰ تک عجیب طور پر اس واسطے لے گئے تاکہ ہم ان کو اپنے کچھ عجائباتِ قدرت دکھلادیں، مثلاً اتنی بڑی مسافت کو بہت تھوڑے وقت میں طے کرلینا، سب انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کرنا اور ان کی باتیں سننا وغیرہ، آسمانوں پر جانا اور وہاں عجائبات کا مشاہدہ کرنا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے دیکھنے والے ہیں چونکہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال کو سنتے اور احوال کو دیکھتے تھے اس کے مناسب ان کو یہ خاص امتیاز اور اعزاز بخشا اور اپنے قرب خاص کا وہ مقام عطا کیا جو کسی کو نہیں ملا۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب یعنی توراۃ دی اور ہم نے اس کو بنی

اسرائیل کیلئے ہدایت کا سبب اور ذریعہ بنایا، جس میں دیگر احکام کے ساتھ توحید کا یہ عظیم الشان حکم بھی تھا کہ تم میرے سوا کسی اور کو اپنا کارساز مت قرار دو اے ان لوگوں کی نسل جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا ہم تم سے خطاب کر رہے ہیں تاکہ اس نعمت کو یاد کرو کہ اگر ہم ان کو کشتی پر سوار کر کے نہ بچاتے تو آج تم ان کی نسل کہاں ہوتے؟ اور نعمت کو یاد کر کے اس کا شکر کرو جس کا بڑا فرد توحید ہے اور وہ نوح علیہ السلام بڑے شکر گذار بندہ تھے، پس جب انبیاء علیہم السلام شکر کرتے رہے تو تم کیسے اس کے تارک ہو سکتے ہو۔

③ واقعۂ معراج کی وضاحت:۔ ۲۷ رجب المرجب ۱۱ نبوی میں معراج کا واقعہ پیش آیا جس میں فخر الانبیاء ﷺ کو ایک بہت بڑے اعزاز کے ساتھ نوازا گیا جو آنحضرت ﷺ کی امتیازی خصوصیت ہے۔

ایک رات آپ ﷺ کعبۃ اللہ میں یا اُمِّ ھانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں لیٹے ہوئے تھے کہ حضرت جبرائیل و میکائیل آئے اور کہا کہ آپ ہمارے ساتھ چلیں، آپ ﷺ کو براق پر سوار کیا گیا جس کی تیز رفتاری کی یہ حالت تھی کہ جس جگہ اس کی نظر پڑتی وہیں قدم پڑتا تھا، نہایت تیز رفتاری کے ساتھ پہلے آپ ﷺ کو مسجد اقصیٰ تک لے گئے یہاں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کو آنحضرت ﷺ کے اکرام کیلئے معجزہ کے طور پر جمع فرمایا تھا، جبرائیل علیہ السلام نے اذان دی اور آپ ﷺ نے تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ کو نماز پڑھائی یہاں تک عالم دنیا کی سیر براق پر کرائی گئی اسکے بعد آپ ﷺ کو آسمان پر لے جایا گیا احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سفر معراج کے ذریعے ہوا، معراج کے معنیٰ سیڑھی یا زینہ کے ہیں جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں اس مبارک سفر میں پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے، دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ اسکے بعد آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لیجایا گیا، راستے میں حوض کوثر سے گزر ہوا پھر جنت کا نظارہ کروایا گیا وہاں دستِ قدرت کے وہ عجائب و غرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کسی کان نے آج تک سنے اور نہ کسی انسان کے وہم و گمان کی وہاں تک رسائی ہوئی۔ پھر آپ ﷺ کو دوزخ اور اس میں عذاب دیئے جانے کے چند عبرتناک مناظر دکھائے گئے، جبرائیل علیہ السلام یہیں ٹھہر گئے، حضور ﷺ آگے بڑھے، اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔ ابن عباس و دیگر محققین صحابہ رضی اللہ عنہم اور آئمہ کی رائے یہ ہے کہ یہ زیارت آنکھوں سے ہوئی، آپ ﷺ سجدہ ریز ہو گئے، اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا، اسی وقت نمازیں فرض ہوئیں، اسکے بعد آپ ﷺ واپس ہوئے اور براق پر سوار ہو کر صبح صادق سے پہلے مکہ تشریف لے آئے۔ (سیرت رسول متوسط)

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل ..... الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ② وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ۭ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ③ (پ۱۳۔ الرعد: ۱ تا ۳)

آیات کا ترجمہ کریں۔ واضح تفسیر تحریر کریں۔ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ الٓمّٓرٰ، یہ کتاب کی آیات ہیں، اور (اے پیغمبر!) جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ اللہ وہ ہستی ہے جس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر بلند کیا جن کو تم دیکھ سکو، پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا اور سورج و چاند کو کام پر لگا دیا، ہر چیز ایک مقررہ میعاد تک چل رہی ہے، وہی تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے، وہی امور و نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کی ملاقات پر یقین کر لو۔ اور وہی ذات

ہے جس نے زمین کو بچھادیا اور اس میں پہاڑ و دریا بنائے، اور اس میں ہر قسم کے پھلوں کے دو دو جوڑے پیدا کئے، وہ دن کو رات کی چادر اُڑھا دیتا ہے، بے شک اس میں البتہ ان لوگوں کیلئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ پہلی آیت میں قرآن کریم کے کلام الٰہی اور حق ہونے کا بیان ہے کہ یہ قرآن اور جو کچھ احکام آپ ﷺ پر نازل کئے جاتے ہیں وہ سب حق ہیں جن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں لیکن اکثر لوگ غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے اس پر ایمان نہیں لاتے۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کے دلائل مذکور ہیں کہ اس کی مخلوقات اور مصنوعات کو ذرا غور سے دیکھو تو یہ یقین کرنا پڑے گا کہ ان کی بنانے والی کوئی ایسی ہستی ہے جو قادر مطلق ہے اور تمام مخلوقات و کائنات اس کے قبضہ میں ہیں۔

اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمانوں کو بغیر کسی ستون کے اونچا کھڑا کر دیا جیسا کہ تم ان آسمانوں کو اسی حالت میں دیکھ رہے ہو، کیا آسمان کا جرم و جسم آنکھوں سے نظر آتا ہے؟ اس کے بعد فرمایا کہ پھر وہ عرش پر جو تختِ سلطنت کے مشابہ ہے قائم اور اس طرح جلوہ فرما ہوا جو اس کی شان کے لائق ہے اس جلوہ فرمانے کی کیفیت کو کوئی نہیں سمجھ سکتا اتنا اعتقاد رکھنا کافی ہے کہ جس طرح کا استواشانِ الٰہی کے شایان ہے وہ مراد ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو مسخر اور تابعِ حکم کیا ان میں سے ہر ایک معیّن رفتار سے چلتا ہے۔ مسخر کرنے سے مراد یہ ہے کہ دونوں کو جس جس کام پر لگا دیا ہے برابر لگے ہوئے ہیں ہزاروں سال گذر گئے مگر نہ کبھی ان کی رفتار میں کمی بیشی ہوتی ہے نہ تھکتے ہیں نہ کبھی اپنے مقررہ کام کے خلاف کسی دوسرے کام میں لگتے ہیں۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک سیارے کیلئے ایک خاص رفتار و مدار مقرر کر دیا ہے وہ ہمیشہ اپنے مدار پر اپنی مقررہ رفتار کے ساتھ چلتا رہتا ہے چاند اپنے مدار کو ایک ماہ میں پورا کر لیتا ہے اور آفتاب سال بھر میں پورا کرتا ہے، یہ نظامِ قدرت بآواز بلند پکار رہا ہے کہ اس کو بنانے اور چلانے والی کوئی ایسی ہستی ضرور ہے جو انسان کے ادراک و شعور سے بالاتر ہے۔

ہر چیز کی تدبیر درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے انسانی تدبیر برائے نام ہے، انسان جو اپنی تدبیروں پر نازاں ہے ذرا غور کرے تو معلوم ہوگا کہ اسکی تدبیر کسی چیز کو نہ پیدا کر سکتی ہے نہ بنا سکتی ہے اسکی ساری تدبیروں کا حاصل اس سے زیادہ نہیں کہ باری تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں کا صحیح استعمال سمجھ لے۔ وہ اپنی آیات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے اس سے مراد آیاتِ قرآنی بھی ہو سکتی ہیں جن کو حق تعالیٰ نے تفصیل کے ساتھ نازل فرمایا پھر نبی کریم ﷺ کے ذریعہ مزید ان کا بیان اور تفسیر فرمائی اور آیات سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی نشانیاں جو آسمان زمین اور خود انسان میں موجود ہیں وہ بھی ہو سکتی ہیں جو بڑی تفصیل کے ساتھ ہر وقت ہر جگہ انسان کی نظر کے سامنے ہیں۔ یہ سب کائنات اور ان کا عجیب و غریب نظام و تدبیر اللہ تعالیٰ نے اسلئے قائم فرمائے ہیں کہ تم اس میں غور کرو تو تمہیں آخرت اور قیامت کا یقین ہو جائے۔

وہی وہ ذات ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں بوجھل پہاڑ اور نہریں بنائیں، پہلے زمین کو پھیلایا گیا پھر اس کا توازن قائم رکھنے کیلئے اور بہت سے دوسرے فوائد کیلئے اس پر اونچے اونچے بھاری پہاڑ قائم فرما دیئے جو ایک طرف زمین کا توازن قائم رکھتے ہیں دوسری طرف ساری مخلوق کو پانی پہنچانے کا انتظام کرتے ہیں پانی کا بہت بڑا ذخیرہ ان کی چوٹیوں پر بحر منجمد (برف) کی شکل میں رکھ دیا جاتا ہے جس کیلئے نہ کوئی حوض ہے اور نہ ٹینکی بنانے کی ضرورت ہے، نہ ناپاک ہونے کا احتمال اور نہ سڑنے کا امکان، پھر اس کو ایک زیرِ زمین قدرتی پائپ لائن کے ذریعہ ساری دنیا میں پھیلا دیا جاتا ہے اسی سے کہیں تو کھلی ہوئی ندیاں اور نہریں نکلتی ہیں اور کہیں زیرِ زمین مستور رہ کر کنوؤں کے ذریعہ اس پائپ لائن کا سراغ لگایا اور پانی حاصل کیا جاتا ہے۔ پھر اس زمین سے طرح طرح کے پھل نکالے اور ہر ایک پھل دو دو قسم کے پیدا کئے، چھوٹے بڑے، سرخ سفید، کھٹے میٹھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ زوجین سے مراد دو نہ ہوں بلکہ متعدد انواع و اقسام مراد ہوں جن کی تعداد کم سے کم دو ہوتی ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ زوجین سے مراد نر و مادہ ہوں جیسے بہت سے درختوں کے متعلق تو تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ ان میں نر مادہ ہوتے ہیں جیسے کھجور، پستہ وغیرہ۔ دوسرے درختوں میں بھی اس کا امکان ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ڈھانپ دیتا ہے رات کو دن پر مراد یہ ہے کہ دن کی روشنی کے بعد رات لے آتا ہے جیسے کسی روشن چیز کو کسی پردہ میں ڈھانپ دیا جائے۔ بلاشبہ اس تمام کائنات کی تخلیق اور اس کی تدبیر و نظام میں غور و فکر کرنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ (ملخص از معارف القرآن)

❸ خط کشیدہ کلمات کی لغوی تحقیق:۔ عَمَدٌ: یہ جمع ہے اس کا مفرد عِمَادٌ ہے بمعنی ستون (جس چیز کا سہارا لیا جائے)۔

اَجَلٌ : یہ مفرد ہے اس کی جمع اٰجَالٌ ہے بمعنی مدت، وقت، موت۔ اَنْهَارًا : یہ جمع ہے اس کا مفرد نَهْرٌ ہے بمعنی ندی و دریا۔
لِقَاءٌ : یہ باب سمع (ناقص) کا مصدر ہے بمعنی استقبال کرنا۔ دیکھنا۔ ملاقات کرنا۔
رَوَاسِیَ : اسم ہے بمعنی بلند و مضبوط پہاڑ۔ مصدر رَسْوًا، رُسُوًّا (نصر۔ ناقص) بمعنی ٹھہرنا۔ ثابت ہونا۔ استوار ہونا۔

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل ..... وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قُلْ لَّوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (پ۱۱۔ یونس:۱۵۔۱۶)

آیات کا ترجمہ و مختصر تفسیر کیجئے۔ خط کشیدہ جملہ کی ترکیب لکھیں۔ نیز مخطوطہ الفاظ کا باب، صیغہ و بحث تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ خط کشیدہ جملہ کی ترکیب ④ مخطوطہ الفاظ کی صرفی تحقیق۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے ہماری واضح آیات، تو کہتے ہیں وہ لوگ جن کو ہم سے ملاقات کی امید نہیں ہے کہلے آؤ کوئی قرآن اس کے سوا یا اس میں تبدیلی کرو، تو (اے پیغمبر ﷺ) آپ کہہ دیں کہ مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں اس میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی کروں، میں صرف اس وحی و حکم کی تابع داری کرتا ہوں جو حکم میری طرف نازل کیا جاتا ہے، اگر کبھی میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں اس قرآن کو تمہارے سامنے نہ پڑھتا اور نہ اللہ تمہیں اس سے واقف کراتا، حالانکہ میں اس سے پہلے بھی ایک عمر تم میں بسر کر چکا ہوں، کیا تم پھر بھی نہیں سوچتے۔

② آیات کی تفسیر:۔ ماقبل کی چند آیات میں منکرینِ آخرت کے ایک غلط خیال اور بیجا فرمائش کی تردید ہے، ان لوگوں کو نہ خدا تعالی کی معرفت حاصل تھی اور نہ وہ وحی و رسالت کے سلسلہ سے واقف تھے، انبیاء علیہم السلام کو بھی عام انسانوں کی طرح جانتے تھے قرآن کریم جو رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ دنیا کو پہنچا اسکے متعلق بھی ان کا یہ خیال تھا کہ یہ خود آپ کا کلام اور آپ کی تصنیف ہے، اسی خیال کی بنا پر آنحضرت ﷺ سے یہ مطالبہ کیا کہ قرآن تو ہمارے اعتقادات و نظریات کے خلاف ہے جن بتوں کی ہمارے باپ دادا ہمیشہ تعظیم کرتے آئے اور ان کو حاجت روا مانتے آئے ہیں قرآن ان سب کو باطل اور لغو قرار دیتا ہے، اور پھر قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور حساب کتاب دینا ہوگا، یہ سب چیزیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں ہم ان کو ماننے کیلئے تیار نہیں، اسلئے آپ یا تو اس قرآن کے بجائے کوئی دوسرا قرآن بنا دیں جس میں یہ چیزیں نہ ہوں یا کم از کم اسی میں ترمیم کر کے ان چیزوں کو نکال دیں۔

قرآن کریم نے اولاً ان کے غلط اعتقاد کو رد کرتے ہوئے آپ ﷺ کو یہ ہدایت فرمائی کہ آپ ان سے کہہ دیں کہ یہ نہ میرا کلام ہے، نہ اپنی طرف سے اس کو بدل سکتا ہوں میں تو صرف وحیِ الٰہی کا تابع ہوں، اگر میں ذرا بھی اس میں اپنے اختیار سے کوئی تبدیلی کروں تو سخت گناہ گار ہوں گا اور نافرمانی کرنے والوں پر جو عذاب مقرر ہے میں اس سے ڈرتا ہوں اسلئے ایسا نہیں کر سکتا۔

پھر فرمایا کہ میں جو کچھ کرتا ہوں فرمانِ خداوندی کے تابع کرتا ہوں، اگر اللہ تعالی کی مشیت یہ ہوتی کہ تمہیں یہ کلام نہ سنایا جائے تو نہ میں تمہیں سناتا اور نہ اللہ تعالی تمہیں اس سے باخبر کرتے اور جب اللہ تعالی کو یہی منظور ہے کہ تمہیں یہی کلام سنوایا جائے تو کس کی مجال ہے جو اس میں کوئی کمی بیشی کر سکے۔ اس کے بعد قرآن کے من جانب اللہ اور کلام الٰہی ہونے کو ایک واضح دلیل سے سمجھایا کہ تم ذرا یہ بھی تو سوچو کہ نزولِ قرآن سے پہلے میں نے تمہارے سامنے چالیس سال کی طویل مدت

گزاری ہے، اس مدت میں تم نے کبھی مجھے شعر وسخن یا کوئی مقالہ لکھتے ہوئے نہیں سنا، اگر میں اپنی طرف سے ایسا کلام کہہ سکتا تو کچھ نہ کچھ اس چالیس سال کے عرصہ میں بھی کہا ہوتا، اس کے علاوہ اس چالیس سالہ طویل زندگی میں تم میرے چال چلن میں صدق و دیانت کا تجربہ کر چکے ہو کہ عمر بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا تو آج چالیس سال کے بعد آخر جھوٹ بولنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے، اس سے واضح طور پر ثابت ہوا کہ آپ ﷺ صادق وامین ہیں، قرآن میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کلام اسی کی طرف سے آیا ہوا ہے۔

③ خط کشیدہ جملہ کی ترکیب:۔ انّ حرف مشبہ بالفعل ی ضمیر اس کا اسم اخاف فعل وفاعل عذاب مضاف یوم عظیم موصوف وصفت ملکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر اخاف کا مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر انّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

اِن شرطیہ عصیت فعل وفاعل ربّی مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر شرط، اسکی جزاء (فاخاف العذاب وغیرہ) محذوف ہے، جس پر سابقہ جملہ دال ہے۔

④ مخطوطہ الفاظ کی صرفی تحقیق:۔ تُتْلٰی: صیغہ واحد مؤنث غائب بحث مضارع مجہول از مصدر تِلَاوَۃً (نصر۔ناقص) پڑھنا۔

لَا یَرْجُوْنَ: صیغہ جمع مذکر غائب بحث فعل منفی مضارع معروف از مصدر رَجَاءً رَجَاۃً (نصر۔ناقص) امید رکھنا۔خوف کرنا۔

اِئْتِ: صیغہ واحد مذکر بحث امر حاضر معروف از مصدر اَتْیًا اِتْیَانًا (ضرب۔مہموز وناقص) حاضر ہونا وحاضر کرنا۔آنا ولانا۔

اُبَدِّلُ: صیغہ واحد متکلم بحث فعل مضارع معلوم از مصدر تَبْدِیْلٌ (تفعیل۔صحیح) بمعنی تبدیل کرنا۔بدلنا۔

یُوْحٰی: صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع مجہول از مصدر وَحْیًا (ضرب۔لفیف) بمعنی اشارہ کرنا۔پیغام بھیجنا۔

الشق الثانی ..... وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ (الرعد:۶ تا ۱۰)

آیات کا ترجمہ کریں۔آیات کی تفسیر کریں۔ماتغیض الارحام وما تزداد، سیئۃ، حسنۃ اور مثلٰت کی بطور خاص وضاحت کریں۔خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر ③ سیئۃ، حسنۃ، مثلٰت، ماتغیض الارحام وما تزداد کی وضاحت ④ خط کشیدہ کلمات کی لغوی وصرفی تحقیق۔

جواب ..... ① آیات کا ترجمہ:۔ اور جلد مانگتے ہیں تجھ سے برائی کو بھلائی سے پہلے اور تحقیق گزر چکے ہیں ان سے پہلے بہت سے عذاب اور تیرا رب معاف بھی کرتا ہے لوگوں کو باوجود ان کے ظلم کے اور تیرے رب کا عذاب بھی سخت ہے۔اور کہتے ہیں کافر کیوں نہیں اتری اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے؟ تیرا کام تو ڈرانا ہے اور ہر قوم کیلئے راہ بتانے والا ہوا ہے۔اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ کسی مادہ کو حمل ہوتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی وبیشی ہوتی ہے اور ہر چیز کا اللہ کے نزدیک ایک خاص اندازہ ہے۔وہ تمام پوشیدہ وظاہری چیزوں کو جاننے والا ہے، سب سے بڑا اور عالیشان ہے، برابر ہے تم میں سے جو شخص چپکے سے کوئی بات کہے اور جو شخص پکار کر کہے اور جو چھپنے والا ہے رات میں اور جو چلنے پھرنے والا ہے دن میں۔

② آیات کی تفسیر:۔ کافر لوگ ہمیشہ عافیت کی میعاد ختم ہونے سے پہلے آپ ﷺ سے مصیبت کے نازل ہونے کا تقاضا کرتے ہیں کہ اگر آپ نبی ہیں تو فوری عذاب منگوا دیجئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عذاب کے آنے کو بہت ہی بعید یا ناممکن سمجھتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے دوسرے کافروں پر بہت سے عذاب کے واقعات گذر چکے ہیں جن کا سب لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے تو ان پر عذاب آجانا کیا مستبعد ہے؟۔پھر فرمایا کہ بیشک آپ ﷺ کا رب لوگوں کے گناہوں اور نافرمانیوں کے باوجود بڑی مغفرت

ورحمت والا ہے اور جو لوگ اس مغفرت ورحمت سے فائدہ نہ اٹھائیں اپنی سرکشی ونافرمانی پر جمے رہیں ان کیلئے سخت عذاب دینے والا بھی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے غفور ورحیم ہونے سے کسی غلط فہمی میں نہ پڑیں کہ ہم پر عذاب آ ہی نہیں سکتا۔

کفار کا ایک شبہ یہ بھی تھا کہ اگر چہ رسول اللہ ﷺ کے بہت سے معجزات ہم دیکھ چکے ہیں لیکن جن خاص خاص قسم کے معجزات کا ہم نے مطالبہ کیا ہے وہ کیوں ظاہر نہیں کرتے؟ اس کا جواب دیا کہ معجزہ ظاہر کرنا پیغمبر اور نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ براہ راست وہ حق تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے، وہ اپنی حکمت سے جس وقت جس طرح کا معجزہ ظاہر کرنا پسند فرماتے ہیں اس کو ظاہر کر دیتے ہیں وہ کسی کے مطالبہ اور خواہش کے پابند نہیں اسی لئے فرمایا کہ آپ ﷺ کافروں کو خدا کے عذاب سے صرف ڈرانے والے ہیں معجزہ ظاہر کرنا آپ کا کام نہیں، ہر قوم کیلئے پچھلی امتوں میں ہادی ہوتے چلے آئے ہیں آپ ﷺ کوئی انوکھے نبی نہیں سب ہی انبیا علیہم السلام کا وظیفہ یہ تھا کہ وہ قوم کو ہدایت کریں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں معجزات کا ظاہر کرنا کسی کے اختیار میں نہیں دیا گیا۔

یہاں تک نبوت کا انکار کرنے والوں کے شبہات کا جواب تھا، چوتھی آیت میں پھر وہی اصل مضمونِ توحید کا ذکر ہے جس کا ذکر اس سورکی ابتدا سے آرہا ہے کہ وہ تمام کائنات ومخلوقات کے ذرہ ذرہ سے واقف اور ہر ذرہ کے بدلتے ہوئے حالات سے مکمل طور پر باخبر ہے اور حمل کا یقینی وصحیح علم صرف اسی کو ہے کہ لڑکا ہے یا لڑکی یا دونوں یا کچھ بھی نہیں، حسین ہے یا بدشکل ہے، نیک ہے یا بد ہے اور جو کچھ ان عورتوں کے رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے کہ کبھی ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور کبھی زیادہ، کبھی جلدی پیدا ہوتا ہے اور کبھی دیر میں، یہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور وہ سب ظاہر وباطن کا جاننے والا اور سب سے بڑا وبلند وبرتر ہے اور تم میں سے کوئی شخص کوئی بات دل میں چھپائے رکھے یا آہستہ سے کوئی بات کرے یا زور سے پکار کر کوئی بات کہے، رات کو کہیں چھپ کر کوئی عمل کرے یا دن میں ظاہر اکوئی کام کاج کرے وہ پروردگار ہر ایک سے مکمل طور پر باخبر ہے۔

❸ **سیئۃ، حسنۃ، مثلٰت، ماتغیض الارحام وما تزداد** کی وضاحت:۔ **سیئۃ** سے مراد عذاب وسزا اور **حسنۃ** سے مراد نعمت وعافیت ہے یعنی مشرکینِ مکہ عافیت کی جگہ عذابِ خداوندی کے طالب تھے۔

مَثُلٰتٌ: یہ **مثلہ** کی جمع ہے، ایسی سزا جو انسان کو سب کے سامنے دی جائے اور دوسروں کیلئے عبرت کا ذریعہ بنے۔

ماتغیض الارحام وما تزداد: حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد حمل کی مدت کا نو ماہ سے کم اور زیادہ ہونا ہے۔ بعض نے کہا کہ نقصان سے مراد بچہ کا ساقط ہونا اور زیادتی سے مراد بناوٹ کا پورا ہونا ہے۔ (مظہری)

پیدا ہونے والے بچہ کی تعداد میں کمی بیشی بھی مراد ہو سکتی ہے کہ حمل ایک بچہ ہے یا زیادہ ہیں اور زمانۂ پیدائش کی کمی بیشی بھی مراد ہو سکتی ہے کہ یہ حمل کتنے مہینے کتنے دن اور کتنے گھنٹے میں پیدا ہو کر انسان کو ظاہری وجود دیگا۔ حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ زمانۂ حمل میں عورت کو جو خون آتا ہے وہ حمل کی جسامت وصحت میں کمی کا باعث ہوتا ہے اور آیت میں یہی جسامت وصحت کی کمی مراد ہے۔ (معارف القرآن)

❹ کلمات مخطوطہ کی لغوی تشریح:۔ "**مُتَعَالِ**" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر **تَعَالِیْ** (تفاعل، ناقص) بمعنی بلند ہونا۔

"**تَغِیْضُ**" صیغہ واحد مؤنث غائب بحث مضارع معلوم از مصدر **غَیْضًا** (ضرب، اجوف) بمعنی کم ہونا۔

"**اَسَرَّ**" صیغہ واحد مذکر غائب بحث ماضی معلوم از مصدر **اِسْرَارٌ** (افعال، مضاعف) بمعنی چھپانا، چپکے سے بات کرنا۔

"**مُسْتَخْفٍ**" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر **اِسْتِخْفَاءٌ** (استفعال، ناقص) بمعنی چھپنا و پوشیدہ ہونا۔

"**سَارِبٌ**" صیغہ واحد مذکر بحث اسم فاعل از مصدر **سُرُوْبًا** (نصر، صحیح) بمعنی برآمد ہونا، باہر نکلنا۔ (مظہری)

السوال الثانی ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل..... وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰۤى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۷۰﴾ (پ۱۴ نحل: ۶۸ تا ۷۰)

آیات کا ترجمہ وتفسیر کریں۔ وحی الی النحل اور ارذلِ عمر کی مراد لکھیں۔ اِنَّ فی ذٰلك لآیة لقوم یتفکّرون کی ترکیب کریں۔

جواب..... مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۲۹ھ

الشق الثانی..... وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ (پ۱۵۔ بنی اسرائیل: ۹۰تا۹۳)

آیات کا ترجمہ کریں۔ واضح تفسیر لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① آیات کا ترجمہ ② آیات کی تفسیر۔

جواب..... ① آیات کا ترجمہ:۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم زمین کو پھاڑ کر ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ نہ نکال دو، یا تمہارے لئے کھجور اور انگور کا ایک باغ پیدا ہو جائے اور تم اس کے بیچ زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کر دو، یا تم آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دو جیسا کہ تم دعوی کرتے ہو، یا پھر اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے آمنے سامنے لے آؤ، یا تمہارے لئے سونے کا ایک گھر پیدا ہو جائے، یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے کو بھی اس وقت تک نہیں مانیں گے جب تک تم ہم پر ایک کتاب نہ اتار لاؤ جس کو ہم پڑھ لیں۔ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیں: سبحان اللہ! میں تو ایک آدمی و بشر ہی ہوں جسے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔

② آیات کی تفسیر:۔ سابقہ آیات میں کفار کے چند سوالات اور ان کے جوابات کا ذکر تھا، ان آیات میں ان کے چند معاندانہ سوالات اور بے سروپا فرمائشوں کا ذکر اور ان کا جواب ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ یہ لوگ اعجاز قرآنی کے ذریعے آپ کی نبوت و رسالت کا واضح ثبوت ہو جانے کے باوجود بھی از راہِ عناد ایمان نہیں لاتے اور بہانے کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لئے مکہ کی زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دیں یا خاص آپ کیلئے کھجور اور انگور کا کوئی باغ ہو پھر اس باغ کے بیچ میں جگہ جگہ بہت سی نہریں آپ جاری نہ کر دیں یا آپ اپنے دعوی کے مطابق ہم پر آسمان کے ٹکڑے نہ گرا دیں یا آپ اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے نہ لا کھڑا کر دیں کہ ہم کھلم کھلا دیکھ لیں یا آپ کے پاس کوئی سونے کا بنا ہوا گھر نہ ہو یا آپ ہمارے سامنے آسمان پر نہ چڑھ جائیں اور ہم تو آپ کے آسمان پر چڑھنے کا بھی یقین نہ کریں گے جب تک کہ وہاں سے آپ ہمارے پاس کوئی کتاب نہ لائیں جس کو ہم پڑھ بھی لیں اور اس میں آپ کے آسمان پر پہنچنے کی تصدیق بطور رسید لکھی ہوئی ہو۔

اے پیغمبر! آپ ان سب خرافات کے جواب میں فرما دیجئے کہ میں صرف آدمی اور پیغمبر ہوں، ان فرمائشوں کو پورا کرنا میری قدرت میں نہیں، یہ قدرتِ مطلقہ تو صرف اللہ تعالی ہی کی صفت ہے، بشریت اپنی ذات میں خود عجز و بے اختیاری کو مقتضی ہے، رہا رسالت کا معاملہ تو اللہ کے رسول کو بھی ہر چیز کا مکمل اختیار نہیں بلکہ نبوت و رسالت کیلئے تو اتنی بات کافی ہے کہ رسالت کی کوئی صاف واضح دلیل آ جائے جس پر اہلِ عقل کو اعتراض نہ ہو سکے اور وہ دلیل اعجازِ قرآنی اور دوسرے معجزات کی صورت میں بارہا پیش کی جا چکی ہے اسلئے نبوت و رسالت کیلئے ان فرمائشوں کے مطالبہ کا حق نہیں جس چیز کو وہ حکمت کے مطابق دیکھتے ہیں ظاہر بھی کر دیتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ تمہاری سب فرمائشیں پوری کریں۔ (معارف القرآن)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاول..... وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۠ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ (پ۱۸۔ نور: ۲۲،۲۳) آیات مبارکہ کا ترجمہ اور شانِ نزول ذکر کریں، واقعۂ افک مختصراً لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں ① آیات کا ترجمہ ② آیات کا شانِ نزول ③ واقعۂ افک کی وضاحت

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ اور جو لوگ تم میں سے اہلِ خیر اور وسعت والے ہیں وہ ایسی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مساکین اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو کچھ نہ دیں گے۔ چاہئے کہ وہ معافی اور درگزر سے کام لیں، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا و مہربان ہے۔ بیشک وہ لوگ جو پاکدامن بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کو سخت عذاب ہوگا۔

❷ آیات کا شانِ نزول:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے کے واقعہ میں جو دو تین صحابہ اپنی سادگی کی وجہ سے منافقوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہو گئے تھے ان میں حضرت مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو مہاجر بھی تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار بھی تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی مالی مدد کرتے تھے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا پتہ چلا کہ حضرت مسطح بھی اس واقعہ میں شامل ہیں تو انہوں نے قسم کھائی کہ آئندہ ان کی مدد نہ کروں گا اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (آسان ترجمہ)

مذکورہ واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان آیات میں تنبیہ کی گئی ہے کہ حضرت مسطح سے غلطی ضرور ہوئی مگر انہوں نے دل سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی مالی مدد نہ کرنے کی قسم کھانا ٹھیک نہیں ہے جب انہوں نے توبہ کی ہے تو ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے انکو معاف کرنا چاہیے، اگر تم اللہ تعالیٰ سے اپنی معافی کے طلبگار ہو تو پھر لوگوں کو بھی معاف کرو۔

❸ واقعۂ افک کی وضاحت:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۹ھ**

الشق الثانی ..... وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ (پ۲۰۔نمل:۸۲تا۸۵)

آیات کا ترجمہ اور مختصر تفسیر تحریر کریں۔ **دابۃ الارض** سے کیا مراد ہے؟ یہ کہاں اور کب نکلے گا اور لوگوں سے کیا کلام کریگا؟

جواب ..... **مکمل جواب کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۵ھ**

اللّٰہ یُوفقکنّ الصّواب

مکتبہ زکریا ملتان ◎ پاکستان
0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

الورقة الثانية: فی الصرف

﴿الورقة الثانية فی الصرف﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل..... بین بین قریب وبعید کی تعریف کر کے مثالوں سے واضح کریں۔ خَطِیَّةٌ، خَطَایَا، اِتَّقَدَ، اَذُنٌ کی تعلیل واضح لکھیں اور بتائیں کہ ان میں کونسے قاعدے جارے ہوئے ہیں؟ ۔"أَأَنْتُمْ" میں جائز تمام صورتوں کو وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔
(ص۵۴و۵۵۔معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امر توجہ طلب ہیں (۱) بَین بَین قریب وبعید کی تعریف مع امثلہ (۲) مذکورہ صیغوں کی تعلیل و جاری شدہ قواعد کی نشاندہی (۳) أأنتم کی جوازی صورتیں۔

جواب..... ❶ بَین بَین قریب وبعید کی تعریف مع امثلہ:۔

بَین بَین قریب: ہمزہ کو اپنے مخرج اور اپنی حرکت کے موافق حرفِ علت کے مخرج کے درمیان پڑھنا۔

بَین بَین بعید: ہمزہ کو اپنے مخرج اور ماقبل والے حرف کی حرکت کے موافق حرفِ علت کے مخرج کے درمیان پڑھنا۔ جیسے لَؤُمَ اس میں ہمزہ کے مخرج اور اس کی حرکت کے موافق حرفِ علت واؤ کے مخرج کے درمیان پڑھنا بَین بَین قریب ہے اور ہمزہ کے مخرج اور اس کے ماقبل والے حرف کی حرکت کے موافق حرفِ علت الف کے مخرج کے درمیان پڑھنا بَین بَین بعید ہے۔

❷ مذکورہ صیغوں کی تعلیل وجاری شدہ قواعد کی نشاندہی:۔ "خَطِیَّةٌ" اصل میں خَطِیْئَةٌ تھا (واؤ ویاءِ مدہ زائدہ ویاءِ تصغیر کے بعد ہمزہ جوازی طور پر ماقبل کی جنس سے تبدیل ہو کر اس میں مدغم ہو جاتا ہے) اس قاعدہ کے مطابق ہمزہ یاءِ مدہ کے بعد واقع ہوا تو ماقبل یاء کی جنس سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام ہوا خطیّة ہو گیا۔

"خَطَایَا" اصل میں خَطَایِئُ تھا یاء الف جمع کے بعد طرف سے پہلے واقع ہوئی اس کو ہمزہ سے بدل دیا خَطَائِءٌ ہو گیا، پھر ہمزہ ثانیہ کو جَاءٍ والے قاعدہ سے یاء سے بدلا خطائِیٌ ہوا پھر خَطَایَا والے قاعدہ سے ہمزہ کو یاء مفتوحہ سے اور یاء کو الف سے بدل دیا خَطَایَا ہو گیا۔

"اَذُنٌ" اصل میں اَذْوُرٌ تھا (واؤ مضموم ومکسور شروع میں اور مضموم درمیان میں جوازاً ہمزہ ہو جاتا ہے) اس قاعدہ کے مطابق واؤ مضموم درمیان کلمہ میں واقع ہوا تو ہمزہ سے تبدیل ہو گیا پس اَذْوُرٌ سے اَذُءُرٌ ہو گیا۔

"اِتَّقَدَ" (جو واؤ اصلی افتعال کا فاء کلمہ واقع ہوا اس کو تاء سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کر دیتے ہیں) اس قاعدہ کی روشنی میں اِتَّقَدَ اصل میں اِوْتَقَدَ تھا، واؤ اصلی فاءِ افتعال کی جگہ واقع ہوئی تو اسے تاء سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کر دیا اِتَّقَدَ ہو گیا۔

❸ أأنتم کی جوازی صورتیں:۔ ہمزہ قطعی پر جب ہمزہ استفہام داخل ہو جیسے "أأنتم" تو دوسرے ہمزہ کو اس حرف سے بدل دینا جائز ہے جس کا تخفیف کا قاعدہ تقاضہ کرتا ہے مثلاً "أأنتم" میں پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور دوسرا ہمزہ قطعی ہے لہٰذا ثانی ہمزہ کو قاعدہ (جب کلمہ میں دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں میں سے کوئی مکسور ہو تو دوسرے ہمزہ کو یاء سے بدل دیتے ہیں اور اگر کوئی بھی ہمزہ مکسور نہ ہو تو دوسرے ہمزہ کو واؤ سے بدل دیتے ہیں) کے مطابق واؤ سے بدل کر "أَوَنْتُمْ" کرنا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ دوسرے ہمزہ میں تسہیل (کہ ہمزہ کو جھٹکا سے نہ پڑھا جائے بلکہ نرمی سے پڑھا جائے) کر دیں اور یہ بھی جائز ہے کہ دونوں ہمزہ کے درمیانی الف لے آئیں جیسے آأَنْتُمْ۔

الشق الثانی.....یُدْعَیَانِ، مَدَاعِیٌّ، حُبْلَیَانِ، حِیْکٰی، طُوْبٰی۔ (ص۶۴۔معارف)

مذکورہ صیغوں کی اصل بتائیں وتعلیل ذکر کریں نیز ان میں کون کون سے قواعد کے تحت تعلیل ہوئی ہے۔

جواب.....مذکورہ صیغوں کی اصل، تعلیل وجاری شدہ قواعد کی نشاندہی:۔ یُدعیان، مَداعِیّ: ان دونوں کی اصل یُدْعَوَانِ اور

مَدَاعِیو ہے (جو واؤ کلمہ میں چوتھی جگہ یا زائد پر واقع ہو اور ضمہ و واؤ ساکن کے بعد نہ ہو وہ واؤ یاء سے بدل جاتا ہے جیسے یُدْعَیَانْ اَعْلَیْتُ اِسْتَغْلَیْتُ مَدَاعِیُّ) اس قاعدہ کے مطابق یَدْعَوانِ میں ''واؤ'' کلمہ میں چوتھی جگہ واقع ہوئی اور اسکا ماقبل مضموم اور واؤ ساکن نہ تھا اس کو ''یاء'' سے بدل دیا، یُدْعَیَانِ ہوگیا اور مَدَاعِیُّ میں اسی قاعدہ کے مطابق ''واؤ'' کلمہ میں چوتھی جگہ سے زائد واقع ہوئی اور اس کا ماقبل مضموم اور ''واؤ'' ساکن نہ تھا تو اس کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا مَدَاعِیُّ ہوگیا۔

حُبْلَیَانِ: اصل میں حبلی کا تثنیہ ہے (تثنیہ وجمع مؤنث سالم کے الف سے پہلے الف زائدہ یاء ہو جاتا ہے) اس قاعدہ کی وجہ سے حبلی کے آخر کا الف زائدہ الف تثنیہ سے پہلے واقع ہوا لہٰذا اسے یاء سے بدل کر فتحہ دے دیا کیونکہ الف تثنیہ سے پہلے فتحہ ہونا ضروری ہے اور الف حرکت کو قبول نہیں کرتا اس وجہ سے یاء سے بدل کر فتحہ دیدیا حُبْلَیَانِ ہوگیا۔

حِیْکَی طوبیٰ: (جو یاء فُعْلٌ جمع اور فُعْلٰی مؤنث کا عین کلمہ واقع ہو صفت میں اس کے ماقبل کو کسرہ دیدیتے ہیں اور اسم میں بقاعدہ یاء ساکن غیر مدغم ضمہ کے بعد واؤ ہو جاتی ہے) مذکورہ قاعدہ کے مطابق حِیْکی اصل میں حُیْکٰی تھا یاء فُعْلٰی مؤنث صفتی کا عین کلمہ واقع ہوئی تو ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا حِیْکٰی ہوگیا اور طُوْبٰی اصل میں طُیْبٰی تھا یاء ساکن غیر مدغم ضمہ کے بعد واقع ہوئی واؤ سے بدل دیا تو طُوْبٰی ہوگیا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل.....یَدْعُوْنَ، تَرْمِیْنَ، تَدْعِیْنَ، مَرْمِیٌّ، تَقْوٰی۔ (ص۶۲ تا ۶۶۔ معارف)

مذکورہ صیغوں کی اصل بتا کر تعلیل کریں۔ نیز ان میں جاری شدہ قواعد کی نشاندہی کریں۔

جواب.....مذکورہ صیغوں کی اصل، تعلیل و جاری شدہ قواعد کی نشاندہی:۔ یَدْعُوْنَ، تَرْمِیْنَ: (واؤ ضمہ کے بعد واقع ہو اور اس کے بعد واؤ ہو یا یاء کسرہ کے بعد واقع ہو اور اس کے بعد یاء ہو تو یہ ساکن ہو کر اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر جاتے ہیں) یدعون، ترمین اصل میں یَدْعُوُوْنَ اور تَرْمِیِیْنَ تھے، ضمہ کے بعد واؤ تھا پھر اس کے بعد واؤ آیا اور کسرہ کے بعد یاء تھی پھر اس کے بعد یاء آئی تو دونوں مذکورہ قاعدہ کی روشنی میں ساکن ہو کر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے حذف ہوگئے یدعون، ترمین ہوگئے۔

تَدْعِیْنَ: (اگر واؤ ضمہ کے بعد ہو اور اس کے بعد یاء ہو یا یاء کسرہ کے بعد ہو اور اس کے بعد واؤ ہو تو ماقبل کو ساکن کر کے واؤ اور یاء کی حرکت اسے دیدیتے ہیں پھر واؤ یاء ہو کر اور یاء واؤ ہو کر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے گر جاتے ہیں جیسے تدعین، یرمون) تدعین اصل میں تَدْعُوِیْنَ تھا واؤ ضمہ کے بعد واقع ہوا اور اس کے بعد یاء تھی تو ماقبل کے ضمہ کو حذف کر کے واؤ کا کسرہ اسے دیدیا اور واؤ کو یاء سے بدل دیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے ایک یاء کو گرا دیا تدعین ہوگیا۔

مَرْمِیٌّ: (وہ واؤ اور یاء جو کسی حرف سے تبدیل نہ ہوں، غیر ملحق میں جمع ہو جائیں اور ان میں سے پہلا حرف ساکن ہو تو واؤ یاء سے بدل کر یاء میں مدغم ہو جاتی ہے اور ماقبل کا ضمہ کسرہ سے بدل جاتا ہے جیسے سَیِّدٌ، مَرْمِیٌّ، مُضِیٌّ) پس مَرْمِیٌّ اصل میں مَرْمُوْیٌ تھا واؤ اور یاء ایک جگہ جمع ہوئے اول ساکن تھا واؤ کو یا سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیا پھر یاء کی مناسبت سے ماقبل کے ضمہ کو بھی کسرہ سے بدل دیا مَرْمِیٌّ ہوگیا۔

تَقْوٰی: (جو یاء فَعْلٰی کا لام کلمہ واقع ہو وہ واؤ ہو جاتی ہے) جیسے تَقْوٰی اصل میں تَقْیَا تھا مذکورہ قاعدہ کی روشنی میں یاء فَعْلٰی کا لام کلمہ واقع ہوئی اسے واؤ سے بدل دیا تَقْوٰی ہوگیا۔

الشق الثانی..... فعل معلوم و مجہول، منفی و مثبت اور اسم کی تین قسمیں مصدر، مشتق، جامد ہر ایک کی تعریف مع مثال لکھیں۔ نیز اسم جامد کی حروف کی تعداد کے اعتبار سے کتنی اقسام ہیں۔ انکی امثلہ تفصیل سے قلمبند کریں۔ (ص۲۴ و ۲۵۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) فعل معلوم و مجہول، منفی و مثبت کی تعریف مع امثلہ (۲) جامد، مصدر، مشتق کی تعریف مع امثلہ (۳) اسمِ جامد کی اقسام باعتبار تعدادِ حروف مع امثلہ۔

جواب..... (۱) فعل معلوم و مجہول، منفی و مثبت کی تعریف مع امثلہ:۔ فعل معلوم: وہ فعل ہے جس کا کرنے والا معلوم ہو جیسے

0313 6357913 maktabazakariyadurban@gmail.com

ضرب زیدٌ (زید نے مارا) **اکل بکرٌ** (بکر نے کھایا) ان میں فعل کا فاعل معلوم ہے۔

فعل مجہول: وہ فعل ہے جس کا فاعل معلوم نہ ہو جیسے **ضُرِبَ زیدٌ** (زید مارا گیا) اس میں فعل کا فاعل معلوم نہیں ہے۔

فعل مثبت: وہ فعل ہے جس میں کسی کام کے ہونے کا ذکر ہو جیسے **ضرب زیدٌ** (زید نے مارا) **نصر خالدٌ** (خالد نے مدد کی) ان میں کام کے ہونے کا ذکر ہے۔

فعل منفی: وہ فعل ہے جس میں کسی کام کے نہ ہونے کا ذکر ہو جیسے **ماضرب زیدٌ** (زید نے نہیں مارا) **لم یاکل** (اس نے نہیں کھایا) ان میں کسی کام کے نہ ہونے کا ذکر ہے۔

② جامد، مصدر اور مشتق کی تعریف مع امثلہ:۔ جامد: وہ اسم ہے جو نہ مصدر ہو اور نہ مشتق ہو یعنی نہ وہ خود کسی اسم سے بنا ہو اور نہ اس سے کوئی دوسرا اسم بنا ہو جیسے **رجل، جعفر**۔

مشتق: وہ اسم ہے جو مصدر یا فعل سے نکلا ہو جیسے **ضَارِبٌ و مُخْرِجٌ**۔

مصدر: وہ اسم ہے جو کسی کام کے ہونے یا کرنے پر دلالت کرے اور اس کے فارسی ترجمہ کے آخر میں لفظِ دن یا تن ہو۔ بالفاظِ دیگر وہ خود تو کسی اسم سے نہ بنا ہو مگر اس سے دوسرے اسماء بنتے ہوں جیسے **الضرب** (زدن)، **القتل** (کشتن)۔

③ اسمِ جامد کی اقسام باعتبار تعدادِ حروف مع امثلہ:۔ اسمِ جامد کی حروف کی تعداد کے اعتبار سے چھ قسمیں ہیں ① ثلاثی مجرد جیسے **فَرَسٌ، رَجُلٌ** ② ثلاثی مزید فیہ جیسے **جِمَارٌ** ③ رباعی مجرد جیسے **جَعْفَرٌ، دِرْهَمٌ** ④ رباعی مزید فیہ جیسے **قِرْطَاسٌ، عَنْكَبُوْتٌ** ⑤ خماسی مجرد جیسے **سَفَرْجَلٌ، قُذَعْمِلٌ** ⑥ خماسی مزید فیہ جیسے **قَبَعْثَرٰی، عَضْرَفُوْطٌ**۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ..... فعل ماضی، مضارع، امر، نہی میں سے ہر ایک کی تعریف و مثال تحریر کریں۔ **الاستیذان** سے نفی جحد بلم معروف کی گردان لکھیں۔ **اَلْمَسُّ** (سمع) سے فعل ماضی مجہول کی گردان لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مذکورہ اصطلاحات کی تعریف ② **الاستیذان** سے نفی جحد بلم معروف کی گردان ③ **اَلْمَسُّ** (سمع) سے فعل ماضی مجہول کی گردان۔

جواب ..... ① مذکورہ اصطلاحات کی تعریف:۔ فعل مضارع: وہ فعل جو موجودہ یا آئندہ زمانہ پر دلالت کرے، جیسے **یَنْصُرُ** (مدد کرتا ہے یا مدد کرے گا وہ ایک مرد موجودہ یا آئندہ زمانہ میں)

فعل ماضی: وہ فعل جو گزرے ہوئے زمانہ پر دلالت کرے، جیسے **نَصَرَ** (مدد کی اس ایک مرد نے گزرے ہوئے زمانہ میں)

امر: وہ فعل جس میں کسی کام کرنے کا حکم دیا جائے، جیسے **اُنْصُرْ** (تو مدد کر)

نہی: وہ فعل جس میں کسی کام سے منع کیا جائے، جیسے **لَا تَضْرِبْ** (تو مت مار)

② **الاستیذان** سے نفی جحد بلم معروف کی گردان:۔ **لَمْ یَسْتَاذِنْ لَمْ یَسْتَاذِنَا لَمْ یَسْتَاذِنُوْا لَمْ تَسْتَاذِنْ لَمْ تَسْتَاذِنَا لَمْ یَسْتَاذِنَّ لَمْ تَسْتَاذِنْ لَمْ تَسْتَاذِنَا لَمْ تَسْتَاذِنُوْا لَمْ تَسْتَاذِنِیْ لَمْ تَسْتَاذِنَا لَمْ تَسْتَاذِنَّ لَمْ اَسْتَاذِنْ لَمْ نَسْتَاذِنْ**۔

③ **اَلْمَسُّ** (سمع) سے فعل ماضی مجہول کی گردان:۔ **مُسَّ مُسَّا مُسُّوْا مُسَّتْ مُسَّتَا مُسِسْنَ مُسِسْتَ مُسِسْتُمَا مُسِسْتُمْ مُسِسْتِ مُسِسْتُمَا مُسِسْتُنَّ مُسِسْتُ مُسِسْنَا**۔

الشق الثانی ..... باب استفعال کی تمام خاصیات مثالوں سمیت تحریر کریں۔

جواب ..... باب **استفعال** کی خاصیات مع امثلہ:۔ ① طلب: یعنی ماخذ کا طلب کرنا جیسے **استطعمته** میں نے اس سے کھانا طلب کیا۔ ② لیاقت و استحقاق: یعنی کسی شئ کا ماخذ کے لائق ہونا جیسے **استرقع الثوب** کپڑا پیوند کے لائق ہو گیا۔ ماخذ **رُقْعَةٌ** ہے۔ ③ وجدان: جیسے **اِسْتَكْرَمْتُهٗ** میں نے اس کو قریب پایا۔ ④ حِسبان: یعنی کسی چیز کو ماخذ کے ساتھ موصوف خیال کرنا جیسے **استحسنته** میں نے اس کو نیک گمان کیا۔ ⑤ تحوّل: یعنی کسی چیز کا عینِ ماخذ یا مثلِ ماخذ ہونا اور یہ دو قسم پر ہے۔ (ا) صوری جیسے

استحجر الطين گارا پتھر ہوگیا حقیقۃً یا مثل پتھر کے ہوگیا سختی میں، ماخذ حَجَرٌ ہے (۲) معنوی جیسے استونق الجمل اونٹ صفتِ ضعف میں اونٹنی ہوگیا، ماخذ نَاقَةٌ ہے۔ ⑥ اِتِّخَاذ: یعنی ماخذ کو وطن بنانا جیسے "اِسْتَوْطَنَ الْهِنْدَ" (اس نے ہند کو وطن بنایا) اس کا ماخذ وطن ہے۔ ⑦ قَصْر: یعنی اختصار کی غرض سے مرکب سے ایک کلمہ اشتقاق کرنا جیسے استرجع اس نے انا للّٰه وانا اليه راجعون پڑھا۔ ⑧ مطاوعت: یعنی مفعول کا فاعل کے اثر کو قبول کرنا جیسے "اَقَمْتُهٗ فَاسْتَقَامَ" (میں نے اس کو کھڑا کیا اور وہ کھڑا ہوگیا)۔ ⑨ موافقتِ مجرد اَفْعَلَ وَتَفَعَّلَ و اِفْتَعَلَ: جیسے اِسْتَقَرَّ وَقَرَّ ٹھہر گیا اِسْتَجَابَ واَجَابَ جواب دیا (قبول کیا) اِسْتَكْبَرَ وَتَكَبَّرَ غرور کیا اور اِسْتَعْصَمَ و اِعْتَصَمَ اس نے چنگل مارا۔ ⑩ ابتداء: جیسے اِسْتَعَانَ موئے عانہ (موئے زیر ناف) صاف کئے (ماخذ عَانَه) مجرد میں عَانَ کا معنیٰ مدد کرنا ہے۔

﴿الورقة الثانية فى الصرف﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... باب افعال کی خاصیات میں سے تعدیہ، تصییر، تعریض، وجدان، سلب، بلوغ، الزام، صیرورت، مطاوعت کو مثالوں کے ساتھ واضح کریں۔ (ص ۷۶۔ امدادیہ ملتان)

جواب ..... باب افعال کی خاصیات:۔ باب افعال کی انیس خاصیات ہیں جن میں سے مذکورہ خاصیات کی وضاحت درج ذیل ہے:

تعدیہ: متعدی بنانا یعنی جو مصدر مجرد میں لازم ہے وہ باب افعال میں متعدی بن جاتا ہے جیسے خَرَجَ زَيْدٌ زید نکلا (مجرد میں یہ لازم ہے) اور اَخْرَجْتُهٗ میں نے اس کو نکالا (باب افعال میں یہ متعدی ہے) اور جو مصدر مجرد میں ایک مفعول کے ساتھ متعدی ہو وہ باب افعال میں آکر متعدی بدو مفعول بن جاتا ہے جیسے حَفَرْتُ نَهْرًا میں نے نہر کھودی (مجرد میں یہ متعدی بیک مفعول ہے) اور اَحْفَرْتُ زَيْدًا نَهْرًا میں نے زید سے نہر کھدوائی (باب افعال میں یہ متعدی بَدَوْ مفعول ہے)۔

تصییر: کسی چیز کو صاحبِ ماخذ بنانا جیسے اَشْرَكْتُ النَّعْلَ میں نے جوتی شراک دار بنائی، شراک ماخذ ہے بمعنی تسمہ۔

تعریض: فاعل کا مفعول کو ماخذ کی جگہ لے جانا جیسے ابَعْتُ الفرسَ میں گھوڑے کو بیع کی جگہ لے گیا، اس میں بیع ماخذ ہے۔

وجدان: کسی شیٔ کو ماخذ کے ساتھ موصوف پانا جیسے اَبْخَلْتُ زَيْدًا میں نے زید کو بخیل پایا، اس میں بخل ماخذ ہے۔

سلب: کسی شیٔ سے ماخذ کو دور کرنا۔ پھر سلب کی دو قسمیں ہیں ① اگر فعل لازم ہے تو سلب فاعل سے ہوگا جیسے اَقْسَطَ زَيْدٌ زید نے اپنے آپ سے ظلم کو دور کیا ② اور اگر فعل متعدی ہے تو سلب مفعول سے ہوگا جیسے شَكَى وَاَشْكَيْتُهٗ اس نے شکایت کی میں نے اس کی شکایت کو دور کر دیا۔

بلوغ: ماخذ میں پہنچنا یا داخل ہونا جیسے اَصْبَحَ زَيْدٌ زید صبح کے وقت پہنچا، یہ بلوغِ زمانی ہے۔ اَعْرَقَ عَمْرٌو عمرو ملکِ عراق میں داخل ہوا، یہ بلوغِ مکانی ہے۔

صیرورت: اس کے تین معانی ہیں ① کسی چیز کا صاحبِ ماخذ ہونا جیسے "اَلْبَنَتِ النَّاقَةُ" (اونٹنی دودھ والی ہوگئی) ② ایسی چیز کا مالک ہونا جس میں ماخذ والی صفت پائی جائے جیسے "اَجْرَبَ الرَّجُلُ" (کوئی شخص خارشی اونٹ کا مالک ہوگیا) ③ ماخذ میں کسی چیز والا ہونا جیسے "اَخْرَفَتِ الشَّاةُ" (بکری موسم خریف میں بچہ والی ہوئی)۔

0313 6357913 maktabazakariyafuttahi@gmail.com

الزام: یعنی متعدی سے لازم کرنا جیسے اَحْمَدَ زَيْدٌ زید قابلِ تعریف ہوا، مجرد میں حَمِدَ بمعنی تعریف کرنا متعدی تھا۔

مطاوعت: یعنی فَعَلَ (مجرد) فَعَّلَ (تفعیل) کے بعد افعال کا اس غرض سے آنا کہ مفعول نے فاعل کا اثر قبول کر لیا ہے جیسے "كَبَبْتُهٗ فَاَكَبَّ" (میں نے اس کو اوندھا گرایا اور وہ اوندھا گر گیا) "بَشَّرْتُهٗ فَاَبْشَرَ" (میں نے اس کو خوشخبری دی اور وہ خوش ہوگیا)

الشق الثانی ..... باب تفعیل کی خاصیات مع امثلہ لکھیں۔ (ص ۷۹، ۸۳۔ امدادیہ)

جواب ..... باب تفعیل کی خاصیات:۔ اس باب کی کل تیرہ خاصیات ہیں: ① تعدیہ: یعنی جو مجرد میں لازمی ہو وہ تفعیل میں متعدی ہو جائے گا جیسے نَزَلَ وہ اترا مجرد میں لازم ہے نَزَّلْتُهٗ میں نے اس کو اتارا تفعیل میں متعدی ہوگیا۔ ② سلب: یعنی کسی شیٔ سے ماخذ

کو دور کرنا جیسے قَرَّرْتُ الْاِبِلَ میں نے اونٹ سے چمڑی کو دور کیا۔اس کا ماخذ قُرَّۃٌ ہے۔③صیرورت: یعنی کسی شئ کا صاحب ماخذ ہونا جیسے نَوَّرَ الشَّجَرُ درخت شگوفہ دار ہوگیا۔④بلوغ: یعنی ماخذ میں پہنچنا اور داخل ہونا جیسے "خَیَّمَ زَیْدٌ" زید خیمہ میں پہنچا اور داخل ہوا۔⑤تصییر: یعنی کسی چیز کو صاحبِ ماخذ بنانا جیسے وتّرت القوس میں نے کمان کو توس دار بنایا۔⑥مبالغہ: اس کی تین اقسام ہیں مبالغہ فی الفعل جیسے صَرَّحَ خوب ظاہر ہوا۔مبالغہ فی الفاعل جیسے مَوَّتِ الْاِبِلُ اونٹوں میں بہت موت پھیلی۔مبالغہ فی المفعول جیسے قَطَّعْتُ الثِّیَابَ میں نے بہت کپڑے کاٹے۔⑦نسبت به ماخذ: یعنی ماخذ کے ساتھ منسوب کرنا جیسے فَسَّقْتُ زیدًا میں نے زید کو فسق سے منسوب کیا۔⑧الباس ماخذ: یعنی ماخذ پہنانا جیسے جَلَّلْتُ الفرسَ میں نے گھوڑے کو جھول پہنائی جُلّ ماخذ ہے۔⑨تخلیطِ ماخذ: یعنی کسی شئ کو ماخذ سے ملمع کرنا جیسے ذَهَّبْتُ السَّیْفَ میں نے تلوار کو سونے کا ملمع کیا۔⑩تحویل: کسی چیز کو ماخذ یا مثلِ ماخذ بنانا جیسے نَصَّرَ زیدٌ عمرًوا زید نے عمرو کو نصرانی بنایا اور خَیَّمْتُهٗ میں نے اسکو خیمہ کی مثل بنایا۔⑪قصر: یعنی اختصار کی غرض سے مرکب کا ایک کلمہ باب تفعیل بنالیا جائے جیسے هَلَّلَ اس نے لاالٰہ الّا اللّٰہ پڑھا۔⑫موافقتِ فعل مجرد: جیسے تَمَّرْتُهٗ وتَمَرْتُهٗ کا ایک ہی معنی ہے میں نے اس کو کھجور دی۔موافقتِ اَفْعَلَ: جیسے تَمَّرَو اَتْمَرَ بمعنی تر کھجور خشک ہوگئی۔موافقتِ تَفَعَّلَ: جیسے تَرَّسَ وَتَتَرَّسَ بمعنی ڈھال کو کام میں لایا۔⑬ابتداء: یعنی تفعیل میں یہ معنی ابتداءً ہے جیسے کَلَّمْتُهٗ میں نے اس سے کلام کی، مجرد میں کَلْمٌ بمعنی زخمی کرنا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٤ھ

الشق الاوّل ..... درج ذیل الفاظ اصل میں کیا تھے، ان میں کیا کیا تعلیلات ہوئی ہیں۔قُلْنَ، ذِیْبٌ، یَعِدُ، اِتَّقَدَ، اَوَاصِلُ، یَقُوْلُ، دُعِیَ۔ (ص ۵۷تا۶۳۔معارف)

جواب ..... مذکورہ الفاظ کی اصل وتعلیل:۔قُلْنَ: اصل میں قَوَلْنَ تھا واؤ متحرک کا ماقبل مفتوح تھا الف سے بدل دیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے الف حذف ہوگیا اور فاء کلمہ کو ضمہ دیدیا تاکہ واؤ محذوف پر دلالت کرے، قُلْنَ ہوگیا۔

ذِیْبٌ: اصل میں ذِئْبٌ تھا ہمزہ منفردہ ساکنہ کو ماقبل کی حرکت کے موافق یاء سے بدل دیا ذِیْبٌ ہوگیا۔

یَعِدُ: اصل میں یَوْعِدُ تھا واؤ علامتِ مضارع مفتوحہ اور کسرہ کے درمیان واقع ہوئی اسے گرادیا یَعِدُ ہوگیا۔

اِتَّقَدَ: اصل میں اِوْتَقَدَ تھا واؤ اصلی فاءِ افتعال کی جگہ واقع ہوئی تو اسے تاء سے بدل کر تاء کا تاء میں ادغام کردیا اِتَّقَدَ ہوگیا۔

اَوَاصِلُ: اصل میں وَوَاصِلُ تھا دو واؤ متحرک اول کلمہ میں جمع ہوئیں تو اول کو ہمزہ کردیا اَوَاصِلُ ہوگیا۔

یَقُوْلُ: اصل میں یَقْوُلُ تھا واؤ متحرک کا ماقبل ساکن تھا تو اس کی حرکت ماقبل کو دیدی یَقُوْلُ ہوگیا۔

دُعِیَ: اصل میں دُعِوَ تھا واؤ طرف میں کسرہ کے بعد واقع ہوئی یاء سے تبدیل کردیا دُعِیَ ہوگیا۔

الشق الثانی ..... درج ذیل الفاظ میں جاری ہونے والے قواعد ضبطِ تحریر میں لائیں: اِزْدَجَرْتُمْ۔ بَائِعٌ۔ اٰمَنَ۔ اِصْطَبَرْتُمْ۔ یَظْطَلِمُوْنَ۔ یُدْعَیَانِ۔ یَمُدُّ۔ (ص۴۱، ۵۳، ۶۳، ۹۹۔معارف)

جواب ..... مذکورہ الفاظ میں جاری شدہ قواعد:۔اِزْدَجَرْتُمْ: اگر افتعال کا فاء کلمہ زاء ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں: ①دال کو زاء سے بدل کر زاء کا زاء میں ادغام کردیں گے جیسے اِزَّجَرَ ②بغیر ادغام کے پڑھیں گے جیسے اِزْدَجَرَ۔

بَائِعٌ: جو واؤ اور یاء فَاعِلٌ کا عین کلمہ واقع ہوں وہ ہمزہ سے بدل جاتے ہیں بشرطیکہ فعل میں تعلیل ہوئی ہو جیسے قَائِلٌ بَائِعٌ۔

اٰمَنَ: ہمزہ متحرکہ کے بعد ہمزہ ساکن وجوباً ماقبل کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے بدل جاتا ہے جیسے اٰمن اومن، ایمانا۔

اِصْطَبَرْتُمْ، یَظْطَلِمُوْنَ: اگر افتعال کا فاء کلمہ صاد، ضاد، طاء، ظاء میں سے کوئی ایک ہو تو تائے افتعال طاء سے بدل جاتی ہے، پھر طاء تو طاء میں مدغم ہوجاتی ہے جیسے اِطَّلَبَ اور ظاء کبھی طاء ہوکر مدغم ہوجاتی ہے جیسے اِطَّلَمَ اور کبھی بے ادغام ہی رہتی ہے جیسے اِظْطَلَمَ اور کبھی طاء کو ظاء کرکے ظاء میں مدغم کردیتے ہیں جیسے اِظَّلَمَ اور صاد وضاد کبھی بے ادغام رہتے ہیں جیسے اصطبر، اضطرب اور کبھی طاء کو صاد یا ضاد سے بدل کر مدغم کردیتے ہیں جیسے اِصَّبَرَ، اِضَّرَبَ۔

0313 6357... Bakkabazakariya... gmail.com

یُـدْعَیَـانِ: جوواؤ کلمہ میں چوتھی جگہ یا زائد پر واقع ہو اور ضمہ و واؤ ساکن کے بعد نہ ہو وہ واؤ یاء سے بدل جاتا ہے جیسے **یُدْعَیَانِ' اَعْلَیْتُ' اِسْتَعْلَیْتُ' مَدَاعِیُّ۔**

یَـمُـدُّ: اگر دو متجانس یا متقارب حروف ایک جگہ جمع ہوں اور اول کا ماقبل ساکن غیر مدّہ ہو تو اول کی حرکت ماقبل کو دے کر ادغام کر دیتے ہیں۔ جیسے **یَمُدُّ' یَفِرُّ' یَعَضُّ۔**

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل.....اسم تفضیل اور مبالغہ میں سے ہر ایک کی تعریف کر کے دونوں کے درمیان فرق واضح کریں، نیز اسم تفضیل و مبالغہ کے اوزان مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔ (ص ۳۲، ۳۷۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) اسم تفضیل و مبالغہ کی تعریف (۲) اسم تفضیل و مبالغہ میں فرق (۳) اسم تفضیل و مبالغہ کے اوزان مع امثلہ۔

جواب ..... ❶ اسم تفضیل و مبالغہ کی تعریف:۔ اسم تفضیل: وہ اسم جو دوسرے کی بہ نسبت معنی فاعلیت یا معنی مفعولیت کی زیادتی پر دلالت کرے جیسے **زید اضرب القوم** زید قوم سے زیادہ مارنے والا ہے **زید اشهر القوم** زید قوم سے مشہور تر ہے۔

اسم مبالغہ: مبالغہ زیادتی کو کہتے ہیں فاعلیّت کے معنیٰ کی زیادتی کیلئے جو صیغہ اور لفظ بنایا جائے اسے اسم مبالغہ کہتے ہیں۔

❷ اسم تفضیل و مبالغہ میں فرق:۔ اسم تفضیل میں معنی فاعلیت کی زیادتی کسی دوسرے کی طرف نسبت کے اعتبار سے ہوتی جیسے **زید اضرب من بکر** کہ زید بکر سے زیادہ مارنے والا ہے اور مبالغہ میں معنی کی زیادتی فی حد ذاتہ ہوتی ہے کسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے نہیں ہوتی جیسے **زید ضرّاب** زید بہت زیادہ مارنے والا ہے۔

❸ اسم تفضیل و مبالغہ کے اوزان مع امثلہ:۔ اسم تفضیل کے عمومی اوزان آٹھ ہیں:

أَفْعَلُ: یہ واحد مذکر کے لئے ہے۔ **أَفْعَلَانِ:** یہ تثنیہ مذکر کے لئے ہے۔
أَفْعَلُوْنَ: یہ جمع مذکر کے لئے ہے۔ **أَفَاعِلُ:** یہ جمع مذکر کے لئے ہے اور جمع مکسر ہے۔
فُعْلٰی: یہ واحد مؤنث کے لئے ہے۔ **فُعْلَیَانِ:** یہ تثنیہ مؤنث کے لئے ہے۔
فُعْلَیَاتٌ: یہ جمع مؤنث کے لئے ہے۔ **فُعَلُ:** یہ جمع مؤنث کے لئے ہے اور جمع مکسر ہے۔

مبالغہ کے چار صیغے واوزان مستعمل ہیں ① **فَعَّالٌ** جیسے **ضَرَّابٌ** ② **فُعَّالٌ** جیسے **طُوَّالٌ** ③ **فَعِلٌ** جیسے **حَذِرٌ** ④ **فَعِیْلٌ** جیسے **عَلِیْمٌ**۔

الشق الثانی.....**میعاد، موسر، یسع، عِدۃ، لُمْتُنَّ۔** (ص ۵۸، ۵۷، ۵۳۔ معارف)

مذکورہ صیغوں کی اصل بتائیں اور تعلیل ذکر کریں نیز بتائیں کہ انمیں کون سے قواعد کے تحت تعلیل ہوئی ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امر حل طلب ہیں (۱) مذکورہ صیغوں کی اصل و تعلیل (۲) جاری شدہ قواعد کی نشاندہی۔

جواب ..... ❶ مذکورہ صیغوں کی اصل و تعلیل:۔ **میعاد:** اصل میں **مِوْعَادٌ** تھا، واؤ ساکن غیر مدغم کسرہ کے بعد واقع ہوئی یا سے تبدیل کر دیا **مِیْعَادٌ** ہو گیا۔

یَسَعُ: اصل میں **یَوْسَعُ** تھا واؤ علامتِ مضارع مفتوحہ اور ایسے کلمہ کے فتحہ کے درمیان واقع ہوئی جس کا لام کلمہ حرفِ حلقی ہے تو واؤ کو حذف کر دیا **یَسَعُ** ہو گیا۔

مُوْسِرٌ: اصل میں **مُیْسِرٌ** تھا یاء ساکن غیر مدغم ضمہ کے بعد واقع ہوئی واؤ سے تبدیل کر دیا **مُوْسِرٌ** ہو گیا۔

عِدَۃ: اصل میں **وِعْدٌ** تھا **فِعْلٌ** (مصدر) کے وزن پر واقع ہونے کی وجہ سے فا کلمہ واؤ حذف ہو گیا پھر عین کو کسرہ دیکر آخر میں تاء کو بڑھا دیا **عِدَۃٌ** ہو گیا۔

لُمْتُنَّ: اصل میں **لَوَمْتُنَّ** تھا واؤ متحرک ماقبل مفتوح واؤ کو الف سے بدل دیا، اجتماعِ ساکنین ہوا الف اور میم کے درمیان، الف کو گرا دیا **لَمْتُنَّ** ہو گیا پھر لام کے فتحہ کو ضمہ سے بدلا تا کہ معلوم ہو کہ گرنے والا حرف واؤ تھا **لُمْتُنَّ** ہو گیا۔

❷ جاری شدہ قواعد کی نشاندہی:۔ مِیْعَادٌ ، مُوْسِرٌ: (معتل کا قاعدہ ۳) واؤ ساکن غیر مدغم کسرہ کے بعد یاء ہوجاتا ہے۔ جیسے میعاد، اور یاء ساکن غیر مدغم ضمہ کے بعد واؤ ہوجاتی ہے جیسے موسر، اور الف ضمہ کے بعد واؤ اور کسرہ کے بعد یاء ہوجاتا ہے جیسے قوتل اور محاریب۔

یَسَعُ: (معتل کا قاعدہ ۱) جو واؤ علامتِ مضارع مفتوحہ اور کسرہ کے درمیان یا ایسے کلمہ کے فتحہ کے درمیان ہو جس کا عین یا لام کلمہ حرفِ حلقی ہو وہ واؤ گر جاتا ہے جیسے یعد، یهب، یسع۔

عِدَةٌ: (معتل کا قاعدہ ۲) جو مصدر فِعْلٌ کے وزن پر ہو اس کا فاء کلمہ واؤ ہو تو حذف ہوجاتا ہے اور عین کلمہ کو کسرہ دے کر آخر میں تاء بڑھا دیتے ہیں جیسے عِدَةٌ، زِنَةٌ، سِعَةٌ۔

لُمْتُنَّ: (معتل کا قاعدہ ۷) قَالَ والا قاعدہ واؤ یا یاء متحرک جب ان کا ماقبل مفتوح ہو تو الف سے بدل جاتے ہیں۔

﴿الورقة الرابعة فی الصرف﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ..... البیع مصدر سے اسم فاعل کی گردان تحریر کریں، درج ذیل صیغوں کی اصل بتا کر تعلیل بیان کریں، ان میں جاری شدہ قواعد کی نشاندہی کریں۔ بَاعَ ، بِیْعَ، یَبِیْعُ، مَبِیْعٌ، بِعْتُمْ۔ (ص ۷۴، ۵۹ تا ۶۳۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) البیع سے اسم فاعل کی گردان (۲) مذکورہ صیغوں کی اصل و تعلیل (۳) جاری شدہ قواعد کی نشاندہی۔

جواب ..... ❶ البیع سے اسم فاعل کی گردان:۔ بائع بائِعَانِ بَائِعَیْنِ بائِعون بَائِعِیْنَ بائعة بائِعتان بَائِعَتَیْنِ بائِعات۔

❷ و ❸ مذکورہ صیغوں کی اصل و تعلیل اور جاری شدہ قواعد کی نشاندہی:۔ بَاعَ: اسمیں معتل کے قاعدہ ۷ کے تحت تعلیل ہوئی کہ بَاعَ اصل میں بَیَعَ تھا، واؤ و یاء متحرک فتحہ کے بعد الف سے بدل جاتے ہیں پس قَوَلَ سے قَالَ اور بَیَعَ سے بَاعَ ہوگیا۔

بِیْعَ: اس میں معتل کے قاعدہ ۹ کے تحت تعلیل ہوئی ہے کہ اگر ماضی مجہول کا عین کلمہ واؤ اور یاء ہو تو ماقبل کو ساکن کر کے انکی حرکت ماقبل کو دیدیتے ہیں پھر اگر عین کلمہ واؤ ہو تو یاء بن جاتا ہے اور اگر یاء ہو تو برقرار رہتی ہے جیسے قِیْلَ، بِیْعَ، اُخْتِیْرَ۔

یَبِیْعُ: اس میں معتل کے قاعدہ ۸ کے تحت تعلیل ہوئی کہ واؤ اور یاء متحرک کا ماقبل اگر ساکن ہو تو انکی حرکت ماقبل کو دیدیتے ہیں پھر اگر وہ حرکت فتحہ ہو تو واؤ اور یاء کو الف سے بدل دیتے ہیں جیسے یقول یَبِیْعُ، یقال، یباع۔

مَبِیْعٌ: (اسم مفعول) اصل میں مَبْیُوْعٌ تھا، یاء کا ضمہ نقل کر کے ماقبل کو دیا یاء ساکن ماقبل مضموم یاء کو واؤ سے بدل دیا دو واؤ ساکن جمع ہوئے ایک کو گرا دیا مَبُوْعٌ ہوگیا پھر باء کے ضمہ کو کسرہ سے بدلا تا کہ دلالت کرے کہ گرنے والا حرف یاء ہے مَبِوْعٌ ہوا، اب واؤ ساکن ماقبل مکسور واؤ کو یاء سے بدل دیا مَبِیْعٌ ہوگیا۔

مَبِیْعٌ: (اسم ظرف) اصل میں مَبْیِعٌ تھا قاعدہ ۸ کی وجہ سے تعلیل ہوئی یا متحرک ماقبل ساکن یاء کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دی مَبِیْعٌ ہوگیا۔

بِعْتُمْ: اس میں معتل کے قاعدہ ۷ کے تحت تعلیل ہوئی کہ اصل میں بَیَعْتُمْ تھا یا متحرک فتحہ کے بعد واقع ہوئی الف سے بدل دیا پھر اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا اور فاء کلمہ کو کسرہ دیدیا تا کہ حذفِ یاء پر دلالت کرے بِعْتُمْ ہوگیا۔

الشق الثانی ..... صرف کی اصطلاح میں خاصیت کسے کہتے ہیں، باب نصر، ضرب، سمع، فتح، کرم وحسب گی خاصیات تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) خاصیت کا مطلب (۲) مذکورہ ابواب کی خاصیات۔ (ص ۷۵۔ امدادیہ)

جواب ..... ❶ خاصیت کا مطلب:۔ خاصیت کا لغوی معنی ہے خاص ہونا اور اہلِ صرف کی اصطلاح میں خاصیت ان معانی کو کہتے ہیں جو باب کے لغوی معنی سے زائد ہوں لیکن لغوی معنی کے ساتھ لازم ہوں۔

❷ مذکورہ ابواب کی خاصیات:۔ نصر: اس باب کا مشہور خاصہ مغالبہ ہے یعنی دو شخصوں میں سے ایک کے غلبہ کو ظاہر کرنے کیلئے

جیسے خاصمنی زید فخصَمْتُهٗ کہ زید نے میرے سے جھگڑا کیا پس میں جھگڑے میں اس پر غالب آ گیا۔

ضرب: اس باب کا خاصہ مغالبہ ہے جبکہ مثال اجوف یائی اور ناقص پائی ہو اور مقابلہ کے بعد ذکر کریں جیسے بَایَعَنِیْ زَیْدٌ فَبِعْتُهٗ زید نے مجھ سے بیع کی پس میں بیع میں اس پر غالب آ گیا۔ اگر فعل مذکورہ اقسام کے علاوہ ہو تو پھر مغالبہ کیلئے نصر کا باب استعمال ہوگا۔

سَمِعَ: یہ زیادہ لازمی آتا ہے اور بیماری، رنج وخوشی، رنگ، عیب صورتِ جسمانی کے الفاظ اکثر اسی باب سے آتے ہیں جیسے سَقِمَ بیمار ہوا، حَزِنَ رنجیدہ ہوا، فَرِحَ خوش ہوا، عَوِرَ کانا ہوا۔

فَتَحَ: اس بات کی خاصیت لفظی ہے کہ اس کے عین کلمہ یا لام کلمہ کی جگہ حرفِ حلقی ہوتا ہے جیسے مَنَعَ اس نے روکا، جَحَدَ اس نے انکار کیا، ذَهَبَ وہ گیا۔

کَرُمَ: یہ باب ہمیشہ لازمی آتا ہے اور اس کے معنی میں خلقی وفطری صفات پائی جاتی ہیں جیسے حَسُنَ خوبصورت ہوا' کَبُرَ بڑا ہوا، صَغُرَ چھوٹا ہوا۔

حسب: اس باب کا استعمال عام نہیں ہے بعض مخصوص افعال اس باب سے مستعمل ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل.....اسم آلہ کی تعریف ومثال تحریر کریں نیز اسم آلہ کے اوزان اور گردان لکھنا نہ بھولیں۔ (ص ۳۴۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) اسم آلہ کی تعریف ومثال (۲) اسم آلہ کے اوزان وگردان۔

جواب..... ❶ اسم آلہ کی تعریف ومثال:۔ اسم آلہ وہ اسم ہے جو فعل کے صادر ہونے والے آلہ پر دلالت کرے جیسے مِنْصَرٌ مدد کرنے کا آلہ، مِضْرَبٌ مارنے کا آلہ۔

❷ اسم آلہ کے اوزان وگردان:۔ اسم آلہ عام طور پر تین وزن پر آتا ہے۔ مِفْعَلٌ، مِفْعَلَةٌ، مِفْعَالٌ۔ اور کبھی فَاعَلٌ کے وزن پر بھی آجاتا ہے جیسے خَاتَمٌ مہر لگانے کا آلہ۔ گردان: مِنْصَرٌ مِنْصَرَانِ مِنْصَرَيْنِ مَنَاصِرُ مِنْصَرَةٌ مِنْصَرَتَانِ مِنْصَرَتَيْنِ مَنَاصِرُ مِنْصَارٌ مِنْصَارَانِ مِنْصَارَيْنِ مَنَاصِيْرُ۔

الشق الثانی.....ذیب، آمن، میر، جاءٍ، قدفلح۔ (ص ۵۲ تا ۵۴۔ معارف)

مذکورہ صیغوں کی اصل بتائیں اور تعلیل ذکر کریں۔ نیز ان میں جاری شدہ قواعد کی نشاندہی کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امر توجہ طلب ہیں (۱) مذکورہ صیغوں کی اصل وتعلیل (۲) جاری شدہ قواعد کی نشاندہی۔

جواب..... ❶ مذکورہ صیغوں کی اصل وتعلیل:۔ ذیب: اصل میں ذُئْبٌ تھا ہمزہ ساکن کا ماقبل متحرک تھا اس وجہ سے اس کو ماقبل کی حرکت کے موافق جواز اً حرفِ علت یاء سے بدل دیا ذیب ہوگیا۔

آمن: اصل میں اَأْمَنَ تھا ہمزہ متحرکہ کے بعد ہمزہ ساکنہ تھا تو وجوباً ہمزہ کو ماقبل کی حرکت کے موافق حرفِ علت الف سے بدل دیا آمن ہوگیا۔

مِیَرٌ: اصل میں مِئَرٌ تھا ہمزہ منفردہ مفتوحہ کسرہ کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے جوازاً یاء سے بدل گیا مِیَرٌ ہوگیا۔

جَاءٍ: اصل میں جَایِءٌ تھا یا الف زائد کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے ہمزہ ہوگئی، پھر دو ہمزہ متحرک ایک جگہ جمع ہوئے اوّل مکسور تھا اس وجہ سے ثانی کو یاء سے بدل دیا جَائِیٌ ہوگیا، یاء پر ضمہ دشوار تھا اس وجہ سے اسے ساکن کیا تو دو ساکن یاء اور تنوین جمع ہوگئے یاء کو حذف کر دیا جاءٍ ہوگیا۔

قَدْفَلَحَ: اصل میں قَدْاَفْلَحَ تھا ہمزہ متحرک حرفِ ساکن غیر مدہ، غیر یاءِ تصغیر کے بعد واقع ہوا تو جوازاً اس کی حرکت ماقبل کو دے کر حذف کر دیا تو قَدْفْلَحَ ہوگیا۔

❷ جاری شدہ قواعد کی نشاندہی:۔ ذیب: ہمزہ منفردہ ساکنہ جوازاً اپنے ماقبل کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے بدل جاتا ہے۔

03[illegible]15 mankabazakariyamultan@gmail.com

آمن: ہمزہ متحرکہ کے بعد ہمزہ ساکنہ وجوبًا ماقبل کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے بدل جاتا ہے۔

مِیَرٌ: ہمزۂ منفردہ مفتوحہ ضمہ کے بعد واؤ سے اور کسرہ کے بعد یاء سے بدل جاتا ہے۔

جَاءٍ: دو متحرک ہمزہ میں سے ایک بھی مکسور ہو تو ثانی ہمزہ وجوبی طور پر یاء سے بدل جاتا ہے اگر کوئی بھی ہمزہ مکسور نہ ہو تو ثانی ہمزہ واؤ سے بدل جاتا ہے۔

قَدَفْلَحَ: ہمزہ متحرکہ حرفِ ساکن غیر مدہ زائد اور غیر یاءِ تصغیر کے بعد واقع ہو تو اس کی حرکت جوازًا ماقبل کو دے کر اس کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل.....الرمی مصدر سے صرفِ صغیر کی گردان تحریر کریں۔ رَامٍ، رَامُوْنَ، أَرَام کی اصل بتا کر تعلیل ذکر کریں۔ ثلاثی، رباعی، ثلاثی مجرد، ثلاثی مزید فیہ، رباعی مجرد، رباعی مزید فیہ کی تعریف اور مثال ذکر کریں۔ (ص ۲۴، ۸۶ تا ۸۹۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) الرمی سے صرفِ صغیر کی گردان (۲) مذکورہ صیغوں کی اصل و تعلیل (۳) مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ۔

جواب..... (۱) الرمی سے صرفِ صغیر:۔ اَلرَّمْیُ (ضرب، ناقص) بمعنی پھینکنا۔

رَمٰی یَرْمِیْ رمیًا فھورَامٍ ورُمِیَ یُرْمٰی رَمْیًا فھو مَرْمِیٌّ مَارَمٰی مَارُمِیَ لَمْ یَرْمِ لَمْ یُرْمَ لَایَرْمِیْ لَایُرْمٰی لَنْ یَرْمِیَ لَنْ یُرْمٰی لَیَرْمِیَنَّ لَیُرْمَیَنَّ لَیَرْمِیَنْ لَیُرْمَیَنْ الامرمنه اِرْمِ لِتُرْمَ لِیَرْمِ لِیُرْمَ اِرْمِیَنَّ لِتُرْمَیَنَّ لِیَرْمِیَنَّ لِیُرْمَیَنَّ اِرْمِیَنْ لِتُرْمَیَنْ لِیَرْمِیَنْ لِیُرْمَیَنْ والنهی عنه لَاتَرْمِ لَاتُرْمَ لَایَرْمِ لَایُرْمَ لَاتَرْمِیَنَّ لَاتُرْمَیَنَّ لَایَرْمِیَنَّ لَایُرْمَیَنَّ لَاتَرْمِیَنْ لَاتُرْمَیَنْ لَایَرْمِیَنْ لَایُرْمَیَنْ الظرف منه مَرْمًی مَرْمَیَانِ مَرَامٍ مُرَیْمٍ والالة منه مِرْمًی مِرْمَیَانِ مَرَامٍ مُرَیْمٍ مِرْمَاةٌ مِرْمَاتَانِ مَرَامٍ مُرَیْمِیَةٌ مِرْمَاةٌ مِرْمَاتَانِ مَرَامِیُّ وَ مُرَیْمِیٌّ افعل التفضیل المذکر منه اَرْمٰی اَرْمَیَانِ اَرْمَوْنَ اَرَامٍ و اُرَیْمٍ والمؤنث منه رُمْیٰی رُمْیَیَانِ رُمْیَیَاتٌ رُمًی ورُمَیّٰی۔

(۲) مذکورہ صیغوں کی اصل و تعلیل:۔ رَامُوْنَ: اصل میں رَامِیُوْنَ تھا یاء کسرہ کے بعد واقع ہوئی اور اس کے بعد واؤ تھا تو ماقبل کو ساکن کر کے یاء کی حرکت اس کو دیدی اور یاء واؤ سے بدل گئی پھر دو واؤ ساکن جمع ہوئے ایک کو حذف کر دیا رَامُوْنَ ہو گیا۔

رَامٍ: اصل میں رَامِیٌ تھا، یاء پر ضمہ دشوار تھا اسکو گرا دیا تو یاء اور تنوین دو ساکن جمع ہوئے یاء کو حذف کر دیا، رَامٍ ہو گیا۔

اَرَامٍ: اصل میں اَرَامِیٌ تھا جوارٍ والے قاعدہ سے یاء کو حذف کر دیا اور تنوین عین کلمہ (میم) کیساتھ مل گئی اَرَامٍ ہو گیا۔

(۳) مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ:۔ ثلاثی: وہ فعل جس میں حروفِ اصلی تین ہوں جیسے نَصَرَ یَنْصُرُ۔

رباعی: وہ فعل جس میں حروفِ اصلی چار ہوں جیسے بَعْثَرَ یُبَعْثِرُ۔

ثلاثی مجرد: وہ فعل ہے کہ جسکی ماضی میں صرف تین حرف ہوں اور تینوں اصلی ہوں کوئی حرف زائد نہ ہو جیسے نَصَرَ ضَرَبَ۔

ثلاثی مزید فیہ: وہ فعل ہے کہ جس کی ماضی میں تین حرف اصلی ہوں اور کوئی حرف زائد بھی ہو جیسے اِجْتَنَبَ اَکْرَمَ۔

رباعی مجرد: وہ فعل ہے کہ جس کی ماضی میں صرف چار حرف ہوں اور چاروں اصلی ہوں کوئی حرف زائد نہ ہو جیسے بَعْثَرَ دَحْرَجَ۔

رباعی مزید فیہ: وہ فعل ہے کہ جسکی ماضی میں چار حروف اصلی ہوں اور کوئی حرف زائد بھی ہو جیسے تَسَرْبَلَ اِبْرَنْشَقَ۔

الشق الثانی.....اِدَّعٰی، اِذَّکَرَ، اِزَّجَرَ، یَعِدُ، عِدَةٌ۔ (ص ۴۱ و ۵۷۔ معارف)

پہلے تین صیغوں میں کون سا قانون جاری ہوتا ہے؟ اور ان میں کتنی صورتیں جائز ہیں؟ مثالوں کے ذریعہ واضح کریں اور آخری دو صیغوں میں کونسے قانون جاری ہوتے ہیں؟ وضاحت کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) اِدَّعٰی اِذَّکَرَ اِزَّجَرَ میں جاری شدہ قانون کی نشاندہی (۲) ان

کو پڑھنے کی جائز صورتیں مع امثلہ (۳) یَعِدُ، عِدَۃٌ میں جاری ہونے والے قانون۔

جواب ..... ① و ② ادعٰی، اذکر، ازجر میں جاری شدہ قانون، صورتیں مع امثلہ:۔ اگر بابِ افتعال کا فاء کلمہ دال یا ذال یا زاء ہو تو تائے افتعال دال سے بدل جاتی ہے پھر اگر فاکلمہ بھی دال ہو تو دال کا دال میں ادغام کر دیں گے وجوبی طور پر جیسے اِدَّعٰی۔ اگر فاء کلمہ ذال ہو تو اس کی تین حالتیں ہیں۔ ① ذال کو دال سے بدل کر دال کا دال میں ادغام کر دیں گے۔ جیسے اِدَّکَرَ۔ ② دال کو ذال سے بدل کر ذال کا ذال میں ادغام کر دیں گے جیسے اِذَّکَرَ ③ بغیر ادغام کے پڑھیں گے جیسے اِذْدَکَرَ۔

اگر افتعال کا فاء کلمہ زاء ہو تو پھر اس کی دو حالتیں ہیں۔ ① دال کو زاء سے بدل کر زاء کا زاء میں ادغام کر دیں گے جیسے اِزَّجَرَ ② بغیر ادغام کے پڑھیں گے جیسے اِزْدَجَرَ۔

③ یَعِدُ عِدَۃٌ میں جاری ہونیوالے قانون:۔ جو واؤ علامتِ مضارع مفتوحہ اور کسرہ کے درمیان واقع ہو وہ "واؤ" گر جاتی ہے۔ جیسے یَعِدُ کہ اصل میں یَوْعِدُ تھا "واؤ" علامتِ مضارع مفتوحہ اور کسرہ کے درمیان واقع ہوئی لہٰذا اسکو گرا دیا یَعِدُ ہو گیا۔

جو مصدر فِعْلٌ کے وزن پر ہو اور اس کا فاء کلمہ واؤ ہو تو اس واؤ کو حذف کر دیں گے اور عین کلمہ کو کسرہ دیدیں گے اور آخر میں "ۃ" بڑھا دیں گے جیسے عِدَۃٌ کہ اصل میں وِعْدٌ تھا مصدر فِعْلٌ کے وزن پر واقع ہوا اور اس کا فاء کلمہ واؤ تھی لہٰذا واؤ کو گرا دیا اور عین کلمہ کو کسرہ دیکر آخر میں تاء کا اضافہ کر دیا تو عِدَۃٌ ہو گیا۔

﴿الورقة الرابعة فی الصرف﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... امر حاضر معروف کس فعل سے بنتا ہے، امر حاضر معروف بنانے کا طریقہ مع امثلہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل دو امور ہیں (۱) امر حاضر کا مشتق منہ (۲) امر حاضر بنانے کا طریقہ مع امثلہ۔

جواب ..... ① امر حاضر کا مشتق منہ:۔ امر حاضر معروف فعل مضارع معروف کے صیغہ واحد مذکر حاضر سے بنتا ہے۔

② امر حاضر بنانے کا طریقہ مع امثلہ:۔ امر حاضر معروف مضارع کے صیغہ واحد مذکر حاضر سے بنتا ہے۔ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مضارع حاضر معروف سے علامتِ مضارع تا کو حذف کر دیں، پھر اگر تا کا مابعد متحرک ہو تو مضارع کے آخری حرف کو ساکن کر دیں بشرطیکہ آخر میں حرفِ علت نہ ہو جیسے تَعِدُ سے عِدْ اور اگر علامتِ مضارع کا مابعد ساکن ہو تو عین کلمہ کو دیکھو، اگر عین کلمہ مضموم ہو تو شروع میں ہمزہ مضموم لے آؤ جیسے تَنْصُرُ سے اُنْصُرْ اور اگر عین کلمہ مفتوح یا مکسور ہو تو ہمزہ مکسور شروع میں لے آؤ جیسے تَضْرِبُ سے اِضْرِبْ اور تَفْتَحُ سے اِفْتَحْ۔ اور اگر مضارع کا آخری حرف، حرفِ علت ہو تو وہ حذف ہو جاتا ہے جیسے تَدْعُوْ سے اُدْعُ اور تَرْمِیْ سے اِرْمِ۔

الشق الثانی ..... "الاخذ" مصدر سے صرف صغیر کی گردان تحریر کریں۔ اوا دم، خذ، ماخوذ کی تعلیل ذکر کریں اور یہ بتائیں کہ ان میں کن قواعد کے تحت تعلیل ہوئی ہے۔ (ص ۵۳، ۵۵۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) "الاخذ" سے صرفِ صغیر (۲) مذکورہ صیغوں کی اصل و تعلیل (۳) جاری شدہ قواعد کی نشاندہی۔

جواب ..... ① "الاخذ" سے صرفِ صغیر:۔ اَلْاَخْذ (نصر، مہموز) بمعنی لینا و پکڑنا۔ أَخَذَ یَاخُذُ اَخْذاً فَهُوَ اٰخِذٌ وَاُخِذَ یُؤْخَذُ اَخْذاً فَذَاکَ مَاخُوْذٌ مَااَخَذَ مَا اُخِذَ لَمْ یُؤْخَذْ لَایَاخُذُ لَایُؤْخَذُ۔ لَنْ یَّاخُذَ لَنْ یُّؤْخَذَ لَیَاخُذَنَّ لَیُؤْخَذَنَّ لَیَاخُذَنْ لَیُؤْخَذَنْ اَلْاٰمِرُمِنْهُ خُذْ لِتُؤْخَذْ لِیَاخُذْ لِیُؤْخَذْ خُذَنَّ لِتُؤْخَذَنَّ لِیَاخُذَنَّ لِیُؤْخَذَنَّ۔ خُذَنْ لِتُؤْخَذَنْ لِیَاخُذَنْ لِیُؤْخَذَنْ۔ وَالنَّهْیُ عَنْهُ لَاتَاخُذْ لَاتُؤْخَذْ لَایَاخُذْ لَایُؤْخَذْ لَاتَاخُذَنَّ لَا تُؤْخَذَنَّ لَایَاخُذَنَّ لَا یُؤْخَذَنَّ لَاتَاخُذَنْ لَا تُؤْخَذَنْ لَایَاخُذَنْ لَایُؤْخَذَنْ اَلظَّرْفُ مِنْهُ مَاخَذَ مَا خَذَانِ مَاخِذُ وَمُوْیَخِذٌ وَالْاٰلَةُ مِنْهُ مِیْخَذٌ مِیْخَذَانِ مَاخِذُ وَمُوْیَخِذٌ۔ مِیْخَذَةٌ مِیْخَذَتَانِ مَاخِذُ وَمُوْیَخِذَةٌ۔ مِیْخَاذٌ مِیْخَاذَانِ مَاخِیْذُ وَمُوْیَخِیْذٌ اَفْعَلُ التَّفْضِیْلِ الْمُذَکَّرُمِنْهُ۔ اَخَذُ اَخَذَانِ اَخَذُوْنَ اَوَاخِذُ وَاُوَیْخِذٌ وَالْمُؤَنَّثُ مِنْهُ اُخْذٰی اُخْذَیَانِ اُخَذَیَاتٌ اُخَذٌ وَاُخَیْذٰی۔

(۲) مذکورہ صیغوں کی اصل وتعلیل:۔ خُذْ: اصل میں اُؤْخُذْ تھا چاہیے تو یہ تھا کہ یہاں اُمَنَ والا قاعدہ جاری کرتے مگر یہاں خلافِ قیاس پہلے دونوں ہمزوں کو حذف کر دیا تو خُذْ بن گیا۔ اصل میں دوسرے ہمزہ کو خلافِ قیاس حذف کرنے کے بعد ہمزہ وصلی رہ گیا اور وہ مابعد کے متحرک ہونے کی وجہ سے حذف ہو گیا اسی لئے اُؤْخُذْ کو وجوباً خُذْ پڑھتے ہیں۔

مَاخُوْذٌ: اصل میں مَأْخُوْذٌ تھا یہ بھی رَاسٌ ذِیْبٌ بُوْسٌ والے قاعدہ کے تحت مَاخُوْذٌ ہو گیا۔

صاحب علم الصیغہ کے استادِ محترم نے اس صیغے میں اور اس جیسے اور دو صیغوں میں قلبِ مکانی کا قول کیا ہے اس طرح کہ فاء کلمہ کو عین کلمہ کی جگہ رکھ دیا چنانچہ اُءْ خُذْ سے اُخْئُذْ ہوا پھر یَسْئَلُ والا قاعدہ جاری کر کے ہمزہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دیدی اور ہمزہ کو حذف کر دیا۔ یَسْئَلُ والا قاعدہ افعالِ رؤیۃ میں اور جہاں قلبِ مکانی کی وجہ سے ہمزہ آیا ہو وجوباً جاری ہوتا ہے پھر ہمزہ وصلی مابعد کے متحرک ہونے سے گر گیا۔ امر کی تمام گردانوں سوائے امر حاضر کے خواہ وہ ثقیلہ ہوں یا خفیفہ ہوں اور نہی کی تمام گردانوں میں رَاسٌ ذِیْبٌ بُوْسٌ والا قاعدہ جاری ہوتا ہے۔

اَوَادِمُ: اصل میں اَءَ ادِمُ تھا دو ہمزہ متحرک جمع ہو گئے ان میں پہلا ہمزہ مسکور نہ تھا اسلئے دوسرے ہمزہ کو واؤ سے بدلا تو اَءَ ادِمُ سے اَوَادِمُ ہو گیا۔

(۳) صیغوں میں جاری شدہ قواعد کی نشاندہی:۔ کمامرّ آنفا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... یهب ، زنة ، سعة ، اتقد ، اتسر ۔ (ص ۵۷ و ۵۸۔ معارف)

درج بالا صیغوں کی اصل بتا کر تعلیل ذکر کریں نیز ان میں جن قواعد کے تحت تعلیل ہوئی ہے انکو وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) مذکورہ صیغوں کی اصل وتعلیل (۲) جاری شدہ قواعد کی وضاح

جواب ..... (۱) مذکورہ صیغوں کی اصل وتعلیل:۔ یَهَبُ: اصل میں یَوْهَبُ تھا واؤ علامت مضارع مفتوحہ اور ایسے کلمہ کے فتح کے درمیان واقع ہوا جس کلمہ کا عین کلمہ حرف حلقی ہے تو (یَعِدُ والے قاعدے کے تحت) اس واؤ کو حذف کر دیا یَوْهَبُ سے یَهَبُ ہو گیا۔

زِنَةٌ: اصل میں وِزْنٌ تھا یہ مصدر ہے فِعْلٌ کے وزن پر تو اسکے فا کلمہ واؤ کو حذف کر دیا پھر عین کلمہ کو کسرہ دیکر واؤ کے عوض آخر میں تاء بڑھا دیا پھر تنوین تمکن (اسم کی علامت) کو تاء پر جاری کر دیا تو وِزْنٌ سے زِنَةٌ ہو گیا (عِدَةٌ والا قاعدہ)۔

سِعَةٌ: اصل میں وِسْعٌ تھا یہ مصدر ہے فِعْلٌ کے وزن پر تو اسکے فا کلمہ واؤ کو حذف کر دیا پھر عین کلمہ کو کسرہ دیکر واؤ کے عوض آخر میں تاء بڑھا دیا پھر تنوین تمکن (اسم کی علامت) کو تاء پر جاری کر دیا تو وِسْعٌ سے سِعَةٌ ہو گیا (عِدَةٌ والا قاعدہ)۔

اِتَّقَدَ: اصل میں اِوْتَقَدَ تھا باب افتعال کے فا کلمہ کے مقابلے میں واؤ اصلی واقع ہوا تو اس ''واؤ'' کو تاء سے بدل کر ''تا'' کا ''تا'' میں ادغام کر دیا اِوْتَقَدَ سے اِتَّقَدَ ہو گیا (اتخذ یتخذ والا قاعدہ)۔

اِتَّسَرَ: اصل میں اِیْتَسَرَ تھا ''ی'' باب افتعال کے فا کلمہ کے مقابلہ میں واقع ہوا تو اس ''ی'' کو تاء سے بدل کر ''تا'' کا ''تا'' میں ادغام کر دیا تو اِیْتَسَرَ سے اِتَّسَرَ ہو گیا (سابقہ قاعدہ)۔

(۲) مذکورہ صیغوں میں جاری شدہ قواعد کی وضاحت:۔ (۱) یَعِدُ والا قاعدہ: ہر وہ واؤ جو علامتِ مضارع (حروف اتین) مفتوحہ اور کسرہ کے درمیان یا ایسے کلمے کے فتح کے درمیان واقع ہو کہ جس کلمے کا عین یا لام کلمہ حرفِ حلقی ہو تو وہ واؤ گر جاتا ہے جیسے یَعِدُ یَهَبُ یَسَعَ وغیرہ۔ بعض صرفی حضرات نے اصل قاعدہ کو علامتِ مضارع میں سے صرف ''یا'' میں بیان کیا ہے اور مضارع کے دوسرے صیغوں کو تابع قرار دیا ہے صاحبِ علم الصیغہ نے اس کو بے فائدہ طویل فرمایا ہے اور اسی طرح سے بعض صرفی حضرات نے یَهَبُ وغیرہ میں یہ فرما دیا کہ اصل میں یہ مکسور العین تھے حرف حلقی کی رعایت کی وجہ سے عین کلمہ کو فتح دیا ہے صاحبِ علم الصیغہ نے ایسا کرنے کو بے جا تکلف کہا ہے اور فرمایا کہ قاعدے کا صحیح بیان وہی ہے جو ہم نے بیان کیا اور صاحبِ منظوم نے بھی اس قاعدے کی یہی تقریر نقل کی ہے۔

② عِدَۃٌ والا قاعدہ: ہر وہ مصدر جو فِعْلٌ کے وزن پر ہو اور اس مصدر کے فا کلمہ میں واؤ ہو تو اس واؤ کو حذف کر دیتے ہیں اور عین کلمہ کو کسرہ دیتے ہیں اور آخر میں واؤ کے عوض تاء بڑھا دی جاتی ہے جیسے عِـدَۃ اور زِنَۃٌ وغیرہ مگر مضارع مفتوح العین ہونے کی صورت میں کبھی مصدر کے عین کلمے کو فتحہ دے دیتے ہیں جیسے وِسْعٌ سے سِعَۃٌ اور سَعَۃٌ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔

③ اتـخـذ یتـخـذ والا قاعدہ:۔ ہر وہ واؤ اور یا جو اصلی ہوں کسی چیز سے تبدیل شدہ نہ ہوں اور باب افتعال کے فا کلمہ میں واقع ہوں تو اس واؤ اور یا کو ''تا'' کر دیتے ہیں پھر ''تا'' کا ''تا'' میں ادغام کر دیتے ہیں جیسے اِوْتَـقَـدَ سے اِتَّـقَـدَ اور اِیْتَسَرَ سے اِتَّسَرَ مگر اِتَّخَذَ یَتَّخِذُ شاذ ہیں یعنی ان میں یا کے تبدیل ہونے کے باوجود بھی یا کو تا کر دیتے ہیں۔

الشق الثانی .....قال ، باع ، دعا ، رمی ، باب ، ناب ۔ (ص ۵۸۔معارف)

مذکورہ صیغوں کی اصل بتائیں اور تعلیل ذکر کریں۔ ان میں کس قاعدہ کے مطابق تعلیل ہوئی ہے؟ اس قاعدے کی کتنے شرائط ہیں تمام شرائط کو بطرزِ مصنف تفصیل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) مذکورہ صیغوں کی اصل اور تعلیل (۲) مذکورہ صیغوں میں جاری شدہ قاعدہ کی نشاندہی (۳) جاری شدہ قاعدہ کی تمام شرائط بطرزِ مصنف۔

جواب ..... ① مذکورہ صیغوں کی اصل اور تعلیل:۔

قَالَ: اصل میں قَوَلَ تھا واؤ متحرک ماقبل مفتوح تو اس واؤ کو الف سے تبدیل کر دیا قَالَ ہو گیا۔

بَاعَ: اصل میں بَیَعَ تھا ''ی'' متحرک ماقبل مفتوح تو اس ''ی'' کو الف سے تبدیل کر دیا بَاعَ ہو گیا۔

دَعَا: اصل میں دَعَوَ تھا واؤ متحرک ماقبل مفتوح واقع ہوا تو اس واؤ کو الف سے تبدیل کر دیا دَعَوَ سے دَعَا ہو گیا۔

رَمَی: اصل میں رَمَیَ تھا ''ی'' متحرک ماقبل مفتوح ''ی'' کو الف سے تبدیل کر دیا رَمٰی ہو گیا۔

بَابٌ: اصل میں بَوَبٌ تھا واؤ متحرک ماقبل مفتوح واؤ کو الف سے تبدیل کر دیا بَابٌ ہو گیا۔

نَابٌ: اصل میں نَیَبٌ تھا ''ی'' متحرک ماقبل مفتوح اس ''ی'' کو الف سے تبدیل کر دیا نَابٌ ہو گیا۔

② مذکورہ صیغوں میں جاری شدہ قاعدہ کی نشاندہی:۔ ان تمام صیغوں میں قَالَ والا قاعدہ جاری ہوا۔

③ جاری شدہ قاعدہ کی تمام شرائط بطرزِ مصنف:۔ ''واؤ'' اور ''یاء'' متحرک فتحہ کے بعد الف سے بدل جاتے ہیں جیسے "قَالَ" اصل میں "قَوَلَ" اور "بَاعَ" اصل میں "بَیَعَ" تھا اس قانون کو قَالَ والا قانون کہتے ہیں۔

اس قانون کے جاری ہونے کی چند شرائط ہیں ① واؤ اور یاء فاء کلمہ نہ ہو مثالِ احترازی "فَوَعَدَ، تَیَسَّرَ ، تَوَفّٰی" ② واؤ اور یاء لفیف کا عین کلمہ نہ ہوں جیسے "طَوٰی ، حَیِیَ" ③ واؤ اور یاء الف تثنیہ سے پہلے نہ ہوں جیسے "دَعَوَا ، رَمَیَا" ④ واؤ اور یاء حرفِ مدہ زائدہ سے پہلے نہ ہوں جیسے "طَوِیْلٌ ، غُیُوْرٌ" ⑤ واؤ اور یاء یاءِ مشدد دونوں تاکید سے پہلے نہ ہوں جیسے "عَلَوِیٌّ ، اِخْشَیَنٌّ" ⑥ وہ کلمہ لون وعیب کے معنی میں نہ ہو جیسے "عَوِرَ ، صَیِدَ" ⑦ وہ کلمہ "فَعَلَانٌ ، فَعَلٰی ، فَعَلَۃٌ" کے وزن پر نہ ہو جیسے "دَوَرَانٌ و سَیَلَانٌ ، صَوَرٰی و حَیَدٰی ، حَوَکَۃٌ" ⑧ وہ کلمہ افتعال تفاعل کے معنی میں نہ ہو جیسے "اِجْتَوَرَ" یہ "تَجَاوَرَ" کے معنی میں ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... فعل لازم ومتعدی کی تعریف اور مثال ذکر کریں۔ فعل لازم سے مفعول اور فعل مجہول نہ آنے کی وجہ تحریر کریں۔ ملحق کی تعریف کر کے مثال سے واضح کریں نیز ملحق برباعی مجرد کے کتنے باب ہیں؟ ابواب کے نام اور مثال ذکر کریں۔ (ص ۴۷۔معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) فعل لازم اور متعدی کی تعریف مع مثال (۲) فعل لازم سے مفعول اور فعل مجہول نہ آنے کی وجہ (۳) ملحق کی تعریف اور مثال (۴) ملحق برباعی مجرد کے ابواب کی تعداد، نام اور امثلہ۔

جواب ..... ① فعل لازم اور متعدی کی تعریف مع مثال:۔ فعل لازم: اس فعل کو کہتے ہیں کہ جس کا اثر فاعل پر تمام ہو جائے اور ا

سکا اثر کسی دوسرے پر ظاہر نہ ہو جیسے نَدِمَ زَیْدٌ (زید شرمندہ ہوا)۔

فعل متعدی: وہ فعل ہے کہ اس کا اثر فاعل سے دوسرے پر جا پہنچے یعنی اسمیں مفعول کی بھی ضرورت پڑے جیسے ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًوا (مارا زید نے عمرو کو)۔

❷ فعل لازم سے مفعول اور فعل مجہول نہ آنے کی وجہ:۔ فعل لازم کا اثر فاعل پر پورا ہو جاتا ہے اور دوسرے پر ظاہر نہیں ہوتا اور مفعول وہ ہے جس پر فعل کا اثر ظاہر ہو اسی وجہ سے فعل لازم سے مفعول نہیں آتا اور چونکہ فعل مجہول مفعول کی طرف منسوب ہوتا ہے لہٰذا وہ بھی فعل لازم سے نہیں آتا لیکن جب فعل لازم کو حرفِ جر کے ذریعہ متعدی کرتے ہیں تو اس سے مفعول و فعل مجہول آجاتا ہے جیسے کُرِمَ بِہٖ، مَکُرُوْمٌ بِہٖ۔

❸ ملحق کی تعریف اور مثال:۔ ملحق اس کو کہتے ہیں جو حرف کی زیادتی کی وجہ سے رباعی کے وزن پر ہو جائے اور باب ملحق بہ کے معنی کے علاوہ دوسرے معنی اس میں نہ ہوں جیسے جَلْبَبَ۔

❹ ملحق برباعی مجرد کے ابواب کی تعداد، نام اور امثلہ:۔ ملحق برباعی مجرد کے سات باب ہیں: ①فَعْلَلَۃٌ جیسے جَلْبَبَۃٌ (چادر پہنانا) اس میں لام مکرر ہے۔ ②فَعْوَلَۃٌ جیسے سَرْوَلَۃٌ (شلوار پہنانا) اس میں عین کے بعد واؤ زائد ہے۔ ③فَیْعَلَۃٌ جیسے خَیْعَلَۃٌ (بے آستین کُرتا پہنانا) اس میں فاء کے بعد یاء زائد ہے۔ ④فَعْیَلَۃٌ جیسے شَرْیَفَۃٌ (کھیت کے غیر ضروری پتے کاٹنا) اس میں عین کے بعد یاء زائد ہے۔ ⑤فَوْعَلَۃٌ جیسے جَوْرَبَۃٌ (جراب پہنانا) اس میں فاء کے بعد واؤ زائد ہے۔ ⑥فَعْنَلَۃٌ جیسے قَلْنَسَۃٌ (ٹوپی پہنانا) اس میں عین کے بعد نون زائد ہے۔ ⑦فَعْلَاۃٌ جیسے قَلْسَاۃٌ (ٹوپی اڑھانا) اس میں لام کے بعد یاء زائد ہے۔

الشق الثانی.....تقبل ، تظاھرون ، اطھر ، یطھر، اثاقل ، یثاقل ۔(ص۴۵و۴۶۔معارف)

مذکورہ صیغوں کی اصل بتا کر تعلیل ذکر کریں ان میں جن قواعد کے تحت تعلیل ہوئی ہے ان کو وضاحت کے ساتھ تحریر کریں نیز علامتِ مضارع کی حرکت کی پہچان کیلئے مصنف نے جو قاعدہ کلیہ بیان کیا ہے اسے مثالوں کے ذریعہ سے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) مذکورہ صیغوں کی اصل اور تعلیل (۲) جاری شدہ قوانین کی وضاحت (۳) علامتِ مضارع کی حرکت کی پہچان کیلئے مصنف کا قاعدہ مع امثلہ۔

جواب..... ❶ مذکورہ صیغوں کی اصل اور تعلیل:۔ تَقَبَّلُ: اصل میں تَتَقَبَّلُ تھا دو تا مفتوحہ باب تفعل کے مضارع میں جمع ہوئیں (ایک تا علامتِ مضارع دوسری تا علامتِ باب) تو ایک تا کو جوازی طور پر حذف کر دیا تَقَبَّلُ ہو گیا۔

تَظَاھَرُوْنَ: اصل میں تَتَظَاھَرُوْنَ تھا دو تا مفتوحہ باب تفاعل میں جمع ہوئے، ان میں سے ایک کو جوازاً حذف کر دیا۔

اِطَّھَّرَ: اصل میں تَطَھَّرَ تھا "ط" بابِ تفعل کے فاکلمہ میں واقع ہوا تو "ت" کو "ط" کر دیا دو حرف ایک جنس کے جمع ہو گئے پہلی تا کو ساکن کر دیا شروع میں سکون محال تھا تو ہمزہ وصلی لے آئے پھر "ط" کا "ط" میں ادغام کر دیا اِطَّھَّرَ ہو گیا۔

یَطَّھَّرُ: اصل میں یَتَطَھَّرُ تھا "ط" کے بابِ تفعل کے فاکلمہ میں آنے کی وجہ سے بابِ تفعل کی تا کو "ط" کر کے پھر "ط" کا "ط" میں ادغام کر دیا یَطَّھَّرُ ہو گیا۔

اِثَّاقَلَ: اصل میں تَثَاقَلَ تھا "ث" باب تفاعل کے فاکلمہ میں واقع ہوا تو "ت" کو "ث" کر دیا پھر دو حرف ایک جنس کے جمع ہو گئے ادغام کرنے کے لئے پہلے کو ساکن کر دیا شروع میں سکون محال ہے اس وجہ سے شروع میں ہمزہ وصلی لے آئے پھر "ث" کا "ث" میں ادغام کر دیا تو اِثَّاقَلَ ہو گیا۔

یَثَّاقَلُ: اصل میں یَتَثَاقَلُ تھا "ث" باب تفاعل کے فاکلمہ میں واقع ہوا تو "ت" کو "ث" کر دیا پھر اوّل "ث" کو ساکن کر کے "ث" کا "ث" میں ادغام کر دیا یَثَّاقَلُ ہو گیا۔

❷ جاری شدہ قوانین کی وضاحت:۔ تَقَبَّلُ، تَظَاھَرُوْنَ میں تائے مضارعت والا قاعدہ جاری ہوا۔

اِطَّھَّرَ، یَطَّھَّرُ، اِثَّاقَلَ، یَثَّاقَلُ میں عین کلمے والا قاعدہ جاری ہوا۔

03136079913 maktabazakariyah@gmail.com

تائے مضارعت والا قاعدہ: جب بابِ تفعل اور تفاعل کی تا پر مضارع معلوم کی تا داخل ہو جائے تو دونوں میں سے ایک کو حذف کرنا جائز ہے جیسے تَتَضَارَبُوْنَ سے تَضَارَبُوْنَ، تَتَصَرَّفُوْنَ سے تَصَرَّفُوْنَ۔

عین کلمے والا قاعدہ: اگر تا، ثا، جیم، دال، ذال، زاء، سین، شین، صاد، ضاد، طاء، ظاء میں سے کوئی حرف بابِ تفعل اور تفاعل کے فاکلمہ کے مقابلے میں آجائے تو بابِ تفعل اور تفاعل کی ''ت'' کو اسی حرف کی جنس کر کے یعنی فاکلمہ والے حرف کی جنس کر کے ادغام کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں ماضی اور امر کے اندر ہمزہ وصلی آجائے گا جیسے اِطَّهَّرَ، اِثَّاقَلَ وغیرہ۔

❹ علامتِ مضارع کی حرکت کی پہچان کیلئے مصنف کا قاعدہ مع امثلہ:۔ علامتِ مضارع کی حرکت کے بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر ماضی میں چار حرف ہوں خواہ تمام اصلی ہوں یا بعض اصلی اور بعض زائدہ ہوں تو اس کی علامتِ مضارع معروف میں بھی مضموم ہوتی ہے جیسے یُکْرِمُ، یُصَرِّفُ، یُقَاتِلُ اور یُدَحْرِجُ۔ اگر ماضی میں چار حروف نہ ہوں تو علامتِ مضارع مفتوح ہوتی ہے جیسے یَنْصُرُ، یَجْتَنِبُ، یَتَقَابَلُ وغیرہ۔

﴿الورقة الرابعة فی الصرف﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... الاقتیـــاد مصدر سے صرف صغیر کی گردان لکھیں۔ نیز مندرجہ ذیل صیغوں کی اصل بتائیں اور تعلیل ذکر کریں۔ مقتاد (اسم فاعل) استقامة، استقام، مستقیم۔ (ص ۷۵ و ۷۶۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) اَلْاِقْتِیَادُ مصدر سے صرفِ صغیر (۲) مذکورہ صیغوں کی اصل اور تعلیل۔

جواب ..... ❶ اَلْاِقْتِیَادُ مصدر سے صرفِ صغیر:۔ اَلْاِقْتِیَادُ (افتعال، اجوف واوی) بمعنی کھینچنا۔

اِقْتَادَ، یَقْتَادُ، اِقْتِیَادًا فَهُوَ مُقْتَادٌ و اُقْتِیْدَ یُقْتَادُ اِقْتِیَادًا فَذَاكَ مُقْتَادٌ، مَااِقْتَادَ مَا اُقْتِیْدَ لَمْ یَقْتَدْ لَمْ یُقْتَدْ لَایَقْتَادُ لَا یُقْتَادُ لَنْ یَّقْتَادَ لَنْ یُّقْتَادَ لَیَقْتَادَنَّ لَیُقْتَادَنَّ لَیَقْتَادَنْ لَیُقْتَادَنْ، اَلْاَمْرُمِنْه اِقْتَدْ لِتُقْتَدْ لِیَقْتَدْ لِیُقْتَدْ اِقْتَادَنَّ لِتُقْتَادَنَّ لِیَقْتَادَنَّ لِیُقْتَادَنَّ اِقْتَادَنْ لِتُقْتَادَنْ لِیَقْتَادَنْ لِیُقْتَادَنْ وَالنَّهْیُ عَنْهُ۔ لَا تَقْتَدْ لَاتُقْتَدْ لَا یَقْتَدْ لَایُقْتَدْ لَاتَقْتَادَنَّ لَاتُقْتَادَنَّ لَایَقْتَادَنَّ لَایُقْتَادَنَّ لَاتَقْتَادَنْ لَاتُقْتَادَنْ لَایَقْتَادَنْ لَایُقْتَادَنْ اَلظَّرْفُ مِنْهُ، مُقْتَادٌ مُقْتَادَانِ مُقْتَادَاتٌ۔

❷ مذکورہ صیغوں کی اصل اور تعلیل:۔ مُقْتَادٌ (اسم فاعل): مُقْتَادٌ اصل میں مُقْتَوِدٌ تھا واؤ متحرک ماقبل مفتوح تھا واؤ کو الف سے تبدیل کر دیا مُقْتَوِدٌ سے مُقْتَادٌ ہو گیا (قال والا قاعدہ)۔

اِسْتِقَامَةٌ: اِسْتِقَامَةٌ اصل میں مصدر اِسْتِقْوَامًا تھا واؤ کی حرکت یُقَال والے قاعدے کے تحت نقل کر کے ماقبل کو دی اور اس واؤ کو الف سے تبدیل کر کے التقاءِ ساکنین کی وجہ سے حذف کر دیا اور اس کے عوض آخر میں تا (علامتِ اسم) تنوینِ تمکن کے ساتھ لے آئے اِسْتِقَامَةٌ ہو گیا۔

اِسْتَقَامَ: اصل میں اِسْتَقْوَمَ تھا واؤ کا ماقبل ساکن تھا تو واؤ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دینے کے بعد واؤ کو الف سے تبدیل کر دیا چنانچہ اِسْتَقْوَمَ سے اِسْتَقَامَ ہو گیا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

مُسْتَقِیْمٌ: اصل میں مُسْتَقْوِمٌ تھا واؤ متحرک ماقبل حرف ساکن ہے واؤ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دی پھر واؤ ساکن کسرہ کے بعد واقع ہوا تو اس واؤ کو ''ی'' سے تبدیل کر دیا مُسْتَقْوِمٌ سے مُسْتَقِیْمٌ ہو گیا۔

الشق الثانی ..... مضاعف کی تعریف کریں اور مضاعف کے تمام قواعد کو مثالوں کے ذریعہ واضح کریں، نیز اَلْمَدُّ مصدر سے اسم فاعل اور اسم مفعول کی گردان تحریر کریں۔ (ص ۲۵، ۹۸، ۹۹۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) مضاعف کی تعریف (۲) مضاعف کے قواعد مع امثلہ (۳) اَلْمَدُّ مصدر سے اسم فاعل اور اسم مفعول کی گردان۔

جواب ..... ❶ مضاعف کی تعریف:۔ مضاعف وہ کلمہ ہے کہ جس کے حروف اصلی (ف ع ل کے مقابلہ میں) میں دو حرف ایک جنس کے ہوں جیسے فَرَّ، زَلْزَلَ وغیرہ۔

❷ مضاعف کے قواعد کی مثالوں سے وضاحت:۔ ① دو متجانسین یا متقاربین حرفوں میں سے پہلا ساکن ہو تو دوسرے میں ادغام کر دیتے ہیں خواہ دونوں ایک کلمہ میں ہوں جیسے مَدَّ اصل میں مَدَدَ تھا اور شَدَّ اصل میں شَدَدَ تھا اور متقارب حرفوں کی مثال جیسے عَبَدْتُمْ سے عَبَدْتُّمْ اور خواہ دونوں دو کلموں میں ہوں جیسے اِذْهَبْ بِّنَا، عَصَوُوْكَانُوْا لیکن پہلا اگر مدہ ہو تو ادغام نہیں کریں گے جیسے فِيْ يَوْمٍ۔ ② اگر ایک کلمہ میں دو حرف ہم جنس متحرک ہوں اور اوّل کا ماقبل بھی متحرک ہو تو اوّل کو ساکن کر کے دوسرے میں ادغام کرتے ہیں جیسے مَدَّ وشَرَّ مگر شرط یہ ہے کہ اسم متحرک العین نہ ہو جیسے شَرَرٌ و سُرُرٌ۔ ③ اگر ایک کلمہ میں دو حرف ہم جنس متحرک ہوں اور اوّل کا ماقبل ساکن غیر مدہ ہو تو اوّل کی حرکت ماقبل کو دیکر ادغام کرتے ہیں جیسے يَمُدُّ ، يَفِرُّ اور يَعَضُّ بشرطیکہ ملحق نہ ہو لہٰذا اَجَلْبَبَ میں یہ قاعدہ جاری نہ ہوگا۔ ④ اگر اوّل کا ماقبل مدہ ہو تو بے نقلِ حرکت اوّل کو ساکن کر کے دوسرے میں ادغام کرتے ہیں جیسے حَاجٌّ ، مُوْدٌّ ⑤ اگر ادغام کے بعد حرفِ دوم پر امر کا وقف یا جازم کا جزم آجائے تو حرفِ دوم میں فتحہ، کسرہ اور فکِّ ادغام تینوں جائز ہیں جیسے فِرَّ، فِرّ ، اِفْرِرْ اور اگر اوّل کا ماقبل مضموم ہو تو ضمہ بھی جائز ہے جیسے لَمْ يَمُدُّ۔

❸ اَلْمَدُّ سے اسم فاعل اور اسم مفعول کی گردان:۔ اسم فاعل کی گردان: مَادٌّ مَادَّانِ مَادُّوْنَ مَادَّةٌ مَادَّتَانِ مَادَّاتٌ۔

اسم مفعول کی گردان: مَمْدُوْدٌ مَمْدُوْدَانِ مَمْدُوْدُوْنَ مَمْدُوْدَةٌ مَمْدُوْدَتَانِ مَمْدُوْدَاتٌ۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... باب انفعال کی خاصیات کو مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔ (ص ۸۶۔ امدادیہ)

جواب ..... باب انفعال کی خاصیات کی وضاحت مع امثلہ:۔ ① لزوم: یعنی لازم استعمال ہونا، باب انفعال ہمیشہ لازم ہوتا ہے متعدی نہیں ہوتا جیسے اِنْصَرَفَ (پھرا) خواہ باب انفعال کا مجرد لازم ہو یا متعدی۔ ② علاج: فعل کا اُن افعال میں سے ہونا جو حواس محسوسہ پر دلالت کریں، یعنی ایسے معنی پر جن کا علم ظاہری حواس سے ہو سکے جیسے اِنْكَسَرَ بمعنی (ٹوٹنا) کسی چیز کا ٹوٹ جانا ایک حسی امر ہے۔ ③ مطاوعتِ مجرد و اِفعال: یعنی ثلاثی مجرد اور بابِ افعال کے مطاوع ہونا لیکن ثلاثی مجرد کا مطاوع زیادہ ہوتا ہے باب افعال کا کم، مطاوعتِ مجرد کی مثال كَسَرْتُ الْاِنَاءَ فَانْكَسَرَ (میں نے برتن کو توڑا تو وہ ٹوٹ گیا)، مطاوعتِ افعال کی مثال اَغْلَقْتُ الْبَابَ فَانْغَلَقَ (میں نے دروازہ بند کیا پس وہ بند ہو گیا)۔ ④ موافقتِ مجرد و اِفعال: یعنی ثلاثی مجرد اور بابِ افعال کے ہم معنی ہونا لیکن یہ خاصیت اس میں کم پائی جاتی ہے، موافقتِ مجرد کی مثال جیسے اِنْبَلَجَ بمعنی بَلِجَ (کشادہ ابرو ہوا) ہے۔ موافقتِ افعال کی مثال جیسے اِنْحَجَرَ بمعنی اَحْجَرَ (حجاز پہنچا) ہے۔ ⑤ ابتدا: کسی فعل کا ابتداءً اس باب سے آنا جیسے اِنْطَلَقَ بمعنی چلنا، مجرد میں طلاقت کا معنی کشادہ روئی ہے۔

الشق الثانی ..... یسل، قد فلح، یرمی خاه، یَرَیٰ، یُرَیٰ۔ مذکورہ صیغوں کی اصل بتا کر تعلیل ذکر کریں، ان میں جاری شدہ قاعدہ کی مکمل وضاحت کریں اور یہ بتائیں کہ یہ قاعدہ جوازی ہے یا وجوبی۔ (ص ۵۴۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں ① مذکورہ صیغوں کی اصل و تعلیل ② جاری شدہ قاعدہ کی وضاحت (وجوبی، جوازی طور پر)۔

جواب ..... ❶ مذکورہ صیغوں کی اصل و تعلیل:۔ يَسَلُ: اصل میں يَسْئَلُ تھا ہمزہ متحرک ماقبل حرف ساکن غیر مدہ زائدہ اور غیر یائے تصغیر ہے تو ہمزہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دی اور ہمزہ کو حذف کر دیا يَسْئَلُ سے يَسَلُ ہو گیا۔

قَدْ فُلِحَ: اصل میں قَدْ اُفْلِحَ تھا ہمزہ متحرک ماقبل حرف ساکن غیر مدہ زائدہ اور غیر یائے تصغیر ہے تو ہمزہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دی اور ہمزہ کو حذف کر دیا قَدْ اُفْلِحَ سے قَدْ فُلِحَ ہو گیا۔

يَرْمِيَ خَاهُ: اصل میں يَرْمِيُ اَخَاهُ تھا ہمزہ متحرک ماقبل حرف ساکن غیر مدہ زائدہ اور غیر یائے تصغیر ہے تو ہمزہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دی اور ہمزہ کو حذف کر دیا يَرْمِيُ اَخَاهُ سے يَرْمِيَ خَاهُ ہو گیا۔

یَرٰی: اصل میں یَرْءَیُ تھا ہمزہ متحرک ماقبل حرف ساکن غیر مدہ زائدہ اور غیر یائے تصغیر ہے تو ہمزہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دیدی اور ہمزہ کو حذف کر دیا یَرَیُ ہوا اب یا متحرک ماقبل مفتوح (قال والا قاعدہ) تھا تو ''ی'' کو ''الف'' سے تبدیل کر دیا یَرٰی ہو گیا۔

یُرٰی: اصل میں یُرْءَیُ تھا ہمزہ متحرک ماقبل حرف ساکن غیر مدہ زائدہ اور غیر یائے تصغیر ہے تو ہمزہ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دیدی اور ہمزہ کو حذف کر دیا پھر ''ی'' متحرک ماقبل مفتوح ''ی'' کو ''الف'' سے تبدیل کیا تو یُرَیُ سے یُرٰی ہو گیا۔

❷ جاری شدہ قاعدہ کی وضاحت:۔ یَسَلُ والا قاعدہ: جو ہمزہ متحرکہ حرف ساکن غیر مدہ زائدہ اور غیر یائے تصغیر کے بعد واقع ہو اس کی حرکت جواز اً ماقبل کو دے کر ہمزہ کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے یَسْئَلُ سے یَسَلُ ، قَدْاَفْلَحَ سے قَدْفَلَحَ اور یَرْمِیْ اَخَاہُ سے یَرْمِیَ خَاہُ۔

یَرٰی اور یُرٰی اور تمام افعال رؤیۃ میں یہ قاعدہ وجوباً جاری ہوتا ہے اور اگر ہمزہ قلب مکانی کی وجہ سے آیا ہو تو بھی وجوباً جاری ہوتا ہے بصورتِ دیگر جواز اً جاری ہوتا ہے۔ رؤیت کے اسمائے مشتقہ میں جواز اً جاری ہوتا ہے وجوباً نہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... "اَلرُّؤْیَۃُ" سے صرفِ صغیر تحریر کریں۔ قیل، بیع، اختیر، انقید، استخیر۔ (ص ۶۱۔ معارف)

مذکورہ صیغوں کی تعلیل ذکر کریں اور ان میں جن قواعد کے تحت تعلیل ہوئی ہے ان کو تفصیل کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) "اَلرُّؤْیَۃُ" سے صرفِ صغیر (۲) مذکورہ صیغوں کی تعلیل (۳) صیغوں میں جاری شدہ قواعد کی تفصیل۔

جواب ..... ❶ "اَلرُّؤْیَۃُ" سے صرفِ صغیر:۔ اَلرُّؤَیَۃُ (فتح مہموز العین وناقص یائی) بمعنی دیکھنا۔

رَأٰی یَرٰی رُؤْیَۃً فَھُوَ رَآءٍ وَرُءِیَ یُرٰی رُؤْیَۃً فَذَاکَ مَرِیٌّ مَارَأٰی مَا رُئِیَ لَمْ یَرَ لَمْ یُرَ لَایَرٰی لَایُرٰی لَنْ یَّرٰی لَنْ یُّرٰی لَیَرَیَنَّ لَیُرَیَنَّ لَیَرَیَنَّ لَیُرَیَنَّ اَلْاَمْرُ مِنْہُ رَ لِتَرَ لِیَرَ لِیُرَ رَیَنَّ لِتَرَیَنَّ لِیَرَیَنَّ لِیُرَیَنَّ رَیَنْ لِتَرَیَنْ لِیَرَیَنْ لِیُرَیَنْ وَالنَّھْیُ عَنْہُ لَاتَرَ لَاتَرَ لَایَرَ لَایُرَ لَاتَرَیَنَّ لَاتُرَیَنَّ لَایَرَیَنَّ لَایُرَیَنَّ لَاتَرَیَنْ لَاتُرَیَنْ لَایَرَیَنْ لَایُرَیَنْ اَلظَّرْفُ مِنْہُ مَرًی مَرَیَانِ مَرَآءٍ وَمُرَیٍّ وَالْاٰلَۃُ مِنْہُ مِرًی مِرْیَانِ مَرَآءٍ وَمُرَیٍّ مِرَاۃٌ مِرَاتَانِ مَرَآءٍ وَمُرَیِّیَۃٌ مِرَآءٌ مِرَاءَانِ مَرَآءِیٌّ وَمُرَیِّیٌّ اَفْعَلُ التَّفْضِیْلِ اَلْمُذَکَّرُ مِنْہُ اَرٰی اَرَیَانِ اَرَوْنَ اَرَآءٍ وَ اُرَیٍّ وَالْمُؤَنَّثُ مِنْہُ رُوْیٰ رُوْیَیَانِ اُرَیَّاتٌ رُوًی وَ رُوَیٌّ۔

❷ مذکورہ صیغوں کی تعلیل:۔ قِیْلَ: اصل میں قُوِلَ تھا واؤ ماضی مجہول کے عین کلمہ میں واقع ہوا تو اس واؤ کے ماقبل کو ساکن کر کے واؤ کی حرکت ماقبل کو دے دی قُوِلَ سے قِوْلَ ہوا پھر واؤ ساکن غیر مدغم تھا اور اس سے پہلے کسرہ واقع ہوا تو واؤ کو ''ی'' سے تبدیل کر دیا قِیْلَ ہو گیا۔

بِیْعَ: اصل میں بُیِعَ تھا ''ی'' ماضی مجہول کے عین کلمہ میں واقع ہوا تو اس ''ی'' کے ماقبل کو ساکن کر کے ''ی'' کی حرکت ماقبل کو دے دی بُیِعَ سے بِیْعَ ہو گیا۔

اُخْتِیْرَ: اصل میں اُخْتُیِرَ تھا ''ی'' عین کلمہ میں واقع ہوا تو ماقبل کی حرکت حذف کر کے ''ی'' کی حرکت ماقبل کو دے دی اُخْتُیِرَ سے اُخْتِیْرَ ہو گیا۔

اُسْتُخِیْرَ: اصل میں اُسْتُخْیِرَ تھا ''ی'' متحرک حرفِ ساکن کے بعد واقع ہوا تو ''ی'' کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دے دی اُسْتُخْیِرَ سے اُسْتُخِیْرَ ہو گیا (یَقُوْلُ یَبِیْعُ والا قاعدہ)

اُنْقِیْدَ: اصل میں اُنْقُوِدَ تھا واؤ ماضی کے عین کلمہ میں واقع ہوا واؤ کے ماقبل کی حرکت کو حذف کر دیا اور واؤ کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دیدی، واؤ ساکن غیر مدغم کسرہ کے بعد واقع ہوا تو اس واؤ کو ''ی'' سے تبدیل کر دیا اُنْقُوِدَ سے اُنْقِیْدَ ہو گیا۔

❸ ان صیغوں میں جاری شدہ قواعد کی تفصیل:۔ قِیْلَ والا قاعدہ: اگر واؤ اور ''ی'' ماضی مجہول کے عین کلمہ میں واقع ہو تو اس واؤ اور ''ی'' کے پہلے حرف کو ساکن کر کے واؤ اور ''ی'' کی حرکت نقل کر کے ماقبل کو دیتے ہیں اگر حرکت ''ی'' متحرک سے نقل کی

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

تو مزید تبدیلی نہیں ہوگی اور اگر واؤ سے کی تو پھر واؤ ساکن کو میعادٌ والے قاعدے کے تحت ''ی'' سے تبدیل کر دیتے ہیں جیسے قُولَ سے قِیْلَ، بُیِعَ سے بِیْعَ، اُخْتُیِرَ سے اُخْتِیْرَ، اُنْقُوِدَ سے اُنْقِیْدَ۔

یہ بھی جائز ہے کہ ماقبل کی حرکت کو باقی رکھ کر واؤ اور ''ی'' کی حرکت کو حذف کر دیں جیسے قُولَ سے قُوْلَ، بُیِعَ سے بُوْعَ اس صورت میں ''ی'' کی حرکت کو حذف کرنے کے بعد ''ی'' کو یُوْسَرُ والے قاعدے کے تحت واؤ سے تبدیل کر دیتے ہیں۔

ابدال کی صورت میں یعنی واؤ کو ''ی'' سے اور ''ی'' کو واؤ سے تبدیل کرنے کے بعد ضمہ کا کسرہ کے ساتھ اشمام جائز ہے یعنی اس طرح پڑھنا کہ قِیْلَ اور بِیْعَ میں قاف وباء کے کسرہ میں ضمہ کا اثر پایا جائے۔ اس قاعدے میں شرط یہ ہے کہ معروف میں بھی تعلیل ہوئی ہو لہٰذا اُعْتُوِرَ میں تعلیل نہیں ہوگی۔

میعادٌ والا قاعدہ: ہر وہ واؤ جو ساکن ہو غیر مدغم ہو کسرہ کے بعد واقع ہو جائے تو اس واؤ کو ''ی'' سے تبدیل کر دیتے ہیں جیسے مِوْعَادٌ سے مِیْعَادٌ۔

یَقُوْلُ یَبِیْعُ والا قاعدہ: واؤ اور ''ی'' کا ماقبل اگر ساکن ہو تو ان کی حرکت ماقبل کو دے دیتے ہیں اور اگر وہ حرکت فتحہ ہو تو واؤ اور یا کو الف بنا دیتے ہیں بشرطیکہ فاکلمہ میں نہ ہوں جیسے مَنْ وَّعَدَ، عینِ لفیف نہ ہوں جیسے یَطْوِیْ یَحْیٰی، ماقبل مدہ زائدہ نہ ہوں جیسے مِقْوَالٌ تِحْوَالٌ تَمْیِیْزٌ لیکن واؤ مفعول شرطِ رابع سے مستثنیٰ ہے، لون اور عیب نہ ہوں جیسے یَعْوَرُ یَصِیْدُ اَسْوَدُ اَبْیَضُ اور مُسْوَدَّةٌ۔ افعل التفضیل، فعل تعجب اور ملحقات میں اس قاعدے پر عمل جائز نہیں اسی لئے اَقْوِلْ بِهٖ، شَرْیَفَ اور جَهْوَرَ میں حرکت نقل نہیں کی گئی۔

الشق الثانی ..... "القول" مصدر سے لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ وخفیفہ، معروف ومجہول کی گردان لکھیں۔ باب افعیال کی خاصیات مثالوں کے ساتھ لکھیں۔ (ص ۷۰ و ۷۱، ۸۷۔ معارف)

جواب ..... ❶ اَلْقَوْلُ مصدر سے لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ اور خفیفہ معروف ومجہول کی گردان:۔

لام تاکید بانون ثقیلہ معروف: لَیَقُوْلَنَّ لَیَقُوْلَانِّ لَیَقُوْلُنَّ لَتَقُوْلَنَّ لَتَقُوْلَانِّ لَیَقُلْنَانِّ لَتَقُوْلَنَّ لَتَقُوْلَانِّ لَتَقُوْلُنَّ لَتَقُوْلِنَّ لَتَقُوْلَانِّ لَتَقُلْنَانِّ لَاَقُوْلَنَّ لَنَقُوْلَنَّ۔ لام تاکید بانون ثقیلہ مجہول: لَیُقَالَنَّ لَیُقَالَانِّ لَیُقَالُنَّ لَتُقَالَنَّ لَتُقَالَانِّ لَتُقَالُنَّ لَتُقَالِنَّ لَتُقَالَانِّ لَتُقَلْنَانِّ لَاُقَالَنَّ لَنُقَالَنَّ۔

لام تاکید بانون خفیفہ معروف: لَیَقُوْلَنْ لَیَقُوْلُنْ لَتَقُوْلَنْ لَتَقُوْلُنْ لَتَقُوْلُنَّ لَتَقُوْلِنْ لَاَقُوْلَنْ لَنَقُوْلَنْ۔

لام تاکید بانون خفیفہ مجہول: لَیُقَالَنْ لَیُقَالُنْ لَتُقَالَنْ لَتُقَالُنْ لَتُقَالُنَّ لَتُقَالِنْ لَاُقَالَنْ لَنُقَالَنْ۔

❷ باب افعیال کی خاصیات مع امثلہ:۔ لزوم: یعنی متعدی سے لازم کرنا یہ باب زیادہ تر لازم مستعمل ہوتا ہے جیسے اَلْاِحْدِیْدَابُ (کبڑا ہونا) کبھی کبھی متعدی بھی آجاتا ہے جیسے اِحْلَوْلَیْتُهٗ (میں نے اس کو میٹھا سمجھا)۔

مبالغة: اس باب میں مبالغہ بکثرت پایا جاتا ہے جیسے اِغْدَوْدَنَتِ الْاَرْضُ (زمین بہت سرسبز وشاداب ہوگئی)۔

مطاوعتِ مجرد: یعنی ثلاثی مجرد کا مطاوع ہونا جیسے قَنَیْتُ الثَّوْبَ فَاقْنَوْنٰی (میں نے کپڑے کو لپیٹا پس وہ لپٹ گیا)

موافقتِ استفعال: یعنی باب استفعال کے معنی میں استعمال ہونا جیسے اِحْلَوْلَیْتُهٗ (میں نے اس کو شیریں سمجھا) یہ اِسْتَحْلَیْتُ باب استفعال کے معنی میں ہے۔

﴿الورقة الرابعة فی الصرف﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... "البیع" مصدر سے صرفِ صغیر، اسم فاعل اور اسم مفعول کی گردان لکھیں اور اس مصدر کے اسم ظرف، اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغوں میں جو تعلیل ہوئی ہے اسے وضاحت کے ساتھ ذکر کریں۔ (ص ۷۲، ۷۴۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) "البیع" مصدر سے صرف صغیر (۲) اسم فاعل اور اسم مفعول کی

گردان (۳) اسم ظرف، اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغوں میں تعلیل کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ "البیع" مصدر سے صرف صغیر:۔ اَلْبَیْعُ (ضرب، اجوف یائی) بمعنی بیچنا۔

بَاعَ یَبِیْعُ بَیْعًا فھو بَائِعٌ وَبِیْعَ یُبَاعُ بَیْعًا فھو مَبِیْعٌ مَابَاعَ مَابِیْعَ لَمْ یَبِعْ لَمْ یُبَعْ لَایَبِیْعُ لَایُبَاعُ لَنْ یَبِیْعَ لَنْ یُبَاعَ لَیَبِیْعَنَّ لَیُبَاعَنَّ لَیَبِیعَنْ لَیُبَاعَنْ الامر منه بِعْ لِتُبَعْ لِیَبِعْ لِیُبَعْ بِیْعَنَّ لِتُبَاعَنَّ لَیَبِیْعَنَّ لِیُبَاعَنَّ بِیْعَنْ لِتُبَاعَنْ لِیَبِیْعَنْ لِیُبَاعَنْ والنھی عنه لَاتَبِعْ لَاتُبَعْ لَایَبِعْ لَایُبَعْ لَاتَبِیْعَنَّ لَاتُبَاعَنَّ لَایَبِیْعَنَّ لَایُبَاعَنَّ لَاتَبِیْعَنْ لَاتُبَاعَنْ لَایَبِیْعَنْ لَایُبَاعَنْ الظرف منه مَبِیْع مَبِیْعَانِ مَبَایِعِ وَمُبَیِّع والالة منه مِبِیَع مِبِیْعَانِ مَبَایِعِ مُبَیِّعٌ مِبِیْعَتٌ مِبِیْعَتَانِ مَبَایِعُ وَمُبَیِّعَةٌ مِبِیَاعٌ مِبِیَاعَانِ مَبَایِیْعُ مُبَیِّیْعٌ افعل التفضیل المذکر منه اَبِیَعُ اَبِیَعَانِ اَبِیَعُوْنَ اَبَایِعُ وَاَبَیِّعُ والمؤنث منه بُوْعٰی بُوْعَیَانِ بُوْعَیَاتٌ بُیَّعٌ و بُیَیْعٰی۔

❷ اسم فاعل اور اسم مفعول کی گردان:۔ **بائع، بائعان، بائعون، بائعة، بائعتان، بائعات۔**

مبیع، مبیعان، مبیعون، مبیعة، مبیعتان، مبیعات۔

❸ اسم ظرف، اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغوں میں تعلیل کی وضاحت:۔ **بائع:** اصل میں **بایع** تھا، یاء کو ہمزہ سے بدل دیا تو **بائع** ہوگیا کیونکہ جو واؤ یا یاء عینِ فاعل ہو وہ ہمزہ سے بدل جاتی ہے بشرطیکہ فعل میں تعلیل ہوئی ہو۔

اس باب کا ظرف اور مفعول دونوں کی صورت ایک ہے البتہ دونوں کی اصل میں فرق ہے۔

مَبِیْع: (اسم مفعول) اصل میں **مبیوع** تھا یاء کی حرکت **یَبِیْع** والے قاعدہ سے ماقبل کو دی اب یاء ساکن ہوگئی اور ماقبل مضموم مُؤسر والے قاعدہ سے یاء کو واؤ سے بدلا اب دونوں واؤ کے درمیان اجتماعِ ساکنین کے باعث پہلے واؤ کو حذف کیا اور ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل کر واؤ کو یاء سے بدل دیا **مَبِیْع** ہوگیا۔

مَبِیْع (اسم ظرف) اصل میں **مَبْیِعٌ** بروزن **مَضْرِبٌ** تھا، **یَبِیْع** والے قاعدہ سے یاء کا کسرہ ماقبل کو دیا **مَبِیْعٌ** ہوگیا۔

الشق الثانی ..... داعیة، نهو، سید، مضی، دلی۔ (ص ۶۲، ۶۳۔ معارف)

مذکورہ صیغوں کی اصل بتا کر تعلیل کریں نیز ان میں جن قواعد کے تحت تعلیل ہوئی ہے ان کو تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں مذکورہ صیغوں کی اصل، تعلیل اور قواعد کی وضاحت مطلوب ہے۔

جواب ..... مذکورہ صیغوں کی اصل، تعلیل اور قواعد کی وضاحت:۔

دَاعِیَةٌ: دراصل **دَاعِوَةٌ** تھا واؤ کو یاء سے بدل دیا **داعیة** ہوگیا۔ (قاعدہ) واؤ طرف میں کسرہ کے بعد یاء ہوجاتا ہے۔

نَهْوَ: دراصل **نَهْیَ** تھا، یاء واؤ سے تبدیل ہوکر **نهو** ہوا۔ (قاعدہ) جو یاء طرف میں ضمہ کے بعد واقع ہو وہ واؤ ہوجاتی ہے۔

سَیِّدٌ: اصل میں **سَیْوِدٌ** تھا واؤ اور یاء جمع ہوگئے انمیں سے پہلا ساکن تھا، واؤ کو یاء سے بدل کر یاء میں مدغم کر دیا **سیّد** ہوگیا۔ (قاعدہ) ایسی واؤ اور یاء جو کسی حرف سے بدلی ہوئی نہ ہو غیر ملحق میں جمع ہوجائیں اور ان میں پہلا ساکن ہو تو واؤ یاء سے بدل کر یاء میں مدغم ہوجاتی ہے اور ماقبل کا ضمہ کسرہ سے بدل جاتا ہے۔

مُضِیٌّ: مذکورہ قاعدہ (**سَیِّدٌ** والا) کے موافق تعلیل ہوئی ہے، دراصل **مُضُوْیٌ** تھا۔

دُلِیٌّ: اصل میں **دُلُوْوٌ** تھا، **فُعُوْل** کے وزن پر آخر میں دو واؤ جمع ہوگئے دونوں کو یاء سے بدل کر مدغم کر دیا اور ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا، **دُلِیٌّ** ہوگیا۔ (قاعدہ) **فُعُوْل** کے آخر میں دو واؤ ہوں تو دونوں یاء سے بدل کر مدغم ہوجاتے ہیں اور ماقبل کا ضمہ کسرہ سے بدل جاتا ہے اور فاء کو بھی کسرہ دینا جائز ہے جیسے **دَلُوٌ** کی جمع **دُلُوْوٌ** سے **دُلِیٌّ**۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... فاتقون، فادارأتم، لنفضوا، تظاهرون، ارجه۔ (ص ۱۱۹ تا ۱۲۳۔ معارف)

مذکورہ کلمات کون کون سے صیغے ہیں؟ اور کس باب سے ہیں؟ مصنفؒ کی منشاء کے مطابق ان کی تحقیق کیجئے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب .....مذکورہ کلمات کے صیغے اور ابواب کی تحقیق:۔ **فَاتَّقُوْنِ**: صیغہ جمع مذکر امر حاضر معروف، **اِتَّقُوْنِ** کا ہمزہ وصل فاء داخل ہونے کی وجہ سے گر گیا اور آخر میں جو نون ہے نون اعرابی نہیں بلکہ نون وقایہ ہے جو فعل کے آخر کو کسرہ سے بچانے کیلئے فعل اور یائے متکلم کے درمیان آتا ہے دراصل **فاتقونی** تھا یائے متکلم حذف کر کے نون وقایہ کے کسرہ پر اکتفاء کر لیا گیا کہ اکثر ایسا کر لیتے ہیں بعد ازاں کسرہ بھی بسبب وقف کے ساقط ہو گیا **فَاتَّقُوْنِ** ہوا۔ اور یہ باب افتعال سے صیغۂ ناقص ہے جو حسبِ معمول **تَتَّقُوْنَ** سے بنا ہے اور **تتقون** دراصل **تَتَّقِيُوْنَ** تھا، یاء کا ضمہ ماقبل کی حرکت زائل کر کے ماقبل کو دیا اور یاء کو واؤ بنا کر اجتماعِ ساکنین کے باعث گرا دیا **تتقون** ہو گیا۔

فَاَدَّارَأْتُمْ: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مثبت ماضی معروف مہموز اللام باب **اِفَّاعُلٌ** سے ہے، **ادّارأتم** تھا، فاء آنے کی وجہ سے ہمزہ وصل ساقط ہو گیا **فَاَدَّارَأْتُمْ** ہو گیا۔

لَنَفَضُّوْا: صیغہ جمع مذکر غائب فعل ماضی معروف مضاعف باب انفعال سے ہے اس پر لام تاکید داخل ہوا تو ہمزہ وصل گر گیا **لنفضّوا** ہو گیا۔

تَظَاهَرُوْنَ: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مثبت مضارع معروف ہے باب تفاعل سے دراصل **تتظاهرون** تھا ایک تاء بقاعدہ معلومہ حذف ہو گئی۔

اِرْجِهْ: **اِرْجِ** بابِ افعال سے صیغہ واحد مذکر حاضر امر معروف ناقص ہے، مفعول کی ضمیر واحد مذکر لگنے سے **ارجه** ہو گیا چونکہ قرآن مجید میں اس کے بعد **واخاه** واقع ہے اس لئے **جِهِ وَ** سے صورۃً وزن **فِعِلٌ** مثل **اِبِلٌ** پیدا ہو گیا اور عربوں کا قاعدہ ہے کہ اس وزن میں بھی وسط کو ساکن کر دیتے ہیں اس لئے یاء کو ساکن کیا **ارجِهْ واخاه** ہو گیا۔

الشق الثانی .....احمرار، ادهیمام اور قلساۃ، تینوں مصادر سے صرفِ صغیر لکھیں۔

جواب .....احمرار، ادهیمام، قلساۃ سے صرفِ صغیر:۔ **اَلْاِحْمِرَارُ** (افعلال، صحیح) بمعنی سرخ ہونا۔ **اِحْمَرَّ يَحْمَرُّ اِحْمِرَارًا فهو مُحْمَرٌّ، الأمر منه اِحْمَرَّ اِحْمَرِّ اِحْمَرِرْ، اِحْمَرَّنَّ، اِحْمَرَّنْ الخ والنهی عنه لَاتَحْمَرَّ لَاتَحْمَرِّ لَاتَحْمَرِرْ، لَاتَحْمَرَّنَّ لَاتَحْمَرَّنْ الخ الظرف منه مُحْمَرٌّ۔**

اَلْاِدْهِيْمَامُ (افعیلال، صحیح) بمعنی سیاہ ہونا۔ **اِدْهَامَّ يَدْهَامُّ اِدْهِيْمَامًا فهو مُدْهَامٌّ، الأمر منه اِدْهَامَّ اِدْهَامِّ اِدْهَامِمْ، اِدْهَامَّنَّ، اِدْهَامَّنْ الخ والنهی عنه لَاتَدْهَامَّ لَاتَدْهَامِّ لَاتَدْهَامِمْ، لَاتَدْهَامَّنَّ، لَاتَدْهَامَّنْ الخ الظرف منه مُدْهَامٌّ۔**

اَلْقَلْسَاةُ (فعلاۃ، ناقص یائی) بمعنی ٹوپی پہنانا۔ **قَلْسَى يُقَلْسِيْ قَلْسَاةً فهو مُقَلْسٍ و قُلْسِيَ يُقَلْسٰى قَلْسَاةً فذاك مُقَلْسٍ، الأمر منه قَلْسِ، والنهی عنه لَاتُقَلْسِ، الظرف منه مُقَلْسِيٌّ۔**

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل .....فَرْهَبُوْن، لِتُكْمِلُوْا، وَيَتَّقْه، لُمُتُّنِيْ۔ (ص ۱۲۰ تا ۱۲۴۔ معارف)

مذکور الفاظ کون سے صیغے ہیں؟ مصنف کی تحقیق کی روشنی میں جواب تحریر کریں۔

جواب .....مذکورہ صیغوں کی تحقیق:۔ **فَرْهَبُوْن**: یہ جمع مذکر حاضر بحث امر حاضر معروف باب فتح کا صیغہ ہے اصل میں **اِرْهَبُوْانِيْ** تھا ہمزہ وصلی فاء کی وجہ سے گر گیا اور آخر سے یاء متکلم حذف ہو گئی **فَرْهَبُوْن** ہو گیا۔ بادی النظر میں آخر کا نون نونِ اعرابی معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ نونِ وقایہ ہے۔

لِتُكْمِلُوْا: یہ جمع مذکر حاضر بحث فعلِ مضارع مثبت معروف باب افعال کا صیغہ ہے چونکہ لام **كَيْ** کے بعد **اَن** مقدر ہوتا ہے اس لئے یہ اصل میں **لِاَنْ تُكْمِلُوْنَ** تھا۔ اَن ناصبہ کی وجہ سے صیغہ کے آخر سے نونِ اعرابی ساقط ہو گیا **لِتُكْمِلُوْا** رہ گیا ظاہری اعتبار سے لام **كَيْ** کی وجہ سے امر کا صیغہ معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں لام لامِ امر نہیں بلکہ لامِ **كَيْ** ہے۔

وَيَتَّقْهِ: یہ واحد مذکر غائب بحث فعل مضارع مثبت معروف باب افتعال کا صیغہ ہے اصل میں **وَيَتَّقِيْهِ** تھا چونکہ یہ آیت

مبارکہ میں یُطِعْ پر معطوف ہے (آیت ہے "ومن یطع اللّٰہ ورسولہ ویخش اللّٰہ ویتقہ") اور یُطِعْ، "من" جازمہ کی وجہ سے مجزوم ہے لہٰذا یَتَّقِیْہِ بھی مجزوم ہوگیا اور یَتَّقِیْہِ کا جزم آخر سے حرفِ علت یعنی یاء کا گر جانا ہے لہٰذا یہ یَتَّقِہِ ہوگیا یہاں فَعِلَ کا عارضی وزن پیدا ہوگیا اس لئے درمیانی حرف یعنی قاف کو ساکن کر دیا وَیَتَّقْہِ ہوگیا۔

لُمْتُنَّنِیْ: یہ قُلْتُنَّ کی طرح جمع مؤنث حاضر بحث فعل ماضی مثبت معروف باب نصر کا صیغہ ہے آخر میں نون وقایہ اور یاء متکلم کے آنے سے لُمْتُنَّنِیْ ہوگیا۔

الشق الثانی.....الایدٌ" اور "الایتمام" سے مصدر کے معنی ذکر کرنے کے بعد صرفِ صغیر لکھئے۔

جواب.....مذکورہ مصادر کا معنی مع صرفِ صغیر:۔ "اَلْاَیْدُ" (ضرب، مہموز ومثال) بمعنی قوی ہونا "اَیَدَ یَئِیْدُ اَیْدًا فَھُوَ اٰئِدٌ وَئِیْدَ یُئَادُ اَیْدًا فَذَاکَ مَئِیْدٌ لَمْ یَئِدْ لَمْ یُئَدْ لَا یَئِیْدُ لَا یُئَادُ لَنْ یَّئِیْدَ لَنْ یُّئَادَ الامر منه اِئِدْ لِتُوْئَدْ لِیَئِدْ لِیُوْئَدْ والنهی عنه لَا تَئِدْ لَاتُوْئَدْ لَا یَئِدْ لَایُوْئَدْ الظرف منه مَئِیْدٌ مَئِیْدَانِ مَا یِدُوَ مَوْیِدٌ والالة منه مِئْیَدٌ مِئْیَدَانِ مَا یِدُ مُوَیِّدٌ مِئْیَدَةٌ مِئْیَدَتَانِ مَا یِدُ مُوَیِّدَةٌ مِئْیَادٌ مِئْیَادَانِ مَا یِیْدُ مُوَیِّیْدٌ افعل التفضیل المذکر منه اَیْدَ اَیْدَانِ اَیْدَوْنَ اَوَائِدُ وَاَوْیَدٌ والمؤنث منه اُوْدٰی اُوْدَیَانِ اُوْدَیَاتٌ اُیْدٌ وَاُیَیْدٰی"۔

"اَلْاِیْتِمَامُ" (افتعال، مہموز ومضاعف) بمعنی اقتداء کرنا "اِیْتَمَّ یَاْتَمُّ اِیْتِمَامًا فَھُوَ مُؤْتَمٌّ وَاُوْتَمَّ یُؤْتَمُّ اِیْتِمَامًا فَذَاکَ مُؤْتَمٌّ لَمْ یَاْتَمَّ لَمْ یُؤْتَمَّ لَایَاْتَمُّ لَایُؤْتَمُّ لَنْ یَّاْتَمَّ لَنْ یُّؤْتَمَّ الامر منه اِیْتَمَّ لِتُؤْتَمَّ لِیَاْتَمَّ لِیُؤْتَمَّ والنهی عنه لَا تَاْتَمَّ لَا تُؤْتَمَّ لَایَاْتَمَّ لَایُؤْتَمَّ الظرف منه مُؤْتَمٌّ مُؤْتَمَّانِ مُؤْتَمَّاتٌ"۔

﴿الورقة الثانیة فی الصرف﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل.....رُمُوْا، اَظْبٍ، کَیْنُوْنَةٌ۔ (ص۶۲، ۶۳، ۶۵۔ معارف)

مذکورہ کلمات کی اصل وضع بیان کر کے حسبِ قواعد تعلیل ذکر کیجئے۔

جواب.....مذکورہ صیغوں کی اصل وضع وتعلیل:۔ رُمُوْا: اصل میں رُمِیُوْا تھا، فعل کا لام کلمہ "یاء" کسرہ کے بعد واقع ہوئی اور اس کے بعد "واؤ" تھا، ماقبل کا کسرہ دور کر کے "یاء" کا ضمہ ماقبل کو دیا اور "یاء" کو "واؤ" سے بدلا تو دو واؤ ساکن جمع ہوگئے، اول کو گرا دیا "رُمُوْا" ہوگیا۔

اَظْبٍ: یہ اصل میں "اَظْبُیٌ" تھا (جو کہ "ظَبْیٌ" کی جمع ہے) اسم کے لام کلمہ میں واؤ ضمہ کے بعد واقع ہوئی، ماقبل والے "باء" کے ضمہ کو کسرہ سے بدلا "اَظْبِیٌ" ہوگیا، "یاء" پر ضمہ ثقیل تھا اس کو گرا دیا دو ساکن (یاء وتنوین) جمع ہونے کی وجہ سے یاء کو گرا دیا، اَظْبٍ ہوگیا۔

کَیْنُوْنَةٌ: اصل میں "کَوْنُوْنَةٌ" تھا، "فَعْلُوْلَةٌ" مصدر کا عین کلمہ واؤ واقع ہوا تو اسکو یاء سے بدل دیا "کَیْنُوْنَةٌ" ہوگیا۔

الشق الثانی.....غَوَاشٍ، فَمَسْطَاعُوْا، حُجُرَاتٌ، یَھْدِیْ، فَمَنِ اضْطُرَّ۔ (ص۱۲۷ تا ۱۲۹، ۱۳۴۔ معارف)

مذکورہ صیغوں کی مصنفؒ کے بیان کی روشنی میں تحقیق کیجئے۔

جواب.....مذکورہ صیغوں کی تحقیق:۔ غَوَاشٍ یہ غَاشِیَةٌ کی جمع ہے اس میں "جَوَارٍ" والا قاعدہ جاری ہوا ہے۔ وہ قاعدہ یہ ہے کہ "جَوَارٍ" وغیرہ کی مثل میں حالتِ رفعی وجری میں لام تعریف واضافت نہ ہونے کی صورت میں "یاء" اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے حذف ہو کر تنوین آجاتی ہے اور حالتِ نصبی میں مطلقاً خواہ لام تعریف واضافت ہو یا نہ ہو بہر صورت "یاء" مفتوح ہوتی ہے جیسے "جَاءَ تْنِیْ جَوَارٍ، مَرَرْتُ بِجَوَارٍ، رَاَیْتُ جَوَارِیَ" اور حالتِ رفعی وجری میں لام تعریف واضافت کے وقت "یاء" ساکن ہوتی ہے جیسے "جَاءَ تْنِی الْجَوَارِیْ، مَرَرْتُ بِالْجَوَارِیْ"۔

اس پر اشکال ہوتا ہے کہ یہ جمع منتہی الجموع کا وزن ہے جو منع صرف کے دو سبب کے قائمقام ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہوتا ہے، لہٰذا اس میں تنوین بھی نہیں آنی چاہیے اور "یاء" کو بھی اجتماعِ ساکنین کے سبب کسی صورت حذف نہ ہونا چاہیے کیونکہ آخر میں تنوین کی صورت میں ساکن ہی موجود نہیں ہے۔

جواب یہ ہے کہ اصل اسماء میں منصرف ہونا ہے اسلئے ہر اسم کی اصل منصرف نکلے گی لہٰذا "جَوَارٍ" وغیرہ کی اصل تنوین کے ساتھ نکلے گی پھر حالتِ نصب میں یاء "قَاضٍ" کے قاعدہ سے ساقط نہیں ہوتی اسلئے منتہی الجموع کے وزن میں کوئی خلل واقع نہ ہونے کی وجہ سے کلمہ غیر منصرف ہوا، پس اسکے آخر سے تنوین کو حذف کر دیا اور حالتِ رفعی وجری میں "قَاضٍ" والے قاعدہ کے تحت "یاء" حذف ہوگئی تو کلمہ منتہی الجموع کے وزن پر باقی نہ رہنے کی وجہ سے منصرف ہوگیا اور منصرف تنوین سے مانع نہیں ہے اس لئے اس پر تنوین آگئی۔

فَمَسْطَاعُوْا: یہ اصل میں "فَمَااِسْتَطَاعُوْا" (جمع مذکر غائب بحث منفی ماضی معلوم از استفعال، اجوف) ہے، تاءِ استفعال کو حذفِ جوازی کے قاعدہ سے حذف کیا تو "فَمَا اِسْطَاعُوْا" ہوگیا، ہمزہ وصلی درمیان میں آنے کی وجہ سے اور "مَا" کا الف اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے حذف ہوئے تو فَمَسْطَاعُوْا ہوگیا۔

حُجُرَاتٌ: یہ "حُجْرَةٌ" کی جمع ہے، اس کے واحد میں عین کلمہ ساکن ہے جمع میں (بقاعدہ "فُعَلٌ" مؤنث اور "فُعْلَةٌ" کو الف وتاء کے ساتھ جمع لاتے وقت ضمہ دے دیتے ہیں اور فتحہ بھی جائز ہے) ضمہ دیدیا "حُجُرَاتٌ" ہوگیا۔

یَهِدِّیْ: یہ اصل میں "یَهْتَدِیْ" تھا (صیغہ واحد مذکر غائب بحث مضارع معلوم از افتعال، ناقص) افتعال کا عین کلمہ "دال" تھا، تاءِ افتعال کو "دال" سے بدل کر دال کا دال میں ادغام کر دیا اور فاء کلمہ کو بقاعدہ "الساکن اذا حُرِّك حُرِّك بالکسر" کسرہ دیدیا "یَهِدِّیْ" ہوگیا۔ **فَمَنِ اضْطُرَّ:** اصل صیغہ "فَمَنْ اُضْتُرِرَ" ہے (صیغہ واحد مذکر غائب بحث فعل ماضی مجہول، از افتعال، مضاعف) ہمزہ وصلی درمیان کلمہ میں آنے کی وجہ سے گر گیا، پھر دو ساکن (نون وضاد) جمع ہوئے بقاعدہ "الساکن اذا حرّك حرّك بالکسر" نون کو کسرہ دیا "فَمَنِ اضْتُرِرَ" ہوگیا۔ افتعال کا فاء کلمہ ضاد واقع ہوا بقاعدہ "اِطَّلَبَ" تاء کو "طاء" سے بدلا "فَمَنِ اضْطُرِرَ" ہوگیا پھر دو "را" جمع ہوئے، اول کو ساکن کر کے ثانی میں ادغام کر دیا "فَمَنِ اضْطُرَّ" ہوگیا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل .....باب تفعلل اور افعنلال کی تمام خاصیات مثالوں کے ساتھ تحریر کیجئے۔ (ص ۸۸۔ امدادیہ)

جواب .....باب تفعلل وافعنلال کی تمام خاصیات مع امثلہ:۔ باب تفعلل: اس باب کی تین خاصیات ہیں:

مطاوعتِ فَعْلَلَ: یعنی بابِ فعلل کا مطاوع ہونا جیسے "دَحْرَجْتُهٗ فَتَدَحْرَجَ" (میں نے اس کو لڑھکایا پس وہ لڑھک گیا)۔

اقتضاب: یعنی کسی فعل کا مجرد کے بغیر مزید فیہ میں استعمال ہونا اس کو ارتجال بھی کہتے ہیں جیسے "تَهَبْرَسَ" بمعنی ناز سے چلنا، اس کا مجرد نہیں ہے۔

تحول: یعنی کسی چیز کا عینِ ماخذ یا مثلِ ماخذ ہونا جیسے "تَزَنْدَقَ" بمعنی زندیق (بے دین) ہونا، ماخذ "زندقة" (بے دینی) ہے۔

باب افعنلال: اس باب کی بھی تین خاصیات ہیں: **لزوم:** یعنی لازم ہونا یا متعدی کو لازم بنانا جیسے "اِثْعَنْجَرَ" بمعنی بہنا۔

مطاوعتِ فَعْلَلَ: یعنی بابِ فعلل کا مطاوع ہونا جیسے "ثَعْجَرْتُهٗ فَانْثَعْجَرَ" بمعنی میں نے اس کا خون بہایا پس وہ بہہ گیا۔

ارتجال: یعنی کسی فعل کا مجرد کے بغیر استعمال ہونا جیسے "اِلْاِعْرِنْقَاظُ" بمعنی منقبض ہونا، اس کا مجرد نہیں ہے۔

الشق الثانی ..... "اِطَّلَمَ، خَصَّمَ، هَدَّی، یَهِدِّی" پہلے صیغے میں کون سا قانون جاری ہوتا ہے؟ اور اس میں کتنی صورتیں جائز ہیں مثالوں کے ساتھ واضح کیجئے۔ آخری تین صیغوں میں کون سا قانون جاری ہوتا ہے؟ تفصیل سے لکھیں۔ (ص ۴۱۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا حاصل دو امور ہیں (۱) "اِطَّلَمَ" میں جاری شدہ قانون اور اس کی جوازی صورتیں مع امثلہ (۲) "خَصَّمَ، هَدَّی، یَهِدِّی" میں جاری شدہ قانون۔

جواب ..... (۱) "اِطَّلَمَ" میں جاری شدہ قانون اور اس کی جوازی صورتیں مع امثلہ:۔ اگر باب افتعال کا فاء کلمہ صاد، ضاد، طاء، ظاء میں سے کوئی ایک ہو تو تائے افتعال طاء سے بدل جاتی ہے۔ پھر اس کی متعدد صورتیں ہیں اگر فاء کلمہ طاء ہو تو طاء میں وجوباً مدغم ہو جاتی ہے جیسے اِطَّلَبَ اور اگر فاء کلمہ ظاء ہو تو وہ کبھی طاء ہو کر مدغم ہو جاتی ہے جیسے اِطَّلَمَ اور کبھی بے ادغام ہی رہتی ہے جیسے

اِظْطَلَمَ اور کبھی طاء کو ظاء کر کے ظاء میں مدغم کر دیتے ہیں جیسے اِظَّلَمَ ۔اگر فاء کلمہ صاد وضاد ہوں تو کبھی وہ بے ادغام رہتے ہیں جیسے اِصْطَبَرَ، اِضْطَرَبَ اور کبھی طاء کو صاد یا ضاد سے بدل کر مدغم کر دیتے ہیں جیسے اِصَّبَرَ، اِضَّرَبَ ۔

❷ "خَصَّمَ، هَدْیٰ، یَهَدِّیْ" میں جاری شدہ قانون:۔ ان تینوں صیغوں میں "خَصَّمَ" والا قانون جاری ہوا ہے۔

وہ قانون یہ ہے کہ اگر بابِ افتعال کا عین کلمہ تاء، ثاء، جیم، زاء، دال، ذال، سین، شین، صاد، ضاد، طاء، ظاء میں سے کوئی ایک حرف ہو تو بابِ افتعال کی "تاء" کو عین کلمہ کی جنس سے تبدیل کر کے اسکی حرکت ماقبل کو دیکر اس کو عین کلمہ میں مدغم کر دیتے ہیں جیسے "اِخْتَصَمَ، اِهْتَدٰی" ان میں باب افتعال کا عین کلمہ صاد ودال واقع ہوئے ہیں تو تاءِ افتعال کو صاد ودال سے تبدیل کر دیا پھر تاءِ افتعال کی حرکت ماقبل کو دیکر ضاد ودال میں ادغام کر دیا، فاء کلمہ کے متحرک ہونے کی وجہ سے ہمزہ وصلی کی ضرورت نہ رہی تو "خَصَّمَ، هَدْیٰ" اور مضارع یَخَصِّمُ ، یَهَدِّیْ ہوگئے، اور فاء کلمہ پر کسرہ پڑھنا بھی جائز ہے جیسے خِصَّمَ یَخِصِّمُ، هِدْیٰ یَهِدِّیْ اور اسم فاعل میں فاء کلمہ پر ضمہ بھی جائز ہے جیسے "مُخُصِّمٌ"۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... ثلاثی مزید فیہ ملحق بہ (تفعلل) کے کتنے ابواب ہیں؟ نام اور مثال لکھیں۔ "مقروّة، خطیّة، اُفَیْئِسٌ" کی اصل بتائیں اور جاری شدہ قواعد تحریر کریں۔ "الاستیذان" مصدر سے لام تاکید بانون ثقیلہ معروف کی گردان لکھیں۔ (ص ۴۸، ۵۳۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حاصل تین امور ہیں (۱) ثلاثی مزید فیہ ملحق بہ تفعلل کے ابواب کی تعداد نام وامثلہ (۲) "مَقْرُوَّةٌ، خَطِیَّةٌ، اُفَیْئِسٌ" کی اصل وجاری شدہ قاعدہ (۳) "الاستیذان" سے لام تاکید بانون ثقیلہ معروف کی گردان۔

جواب ..... ❶ ثلاثی مزید فیہ ملحق بہ تفعلل کے ابواب کی تعداد نام وامثلہ:۔ ثلاثی مزید فیہ ملحق بہ تفعلل کے آٹھ ابواب ہیں:

①**تَفَعْلُلٌ:** اس میں فاء سے پہلے تاء اور تکرارِ لام زائد ہے جیسے تَجَلْبُبٌ (چادر اوڑھنا)۔ ②**تَفَعْوُلٌ:** فاء سے پہلے تاء اور عین و لام کے درمیان واؤ زائد ہے جیسے تَسَرْوُلٌ (شلوار پہننا)۔ ③**تَفَیْعُلٌ:** فاء سے پہلے تاء اور فاء کے بعد یاء زائد ہے جیسے تَشَیْطُنٌ (شیطان ہونا)۔ ④**تَفَوْعُلٌ:** فاء سے پہلے تاء اور فاء کے بعد واؤ زائد ہے جیسے تَجَوْرُبٌ (جراب پہننا)۔ ⑤ **تَفَعْنُلٌ:** فاء سے پہلے تاء اور عین کے بعد نون زائد ہے جیسے تَقَلْنُسٌ (ٹوپی پہننا)۔ ⑥**تَمَفْعُلٌ:** فاء سے پہلے تاء و میم زائد ہیں جیسے تَمَسْكُنٌ (مسکین ہونا)۔ ⑦**تَفَعْلُتٌ:** ایک تاء فاء سے پہلے اور دوسری لام کے بعد زائد ہے جیسے تَعَفْرُتٌ (خبیث ہونا)۔ ⑧**تَفَعْلٍ:** فاء سے پہلے تاء اور لام کے بعد یاء زائد ہے جیسے تَقَلْسٍ (ٹوپی پہننا)۔

❷ "مَقْرُوَّةٌ، خَطِیَّةٌ، اُفَیْئِسٌ" کی اصل وجاری شدہ قواعد:۔ "مَقْرُوَّةٌ" اصل میں مَقْرُوْأَةٌ تھا۔ "خَطِیَّةٌ" اصل میں خَطِیْئَةٌ تھا۔ "اُفَیْئِسٌ" اصل میں اُفَیْئِلٌ تھا۔ پھر ان میں مَقْرُوَّةٌ والے قاعدہ سے تعلیل ہوئی ہے وہ قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ ہمزہ جو "واؤ" یا "یاء" مدہ زائدہ اور "یاءِ" تصغیر کے بعد واقع ہو تو اسکو ماقبل والے حرف کی جنس سے تبدیل کر کے ادغام کرنا جائز ہے۔

❸ "الاستیذان" سے لام تاکید بانون ثقیلہ معروف کی گردان:۔ لَیَسْتَاذِنَنَّ لَیَسْتَاذِنَانِّ لَیَسْتَاذِنُنَّ لَتَسْتَاذِنَنَّ لَتَسْتَاذِنَانِّ لَیَسْتَاذِنَّانِّ لَتَسْتَاذِنَنَّ لَتَسْتَاذِنَانِّ لَتَسْتَاذِنَّ لَتَسْتَاذِنَانِّ لَتَسْتَاذِنَّانِّ لَاَسْتَاذِنَنَّ لَنَسْتَاذِنَنَّ ۔

الشق الثانی ..... علم صرف کی اصطلاحی تعریف، موضوع، غرض وغایت ذکر کیجئے۔ "الایقاد" سے صرف صغیر لکھیں۔ (ص ۶۸)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) علم صرف کی تعریف، موضوع وغرض وغایت (۲) "اَلْاِیْقَادُ" سے صرفِ صغیر۔

جواب ..... ❶ علم صرف کی تعریف، موضوع وغرض وغایت:۔ تعریف: "هو علم یبحث فیه عن الاعراض الذاتیة لمفردات کلام العرب من حیث صورها وهیأتها کالاعلال والادغام" یعنی علم صرف وہ علم ہے جس میں مفرد عربی کلمات کے عوارضِ ذاتیہ سے صورت وہیئت کے اعتبار سے بحث کی جاتی ہے جیسے اعلال وادغام وغیرہ۔

موضوع: "مفردات کلام العرب من حیث الصیغة والاصل والبناء" یعنی عربی کلمات کے مفردات، ان کے صیغے، اصل اور اوزان، پس اس علم میں عربی مفردات کے صیغوں، ان کی اصل اور ان کے اوزان سے بحث ہوتی ہے۔

غرض وغایت: ایسے ملکہ کو حاصل کرنا جس کے ذریعہ عربی کلمات کے مذکورہ احوال معلوم ہونے کے بعد ان کا صحیح تلفظ ہو سکے

اورذہن کوکلام عرب میں واقع ہونے والی صیغہ وبناء کی لفظی غلطی سے بچایا جاسکے۔

❷ "اَلْاِیْقَادُ" سے صرف صغیر:۔ اَوْقَدَ یُوْقِدُ اِیْقَادًا فَهُوَ مُوْقِدٌ واُوْقِدَ یُوْقَدُ اِیْقَادًا فَذَاكَ مُوْقَدٌ مَا اَوْقَدَ مَا اُوْقِدَ لَمْ یُوقِدْ لَمْ یُوقَدْ لَایُوْقِدْ لَایُوْقَدْ لَنْ یُّوْقِدَ لَنْ یُّوْقَدَ لَیُوْقِدَنَّ لَیُوْقَدَنَّ لَیُوقِدَنْ لَیُوقَدَنْ الامر منه اَوْقِدْ لِتُوْقَدْ لِیُوْقِدْ لِیُوْقَدَ اَوْقِدَنَّ لِتُوْقَدَنَّ لِیُوْقِدَنَّ لِیُوْقَدَنَّ اَوْقِدَنْ لِتُوْقَدَنْ لِیُوْقِدَنْ لِیُوْقَدَنْ والنهی عنه لَاتُوْقِدْ لَاتُوْقَدْ لَایُوْقِدْ لَایُوْقَدَ لَا تُوْقِدَنَّ لَاتُوْقَدَنَّ لَایُوْقِدَنَّ لَایُوْقَدَنَّ لَاتُوْقِدَنْ لَاتُوْقَدَنْ لَایُوْقِدَنْ لَایُوْقَدَنْ والظرف منه مُوْقَدٌ مُوْقَدَانِ مُوْقَدَاتٌ ۔

﴿الورقة الرابعة: فی الصرف﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل ..... فعل اور مصدر کے اصل وفرع ہونے میں کوفیوں اور بصریوں کے اختلاف کو تحریر کریں۔ "وَلْتَأْتِ" کون سا صیغہ ہے اس کی اصل کیا ہے اور اس میں کون سا قاعدہ جاری ہوا ہے؟ وضاحت کریں۔ (ص ۱۱۱، ۱۲۲۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں دو امور توجہ طلب ہیں (۱) فعل ومصدر کے اصل وفرع ہونے میں کوفیوں وبصریوں کا اختلاف (۲) "وَلْتَأْتِ" صیغہ، اصل وقاعدہ کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ فعل ومصدر کے اصل وفرع ہونے میں کوفیوں وبصریوں کا اختلاف:۔ بصریوں اور کوفیوں کے درمیان اس بات میں اختلاف ہے کہ فعل اصل ہے یا مصدر اصل ہے۔ بصریین کے نزدیک اشتقاق کے اعتبار سے مصدر اصل ہے یعنی مصدر مشتق منہ اور فعل مشتق ہے جبکہ کوفیین کے نزدیک اشتقاق کے اعتبار سے فعل اصل ہے یعنی فعل مشتق منہ ہے اور مصدر مشتق اور اسکی فرع ہے۔ بصریین امرِ معنوی سے استدلال کرتے ہیں کہ مصدر کا معنی تمام افعال اور اسماءِ مشتقہ کے معانی کے لئے اصل ہے کیونکہ معنی مصدری تمام افعال اور اسمائے مشتقہ میں ضرور پایا جاتا ہے لیکن فعل کا معنی مکمل طور پر مصدر اور اسماءِ مشتقہ میں نہیں پایا جاتا کیونکہ فعل کے معنی کا ایک جزء زمانہ بھی ہے اور مصدر واسماءِ مشتقہ میں زمانہ نہیں پایا جاتا۔ جب مصدر کا معنی تمام افعال اور اسماءِ مشتقہ کے معنی کے لئے اصل ہے تو مصدر کا لفظ بھی تمام مشتقات کے لئے اصل اور مشتق منہ ہوگا۔

کوفیین امرِ لفظی سے استدلال کرتے ہیں کہ اکثر وبیشتر مصدر تعلیل میں فعل کے تابع ہوتا ہے، اگر فعل میں تعلیل ہوئی ہو تو مصدر میں تعلیل ہوتی ہے جیسے "قَامَ" فعل میں تعلیل ہوئی ہے تو "قِیَامًا" مصدر میں بھی تعلیل ہوئی اور اگر فعل میں تعلیل نہیں ہوئی تو اس کے مصدر میں بھی تعلیل نہیں ہوتی جیسے "قَاوَمَ" فعل میں تعلیل نہیں ہوئی تو اس کے مصدر "قِوَامًا" میں بھی تعلیل نہیں ہوئی اور تعلیل ایک لفظی معاملہ ہے، جب فعل اس میں اصل ہوتا ہے اور مصدر اس کی فرع ہے تو مصدر کے لفظ کو بھی فعل کے تابع اور اس کی فرع اور اس سے مشتق قرار دینا چاہیے اور فعل کو اس کے لئے اصل اور مشتق منہ کہنا چاہیے۔

دلائل کے اعتبار سے کوفیین کا مذہب راجح ہے اسلئے کہ یہ اختلاف اشتقاق کے اعتبار سے ہے اور اشتقاق امورِ لفظیہ میں سے ہے اور فعل ومصدر کے الفاظ میں سے فعل ماضی میں مادہ بننے کی لیاقت زیادہ ہے اسلئے کہ فعل ماضی کے تمام حروف مصدر میں پائے جاتے ہیں مگر اسکے برعکس نہیں ہے نیز فعل مصدر کے بغیر پایا جاتا ہے جیسے "لَیْسَ و عَسٰی" مگر مصدر فعل کے بغیر نہیں پایا جاتا۔

❷ "وَلْتَأْتِ" صیغہ، اصل وقاعدہ کی وضاحت:۔ صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل امر غائب معلوم از مصدر "اَلْاِتْیَانُ" (ضرب، مہموز وناقص یائی) بمعنی آنا۔

"وَلْتَأْتِ" اصل میں "تَأْتِیْ" مضارع سے بنا ہے، لامِ امر کے داخل ہونے کی وجہ سے آخر سے یاء حذف ہوگئی اور شروع میں واؤ عاطفہ کے داخل ہونے سے فَعِلْ کی صورت پیدا ہوئی تو درمیانی حرف یعنی لام کو ساکن کردیا "وَلْتَأْتِ" ہوگیا۔

قاعدہ یہ ہے کہ لامِ امر "واؤ" کے بعد وجوباً اور "فاء" کے بعد جواز اً ساکن ہوجاتا ہے اسلئے کہ جہاں بھی فَعِلْ کا وزن ہو (خواہ اصلی ہو یعنی کلمہ کی اصل وضع ہی اُسی وزن پر ہو جیسے "کَتِفٌ" یا عارضی ہو یعنی اصل وضع میں یہ وزن نہ ہو بلکہ دوسرے کلمہ کے ملنے سے عارضی طور پر یہ وزن بن گیا ہو جیسے یہی مثال "وَلِتَأْتِ") اہلِ عرب اسکے درمیانی حرف کو ساکن کردیتے ہیں۔

الشق الثانی.....باب تفاعل کی خاصیات مثالوں کے ساتھ لکھیں نیز تخییل اور تکلف میں فرق بھی واضح کریں۔(ص۸۴۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) بابِ تفاعل کی خاصیات مع امثلہ (۲) تخییل اور تکلف میں فرق۔

جواب..... ❶ باب تفاعل کی خاصیات مع امثلہ مطلوب:۔ اس باب کی سات خاصیات ہیں۔

①**تَشَارُك**: یہ خاصیت باب مفاعلہ کی مثل ہے یعنی دو شخصوں کا اس طرح مل کر کام کرنا کہ اُن میں سے ہر ایک کا فعل دوسرے پر واقع ہو، فرق صرف اتنا ہے کہ مفاعلہ میں ایک فاعل دوسرا مفعول لایا جاتا ہے اور تفاعل میں دونوں کو بصورتِ فاعل ذکر کیا جاتا ہے، اگرچہ فعل کے صدور اور وقوع میں دونوں کا یکساں تعلق ہوتا ہے یعنی دونوں میں ہر ایک فاعل بھی ہوتا ہے اور مفعول بھی جیسے "تَشَاتَمَ زَيْدٌ وَعَمْرٌو" (زید وعمرو نے باہم گالی گلوچ کی)۔②**شِرْكَت**: فقط صدورِ فعل میں شرکت، نہ کہ وقوع میں جیسے "تَرَافَعَا شَيْئًا" (ان دونوں نے ایک شئی کو اٹھایا)۔③**تَخْيِيْل**: یعنی کسی کو ماخذ کا حصول اپنے اندر دکھانا جو درحقیقت حاصل نہیں ہے جیسے "تَمَارَضَ زَيْدٌ" (زید نے دکھاوے کے لئے اپنے آپ کو بیمار بنالیا حالانکہ وہ بیمار نہیں ہے)۔④**مُطَاوَعَتِ فَاعَلَ**: جو بمعنی "اَفْعَلَ" ہے جیسے "بَاعَدْتُّه فَتَبَاعَدَ" (میں نے اس کو دور کیا پس وہ دور ہوگیا) یہاں "بَاعَدْتُّه" بمعنی "اَبْعَدْتُّه" ہے اسلئے "تَبَاعَدَ" اس کا مطاوع ہوا۔⑤**مُوَافَقَتِ مُجَرَّد**: جیسے "تَعَالٰی" بمعنی "عَلَا" (بلند ہوا)۔⑥**مُوَافَقَتِ اَفْعَلَ**: جیسے "تَيَامَنَ" بمعنی "اَيْمَنَ" (یمن میں داخل ہوا)۔⑦**اِبْتِدَاء**: جیسے "تَبَارَكَ اللّٰه" (اللہ تعالیٰ بہت بابرکت ہے) اس کا مجرد "بَرَكَ" ہے (اونٹ بیٹھا)۔

❷ **تخییل اور تکلف میں فرق**:۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ تکلف میں ماخذِ فعل مرغوب ہوتا ہے جبکہ تخییل میں صرف دوسرے کو دکھانے کے لئے ماخذِ فعل سے کام لیا جاتا ہے وہ حقیقۃً مرغوب ومطلوب نہیں ہوتا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل.....راس، ایمان، جون۔ مذکورہ صیغے اصل میں کیا تھے؟ ان میں کیا تعلیلات ہوئی ہیں، واضح کریں، نیز ان میں جن قواعد کے تحت تعلیلات ہوئی ہیں ان قواعد کو تحریر کیجئے۔(ص۵۲و۵۳۔معارف)

جواب.....مذکورہ صیغوں کی اصل، تعلیل وجاری شدہ قواعد کی وضاحت:۔ **رَاسٌ**: اصل میں "رَأْسٌ" تھا ہمزہ ساکن اور اسکا ماقبل متحرک تھا، اسکو ماقبل کی حرکت کے موافق حرفِ علت الف سے بدل دیا "رَاسٌ" ہوگیا۔

(قاعدہ) ہمزہ منفردہ ساکنہ اپنے ماقبل کی حرکت کے موافق جواز اً حرفِ علت سے بدل جاتا ہے۔

اِيْمَانٌ: اصل میں "اِئْمَانٌ" تھا دو ہمزہ ایک جگہ جمع ہوئے اوّل متحرک اور ثانی ساکن تھا اس لئے دوسرے ہمزہ کو ماقبل کی حرکت کے موافق حرفِ علت یاء سے بدل دیا "اِيْمَانٌ" ہوگیا۔

(قاعدہ) ہمزہ متحرک کے بعد ہمزہ ساکنہ وجوبی طور پر ماقبل والے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرفِ علت سے بدل جاتا ہے جیسے "آمَنَ، اُوْمِنَ، اِيْمَانًا"۔

جُوْنٌ: اصل میں "جُوَّنٌ" تھا جو "جُوَّنَةٌ" کی جمع ہے ہمزہ منفردہ مفتوحہ ضمہ کے بعد واقع ہوا تو اس کو واؤ سے بدل دیا "جُوَنٌ" ہوگیا۔ (قاعدہ) ہمزہ منفردہ مفتوحہ جوازی طور پر ضمہ کے بعد واؤ سے اور کسرہ کے بعد یاء سے بدل جاتا ہے جیسے "جُوَنٌ، مِيَرٌ"۔

الشق الثانی.....باب "دعا یدعو" سے اسم فاعل اور اسم مفعول کی گردان لکھئے۔ **دُعِیَ، دَاعٍ** کی اصل بتا کر تعلیل ذکر کیجئے اور ان میں جن قواعد کے تحت تعلیل ہوئی ہے ان کو وضاحت کے ساتھ تحریر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) "دعا یدعو" سے اسم فاعل اور اسم مفعول کی گردان (۲) **دُعِیَ، دَاعٍ** کی اصل، تعلیل وقواعد کی وضاحت۔

جواب..... ❶ "دعا یدعو" سے اسم فاعل اور اسم مفعول کی گردان:۔ اسم فاعل: **دَاعٍ دَاعِيَانِ دَاعُوْنَ دَاعِيَةٌ دَاعِيَتَانِ دَاعِيَاتٌ**۔

اسم مفعول: **مَدْعُوٌّ مَدْعُوَّانِ مَدْعُوُّوْنَ مَدْعُوَّةٌ مَدْعُوَّتَانِ مَدْعُوَّاتٌ**۔

(۲) دُعِیَ، دَاعٍ کی اصل، تعلیل وقواعد کی وضاحت:۔ "دُعِیَ" اصل میں دُعِوَ تھا، گیارہویں قاعدہ (واؤ طرف میں کسرہ کے بعد واقع ہو تو یاء سے تبدیل ہو جاتی ہے) کے مطابق واؤ طرف میں کسرہ کے بعد واقع ہوئی یاء سے تبدیل کر دیا دُعِیَ ہو گیا۔

"دَاعٍ" اصل میں دَاعِوٌ تھا، قاعدہ نمبر بیس (واؤ کلمہ میں چوتھے نمبر پر یا چوتھے سے زائد نمبر پر واقع ہو اور ضمہ و واؤ ساکن کے بعد نہ ہو تو وہ واؤ یاء سے تبدیل ہو جاتا ہے جیسے یُدْعَیَانِ) کے مطابق دَاعِیٌ ہو گیا پھر قاعدہ نمبر پچیس (اَفَاعِلُ، مَفَاعِلُ اور ان کی نظائر کے وزن کے آخر میں اگر یاء ہو تو معرف باللام یا مضاف ہونے کی حالت میں حالتِ رفعی وجری میں ساکن ہو جائے گی جیسے هٰذِهِ الْجَوَارِیْ، مَرَرْتُ بِالْجَوَارِیْ۔ اگر معرّف باللام یا مضاف نہ ہو تو وہ یاء حذف ہو جائے گی اور تنوین عین کلمہ کو مل جائے گی جیسے هٰذِهِ جَوَارٍ، مَرَرْتُ بِجَوَارٍ اور حالتِ نصب میں یاء مطلقاً مفتوح رہے گی جیسے رَأَیْتُ الْجَوَارِیَ) کے مطابق اسم کے آخر میں یاء متحرک ماقبل مکسور بغیر لام و اضافت کے پائی گئی اسلئے یاء کو ساکن کر کے اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے گرا دیا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱٤٤۰ھ

الشق الاوّل ..... ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق بلا ہمزہ وصل کے کتنے باب ہیں، ابواب کے نام اور علامات تحریر کریں۔ نیز درج ذیل شعر میں مذکور اصطلاحات صرفیہ میں سے ہر ایک کی تعریف واقسام مثالوں کے ساتھ لکھیں۔ (ص ۲۴ و ۳۹۔ ادارۃ المعارف کراچی)

صحیح است ومثال است ومضاعف لفیف وناقص و مهموز واجوف

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق بلا ہمزہ وصل کے ابواب کی تعداد، اسماء وعلامات (۲) شعر میں درج اصطلاحاتِ صرفیہ کی تعریف واقسام مع امثلہ۔

جواب ..... **(۱)** ثلاثی مزید فیہ غیر ملحق بلا ہمزہ وصل کے ابواب کی تعداد، اسماء وعلامات:۔ ثلاثی مزید فیہ غیر مطلق (مطلق) بے ہمزۂ وصل کے پانچ باب ہیں: ① اِفْعَال: علامت یہ ہے کہ ماضی اور امر میں ہمزہ قطعی ہوتا ہے جیسے اِکْرَامٌ سے اَکْرَمَ، اَکْرِمْ۔ ② تَفْعِیْلٌ: علامت یہ ہے کہ ماضی میں عین کلمہ مشدّد ہوتا ہے بغیر تا کے فاء پر مقدم ہونے کے (یعنی فاکلمہ سے پہلے تا نہیں ہوتی) جیسے تَصْرِیْفٌ سے صَرَّفَ۔ ③ مُفَاعَلَةٌ: علامت یہ ہے کہ فا کے بعد الف زائد ہوتا ہے بغیر تا کے فاء پر مقدم ہونے کے جیسے مُقَاتَلَةٌ سے قَاتَلَ۔ ④ تَفَعُّلٌ: علامت یہ ہے کہ عین کلمہ مشدد ہوتا ہے اور تا فاء کلمہ پر مقدم ہوتی ہے جیسے تَقَبُّلٌ سے تَقَبَّلَ۔ ⑤ تَفَاعُلٌ: علامت یہ ہے کہ فاء سے پہلے تا اور فاء کے بعد الف کی زیادتی ہوتی ہے جیسے تَقَابُلٌ سے تَقَابَلَ۔

(۲) شعر میں درج اصطلاحاتِ صرفیہ کی تعریف واقسام مع امثلہ:۔ صحیح: وہ کلمہ ہے جسکے حروفِ اصلی کے مقابلہ میں ہمزہ، حرفِ علت اور دو حرف ایک ہی جنس کے نہ ہوں جیسے ضَرَبَ، دَحْرَجَ۔

اگر حروفِ اصلی کے مقابلہ میں حرفِ علت ہو تو اس کو معتل کہتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں۔ مثال، اجوف، ناقص۔

مثال: وہ کلمہ ہے جسکے فاء کلمہ کے مقابلہ میں حرفِ علت ہو اگر حرفِ علت واؤ ہو تو مثال واوی اور اگر یا ہو تو مثال یائی ہے جیسے وَعَدَ، یَسَرَ۔

اجوف: وہ کلمہ ہے جس کے عین کلمہ کے مقابلہ میں حرفِ علت ہو اگر حرفِ علت واؤ ہو تو اجوف واوی اور اگر یا ہو تو اجوف یائی ہے جیسے قَالَ، بَاعَ۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

ناقص: وہ کلمہ ہے جس کے لام کلمہ کے مقابلہ میں حرفِ علت ہو اگر حرف علت واؤ ہو تو ناقص واوی اور اگر یاء ہو تو ناقص یائی ہے جیسے دَعَا، رَمٰی۔

مہموز: وہ کلمہ ہے جس کے حروفِ اصلی کے مقابلہ میں ہمزہ ہو، پھر اسکی تین قسمیں ہیں: اگر فاء کے مقابلہ میں ہمزہ ہو تو مہموز الفاء ہے جیسے أَکَلَ۔ اگر عین کے مقابلہ میں ہمزہ ہو تو مہموز العین ہے جیسے سَئَلَ اور اگر لام کے مقابلہ میں ہمزہ ہو تو مہموز اللام ہے جیسے قَرَءَ۔

مضاعف: وہ کلمہ ہے جس کے حروفِ اصلی کے مقابلہ میں دو حرف ایک جنس کے ہوں، پھر اسکی دو قسمیں ہیں:

① مضاعف ثلاثی: جس کا عین ولام کلمہ ایک جنس کے ہوں جیسے سَرَّ، سَبَبٌ۔

② مضاعف رباعی: جس کا فا کلمہ اور پہلا لام، عین کلمہ اور دوسرا لام ایک جنس کے ہوں جیسے مَضْمَضَ، زَلْزَلَ۔

لفیف: وہ کلمہ ہے جس کے حروفِ اصلی کے مقابلہ میں دو حرفِ علت ہوں۔ اگر دونوں حرفِ علت متصل ہوں تو اس کو لفیف مقرون کہتے ہیں جیسے طویٰ۔ اور اگر دونوں حرفِ علت الگ الگ ہوں تو اس کو لفیف مفروق کہتے ہیں جیسے وقٰی۔

الشق الثانی..... مندرجہ ذیل صیغوں کی اصل بتا کر تعلیل کریں: (بِعْنَ ، قِ) ۔ اَلْخَشْيَةُ (سمع) سے صرفِ صغیر تحریر کریں۔ اَلْاَيْدُ (ضرب) سے فعل مضارع معروف کی گردان لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① (بِعْنَ ، قِ ، مُقْتَادٌ ، اِدَّكَرَ) کی اصل و تعلیل ② اَلْخَشْيَةُ سے صرفِ صغیر ③ اَلْاَيْدُ سے فعل مضارع معروف کی گردان۔

جواب..... ① (بِعْنَ ، قِ) کی اصل و تعلیل:۔ بِعْنَ: اصل میں بَيَعْنَ تھا یاء متحرک ماقبل مفتوح یاء کو الف سے بدل دیا تو بَاعْنَ ہوگیا اب دو ساکن جمع ہوگئے الف اور عین، لہٰذا پہلے ساکن الف کو گرا دیا تو بَعْنَ ہوگیا پھر با کے فتحہ کو کسرہ سے بدل دیا تا کہ معلوم ہو کہ جو حرف گرا ہے وہ یاء تھا تو بِعْنَ ہوگیا۔

قِ: مضارع معروف تَقِيْ سے بنایا گیا ہے بایں طور کہ اولاً شروع سے علامتِ مضارع تاء کو گرا دیا پھر جزم کی وجہ سے آخر سے حرفِ علت کو گرا دیا "قِ" ہوگیا۔

② اَلْخَشْيَةُ سے صرفِ صغیر:۔ اَلْخَشْيَةُ (سمع۔ناقص یائی) بمعنی ڈرنا۔ خَشِيَ يَخْشٰى خَشْيًا فهو خَاشٍ و خُشِيَ يُخْشٰى خَشْيًا فذاك مَخْشِيٌّ مَاخَشِيَ مَاخُشِيَ لَمْ يَخْشَ لَمْ يُخْشَ لَا يَخْشٰى لَا يُخْشٰى لَنْ يَخْشٰى لَنْ يُخْشٰى لَيَخْشَيَنَّ لَيُخْشَيَنَّ لَيَخْشَيَنْ لَيُخْشَيَنْ الامر منه اِخْشَ لِتُخْشَ لِيَخْشَ لِيُخْشَ اِخْشَيَنَّ لِتُخْشَيَنَّ لِيَخْشَيَنَّ لِيُخْشَيَنَّ اِخْشَيَنْ لِتُخْشَيَنْ لِيَخْشَيَنْ لِيُخْشَيَنْ والنهي عنه لَا تَخْشَ لَاتُخْشَ لَايَخْشَ لَايُخْشَ لَا تَخْشَيَنَّ لَاتُخْشَيَنَّ لَايَخْشَيَنَّ لَايُخْشَيَنَّ لَا تَخْشَيَنْ لَاتُخْشَيَنْ لَايَخْشَيَنْ لَايُخْشَيَنْ الظرف منه مَخْشًى مَخْشَيَانِ مَخَاشٍ و مُخْشٍ والآلة منه مِخْشًى مِخْشَيَانِ مَخَاشٍ و مُخْشٍ مِخْشَاةٌ مِخْشَاتَانِ مَخَاشٍ و مُخَيْشِيَةٌ مِخْشَاءٌ مِخْشَاتَانِ مَخَاشٍ و مُخَيْشِيٌّ و افعل التفضيل المذكر منه اَخْشٰى اَخْشَيَانِ اَخْشَوْنَ اَخَاشٍ و اُخَيْشٍ والمؤنث منه خُشْيٰى خُشْيَيَانِ خُشْيَيَاتٌ خُشًّى و خُشْيٰى۔

③ اَلْاَيْدُ سے فعل مضارع معروف کی گردان:۔ يَئِيْدُ يَئِيْدَانِ يَئِيْدُوْنَ تَئِيْدُ تَئِيْدَانِ يَئِدْنَ تَئِيْدُ تَئِيْدَانِ تَئِيْدُوْنَ تَئِيْدِيْنَ تَئِيْدَانِ تَئِدْنَ اَئِيْدُ نَئِيْدُ۔

﴿الورقة الثانية فی الصرف﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل.....الأسر مصدر سے صرف صغیر لکھیں۔ رباعی مجرد و مزید فیہ کے کتنے ابواب ہیں انکے نام مع امثلہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) الأسر مصدر سے صرف صغیر (۲) رباعی مجرد و مزید فیہ کے ابواب مع امثلہ۔

جواب..... ① "الأسر" مصدر سے صرفِ صغیر:۔ اَلْاَسْرُ (ضرب، مہموز الفاء) بمعنی قید کرنا۔ اَسَرَ يَأْسِرُ اَسْرًا فهو اٰسِرٌ و اُسِرَ يُأْسَرُ اَسْرًا فذاك مَأْسُوْرٌ مَا اَسَرَ مَا اُسِرَ لَمْ يَأْسِرْ لَمْ يُأْسَرْ لَا يَأْسِرُ لَايُأْسَرُ لَنْ يَأْسِرَ لَنْ يُأْسَرَ لَيَأْسِرَنَّ لَيُأْسَرَنَّ لَيَأْسِرَنْ لَيُأْسَرَنْ الامر منه سِرْ لِتُأْسَرْ لِيَأْسِرْ لِيُأْسَرْ سِرَنَّ لِتُأْسَرَنَّ لِيَأْسِرَنَّ لِيُأْسَرَنَّ سِرَنْ لِتُأْسَرَنْ لِيَأْسِرَنْ لِيُأْسَرَنْ والنهي عنه لَاتَأْسِرْ لَاتُأْسَرْ لَايَأْسِرْ لَايُأْسَرْ لَاتَأْسِرَنَّ لَاتُأْسَرَنَّ لَايَأْسِرَنَّ لَايُأْسَرَنَّ لَاتَأْسِرَنْ لَاتُأْسَرَنْ لَايَأْسِرَنْ لَايُأْسَرَنْ الظرف منه مَأْسِرٌ مَأْسِرَانِ مَأْسِرُ مَئِيْسِرٌ والآلة منه مِيْسَرٌ مِيْسَرَانِ مَئَاسِرُ مَئِيْسِرٌ مِيْسَرَةٌ مِيْسَرَتَانِ مَئَاسِرُ مَئِيْسِرَةٌ مِئْسَارٌ مِئْسَارَانِ مَئَاسِيْرُ و مَئِيْسِيْرٌ افعل التفضيل المذكر منه اَسَرُّ اَسَرَّانِ اَسَرُّوْنَ اَاْسِرُ واَاْيْسِرٌ والمؤنث منه اُسْرٰى اُسْرَيَانِ اُسْرَيَاتٌ اُسَرُّ اُسَيْرٰى

❷ رباعی مجرد ومزید فیہ کے ابواب مع امثلہ:۔ رباعی مجرد: اس کا فقط ایک ہی باب آتا ہے فَعْلَلَةٌ جیسے بعثرة۔
رباعی مزید فیہ: اس کی دو قسمیں ہیں: ① باہمزہ وصل ② بے ہمزہ وصل۔
رباعی مزید فیہ باہمزہ وصل کے دو باب ہیں ① اِفْعِنْلَالٌ جیسے ابرنشاقٍ ② اِفْعِلَّالٌ جیسے اقشعرار۔
رباعی مزید فیہ بے ہمزہ وصل کا صرف ایک باب ہے تَفَعْلُلٌ جیسے تسربل۔

الشق الثانی .....یَسَلُ ، شَرَائِف ، رُوَاءٌ میں جاری ہونے والے قواعد لکھیں۔ "اِلاِسْتِعَانَةٌ" سے صرف صغیر لکھیں۔
صحیح اور غلط کی نشان دہی کریں:
(۱) ثلاثی مجرد کے کل پانچ ابواب ہیں (غلط) (۲) "فُعْلَةٌ" کا وزن مقدار کے لیے آتا ہے (صحیح)
(۳) نون ثقیلہ فعل مضارع کے تمام صیغوں میں آتا ہے (صحیح) (۴) "لَمْ" فعل مضارع کو نصب دیتا ہے (غلط)
(۵) صفت مشبہ کا فعل ہمیشہ متعدی ہوتا ہے۔ (غلط)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں ان امور کا حل مطلوب ہے (۱) یَسَلُ، شَرَائِف، رُوَاءٌ میں جاری ہونے والے قواعد کی وضاحت (۲) "اِلاِسْتِعَانَةٌ" مصدر سے صرف صغیر (۳) صحیح اور غلط کی نشان دہی۔

جواب ..... ❶ یَسَلُ، شَرَائِف، رُوَاءٌ میں جاری ہونے والے قواعد کی وضاحت:۔
یَسَلُ: اصل میں یَسْئَلُ تھا، ضابطہ ہے کہ ہمزہ متحرک کا ماقبل ساکن ہو تو جوازی طور پر ہمزہ کی حرکت ماقبل کو دیکر ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ اسی ضابطہ کے تحت یَسْئَلُ سے یَسَلُ ہو گیا۔
شَرَائِف: اصل میں "شَرَايِف" تھا، "یاء" الف مفاعل کے بعد واقع ہوئی، اور ضابطہ ہے کہ "یا، واؤ اور الف زائد" الف مفاعل کے بعد واقع ہوں تو ہمزہ سے بدل جاتے ہیں۔ لہٰذا "یاء" کو ہمزہ سے بدل دیا تو "شَرَائِف" ہو گیا۔
رُوَاءٌ: اصل میں "رُوَایٌ تھا، "یا" ایک طرف میں الف زائد کے بعد واقع ہوئی، اور ضابطہ ہے کہ "واؤ اور یا" ایک طرف میں الف زائد کے بعد واقع ہوں تو ہمزہ سے بدل جاتے ہیں۔ لہذا واؤ کو ہمزہ سے بدل دیا تو "رُوَاءٌ" ہو گیا۔

❷ **اَلْاِسْتِعَانَةُ:** (استفعال، اجوف واوی) بمعنی مدد طلب کرنا۔ اِسْتَعَانَ يَسْتَعِيْنُ اِسْتِعَانَةً فهو مُسْتَعِيْنٌ واُسْتُعِيْنَ يُسْتَعَانُ اِسْتِعَانَةً فهو مُسْتَعَانٌ مَااسْتَعَانَ مَااسْتُعِيْنَ لَايَسْتَعِيْنُ لَايُسْتَعَانُ لَنْ يَسْتَعِيْنَ لَنْ يُسْتَعَانَ لَيَسْتَعِيْنَنَّ لَيُسْتَعَانَنَّ لَيَسْتَعِيْنَنْ لَيُسْتَعَانَنْ الامر منه اِسْتَعِنْ لِتُسْتَعَنْ لِيَسْتَعِنْ لِيُسْتَعَنْ اِسْتَعِيْنَنَّ لِتُسْتَعَانَنَّ لِيَسْتَعِيْنَنَّ لِيُسْتَعَانَنَّ اِسْتَعِيْنَنْ لِتُسْتَعَانَنْ لِيَسْتَعِيْنَنْ لِيُسْتَعَانَنْ والنهی عنه لَاتَسْتَعِنْ لَاتُسْتَعَنْ لَايَسْتَعِنْ لَايُسْتَعَنْ لَاتَسْتَعِيْنَنَّ لَاتُسْتَعَانَنَّ لَايَسْتَعِيْنَنَّ لَايُسْتَعَانَنَّ لَاتَسْتَعِيْنَنَّ لَاتُسْتَعَانَنَّ لَايَسْتَعِيْنَنَّ لَايُسْتَعَانَنَّ الظرف منه مُسْتَعَانٌ مُسْتَعَانَانِ مُسْتَعَانَاتٌ۔

❸ صحیح اور غلط کی نشان دہی:۔ کما مرّ فی السوال آنفًا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل .....باب مفاعلہ کی کل خاصیات کتنی ہیں؟ ان خاصیات کو مثالوں کے ساتھ لکھیں۔ (ص ۸۳۔ امدادیہ)

جواب .....باب مفاعلہ کی خاصیات کی تعداد دو نشاندہی مع امثلہ:۔ باب مفاعلہ کی کل سات خاصیات ہیں۔

① **مشارکت:** کہ دو شخصوں کا ملکر اس طرح کام کرنا کہ ہر ایک کا فعل دوسرے پر واقع ہو جیسے قَاتَلَ زَيْدٌ عَمْرًا کہ زید و عمرو نے باہم قتال کیا یعنی دونوں نے ایک دوسرے سے لڑائی کی۔ ② **موافقتِ مجرد:** یعنی مجرد کے ہم معنی ہونا جیسے سافر زید بمعنی سفر یعنی زید نے سفر کیا۔ ③ **موافقتِ اَفْعَلَ:** جیسے باعدته بمعنی اَبْعَدْتُهٗ میں نے اس کو دور کیا۔ ④ **موافقتِ تفاعل:** جیسے شَاتَمَ زَيْدٌ عمرًا بمعنی تَشَاتَمَا زید و عمرو نے باہم گالی گلوچ کی۔ ⑤ **موافقتِ فَعَّلَ:** جیسے ضاعَفْتُ الشيئ بمعنی ضَعَّفْتُهٗ میں نے شیٔ کو دوچند کر دیا۔ ⑥ **تصییر:** یعنی کسی شئی کو صاحبِ ماخذ بنانا جیسے عافاك اللّٰه اللہ تجھے عافیت والا بنائے۔ ⑦ **ابتداء:** جیسے قَاسَا زَيْدٌ هٰذِهِ الشِّدَّةَ زید نے اس تکلیف کا رنج اٹھایا، مجرد میں قَسْوَةٌ بمعنی سختی ہے۔

الشق الثانی .....باب افتعال کی خاصیات مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔(ص ۸۵۔امدادیہ)

جواب .....باب افتعال خاصیات مع امثلہ:۔ اس باب کی کل چھ خصوصیات ہیں:①**اِتِّخَاذ**: اس کی متعدد صورتیں ہیں۔اوّل یہ کہ ماخذ بنانا جیسے **احتجر** اس نے حجرہ بنایا۔ثانی یہ کہ ماخذ پکڑنا جیسے **اجتنب** اس نے جانب پکڑی۔ثالث یہ کہ ماخذ میں لینا جیسے **اعتضدہ** اس نے اس کو بغل میں لیا۔② **تصرف**: یعنی فعل حاصل کرنے میں کوشش کرنا جیسے "**اکتسب**" اس نے کسب میں کوشش کی۔ ③**تخییر**: یعنی فاعل کا اپنے لئے کوشش کرنا جیسے "**اکتال الشعیر**" اس نے اپنے لئے جَو ناپ کیل کیے۔④**مطاوعتِ فَعَلَ و تفعیل**: یعنی فَعَلَ (مجرد) وفَعَّلَ تفعیل کے بعد افعال کا اس غرض سے آنا کہ مفعول نے فاعل کا اثر قبول کرلیا ہے **مطاوعتِ فَعَلَ** کی مثال جیسے "**غَمَمْتُهٗ فَاغْتَمَّ**" میں نے اس کو غمگین کیا پس وہ غمگین ہوا، **مطاوعتِ تفعیل** کی مثال جیسے "**غَمَّمْتُهٗ فَاغْتَمَّ**" میں نے اس کو غمگین کیا پس وہ غمگین ہوگیا۔⑤**موافقتِ مجرّد واستفعال: مجرّد** جیسے "**اِبْتَلَجَ**" بمعنی "**بَلَجَ**" روشن ہوا۔**استفعال** جیسے "**اِبْتَجَرَ**" (اس نے اجرت طلب کی) یہ "**اِسْتَأْجَرَ**" (استفعال) کے معنی میں ہے۔⑥**ابتداء**: جیسے "**اِبْتَجَرَ**" (جھک جانا) اس کا مجرد مستعمل نہیں ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل .....صفت مشبہ کی تعریف کر کے اسکی گردان واوزان تحریر کریں۔**الجلوس** مصدر سے صرفِ صغیر لکھیں۔ثلاثی مجرد کے کل کتنے باب ہیں مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) صفت مشبہ کی تعریف، گردان واوزان (۲) **الجلوس** سے صرفِ صغیر (۳) ثلاثی مجرد کے ابواب کی نشاندہی۔

جواب ..... ① صفت مشبہ کی تعریف، گردان واوزان:۔ **صفت مشبہ** وہ اسم ہے جو کسی ذات کے معنی مصدری کے ساتھ بطورِ ثبوت متصف ہونے پر دلالت کرے جیسے **اللّٰہ سمیع** اللہ تعالیٰ بطورِ دوام وثبوت سننے والا۔

گردان: حَسَنٌ حَسَنَانِ حَسَنُوْنَ حَسَنِيْنَ حَسَنَةٌ حَسَنَتَانِ حَسَنَتَيْنِ حَسَنَاتٌ۔

صفت مشبہ کے اوزان بہت ہیں علم الصیغہ میں ۲۳ مذکور ہیں۔ صَعْبٌ صِفْرٌ صُلْبٌ حَسَنٌ خَشِنٌ نَدْسٌ زِمَّ بِلِزٌّ حُطَمٌ جُنُبٌ اَحْمَرُ كَابِرٌ كَبِيْرٌ غَفُوْرٌ جَيِّدٌ جَبَانٌ هِجَانٌ شُجَاعٌ عَطْشَانٌ عَطْشٰى حُبْلٰى حَمْرَاءُ عُشَرَاءُ۔

② **الجلوس** مصدر سے صرفِ صغیر:۔ اَلْجُلُوْسُ (ضرب، صحیح) بمعنی بیٹھنا۔ جَلَسَ يَجْلِسُ جُلُوْسًا فهو جَالِسٌ وَجُلِسَ يُجْلَسُ جُلُوْسًا فذاك مَجْلُوْسٌ مَاجْلِسَ مَاجْلِسَ لَمْ يَجْلِسْ لَمْ يُجْلَسْ لَايَجْلِسُ لَايُجْلَسُ لَنْ يَجْلِسَ لَنْ يُجْلَسَ لَيَجْلِسَنَّ لَيُجْلَسَنَّ لَيَجْلِسَنْ لَيُجْلَسَنْ الامر منه اِجْلِسْ لِتُجْلَسْ لِيَجْلِسْ لِيُجْلَسْ اِجْلِسَنَّ لِتُجْلَسَنَّ لِيَجْلِسَنَّ لِيُجْلَسَنَّ اِجْلِسَنْ لِتُجْلَسَنْ لِيَجْلِسَنْ لِيُجْلَسَنْ والنهى عنه لَاتَجْلِسْ لَاتُجْلَسْ لَايَجْلِسْ لَايُجْلَسْ لَاتَجْلِسَنَّ لَاتُجْلَسَنَّ لَايَجْلِسَنَّ لَايُجْلَسَنَّ لَاتَجْلِسَنْ لَاتُجْلَسَنْ لَايَجْلِسَنْ لَايُجْلَسَنْ الظرف منه مَجْلِسٌ مَجْلِسَانِ مَجَالِسُ وَمُجَيْلِسٌ والآلة منه مِجْلَسٌ مِجْلَسَانِ مَجَالِسُ وَ مُجَيْلِسٌ مِجْلَسَةٌ مِجْلَسَتَانِ مَجَالِسُ وَمُجَيْلِسَةٌ مِجْلَاسٌ مِجْلَاسَانِ مَجَالِيْسُ وَمُجَيْلِيْسٌ افعل التفضيل المذكر منه اَجْلَسُ اَجْلَسَانِ اَجْلَسُوْنَ اَجَالِسُ وَ اُجَيْلِسٌ والمؤنث منه جُلْسٰى جُلْسَيَانِ جُلْسَيَاتٌ جُلَسٌ وَجُلَيْسٰى۔

③ ثلاثی مجرد کے ابواب کی نشاندہی:۔ ثلاثی مجرد کے کل چھ باب ہیں ①فَعَلَ يَفْعُلُ جیسے نصرینصر ②فَعَلَ يَفْعِلُ جیسے ضرب يضرب ③فَعِلَ يَفْعَلُ جیسے سمع يسمع ④فَعَلَ يَفْعَلُ جیسے فتح يفتح ⑤فَعُلَ يَفْعُلُ جیسے كرم يكرم ⑥ فَعِلَ يَفْعِلُ جیسے حسب يحسب۔

الشق الثانی .....اسم آلہ واسم ظرف کی گردان ذکر کریں۔مفتوح العین، مضموم العین، مکسور العین، ناقص، مثال اور مضاعف سے اسم ظرف کس کس وزن پر آتا ہے مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔ثلاثی مزید فیہ باہمزہ وصل کے کتنے ابواب ہیں، سب کے نام، علامت اور مثال لکھیں۔(ص ۳۴۔معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) اسم آلہ وظرف کی گردان (۲) مذکورہ ابواب سے اسم ظرف کا وزن (۳) ثلاثی مزید

فیہ باہمزہ وصل کے ابواب کی تعداد، نام وعلامات مع امثلہ۔

جواب ..... ❶ اسم آلہ وظرف کی گردان:۔ اسم آلہ: (وہ اسم جو صدورِ فعل کے آلہ پر دلالت کرے۔ اور یہ تین وزن پر آتا ہے مِفْعَلٌ، مِفْعَلَةٌ، مِفْعَالٌ)۔ گردان: مِنْصَرٌ مِنْصَرَانِ مِنْصَرَيْنِ مَنَاصِرُ مِنْصَرَةٌ مِنْصَرَتَانِ مِنْصَرَتَيْنِ مَنَاصِرُ مِنْصَارٌ مِنْصَارَانِ مِنْصَارَيْنِ مَنَاصِيرُ۔

اسمِ ظرف: (وہ اسم جو فعل کے صادر ہونے کی جگہ پر یا فعل کے صادر ہونے کے وقت پر دلالت کرے)۔

گردان: مَضْرِبٌ، مَضْرِبَانِ، مَضْرِبَيْنِ، مَضَارِبُ۔

❷ مذکورہ ابواب سے اسم ظرف کا وزن مع امثلہ:۔ وہ ابواب جن میں مضارع مفتوح العین اور مضموم العین ہے ان سے اور ناقص سے اسم ظرف مَفْعَلٌ (بفتح العین) کے وزن پر آتا ہے جیسے مَفْتَحٌ، مَنْصَرٌ، مَرْمًى۔ مضارع مکسور العین اور مثال سے مَفْعِلٌ (بکسر العین) کے وزن پر آتا ہے جیسے مَضْرِبٌ، مَوْقِعٌ۔ مضاعف مفتوح العین اور مضموم العین سے صحیح کی طرح مَفْعَلٌ کے وزن پر جیسے مَمَسٌّ، مَمَدٌّ اور مکسور العین سے مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے مَحِلٌّ۔

❸ ثلاثی مزید فیہ باہمزہ وصل کے ابواب کی تعداد، نام وعلامات مع امثلہ:۔ ثلاثی مزید فیہ باہمزۂ وصل کے نو ابواب ہیں۔ ① افتعال: اس باب کی علامت یہ ہے کہ اس کی ماضی میں پانچ حروف ہوتے ہیں، تین اصلی اور دو زائد یعنی شروع میں ہمزۂ وصلی اور فاء کلمہ کے بعد "تاء" زائد ہوتے ہیں جیسے اَلْاِجْتِنَابُ (پرہیز کرنا) سے اِجْتَنَبَ۔ ② استفعال: اس باب کی علامت یہ ہے کہ اس کی ماضی میں چھے حروف ہوتے ہیں، تین اصلی اور تین زائد یعنی شروع میں ہی ہمزۂ وصلی، سین اور تاء زائد ہوتے ہیں جیسے اَلْاِسْتِنْصَارُ (مدد چاہنا) سے اِسْتَنْصَرَ۔ ③ انفعال: اس باب کی علامت یہ ہے کہ اس کی ماضی میں پانچ حروف ہوتے ہیں، تین اصلی و دو زائد یعنی شروع میں ہی ہمزۂ وصلی اور نون زائد ہوتے ہیں جیسے اَلْاِنْفِطَارُ (پھٹنا) سے اِنْفَطَرَ۔ ④ افعلال: اس باب کی علامت یہ ہے کہ اس کی ماضی میں پانچ حروف ہوتے ہیں، تین اصلی اور دو زائد یعنی شروع میں ہمزۂ وصلی اور آخر میں لام کلمہ مکرر مشدد ہوتا ہے جیسے اَلْاِحْمِرَارُ (سرخ ہونا) سے اِحْمَرَّ۔ ⑤ افعیلال: اس باب کی علامت یہ ہے کہ اس کی ماضی میں چھے حروف ہوتے ہیں، تین اصلی اور تین زائد یعنی شروع میں ہمزۂ وصلی، عین کلمہ ولام کلمہ کے درمیان "الف" اور "لام" کلمہ مکرر مشدد ہوتے ہیں جیسے اَلْاِنْهِيمَامُ (سخت سیاہ ہونا) سے اِنْهَمَّ۔ ⑥ افعیعال: اس باب کی علامت یہ ہے کہ اسکی ماضی میں چھے حروف ہوتے ہیں، تین اصلی اور تین زائد یعنی شروع میں، ہمزۂ وصلی، عین کلمہ کا تکرار اور ان کے درمیان "واو" زائد ہوتی ہے جیسے اَلْاِخْشِيشَانُ (بہت سخت ہونا، کھردار ہونا) سے اِخْشَوْشَنَ ⑦ اِفْعِوَّال: اس باب کی علامت یہ ہے کہ اس کی ماضی میں چھے حروف ہوتے ہیں، تین اصلی اور تین زائد یعنی شروع میں ہمزۂ وصلی اور عین ولام کلمہ کے درمیان واو مکرر مشدد زائد ہوتی ہے جیسے اَلْاِجْلِوَّاذُ (گھوڑے کا دوڑنا) سے اِجْلَوَّذَ۔ ⑧ اِفَّعُّل: اس باب کی علا یہ ہے کہ اس کی ماضی میں چھے حروف ہوتے ہیں، تین اصلی اور تین زائد یعنی شروع میں ہمزۂ وصلی، تیسری جگہ فاء کلمہ اور پانچویں جگہ عین کلمہ مکرر مشدد ہوتے ہیں جیسے اَلْاِطِّهَّرُ (پاک ہونا) سے اِطَّهَّرَ۔ ⑨ اِفَّعُّل: اس باب کی علامت یہ ہے کہ اس کی ماضی میں چھے حروف ہوتے ہیں تین اصلی اور تین زائد یعنی شروع میں، ہمزۂ وصلی، فاء کلمہ مکرر مشدد اور اس کے بعد الف زائد جیسے اَلْاِثَّاقُلُ (بھاری ہونا) سے اِثَّاقَلَ۔

﴿الورقة الثانية فی الصرف﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل ..... الوقایة مصدر سے صرف صغیر لکھیں۔ الامداد سے نفی جحد بلم معروف کی گردان لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) الوقایة سے صرف صغیر (۲) الامداد سے نفی جحد بلم معروف کی گردان۔

جواب ..... ❶ الوقایة سے صرف صغیر:۔ اَلْوِقَايَةُ: (ضرب، لفیف) بمعنی حفاظت کرنا و بچانا "وَقٰى يَقِيْ وِقَايَةً فَهُوَ وَاقٍ وَوُقِيَ يُوْقٰى وِقَايَةً فَذَاكَ مَوْقِيٌّ الامر منه قِ لِتُوْقِ لِيَقِ لِيُوْقَ والنهی عنه لَاتَقِ لَا تُوْقَ لَايَقِ لَايُوْقَ الظرف منه مَوْقًى مَوْقَيَانِ مَوَاقٍ مَوْيَقٍ والآلة منه مِيْقًى مِيْقَيَانِ مَوَاقٍ مَوْيَقٍ مِيْقَاةٌ مِيْقَاتَانِ مَوَاقٍ مَوْيَقِيَةٌ مِيْقَاءٌ مِيْقَاءَانِ مَوَاقِيُّ مُوَيْقِيٌّ افعل التفضيل المذكر منه اَوْقٰى اَوْقَيَانِ اَوْقَوْنَ اَوَاقٍ اُوَيْقٍ والمؤنث منه وُقْيٰى

وُقْيَيَانِ وُقْيَيَاتٌ وُقًی و وُقَیٰ"۔

❷ الاَمداد سے نفی جحد بلم معروف کی گردان:۔ لَمْ یُمِدَّ لَمْ یُمِدِّ لَمْ یُمْدِدْ لَمْ یُمِدَّا لَمْ یُمِدُّوْا لَمْ تُمِدَّ لَمْ تُمِدِّ لَمْ تُمْدِدْ لَمْ تُمِدَّا لَمْ یُمْدِدْنَ لَمْ تُمِدَّ لَمْ تُمِدِّ لَمْ تُمْدِدْ لَمْ تُمِدَّا لَمْ تُمِدُّوا لَمْ تُمِدِّیْ لَمْ تُمِدَّا لَمْ تُمْدِدْنَ لَمْ تُمِدَّ لَمْ تُمِدِّ لَمْ تُمْدِدْ لَمْ نُمِدَّ لَمْ نُمِدِّ لَمْ نُمْدِدْ۔

الشق الثانی ..... "اَلْاِجْتِبَاءُ" سے صرفِ صغیر تحریر کریں۔ قِیَامٌ۔ حِیَاضٌ۔ جِیَادٌ۔ مُضِیٌّ۔ مَقُوْلٌ۔ مذکورہ صیغوں کی اصل بتا کر تعلیل ذکر کریں اور یہ بتائیں کہ ان میں کونسے قواعد کے تحت تعلیل ہوئی ہے۔ نیز مَقُوْلُ کی تعلیل میں اختلاف اور ثمرۂ اختلاف کو بطرزِ مصنف بیان کریں۔ (ص ۶۲، ۶۳، ۷۱۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) "اَلْاِجْتِبَاءُ" سے صرفِ صغیر (۲) مذکورہ صیغوں کی اصل و تعلیل اور قواعد (۳) مَقُوْلٌ کی تعلیل میں اختلاف اور ثمرۂ اختلاف۔

جواب ..... ❶ "اَلْاِجْتِبَاءُ" سے صرفِ صغیر:۔ "اَلْاِجْتِبَاءُ" (افتعال، ناقص یائی) بمعنی چننا۔

اِجْتَبٰی یَجْتَبِیْ اِجْتِبَاءً فَهُوَ مُجْتَبٍ وَ اُجْتُبِیَ یُجْتَبٰی اِجْتِبَاءً فَذَاكَ مُجْتَبًی مَا اجْتَبٰی مَا اجْتُبِیَ لَمْ یَجْتَبِ لَمْ یُجْتَبَ لَایَجْتَبِیْ لَایُجْتَبٰی لَنْ یَّجْتَبِیَ لَنْ یُّجْتَبٰی لَیَجْتَبِیَنَّ لَیُجْتَبَیَنَّ لَیَجْتَبِیَنْ لَیُجْتَبَیَنْ اِجْتَبِ لِتُجْتَبَ لِیَجْتَبِ لِیُجْتَبَ اِجْتَبِیَنَّ لِتُجْتَبَیَنَّ لِیَجْتَبِیَنَّ لِیُجْتَبَیَنَّ اِجْتَبِیَنْ لِتُجْتَبَیَنْ لِیَجْتَبِیَنْ لِیُجْتَبَیَنْ والنهی عنه لَاتَجْتَبِ لَاتُجْتَبَ لَایَجْتَبِ لَایُجْتَبَ لَاتَجْتَبِیَنَّ لَاتُجْتَبَیَنَّ لَایَجْتَبِیَنَّ لَایُجْتَبَیَنَّ لَاتَجْتَبِیَنْ لَاتُجْتَبَیَنْ لَایَجْتَبِیَنْ لَایُجْتَبَیَنْ الظرف منه مُجْتَبًی مُجْتَبَیَانِ مُجْتَبَیَاتٌ۔

❷ مذکورہ صیغوں کی اصل، تعلیل، قواعد:۔ قِیَامٌ: اصل میں قِوَامٌ تھا، واؤ کسرہ کے بعد مصدر کا عین کلمہ واقع ہوئی اور اسکے فعل میں تعلیل بھی ہوئی ہے لہٰذا واؤ کو یاء سے بدل دیا قِیَامٌ ہوگیا اور اس میں اِسی قِیَامٌ والے قاعدہ کے تحت تعلیل ہوئی ہے۔

حِیَاضٌ: اصل میں حِوَاضٌ تھا، واؤ جمع کا عین کلمہ واقع ہوئی اور یہ واؤ مفرد میں ساکن تھی لہٰذا اس واؤ کو یاء سے بدل دیا حِیَاضٌ ہوگیا۔ اور اس میں اسی حِیَاضٌ والے قاعدہ کے تحت تعلیل ہوئی ہے۔

جِیَادٌ: اصل میں جِوَادٌ تھا، واؤ جمع کا عین کلمہ واقع ہوئی اور یہ واؤ مفرد میں معلل تھی اس واؤ کو یاء سے بدل دیا جِیَادٌ ہوگیا اور اس میں اسی جِیَادٌ والے قاعدہ کے تحت تعلیل ہوئی ہے۔

مُضِیٌّ: اصل میں مُضُوْیٌ تھا، واؤ اور یاء غیر مبدل کلمۂ غیر ملحق میں جمع ہوگئے اور ان میں سے پہلا حرف ساکن تھا لہٰذا واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کردیا مُضُیٌّ ہوگیا، پھر یاء کی مناسبت سے ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدلا تو مُضِیٌّ ہوگیا۔ اس میں سَیِّدٌ والے قاعدہ کے تحت تعلیل ہوئی ہے۔

مَقُوْلٌ: اصل میں مَقْوُوْلٌ تھا، واؤ متحرک تھی ماقبل ساکن تھا لہٰذا واؤ کی حرکت نقل کرکے ماقبل کو دیدی پھر دو واؤ ساکن جمع ہوگئیں، ایک کو گرادیا تو مَقُوْلٌ ہوگیا۔ اور اس میں یَقُوْلُ والے قاعدہ کے تحت تعلیل ہوئی ہے۔

❸ مَقُوْلٌ کی تعلیل میں اختلاف:۔ اس میں اختلاف ہے کہ ایسے مواقع میں واؤ اول حذف ہوتا ہے یا واؤ دوم۔ بعض کہتے ہیں کہ دوسرا حذف ہوتا ہے کیونکہ زائد ہے اور زائد حذف کا زیادہ مستحق ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اوّل کیونکہ دوسرا واؤ علامت ہے اور علامت حذف نہیں ہوا کرتی۔ اکثر علماءِ صرف نے حذفِ دوم کو ترجیح دی ہے مگر راقم کے نزدیک حذفِ اول راجح ہے، کیونکہ عموماً دستور یہی ہے کہ ایسے ساکنین میں پہلا حذف ہوا کرتا ہے، خواہ وہ زائد ہو یا اصلی، لہٰذا اسکو اپنے نظائر سے جدا نہیں کرنا چاہیے۔

ثمرۂ اختلاف: ایسے مواقع میں اختلاف بظاہر کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ بہرکیف مَقُوْلٌ ہوجاتا ہے، خواہ اول حذف ہو یا دوم۔ مولانا عصمت اللہ سہارنپوریؒ نے شرح خلاصۃ الحساب میں لفظِ رحمٰن کے منصرف یا غیر منصرف ہونے کے بیان میں بڑی اچھی بات لکھی ہے، وہ یہ کہ ایسے اختلافات کا نتیجہ مسائلِ فقہیہ میں نکل آتا ہے، مثلاً کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں آج واؤ زائد کا تکلم

نہیں کروں گا، پھر اس نے لفظِ مَقُوْلٌ کا تکلم کرلیا۔ تو جو صرفی حذفِ اول کے قائل ہیں ان کے مذہب پر یہ حانث ہوجائے گا اور جو صرفی حذفِ دوم کے قائل ہیں ان کے مذہب پر حانث نہیں ہوگا۔ یا مثلاً بیوی سے کہا کہ آج اگر تو نے واؤ زائد کا تکلم کیا تو تجھے طلاق ہے تو بیوی نے لفظِ مَقُوْلٌ منہ سے نکال دیا تو جو صرفی حذفِ اوّل کے قائل ہیں ان کے مذہب پر طلاق واقع ہوجائے گی اور جو صرفی حذفِ دوم کے قائل ہیں ان کے مذہب پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل.....اَلْبُعْدُ و اَلْاِخْشِیْشَانُ سے صرفِ صغیر کی گردانیں لکھیں ۔

جواب.....مذکورہ مصادر سے صرفِ صغیر:۔ اَلْبُعْدُ: (کرم، صحیح) بمعنی دور ہونا۔ بَعُدَ یَبْعُدُ بُعْدًا فهو بَاعِدٌ وبُعِدَ یُبْعَدُ بُعْدًا فذاك مَبْعُوْدٌ مَابَعَدَ مَابُعِدَ لَمْ یَبْعُدْ لَمْ یُبْعَدْ لَایَبْعُدُ لَایُبْعَدُ لَنْ یَّبْعُدَ لَنْ یُّبْعَدَ لَیَبْعُدَنَّ لَیُبْعَدَنَّ لَیَبْعُدَنْ لَیُبْعَدَنْ الامر منه اُبْعُدْ لِتُبْعَدْ لِیَبْعُدْ لِیُبْعَدْ، اُبْعُدَنَّ لِتُبْعَدَنَّ لِیَبْعُدَنَّ لِیُبْعَدَنَّ، اُبْعُدَنْ لِتُبْعَدَنْ لِیَبْعُدَنْ لِیُبْعَدَنْ والنهی عنه لَاتَبْعُدْ لَاتُبْعَدْ لَایَبْعُدْ لَایُبْعَدْ، لَاتَبْعُدَنَّ لَاتُبْعَدَنَّ لَایَبْعُدَنَّ لَایُبْعَدَنَّ لَاتَبْعُدَنْ لَاتُبْعَدَنْ لَایَبْعُدَنْ لَایُبْعَدَنْ الظرف منه مَبْعَدٌ مَبْعَدَانِ مَبَاعِدُ وَمُبَیْعِدٌ والآلة منه مِبْعَدٌ مِبْعَدَانِ مَبَاعِدُ وَمُبَیْعِدٌ، مِبْعَدَةٌ مِبْعَدَتَانِ مَبَاعِدُ ومُبَیْعِدَةٌ مِبْعَادٌ مِبْعَادَانِ مَبَاعِیْدُ و مُبَیْعِیْدٌ افعل التفضیل المذکر منه اَبْعَدُ اَبْعَدَانِ اَبْعَدُوْنَ اَبَاعِدُ وَاُبَیْعِدٌ والمؤنث منه بُعْدٰی بُعْدَیَانِ بُعْدَیَاتٌ بُعَدٌ وبُعَیْدٰی ۔

اَلْاِخْشِیْشَانُ (افعیال۔صحیح) بمعنی سخت کھردرا ہونا۔ اِخْشَوْشَنَ یَخْشَوْشِنُ اِخْشِیْشَانًا فهو مُخْشَوْشِنٌ و اُخْشُوْشِنَ یُخْشَوْشَنُ اِخْشِیْشَانًا فذاك مُخْشَوْشَنٌ مَا اخْشَوْشَنَ مَا اخْشُوْشِنَ لَمْ یَخْشَوْشِنْ لَمْ یُخْشَوْشَنْ لَا یَخْشَوْشِنُ لَا یُخْشَوْشَنُ لَنْ یَخْشَوْشِنَ لَنْ یُخْشَوْشَنَ لَیَخْشَوْشِنَنَّ لَیُخْشَوْشَنَنَّ لَیَخْشَوْشِنَنْ لَیُخْشَوْشَنَنْ الامر منه اِخْشَوْشِنْ لِتُخْشَوْشَنْ لِیَخْشَوْشِنْ لِیُخْشَوْشَنْ اِخْشَوْشِنَنَّ لِتُخْشَوْشَنَنَّ لِیَخْشَوْشِنَنَّ لِیُخْشَوْشَنَنَّ اِخْشَوْشِنَنْ لِتُخْشَوْشَنَنْ لِیَخْشَوْشِنَنْ لِیُخْشَوْشَنَنْ و النهی عنه لَاتَخْشَوْشِنْ لَاتُخْشَوْشَنْ لَایَخْشَوْشِنْ لَایُخْشَوْشَنْ لَاتَخْشَوْشِنَنَّ لَاتُخْشَوْشَنَنَّ لَایَخْشَوْشِنَنَّ لَایُخْشَوْشَنَنَّ لَاتَخْشَوْشِنَنْ لَاتُخْشَوْشَنَنْ لَایَخْشَوْشِنَنْ لَایُخْشَوْشَنَنْ الظرف منه مُخْشَوْشَنٌ مُخْشَوْشَنَانِ مُخْشَوْشَنَاتٌ ۔

﴿الورقة الثانیة : فی الصرف﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل....."لَمْ" فعل مضارع پر داخل ہو کر لفظاً و معناً کیا عمل کرتا ہے؟ مثالوں سمیت لکھیں۔ "لامِ امر" معروف و مجہول کے کتنے صیغوں میں آتا ہے؟ صیغوں کی تعیین کے ساتھ وضاحت کریں۔ امر حاضر معروف بنانے کا طریقہ مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① "لَمْ" کا لفظی و معنوی عمل ② لامِ امر والے صیغوں کی تعیین ③ امر حاضر معروف بنانے کا طریقہ۔

جواب.....① "لَمْ" کا لفظی و معنوی عمل:۔ لفظی طور پر مضارع کے جن پانچ صیغوں کے آخر میں پیش ہے ان کو جزم دیدیتا ہے بشرطیکہ آخر میں حرفِ علت نہ ہو، جیسے لَمْ یَضْرِبْ۔ اگر آخر میں حرفِ علت ہو تو اس کو گرادیتا ہے، جیسے لَمْ یَدْعُ۔ جن سات صیغوں کے آخر میں نون اعرابی ہے ان کو گرادیتا ہے، جیسے لَمْ یَضْرِبَا، لَمْ یَضْرِبُوا۔

معنوی طور پر "لَمْ" فعل مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کردیتا ہے، جیسے لَمْ یَضْرِبْ (اس نے نہیں مارا)

② لامِ امر والے صیغوں کی تعیین:۔ لامِ امر مجہول کے تمام صیغوں میں آتا ہے اور معروف کے صرف غائب و متکلم کے آٹھ صیغوں میں آتا ہے، جیسے لِیَنْصُرْ، لِیُنْصَرْ، لِتَنْصُرْ، لِتُنْصَرْ، لِاَنْصُرْ، لِاُنْصَرْ۔ حاضر معروف کے چھ صیغوں میں نہیں آتا جیسے اُنْصُرْ۔

③ امر حاضر معروف بنانے کا طریقہ:۔ کما مرّ فی الاول من السوال الاول ۱۴۳۶ھ ۔

الشق الثانی .....فعل سے جو اسماء مشتق ہوتے ہیں ان کے نام، تعریفیں اور امثلہ لکھیں۔ نیز بتائیں کہ اسم فاعل وصفت مشبہ میں معنوی اعتبار سے کیا فرق ہے۔ **نصرینصر** سے مکمل صرفِ صغیر تحریر کریں۔ (ص ۳۱۔ معارف)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور قابلِ توجہ ہیں ① اسماءِ مشتقہ من الفعل کے نام وتعریف مع امثلہ ② اسم فاعل وصفت مشبہ میں معنوی فرق ③ **نصرینصر** سے صرفِ صغیر۔

جواب ..... ① اسماءِ مشتقہ من الفعل کے نام اور تعریف مع امثلہ:۔ فعل سے کل چھ اسم مشتق ہوتے ہیں: ① **اسم فاعل**: وہ اسم جو کام کرنے والے پر دلالت کرے جیسے **ضارب** مارنے والا، **ناصر** مدد کرنیوالا۔ ② **اسم مفعول**: وہ اسم جو ایسی ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہوا ہے جیسے **زید مضروب** زید کو مارا پیٹا گیا۔ ③ **اسم تفضیل**: وہ اسم جو بہ نسبت دوسرے کے معنی فاعلیت کی زیادتی پر دلالت کرے جیسے **زید اضرب القوم** زید قوم سے زیادہ مارنے والا ہے۔ ④ **صفت مشبہ**: وہ اسم جو کسی ذات کے معنی مصدری کے ساتھ بطورِ ثبوت متصف ہونے پر دلالت کرے جیسے **اللّٰہ سمیع** اللہ تعالی بطورِ دوام وثبوت سننے والا ہے۔ ⑤ **اسم آلہ**: وہ اسم جو صدورِ فعل کے آلہ پر دلالت کرے جیسے **مِنْصَرٌ** مدد کرنے کا آلہ، **مِضْرَبٌ** مارنے کا آلہ۔ ⑥ **اسم ظرف**: وہ اسم جو صدورِ فعل کے وقت یا جگہ پر دلالت کرے جیسے **مَسْجِدٌ** سجدہ کرنے کی جگہ اور وقت۔

② اسم فاعل وصفت مشبہ میں معنوی فرق:۔ صفت مشبہ وہ اسم مشتق ہے جو کسی ذات کے معنیٰ مصدری کے ساتھ ثبوت کے طریقے پر (دائمی طور پر) موصوف ہونے پر دلالت کرے۔ اور اسم فاعل وہ اسم مشتق ہے جو کسی ذات کے معنی مصدری کیساتھ حدوث کے طریقے (غیر دائمی طور) پر موصوف ہونے پر دلالت کرے۔ اسکی وضاحت اور تشریح یہ ہے کہ اسم فاعل وصفت مشبہ میں متعدد فرق ہیں۔

① صفت مشبہ میں اس ذات کے اندر اس صفت یعنی فعل کی طاقت موجود ہو خواہ بالفعل وہ کام کر رہا ہو یا نہ جبکہ اسم فاعل میں اس ذات کا فی الحال اس صفت یعنی کام کے ساتھ موصوف ہونا ضروری ہے۔ ② صفت مشبہ ہمیشہ لازمی ہوتا ہے اگرچہ فعل متعدی سے آئے یعنی صفت مشبہ کے بعد مفعول ذکر نہیں کیا جاتا جبکہ اسم فاعل فعل لازم سے لازمی ہوتا ہے اور فعل متعدی سے متعدی ہوتا ہے۔

③ مثال سے فرق "**سَامِعٌ كَلَامَكَ**" کہیں گے اور "**سَمِيعٌ كَلَامَكَ**" نہیں کہہ سکتے، **سامع** اس وقت کہیں گے جب سن رہا ہو۔ جب نہ سن رہا ہو اس وقت **سامع** نہ کہیں گے اور **سمیع** دونوں حالتوں میں کہیں گے خواہ کوئی آواز سن رہا ہو یا نہ۔

③ **نصرینصر** سے صرفِ صغیر:۔ **اَلنَّصْرُ** (نصر، ضرب) بمعنی مدد کرنا۔ **نَصَرَ يَنْصُرُ نَصْرًا فهو نَاصِرٌ وَنُصِرَ يُنْصَرُ نَصْرًا فذاك مَنْصُوْرٌ مَانَصَرَ مَانُصِرَ لَمْ يَنْصُرْ لَمْ يُنْصَرْ لَايَنْصُرُ لَايُنْصَرُ لَنْ يَّنْصُرَ لَنْ يُّنْصَرَ لَيَنْصُرَنَّ لَيُنْصَرَنَّ لَيَنْصُرَنْ لَيُنْصَرَنْ الامر منه اُنْصُرْ لِتُنْصَرْ لِيَنْصُرْ لِيُنْصَرْ اُنْصُرَنَّ لِتُنْصَرَنَّ لِيَنْصُرَنَّ لِيُنْصَرَنَّ اُنْصُرَنْ لِتُنْصَرَنْ لِيَنْصُرَنْ لِيُنْصَرَنْ والنهی عنه لَاتَنْصُرْ لَاتُنْصَرْ لَايَنْصُرْ لَايُنْصَرْ لَاتَنْصُرَنَّ لَاتُنْصَرَنَّ لَايَنْصُرَنَّ لَايُنْصَرَنَّ لَاتَنْصُرَنْ لَاتُنْصَرَنْ لَايَنْصُرَنْ لَايُنْصَرَنْ الظرف منه مَنْصَرٌ مَنْصَرَانِ مَنَاصِرُ وَمُنَيْصِرٌ والآلة منه مِنْصَرٌ مِنْصَرَانِ مَنَاصِرُ وَمَنْيَصِرٌ مِنْصَرَةٌ مِنْصَرَتَانِ مَنَاصِرُ وَ مُنَيْصِرَةٌ مِنْصَارٌ مِنْصَارَانِ مَنَاصِيْرُ وَمُنَيْصِيْرٌ افعل التفضيل المذكر منه اَنْصَرُ اَنْصَرَانِ اَنْصَرُوْنَ اَنَاصِرُ وَاُنَيْصِرٌ والمؤنث منه نُصْرٰى نُصْرَيَانِ نُصْرَيَاتٌ نُصَرٌ وَنُصَيْرٰى فعل التعجب منه مَااَنْصَرَهٗ وَاَنْصِرْبِهٖ۔**

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....ثلاثی مزید فیہ بے ہمزہ وصل کے کتنے باب ہیں؟ صرف نام، علامت ومثال تحریر کریں۔ **رَأْسٌ، آمَنَ، خَطِيْئَةٌ** میں جاری ہونے والے قاعدے وضاحت سے لکھیں۔

جواب .....**مکمل جواب کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی و الثالث ۱۴۴۰ھ**

و الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۳ھ و الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۵ھ

الشق الثانی .....**مَرْمِيٌّ، ذِئْبٌ، يَسَلُ** کے قواعد تحریر کریں۔ **فَوَعَدَ، تَوَفّٰى، تَيَسَّرَ، طَوٰى، حَيِيَ، دَعَوْا** میں **قَالَ**

0313 635 maktabazakariyahudan@gmail.com

بَاعَ والا قاعدہ کیوں جاری نہیں ہوتا؟ وضاحت کریں۔ الاخذ سے مکمل صرفِ صغیر تحریر کریں۔

جواب.....کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۳ و ۱۴۳۴ھ۔ و الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۶ و ۱۴۳۷ھ۔ و الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۶ھ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل.....مندرجہ ذیل جملوں کا عربی میں ترجمہ کریں: ① تم دو مرد ضرور بالضرور سوار ہوگے۔ ② وہ دو عورتیں ضرور بالضرور کھائیں گی۔ ③ ہمارا اکرام کیا گیا۔ ④ اُن عورتوں کو مارا گیا۔ ⑤ وہ دو مرد جا رہے ہیں۔ ⑥ تم سب عورتیں کھاتی ہو۔ ⑦ تم دو مرد ضرور بالضرور سنو گے۔ ⑧ وہ دو عورتیں ضرور بالضرور جائیں گی۔ ⑨ تم سب عورتوں کا اکرام کیا گیا۔ ⑩ وہ دو عورتیں کام کرتی ہیں۔

جواب..... ❶ جملوں کا عربی میں ترجمہ:۔ ① لَتَرْكَبَانِّ۔ ② لَتَأْكُلَانِّ۔ ③ أُكْرِمْنَا۔ ④ ضُرِبْنَ۔ ⑤ يَذْهَبَانِ۔ ⑥ تَأْكُلْنَ۔ ⑦ لَتَسْمَعَانِّ۔ ⑧ لَتَذْهَبَانِّ۔ ⑨ أُكْرِمْتُنَّ۔ ⑩ تَفْعَلَانِ۔

الشق الثانی.....باب تفعل کی کل خاصیات کتنی ہیں؟ ان کو مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔ (ص ۸۱۔ امدادیہ)

جواب.....باب تفعّل کی کل خاصیات:۔ باب تفعل کی کل گیارہ خاصیات ہیں:

① **مطاوعتِ تفعیل**: یعنی باب تفعّل باب تفعیل کے بعد اس غرض سے آتا ہے تا کہ وہ اس پر دلالت کرے کہ پہلے فعل کے فاعل کا اثر مفعول نے قبول کر لیا ہے، مثلاً قَطَّعْتُ الشَّيْءَ فَتَقَطَّعَ (میں نے اس شیئ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا پس وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی) یہ خاصیت اس باب میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ ② **تَكَلُّف**: لُغت میں اس کے معنی اپنے آپ کو تکلیف اور مشقت میں ڈالنا اور اصطلاحی معنی اپنے آپ کو بناوٹی طور پر مأخذ سے متصف ظاہر کرنا یعنی جس مأخذ کی طرف فاعل حقیقتاً منسوب نہیں ہے ایسے مأخذ کی طرف اپنے آپ کو بناوٹی اور جعلی طور پر منسوب کرنا مثلاً تَكَوَّفَ زَيْدٌ (زید بتکلف کوفی بنا)۔ ③ **تَجَنُّب**: یعنی ماخذ سے پرہیز کرنا جیسے تحوّب زیدٌ زید گناہ سے بچا اسکا ماخذ حوب ہے۔ ④ **لُبْسِ ماخذ**: یعنی ماخذ کو پہننا جیسے تختّم زیدٌ زید نے انگوٹھی پہنی۔ اس کا ماخذ خاتم ہے۔ ⑤ **تعمّل**: یعنی ماخذ کو کام میں لانا جیسے تخيّم زيدٌ زید نے خیمہ کھڑا کیا یعنی اس کو کام میں لایا۔

⑥ **اتخاذ**: لغوی معنی پکڑنا، اختیار کرنا، اصطلاحاً اس کے چار معنی آتے ہیں ① مأخذ کو بنانا اور ایجاد کرنا جیسے تَبَوَّبَ (اس نے دروازہ بنایا) ② مأخذ کو اختیار کرنا جیسے تَجَنَّبَ اس نے ایک جانب اختیار کی (یعنی کنارہ کش ہوا) ③ کسی چیز کو ماخذ بنانا جیسے تَوَسَّدَ الْحَجَرَ (اس نے پتھر کو تکیہ بنایا) ④ کسی چیز کو ماخذ میں لینا جیسے تَأَبَّطَ الْكِتَابَ (اس نے کتاب کو بغل میں لیا)۔

⑦ **تدریج**: لغوی معنی آہستہ آہستہ کرنا اصطلاحاً کسی کام کو بار بار آہستہ آہستہ کرنا پھر اس کی دو قسمیں ہیں ① اس کام کا ایک ہی دفعہ کرنا ممکن ہو جیسے تَجَرَّعَ زَيْدٌ (زید نے پانی کو گھونٹ گھونٹ پیا) ② اس کام کا ایک ہی دفعہ کرنا ممکن ہی نہ ہو جیسے تَحَفَّظْتُ الْقُرْاٰنَ (میں نے قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا یاد کیا)۔ ⑧ **تحوّل**: یعنی کسی چیز کا عینِ ماخذ یا مثلِ ماخذ ہو جانا۔ جیسے تنصّر زيدٌ زید نصرانی ہو گیا (یہ عینِ ماخذ ہونے کی مثال ہے) تبحّر زيدٌ زید دریا کی مثل ہو گیا (یہ مثلِ ماخذ ہونے کی مثال ہے)۔ ⑨ **صيرورة**: یعنی صاحبِ ماخذ ہونا جیسے تموّل زيدٌ زید صاحبِ مال ہو گیا۔ ⑩ **موافقتِ مجرد**: یعنی تفعل کا مجرد کے کسی باب کے ہم معنی ہونا جیسے تَقَبَّلَ بمعنی قَبِلَ موافقت اَفْعَلَ جیسے تَبَصَّرَ و اَبْصَرَ۔ موافقت فَعَّلَ جیسے تَكَذَّبَهٗ وَكَذَّبَهٗ اس کو کذب سے منسوب کیا و موافقت اِسْتَفْعَلَ تَحَوَّجَ و اِسْتَحْوَجَ حاجت طلب کی۔ ⑪ ابتداء: اس کی دو صورتیں ہیں، اوّل یہ کہ اس کا استعمال مجرد سے نہ آیا ہو جیسے تَشَمَّسَ دھوپ میں بیٹھا۔ دوم یہ مجرد میں کسی اور معنی کے لئے مستعمل ہو جیسے تَكَلَّمَ زَيْدٌ زید نے بات کی اور یہ مجرد سے كَلَمَ بمعنی جَرَحَ (زخمی کیا) مستعمل ہے۔

﴿لا اله الّا انت سبحانک انّی کنت من الظالمین﴾

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

الورقة الثالثة: فی الفقه

﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل.....وَ اِذَا کَانَ النِّصَابُ کَامِلًا فِیْ طَرَفَیِ الْحَوْلِ فَنُقْصَانُہٗ فِیْمَا بَیْنَ ذٰلِکَ لَایُسْقِطُ الزَّکٰوۃَ وَیُضَمُّ قِیْمَۃُ الْعُرُوْضِ اِلَی الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَکَذٰلِکَ یُضَمُّ الذَّھَبُ اِلَی الْفِضَّۃِ حَتّٰی یَتِمَّ النِّصَابُ عِنْدَ اَبِیْحَنِیْفَۃَ وَقَالَا لَایُضَمُّ الذَّھَبُ اِلَی الْفِضَّۃِ بِالْقِیْمَۃِ وَیُضَمُّ بِالْاَجْزَاءِ۔(ص۴۱۔امدادیہ)

عبارت پراعراب لگا کرسلیس ترجمہ کریں۔عبارت مذکورہ کی بے غبارتشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں(۱)عبارت پراعراب(۲)عبارت کاترجمہ(۳)عبارت کی تشریح۔

جواب..... ❶ عبارت پراعراب:۔کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کاترجمہ:۔اور جب نصاب کامل ہوسال کی دونوں طرفوں میں تواس کا نقصان اس کے درمیان میں نہیں ساقط کرتا زکوٰۃ کواور ملائی جائے گی سامان کی قیمت سونے اور چاندی کی طرف اوراسی طرح ملایا جائے گا سونے کو چاندی کی طرف قیمت کے اعتبار سے یہاں تک کہ نصاب پورا ہوجائے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ نہیں ملایا جائے گا سونے کو چاندی کی طرف قیمت کے اعتبار سے بلکہ ملایا جائیگا اجزاء کے اعتبار سے۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ایک شخص کے پاس سال کی ابتداوآخر میں کسی چیز کامکمل نصاب تھا،درمیان سال میں نقصان ہوا جس کے نتیجہ میں مال نصاب سے بھی کم ہوگیا تواس صورت میں سال کے آخر میں زکوٰۃ لازم ہوگی،اس نقصان کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی البتہ اگر نقصان سے مکمل مال ختم ہوگیا تو پھر نئے سرے سے سال کا اندازہ لگایا جائے گا

کسی شخص کے پاس کچھ سامانِ تجارت تھااور کچھ سونا یا چاندی تھا،مستقل طور پر کوئی چیز بھی نصاب کو نہیں پہنچتی تواب سامانِ تجارت کی قیمت معلوم کرکے اس کو سونا یا چاندی کے ساتھ ملادیں گے،مثلاً زید کے پاس پانچ تولہ سونا موجود ہے اور کچھ سامانِ تجارت ہے جس کی مالیت اڑھائی تین تولہ کے برابر ہے تواب اس مالیت کو سونے کے ساتھ ملادیں گے تاکہ مکمل نصاب ساڑھے سات تولہ سونا پورا ہوجائے، اسی طرح اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی ہے مگر کسی چیز کا مکمل نصاب نہیں تواب امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ قیمت معلوم کرکے سونے کو چاندی کی طرف ملائیں گے مثلاً زید کے پاس سو درہم ہیں اور پانچ دینار ہیں جنکی مالیت سو درہم کے برابر ہے تواب امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ قیمت کے اعتبار سے جب سونے کو چاندی کی طرف ملایا تو دوسو درہم چاندی کا نصاب مکمل ہوگیا اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اجزاء کے اعتبار سے سونے کو چاندی کی طرف ملائیں گے چونکہ یہاں اجزاء کے اعتبار سے نصاب مکمل نہیں اسلئے کہ چاندی کا نصف نصاب ہے(سو درہم)اور سونا پانچ دینار نصف نصاب کے برابر نہیں ہے اس وجہ سے ان کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

الشق الثانی.....الاعتکاف مستحب ومن اوجب علی نفسه اعتکاف ایام لزمه اعتکافها بلیالیها وکانت متتابعة وان لم یشترط التتابع فیها۔(ص۴۸۔امدادیہ)

اعتکاف کالغوی واصطلاحی معنی بیان کریں،اعتکاف مسنون ہے یامستحب؟اگر مسنون ہے تو مصنفؒ نے مستحب کیوں فرمایا ہے؟۔ ممنوعاتِ اعتکاف کوذکر کریں۔اعتکاف کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔؟عبارت کا مطلب وضاحت سے تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چھ امور مطلوب ہیں(۱)اعتکاف کا لغوی واصطلاحی معنی(۲)اعتکاف کے مسنون یا مستحب ہونے کی وضاحت(۳)مصنفؒ کے مستحب کہنے کی وجہ(۴)ممنوعاتِ اعتکاف(۵)نواقضِ اعتکاف(۶)عبارت کا مطلب۔

جواب..... ❶ اعتکاف کالغوی واصطلاحی معنی:۔اعتکاف لغت میں ٹھہرنے کو اور اصطلاح میں اعتکاف مسجد میں روزہ کے

ساتھ بہ نیتِ اعتکاف ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔

② اعتکاف کے مسنون یا مستحب ہونے کی وجہ:۔ اعتکاف تین قسم پر ہے۔ ① سنت مؤکدہ جو رمضان کے اخیر عشرہ میں کیا جاتا ہے ② واجب: جو نذر اور منّت مان کر اپنے اوپر لازم کیا جائے ③ مستحب: مذکورہ دونوں قسموں کے علاوہ بقیہ تمام اعتکاف مستحب ہیں۔

③ مصنفؒ کے مستحب کہنے کی وجہ:۔ عمومی حالات میں اعتکاف مستحب ہے اس وجہ سے مصنفؒ نے "**الاعتکاف مستحب**" کہا ہے۔

④ ممنوعاتِ اعتکاف:۔ دورانِ اعتکاف چند امور ممنوع ہیں مثلاً وطی کرنا، عورت کو چھونا، بوسہ لینا، بلا عذر مسجد سے نکلنا۔

⑤ نواقضِ اعتکاف:۔ ممنوعات میں سے کوئی بھی عمل عمداً یا سہواً کرلیا جائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

⑥ عبارت کا مطلب:۔ اولاً مصنفؒ نے یہ فرمایا کہ عمومی حالات واوقات میں اعتکاف مستحب ہے۔ اسکے بعد اعتکافِ واجب کے متعلق فرمایا کہ کسی شخص نے نذر مان کر اپنے اوپر چند یوم کا اعتکاف واجب ولازم کرلیا تو اس صورت میں اگرچہ اس نے راتوں کی اور متابعت کی شرط نہ بھی لگائی ہو تب بھی بلا شرط ان دنوں میں راتوں سمیت متابعت کے ساتھ اعتکاف لازم ہوگا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳۲ھ

الشق الاوّل ..... **الحج واجب..... الخ۔**

حج کا لغوی واصطلاحی معنیٰ بیان کریں۔ حج افراد، تمتع اور قران کی واضح تعریف کریں کہ آپس میں فرق ظاہر ہوجائے۔ نیز حنفیہ کے نزدیک ان میں سے افضل کون سی قسم ہے۔ نیز (**شوط ، اضطباع ، رمل ، استلام**) کی وضاحت کریں۔ "**مواقیت الحج**" سے کیا مراد ہے؟ اور حج کے مواقیت کون کون سے ہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں (۱) حج کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ (۲) حج افراد، تمتع، قران کی تعریف (۳) عندالاحناف افضل کی تعیین (۴) اصطلاحات کی وضاحت (۵) **مواقیت الحج** کی مراد ونشاندہی۔

جواب ..... ① حج کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:۔ حج کا لغوی معنیٰ قصد وارادہ کرنا، اصطلاحی معنیٰ مخصوص افعال کے ساتھ مخصوص زمانہ میں مخصوص مقام کا ارادہ کرنا۔

② حجِ افراد، تمتع، قران کی تعریف:۔ حجِ افراد: کہ آدمی یہاں سے صرف حج کی نیت کرکے جائے اور صرف حج کرکے ہی واپس آئے۔ حجِ تمتع: کہ آدمی میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے، افعالِ عمرہ ادا کرنے کے بعد حلق یا قصر کے ذریعہ حلال ہوجائے پھر آٹھ ذوالحجہ کو حرم سے ہی حج کا احرام باندھے اور افعالِ حج ادا کرے۔ حجِ قران: کہ آدمی میقات سے حج وعمرہ کا اکٹھا احرام باندھے، پہلے افعالِ عمرہ ادا کرے اس کے بعد احرام کھولے بغیر ہی افعالِ حج ادا کرے۔

ان کی تعریف سے فرق بھی واضح ہوگیا کہ حجِ افراد کے سفر میں صرف حج ہی ادا کیا جاتا ہے اور حجِ تمتع میں حج وعمرہ دونوں ادا کئے جاتے ہیں مگر الگ الگ احرام سے اور حجِ قران میں دونوں افعال ایک ہی احرام سے ادا کئے جاتے ہیں۔

③ عندالاحناف افضل کی تعیین:۔ عندالاحناف سب سے افضل حجِ قران ہے اس لئے کہ اس میں ایک ہی احرام سے حج وعمرہ ادا کیا جاتا ہے پھر حجِ تمتع حجِ افراد سے افضل ہے اس لئے کہ اس میں حج وعمرہ دونوں ادا کئے جاتے ہیں اگرچہ الگ الگ احرام سے جبکہ حجِ افراد میں صرف حج ادا ہوتا ہے۔

④ اصطلاحات کی وضاحت:۔ "**شوط**" طواف کے ایک چکر کو کہتے ہیں۔ "**اضطباع**" چادر کو دائیں بغل سے گزار کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔ "**رمل**" کندھوں کو ہلا کر اکڑ کر چلنا "**استلام**" چومنا اور بوسہ لینا۔

⑤ **مواقیت الحج** کی مراد ونشاندہی:۔ مواقیت الحج وہ مقام وجگہیں ہیں جہاں سے حاجی یا معتمر کا بغیر احرام گزرنا جائز نہیں۔ مواقیت الحج پانچ ہیں ① ذوالحلیفہ: یہ اہلِ مدینہ کا میقات ہے ② ذاتِ عرق: یہ اہلِ عراق کا میقات ہے ③ جحفہ: یہ اہلِ شام اور اہلِ مصر کا میقات ہے ④ قرن: یہ اہلِ نجد کا میقات ہے ⑤ یلملم: یہ اہلِ یمن کا میقات ہے۔ (التکمیل الضروری ج ۱ ص ۱۸۶)

الشق الثانی ..... **وَمَنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَهُوَ مُسَافِرٌ أَوْ خَارِجَ الْمِصْرِ وَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمِصْرِ نَحْوُ الْمِيْلِ أَوْ أَكْثَرَ**

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اَوْكَانَ يَجِدُ الْمَاءَ اِلَّا اَنَّهٗ مَرِيْضٌ فَخَافَ اِنِ اسْتَعْمَلَ الْمَاءَ اِشْتَدَّ مَرَضُهٗ اَوْخَافَ الْجُنُبُ اِنِ اغْتَسَلَ بِالْمَاءِ يَقْتُلُهُ الْبَرْدُ اَوْيُمَرِّضُهٗ فَاِنَّهٗ يَتَيَمَّمُ بِالصَّعِيْدِ۔ اَلتَّيَمُّمُ ضَرْبَتَانِ يَمْسَحُ بِاِحْدَاهُمَا وَجْهَهٗ وَبِالْاُخْرٰى يَدَيْهِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ وَالتَّيَمُّمُ فِى الْجَنَابَةِ وَالْحَدَثِ سَوَاءٌ وَ يَجُوْزُ التَّيَمُّمُ عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَؒ وَمُحَمَّدٍؒ بِكُلِّ مَا كَانَ مِنْ جِنْسِ الْاَرْضِ كَالتُّرَابِ وَالرَّمْلِ وَالْحَجَرِ وَالْجَصِّ وَالنُّوْرَةِ وَالْكُحْلِ وَالزِّرْنِيْخِ ۔(ص۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ وتشریح کریں۔ تیمّم کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) تیمّم کا لغوی واصطلاحی معنی۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جو شخص نہ پائے پانی اور وہ مسافر ہو یا شہر سے باہر ہو اور اسکے درمیان اور شہر کے درمیان ایک میل یا اس سے زائد کی مسافت ہو یا وہ پانی پاتا ہو مگر وہ بیمار ہو اور خوف ہو کہ اگر پانی استعمال کیا تو مرض بڑھ جائے گا یا جنبی کو خوف ہو کہ اگر پانی سے غسل کیا تو اس کو سردی مار ڈالے گی یا بیمار کردے گی تو بے شک وہ پاک مٹی سے تیمّم کرے۔ تیمّم دو ضربیں ہیں، ان دونوں میں سے ایک کے ذریعہ مسح کرے گا اپنے چہرہ کا اور دوسری ضرب کے ذریعہ اپنے بازوؤں کا کہنیوں تک اور تیمّم کا طریقہ جنابت وحدث میں برابر ہے اور جائز ہے تیمّم امام ابوحنیفہ وامام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک ہر اس چیز سے جو زمین کی جنس سے ہو جیسے مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونہ، سرمہ وہڑتال۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں تیمّم کے حکم کا بیان ہے کہ جس شخص کے پاس پانی نہ ہو اور وہ مسافر ہو یا شہر سے باہر ہو اور اس کے اور شہر کے درمیان ایک میل یا زائد کی مسافت ہو یعنی شہر سے وہ شخص کم از کم ایک میل دور ہو یا اس شخص کے پاس پانی تو موجود ہے مگر وہ بیمار ہے اسے خوف ہے کہ اگر میں نے پانی استعمال کیا تو سردی سے مرجاؤں گا یا بیمار ہو جاؤں گا یا مرض بڑھ جائے گا یا جنبی آدمی نے خوف محسوس کیا کہ اگر پانی سے غسل کرے گا تو سردی اس کو ختم کردے گی تو ایسا شخص تیمّم کرسکتا ہے۔ اس کے لئے پانی استعمال کرنا ضروری نہیں ہے وہ پاک مٹی سے تیمّم کرسکتا ہے۔

اسکے بعد تیمّم کا طریقہ بتلایا کہ اوّل نیت کرو کہ میں ناپاکی دور کرنے اور نماز پڑھنے کیلئے تیمّم کرتا ہوں پھر دونوں ہاتھ مٹی کی کسی چیز پر مار کر انہیں جھاڑ دو۔ زیادہ مٹی لگ جائے تو منہ سے پھونک دو۔ اور دونوں ہاتھوں کو منہ پر اس طرح پھیرو کہ کوئی جگہ باقی نہ رہ جائے ایک بال برابر جگہ چھوٹ جائے تو تیمّم جائز نہ ہوگا۔ پھر دوسری مرتبہ دونوں ہاتھ مٹی پر مارو اور انہیں جھاڑ کر پہلے بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کے سروں کے نیچے رکھ کر کھینچتے ہوئے کہنی تک لے جاؤ اس طرح لے جانے میں سیدھے ہاتھ کے نیچے کی جانب ہاتھ پھر جائے گا۔ پھر بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سیدھے ہاتھ کے اوپر کی طرف کہنی سے انگلیوں تک کھینچتے ہوئے لاؤ اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے اندر کی جانب کو سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے کی پشت پر پھیرو۔ پھر اسی طرح سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پھیرو۔ پھر انگلیوں کا خلال کرو اگر انگوٹھی پہنے ہوئے ہو تو اسے اتارنا یا ہلانا ضروری ہے۔ داڑھی کا خلال کرنا بھی سنت ہے۔ اسکے بعد الۂ تیمّم (جس چیز سے تیمّم کرنا جائز ہے) کو بیان کیا کہ ہر وہ چیز جو زمین کی جنس سے ہو (جیسے مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونہ، سرمہ وہڑتال وغیرہ) اس سے تیمّم کرنا جائز ہے۔ (**نوٹ**: حدثِ اصغر وحدثِ اکبر دونوں کیلئے تیمّم کا یہی طریقہ ہے اس میں کوئی فرق نہیں ہے)

❹ تیمّم کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ لغت میں تیمّم مطلق قصد اور ارادہ کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں بہ نیتِ طہارت پاک مٹی سے چہرہ اور ہاتھوں کا مسح کرنا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل .....اَلزَّكٰوةُ وَاجِبَةٌ فِى عُرُوْضِ التِّجَارَةِ كَائِنَةً مَاكَانَتْ اِذَابَلَغَتْ قِيْمَتُهَا نِصَاباً مِنَ الْوَرِقِ اَوِالذَّهَبِ يُقَوِّمُهَا بِمَا هُوَ اَنْفَعُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ مِنْهُمَا ، وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَؒ يُقَوِّمُ مِمَّا اشْتَرَاهُ بِهٖ فَاِنِ اشْتَرَاهُ بِغَيْرِ الثَّمَنِ يُقَوِّمُ بِالنَّقْدِ الْغَالِبِ، وَقَالَ مُحَمَّدٌؒ بِغَالِبِ النَّقْدِ فِى الْمِصْرِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ۔

عبارت پر اعراب لگا کر معنی خیز ترجمہ کریں۔عبارت مذکورہ میں ائمہ ثلاثہ کے اقوال کی واضح تشریح کریں۔(ص۶۱۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) ائمہ ثلاثہؒ کے اقوال کی تشریح۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **كمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ زکوٰۃ واجب ہے سامانِ تجارت میں خواہ وہ کسی قسم کا بھی ہو جبکہ پہنچ جائے اس کی قیمت چاندی یا سونے کے نصاب کو، قیمت لگائے اس کی اس چیز سے جو زیادہ نافع ہو فقراء و مساکین کیلئے ان دونوں میں سے، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ قیمت لگائے اس کی اس چیز سے جس کے ذریعہ خریدا ہے اس نے اس کو پس اگر خریدا ہو اس کو ثمن (سونے چاندی) کے علاوہ سے تو قیمت لگائے اس چیز سے جو رائج ہو شہر میں اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ہر حال میں نقد غالب سے ہی قیمت لگائے گا۔

❸ ائمہ ثلاثہؒ کے اقوال کی تشریح:۔ کسی شخص کے پاس سامانِ تجارت ہے جو چاندی یا سونے میں سے کسی ایک چیز کے نصاب کو پہنچتا ہے تو بالاتفاق وہ شخص اسی حساب کا لحاظ کرے گا جس کے مطابق وہ سامان نصاب زکوٰۃ کو پہنچ رہا ہے۔

اور اگر وہ سامانِ تجارت چاندی و سونا ہر دو کے نصاب زکوٰۃ کو پہنچتا ہے تو پھر وہ شخص کس اعتبار سے زکوٰۃ ادا کرے گا' اس میں ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ جس نصاب کے اعتبار سے فقراء و مساکین کو زیادہ فائدہ ہو اس اعتبار سے زکوٰۃ ادا کرے گا مثلاً سامانِ تجارت کی قیمت سونے سے لگائیں تو اس پر آدھا دینار (پانچ درہم) زکوٰۃ لازم ہوتی ہے اور اگر چاندی سے لگائیں تو اس پر چھ درہم لازم ہوتے ہیں تو چاندی کے لحاظ سے زکوٰۃ ادا کرے گا۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مالک نے سونا و چاندی میں سے جس کے ساتھ بھی وہ سامان خریدا ہے اسی کا لحاظ ہوگا اور اگر سونا چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز دے کر وہ سامان خریدا ہے تو پھر شہر میں جو نقدی (کرنسی) چلتی ہو اسی کا لحاظ کر کے زکوٰۃ ادا کرے گا یعنی اس نقدِ غالب میں اس سامان کی مالیت پر جتنی زکوٰۃ لازم ہوتی ہوگی وہی ادا کرے گا۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ خواہ اس نے وہ سامان سونا چاندی سے خریدا ہو یا کسی اور سامان وغیرہ کے عوض بہر صورت شہر کی نقدِ غالب (کرنسی) کے اعتبار سے ہی وہ زکوٰۃ ادا کرے گا۔

الشق الثانی.....**والعامد فی الیمین والمکرہ والناسی سواء ومن فعل المحلوف علیه مکرها اوناسیا فهو سواء۔**

یمین غموس، منعقدہ اور لغو کی تعریف ذکر کر کے یہ بتائیں کہ ان میں کس کس کے اندر کفارہ واجب ہوتا ہے نیز کفارے کی تفصیل بھی تحریر کریں، عبارت مذکورہ کا مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔یمین اور اضحیہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) یمین غموس، منعقدہ و لغو کی تعریف (۲) وجوبِ کفارہ والی قسم (۳) کفارہ کی تفصیل (۴) عبارت کا مطلب (۵) یمین واضحیہ کا لغوی و اصطلاحی معنی۔ (ص۱۹۹۔امدادیہ)

جواب ..... ❶ یمین غموس، منعقدہ، لغو کی تعریف:۔ یمینِ غموس: کسی امرِ ماضی پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہوئے قسم کھانا مثلاً زید کو معلوم ہے کہ بکر نہیں آیا مگر وہ جان بوجھ کر کہتا ہے کہ اللہ کی قسم بکر آیا ہے۔

یمینِ منعقدہ: کسی امرِ مستقبل کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا' مثلاً اللہ کی قسم میں ضرور تجھے ماروں گا۔

یمینِ لغو: کسی امرِ ماضی پر اپنے گمان میں سچی قسم کھانا حالانکہ وہ جھوٹا ہو مثلاً زید نے رات کو بکر کے آنے کا انتظار کیا مگر بکر نہ آیا تو زید سو گیا اس کے بعد بکر آیا مگر زید کو اس کا علم نہ ہوا چنانچہ زید سے صبح کسی نے بکر کے بارے میں معلوم کیا تو زید نے کہا اللہ کی قسم بکر نہیں آیا حالانکہ وہ آیا ہوا ہے۔

❷ وجوبِ کفارہ والی قسم:۔ یمین منعقدہ میں کفارہ واجب ہے۔جبکہ یمینِ غموس میں اختلاف ہے، احناف، مالکیہ و حنابلہ کے نزدیک صرف توبہ و استغفار ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک یمینِ غموس میں کفارہ و استغفار دونوں لازم ہیں اور یمینِ لغو میں غالب اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کا مواخذہ نہیں کریں گے۔

❸ کفارہ کی تفصیل:۔ قسم کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑے پہنانا یا ایک غلام آزاد کرنا ہے اگر کسی پر بھی قادر نہ ہو تو تین

روزے مسلسل رکھنا، **کماقال اللّٰہ تعالٰی: فکفارته اطعام عشرة مساکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم اوکسوتهم او تحریر رقبة، فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام ذلك کفارة ایمانکم.**

❹ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں یمین کے متعلق مسئلہ کو بیان فرمارہے ہیں کہ کوئی شخص جان بوجھ کر قسم کھاتا ہے یا کسی کے مجبور کرنے سے (زبردستی) یا بھول کر قسم کھاتا ہے تو یہ سب برابر ہیں انکی قسم منعقد ہوجائے گی وہ شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے بھول کر قسم کھائی ہے یا مجھے قسم پر مجبور کیا گیا تھا۔

اسی طرح کسی نے قسم کھائی پھر بھول کر یا کسی کے مجبور کرنے پر اس نے قسم توڑ ڈالی تو یہ بھی حانث ہوں گے یہ دونوں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے بھول کر یہ قسم توڑی ہے یا ہمیں قسم کے توڑنے پر مجبور کیا گیا تھا لہٰذا ہم پر کفارہ نہیں۔

❺ یمین واضحیہ کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ یمین: اس کا لغوی معنی قوت ہے اور اصطلاحی معنی حالف کا کسی فعل یا ترکِ فعل کو قسم کے ذریعہ پختہ کرنا۔

اضحیہ: لغت میں بکری گائے بھینس وغیرہ جیسے جانور کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں وہ مخصوص جانور جو قربت وثواب کی نیت سے مخصوص ایام یعنی ایامِ قربانی میں ذبح کیا جائے۔ (التکمیل الضروری)

﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل.....**القتل علٰی خمسة اوجه عمدوشبه عمد وخطاء و ماجری مجری الخطاء والقتل بسبب۔** (ص۱۷۶۔امدادیہ)

قتل کی اقسامِ خمسہ میں سے ہر ایک کی تعریف اور حکم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) قتل کی اقسامِ خمسہ کی تعریف (۲) اقسامِ قتل کا حکم۔

جواب..... ❶ و ❷ قتل کی اقسامِ خمسہ کی تعریف اور اقسامِ قتل کا حکم:۔ قتلِ عمد: کسی شخص کو آلۂ قتل سے یا کسی ایسی نوکدار چیز سے قصداً قتل کرنا جو تفریقِ اجزاء میں آلۂ قتل کی مثل ہو (جس سے عام طور پر قتل واقع ہوتا ہو) مثلاً تلوار، چھری، کلاشنکوف، پستول، نوکدار پتھر وغیرہ۔

"**حکم**" اس کا موجب گناہ اور قصاص ہے اِلّا یہ کہ ورثاء معاف کردیں اور اس میں کفارہ نہیں ہے۔

قتل شبہ عمد: کسی کو ایسی چیز سے قصداً قتل کرنا جو نہ آلۂ قتل ہو اور نہ تفریقِ اعضا میں اس کی مثل ہو مثلاً بڑا پتھر، لاٹھی۔

"**حکم**" اس کا موجب گناہ ہے اور اس پر کفارہ ودیت ہے قصاص نہیں ہے۔

قتلِ خطاء: اس کی دو قسمیں ہیں (۱) خطاء فی القصد یہ ہے کہ کسی شخص کو شکار سمجھ کر تیر مار دیا (۲) خطاء فی الفعل یہ ہے کہ کسی شکار کو تیر مارا مگر وہ آدمی کو لگ گیا۔

"**حکم**" اس کی سزا کفارہ اور عاقلہ پر دیت ہے، اس قتل میں گناہ نہیں ہے۔

قتل جاری مجریٰ خطا: یہ ہے کہ کوئی پہلوان شخص سو رہا تھا اس نے کروٹ لی تو کوئی کمزور شخص یا کوئی بچہ اسکے نیچے آکر مرگیا۔

"**حکم**" اس میں بھی کفارہ اور عاقلہ پر دیت ہے البتہ گناہ نہیں ہے۔

قتل بسبب: کہ کسی نے حاکم کی اجازت کے بغیر غیر کی مِلک (زمین) میں کنواں کھودا یا پتھر رکھ دیا اور کوئی شخص کنویں میں گر کر یا پتھر سے ٹکرا کر مرگیا۔

"**حکم**" اس میں بھی فقط عاقلہ پر دیت ہے اور کفارہ واجب نہیں ہے۔

الشق الثانی.....**وَمَنْ کَانَ لَهٗ وَطَنٌ فَانْتَقَلَ عَنْهُ وَاسْتَوْطَنَ غَیْرَهٗ ثُمَّ سَافَرَ فَدَخَلَ وَطَنَهُ الْاَوَّلَ لَمْ یُتِمَّ الصَّلٰوةَ ۔ وَاِذَا نَوَی الْمُسَافِرُ اَنْ یُّقِیْمَ بِمَکَّةَ وَمِنٰی خَمْسَةَ عَشَرَیَوْماً لَمْ یُتِمَّ الصَّلٰوةَ ۔ وَالْجَمْعُ بَیْنَ الصَّلٰوتَیْنِ**

لِلْمُسَافِرِ يَجُوْزُ فِعْلًا وَلَا يَجُوْزُ وَقْتًا ۔(ص۲۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔عبارت میں مذکورہ مسائل کی تشریح کرتے ہوئے خط کشیدہ عبارت کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں ممتحن چار امور کا طالب ہے(۱)عبارت پر اعراب (۲)عبارت کا ترجمہ(۳)مسائل کی تشریح (۴)خط کشیدہ عبارت کا مطلب۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ جس شخص کا ایک وطن تھا پس وہ منتقل ہو گیا وہاں سے اور اس نے دوسری جگہ کو وطن بنالیا پھر سفر کر کے اپنے پہلے وطن میں آیا تو وہ پوری نماز نہیں پڑھے گا۔اور جب نیت کر لے مسافر اس بات کی کہ مقیم رہے گا مکہ اور منیٰ میں پندرہ دن تو وہ پوری نماز نہیں پڑھے گا۔اور دو نمازوں کو جمع کرنا مسافر کیلئے جائز ہے فعلاً، نہ کہ وقتاً۔

❸ مسائل کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے تین مسائل ذکر کئے ہیں۔

①ایک شخص کسی علاقہ میں مستقل رہتا تھا وہ اس کا وطن اصلی تھا۔اس کے بعد اس نے پہلے علاقہ کو چھوڑ کر دوسرے کسی علاقہ میں اپنا وطن بنالیا مستقل رہائش اختیار کر لی تو اب یہ شخص جب اپنے پہلے وطن میں آئے گا تو یہاں مسافر سمجھا جائے گا اب یہ اس کا وطن نہیں رہا لہٰذا وہ نماز مکمل نہیں پڑھے گا بلکہ قصر کریگا۔خلاصہ یہ کہ وطنِ اصلی اپنی مثل کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔

②ایک مسافر نے دورانِ سفر دو شہروں میں اکٹھے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی مثلاً یہ کہ وہ پاکستان سے آیا اس نے منیٰ و مکہ دونوں شہروں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی تو اب وہ مقیم نہیں بنے گا بلکہ مسافر ہی سمجھا جائے گا اور قصر نماز پڑھے گا کیونکہ مقیم ہونے کیلئے ایک ہی جگہ پندرہ دن رہنے کی نیت کرنا ضروری ہے۔

③مسافر شخص اکٹھی دو نمازیں پڑھنا چاہے تو فرمایا کہ وہ فعلاً تو اکٹھی پڑھ سکتا ہے وقتاً نہیں کہ پہلی نماز وقت کے اخیر میں پڑھے اور دوسری نماز وقت کے بالکل شروع میں پڑھے یعنی ہر نماز اپنے وقت میں پڑھے یہ جائز ہے اور اگر وہ ایک ہی وقت میں دو نمازیں مثلاً ظہر اور عصر کی ظہر یا عصر کے وقت میں اکٹھے پڑھنا چاہے یہ جائز نہیں ہے۔

❹ خط کشیدہ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت کا مطلب مسئلہ نمبر تین کے ضمن میں بیان ہو چکا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل .....الشَّهِيْدُ مَنْ قَتَلَهُ الْمُشْرِكُوْنَ اَوْوَجَدَ فِي الْمَعْرَكَةِ وَبِهٖ اَثَرُ الْجِرَاحَةِ اَوْقَتَلَهُ الْمُسْلِمُوْنَ ظُلْمًا وَلَمْ يَجِبْ بِقَتْلِهٖ دِيَةٌ فَيُكْفَنُ وَيُصَلّٰى عَلَيْهِ وَلَا يُغْسَلُ.....وَلَا يُغْسَلُ عَنِ الشَّهِيْدِ دَمُهٗ وَلَا يُنْزَعُ عَنْهُ ثِيَابُهٗ وَيُنْزَعُ عَنْهُ الْفَرْوُ وَالْحَشْوُ وَالْخُفُّ وَالسِّلَاحُ، وَمَنِ ارْتُثَّ غُسِلَ، وَمَنْ قُتِلَ فِيْ حَدٍّ اَوْقِصَاصٍ غُسِلَ وَصُلِّيَ عَلَيْهِ وَمَنْ قُتِلَ مِنَ الْبُغَاةِ اَوْ قُطَّاعِ الطَّرِيْقِ لَمْ يُصَلَّ عَلَيْهِ۔(ص۳۶۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں،شہید کی تعریف وحکم بیان کریں۔خط کشیدہ جملہ کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں(۱)عبارت پر اعراب(۲)عبارت کا ترجمہ(۳)شہید کی تعریف وحکم (۴)خط کشیدہ جملہ کا مطلب۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ شہید وہ شخص ہے جسے مشرکین نے قتل کر دیا ہو یا وہ میدانِ جنگ میں پایا گیا ہو اور اس پر زخم کا نشان ہو یا اس کو مسلمانوں نے ظلماً قتل کیا ہو اور اس کے قتل کی وجہ سے دیت لازم نہ ہوئی ہو، پس اس کو کفن دیا جائے اور اسپر نماز پڑھی جائے اور اسے غسل نہ دیا جائے.....اور نہ دھویا جائے شہید کا خون اور نہ اس کا کپڑا نکالا جائے اور اس کی پوستین، روئی دار کپڑے، موزے اور ہتھیار اتارے جائینگے اور مرتث کو غسل دیا جائے اور جو شخص حد میں یا قصاص میں قتل کیا گیا اسکو غسل دیا جائے اور اس پر نماز (بھی) پڑھی جائے اور باغیوں اور ڈاکوؤں میں سے کوئی شخص قتل کیا گیا ہو تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے۔

(۳) شہید کی تعریف وحکم:۔ شہید وہ شخص ہے جسے کافروں نے قتل کیا ہو یا وہ میدانِ کارزار میں مردہ ہونے کی حالت میں پایا گیا اور اس پر تیر تلوار نیزے وغیرہ کے لگنے کے نشانات ہیں یا کسی مسلمان نے اسے ظلماً قتل کر دیا ہو مثلاً کسی ڈاکو نے اسے قتل کر دیا ہو اور پھر اس کے قتل کی وجہ سے کسی پر دیت بھی لازم نہ کی گئی ہو تو وہ شہید ہے۔

حکم: شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا بلکہ اس کو خون آلود جسم کے ساتھ انہی کپڑوں میں کمی بیشی کر کے وہی کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جائے۔

(۴) خط کشیدہ جملہ کا مطلب:۔ قتل کی دو قسمیں ہیں قتلِ عمد، قتلِ خطا، قتلِ عمد میں قصاص واجب ہوتا ہے اور قتلِ خطا میں دیت واجب ہوتی ہے اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ وہ قتلِ عمد ہو کہ اس قتل سے دیت واجب نہ ہوئی ہو۔

الشق الثانی.....**ومن کان علیه دین محیط بماله فلازکاة علیه وان کان ماله اکثر من الدین زکّی الفاضل اذا بلغ نصابا ولیس فی دورالسکنی وثیاب البدن واثاث المنزل ودواب الرکوب وعبید الخدمة وسلاح الاستعمال زکاة. ولایجوز اداء الزکاة الّابنیة مقارنة للاداء اومقارنة لعزل مقدار الواجب.** (ص۳۷۔امدادیہ)

عبارت کا سلیس ترجمہ کر کے بے غبار تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کا مطلب۔

جواب..... (۱) عبارت کا ترجمہ:۔ جس شخص پر قرض ہو جو احاطہ کرنیوالا ہو اسکے مال کا (مال کے برابر یا زائد ہو) تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور اگر اسکا مال دَین سے زیادہ ہو تو زکوٰۃ ادا کرے گا زائد مال کی جب وہ پہنچے نصاب کو اور رہائشی گھروں میں اور پہننے کے کپڑوں میں اور گھریلو سامان میں اور سواری کے جانوروں میں اور خدمت کے غلاموں میں اور استعمال ہونیوالے ہتھیاروں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور نہیں جائز زکوٰۃ ادا کرنا مگر ایسی نیت کے ساتھ جو ادا کے مقارن ہو یا مقدارِ واجب علیحدہ کرنے کے مقارن ہو۔

(۲) عبارت کا مطلب:۔ کسی شخص کے پاس مال بقدرِ نصاب موجود ہے مگر اس پر لوگوں کا قرض ہے جو اس کے کُل مال یا بعض مال کو محیط ہے کہ اگر وہ قرض ادا کر دیا جائے تو مال بقدرِ نصاب نہیں بچتا تو ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر قرض کی ادائیگی کے بعد بھی مال بقدرِ نصاب باقی ہے تو پھر اس زائد مال پر زکوٰۃ واجب ہے۔

رہائشی گھروں میں، پہننے کے کپڑوں میں، گھریلو سامان میں، سواری کے جانوروں میں، خدمت کے غلاموں میں اور استعمال ہونے والے ہتھیاروں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے الحاصل ضرورت کی استعمال والی اشیاء پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی صرف اسی صورت میں درست ہوگی جب زکوٰۃ ادا کرتے وقت یہ نیت کرے کہ میں یہ زکوٰۃ ادا کر رہا ہوں یا پھر اس صورت میں درست ہوگی کہ جتنی مقدار زکوٰۃ واجب ہے اتنی مقدار مثلاً پچاس ہزار روپے میں سے ساڑھے بارہ سو روپیہ اس نیت سے علیحدہ رکھ لے کہ یہ میں نے زکوٰۃ ادا کرنی ہے، پھر کسی کو پچاس دیدیئے، کسی کو سو دیدیئے اس ساڑھے بارہ سو میں سے تو اس ادائیگی کے وقت اگرچہ نیتِ زکوٰۃ نہ بھی کرے تب بھی یہ ادائیگی درست ہے اس لئے کہ مقدارِ واجب کو علیحدہ کرتے وقت زکوٰۃ کی نیت ہو چکی ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل.....**وَمَنْ صَلَّى الظُّهْرَ فِي مَنْزِلِهٖ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ صَلٰوةِ الْاِمَامِ وَلَاعُذْرَ لَهٗ كُرِهَ لَهٗ ذٰلِكَ وَجَازَتْ صَلٰوتُهٗ فَاِنْ بَدَالَهٗ اَنْ يَحْضُرَ الْجُمُعَةَ فَتَوَجَّهَ اِلَيْهَا بَطَلَتْ صَلٰوةُ الظُّهْرِ عِنْدَ اَبِي حَنِيْفَةَؒ بِالسَّعْيِ اِلَيْهَا. وَقَالَ اَبُوْيُوْسُفَؒ وَمُحَمَّدٌؒ لَاتَبْطُلُ حَتّٰى يَدْخُلَ مَعَ الْاِمَامِ.** (ص۲۹۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں اور واضح تشریح کریں، جمعہ کی شرائط تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) جمعہ کی شرائط۔

جواب..... (۱) عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّفی السوال آنفا۔**

(۲) عبارت کا ترجمہ:۔ جس شخص نے ظہر کی نماز پڑھ لی اپنے گھر میں جمعہ کے دن امام کی نماز (جماعتِ جمعہ) سے پہلے اور اس کو

کوئی عذر نہیں تو یہ اس کے لئے مکروہ ہے اور اس کی نماز ہو جائے گی، پس اگر ظاہر ہوئی (دل میں آئی) اس کے یہ بات کہ حاضر ہو جمعہ میں، پس وہ متوجہ ہوا (چلا) اس کی طرف تو باطل ہو گئی ظہر کی نماز امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی طرف چلنے سے ہی، صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ نہیں باطل ہو گی یہاں تک کہ شریک ہو جائے امام کے ساتھ۔

③ عبارت کی تشریح:۔ کسی شخص نے جمعہ کے دن امام کی جمعہ کی جماعت سے پہلے ہی اپنے گھر میں بغیر کسی عذر کے ظہر کی نماز پڑھ لی تو یہ نماز اس کی مکروہ ہے البتہ کراہت کے باوجود نماز ہو جائیگی لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ ظہر کی نماز پڑھ لینے کے بعد اس کے دل میں یہ بات آئی کہ جمعہ کی فضیلت حاصل کروں تو وہ اس نیت سے نمازِ جمعہ میں شرکت کے لئے گھر سے چل پڑا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی ظہر کی نماز باطل ہو گئی خواہ اسے امام کے ساتھ نماز ملے یا نہ ملے، اگر مل گئی تو وہی نمازِ جمعہ ادا کر لے اور اگر نہیں ملی تو نمازِ ظہر دوبارہ پڑھے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ظہر دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں اگر امام کی نماز میں شریک ہو گیا تو اس کی یہی نماز ہو جائے گی اور سابقہ نمازِ ظہر باطل ہو جائے گی اور اگر امام کے ساتھ شریک نہ ہو سکا تو وہی نمازِ ظہر جو اس نے ادا کی تھی وہ برقرار رہے گی اسے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔

④ جمعہ کی شرائط:۔ جمعہ کیلئے بارہ شرائط ہیں۔ چھ شرائط وجوبِ جمعہ کی ہیں ① آزاد ہو غلام نہ ہو ② مرد ہو بچہ یا عورت نہ ہو ③ مقیم ہو مسافر نہ ہو ④ تندرست ہو بیمار نہ ہو ⑤ پاؤں درست ہوں لنگڑا وغیرہ نہ ہو ⑥ آنکھ درست ہونا بینا وغیرہ نہ ہو۔

چھ شرائط صحتِ جمعہ کی ہیں ① بادشاہ یا اس کا نائب ہو یہ شرط اس وقت ہے جبکہ صحیح اسلامی حکومت ہو ② وقت ہو ③ جماعت ہو بلا جماعت جمعہ نہیں ہوتا ④ خطبہ ہو ⑤ شہر ہو ⑥ اذنِ عام ہو یعنی ہر کسی کو (اس جگہ کے مناسب) اس جگہ آنے کی اجازت ہو۔

الشق الثانی ..... **اِذَا اُحْصِرَ الْمُحْرِمُ بِعَدُوٍّ اَوْ اَصَابَهٗ مَرَضٌ يَمْنَعُهٗ مِنَ الْمُضِيِّ جَازَلَهُ التَّحَلُّلُ وَقِيْلَ لَهٗ اِبْعَثْ شَاةً تُذْبَحُ فِي الْحَرَمِ وَوَاعِدْ مَنْ يَّحْمِلُهَا يَوْمًا بِعَيْنِهٖ يَذْبَحُهَا فِيْهِ ثُمَّ تَحَلَّلَ فَاِنْ كَانَ قَارِنًا بَعَثَ دَمَيْنِ، وَلَا يَجُوْزُ ذَبْحُ دَمِ الْاِحْصَارِ اِلَّا فِي الْحَرَمِ وَيَجُوْزُ ذَبْحُهٗ قَبْلَ يَوْمِ النَّحْرِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَؒ وَقَالَا لَا يَجُوْزُ الذَّبْحُ لِلْمُحْصَرِ بِالْحَجِّ اِلَّا فِيْ يَوْمِ النَّحْرِ، وَيَجُوْزُ لِلْمُحْصَرِ بِالْعُمْرَةِ اَنْ يَّذْبَحَ مَتٰى شَاءَ وَالْمُحْصَرُ بِالْحَجِّ اِذَا تَحَلَّلَ فَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ وَعَلَى الْمُحْصَرِ بِالْعُمْرَةِ الْقَضَاءُ وَعَلَى الْقَارِنِ حَجَّةٌ وَعُمْرَتَانِ۔** (ص ۶۲۔ امدادیہ)

مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر واضح تشریح کریں نیز ''احصار'' کی لغوی اور اصطلاحی تعریف لکھنا نہ بھولئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) احصار کا لغوی واصطلاحی معنٰی۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ احناف کے نزدیک جو چیز بھی احرام باندھنے کے بعد احرام کے تقاضوں کو پورا کرنے میں رکاوٹ بنے وہ سببِ احصار ہے۔ لہٰذا احصار دشمن کے خوف، مرض، عورت کے محرم نہ رہنے، خرچ کم ہو جانے، عورت کی عدت، راستہ کے بھول جانے وغیرہ سے ہو سکتا ہے اور احصار کا حکم یہ ہے کہ اگر محصر مفرد بالحج یا معتمر ہے تو ایک ھدی کا جانور مثلاً ایک بکری اور اگر قارن ہو تو دو ھدی کے جانور مثلاً دو بکریاں خرید کر یا ان کی قیمت دیکر کسی کی معرفت حرم میں بھیج دے تا کہ وہ اس کی قیمت سے جانور خرید کر وہاں ذبح کرے اسی کے ساتھ ذبح کا ایک دن اور وقت متعین کر دے پھر اسی دن اور اسی وقت احرام کھول دے، لیکن دمِ احصار کیلئے تعیینِ مکان کے متعلق اختلاف ہے: احنافؒ کے نزدیک دمِ احصار حرم میں ذبح کیا جائے گا اور امام مالکؒ وشافعیؒ کے نزدیک حرم کی تخصیص نہیں ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک یوم النحر سے قبل دمِ احصار کا ذبح کرنا جائز ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ محصر بالحج کیلئے یوم النحر کے علاوہ ذبح کرنا جائز نہیں، اگر محصر مفرد بالحج ہے تو اس پر ایک حج اور ایک عمرہ کی قضاء لازم ہے اور اگر معتمر ہے تو صرف ایک عمرہ کی قضاء لازم ہے اور قارن پر ایک حج اور دو عمرہ لازم ہے۔

③ احصار کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ لغوی معنٰی روک دینا، اصطلاحی معنٰی کہ محرم کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے حج یا عمرہ سے روک دیا جائے اور اس عذر میں دم دیکر حلال ہونا مباح ہو۔

﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل.....ومن نذران يتصدق بماله لزمه ان يتصدق بجنس ماتجب فيه الزكوة، ومن نذر ان يتصدق بملكه لزمه ان يتصدق بالجميع ويقال له امسك منه مقدار ماتنفقه على نفسك وعيالك الى ان تكسب مالاً فاذا اكتسبت مالا تصدقه بمثل ماامسكت لنفسك۔(ص۱۱۹۔امدادیہ)

عبارت کی تشریح کریں، خط کشیدہ عبارت کا مطلب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امر قابلِ فکر ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) خط کشیدہ عبارت کا مطلب۔

جواب..... ❶ عبارت کی تشریح:۔ کسی شخص نے یہ نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو میں اپنا مال صدقہ کروں گا چنانچہ اس کا وہ کام ہوگیا تو اب اس کو چاہیے کہ کسی بھی جنس کی اتنی مقدار صدقہ کرے جو نصابِ زکوۃ کو پہنچے۔

اگر کسی نے اپنی ملک صدقہ کرنے کی منت مانی اور وہ کام ہوگیا تو اس کو چاہیے کہ تمام مال صدقہ کردے، صرف اتنا مال بچائے جس سے اس کا اور اس کے اہل وعیال کا خرچہ چل سکے اور بعد میں جب اس نے مزید مال کمالیا تو اب اسے کہا جائے کہ تمام مال میں سے تو نے جتنا مال بچایا تھا اپنے اہل وعیال کیلئے اتنا مزید اب صدقہ کر۔

❷ خط کشیدہ عبارت کا مطلب:۔ تشریح کے ضمن میں اس عبارت کا مطلب ذکر ہوگیا کہ ایسا شخص کسی بھی چیز کی اتنی مقدار صدقہ کرے جس میں زکوۃ لازم ہوتی ہے۔

الشق الثانی.....وَالنِّيَّةُ فَرْضٌ فِي التَّيَمُّمِ وَمُسْتَحَبَّةٌ فِي الْوُضُوْءِ وَيَنْقُضُ التَّيَمُّمَ كُلُّ شَيْئٍ يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ وَيَنْقُضُهٗ اَيْضًا رُؤْيَةُ الْمَاءِ اِذَا قَدَرَ عَلٰى اِسْتِعْمَالِهٖ وَلَايَجُوْزُ التَّيَمُّمُ اِلَّا بِصَعِيْدٍ طَاهِرٍ وَيُسْتَحَبُّ لِمَنْ لَمْ يَجِدِالْمَاءَ وَهُوَ يَرْجُوْ اَنْ يَجِدَهٗ فِي آخِرِ الْوَقْتِ اَنْ يُّؤَخِّرَ الصَّلٰوةَ اِلٰى آخِرِ الْوَقْتِ۔(ص۹۔امدادیہ)

عبارت مذکورہ پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں عبارت میں مذکورہ مسائل کی واضح تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسائل کی تشریح۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور نیت فرض ہے تیمّم میں اور مستحب ہے وضو میں اور توڑ دیتی ہے تیمّم کو ہر وہ چیز جو توڑ دیتی ہے وضو کو اور توڑ دیتا ہے اسے پانی کا دیکھنا بھی جبکہ قادر ہو وہ اس کے استعمال پر، اور نہیں ہے جائز تیمّم مگر پاک مٹی سے اور مستحب ہے اس شخص کیلئے جو نہ پائے پانی کو اور وہ امید رکھتا ہے اس بات کی کہ پالے گا اُسے آخری وقت میں، یہ کہ مؤخر کرے نماز کو آخری وقت تک۔

❸ مسائل کی تشریح:۔ سب سے پہلے نیت کے متعلق مسئلہ ذکر کیا کہ تیمّم میں نیت فرض ہے کیونکہ تیمّم کا معنی ہی قصد کرنا (نیت کرنا) ہے اور وضو میں نیت کرنا مستحب ہے۔

اس کے بعد نواقضِ تیمّم کو ذکر کیا کہ ہر وہ چیز جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے اسی طرح متیمم اگر پانی کو دیکھ لے اور وہ اس کے استعمال پر قادر بھی ہو تو اس سے وضو تو نہیں ٹوٹتا مگر تیمّم اس سے بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

اس کے بعد یہ مسئلہ بیان کیا کہ تیمّم کس چیز سے درست ہے تو فرمایا کہ پاک مٹی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو زمین کی جنس سے ہو (جلانے سے جلے نہیں پگھلانے سے پگھلے نہیں) اس سے تیمّم جائز ہے۔

آخری مسئلہ ذکر کیا کہ کسی شخص کے پاس پانی نہیں ہے مگر اسے امید ہے کہ نماز کے آخر وقت تک مجھے پانی مل جائے گا تو اُسے چاہیے کہ نماز کے آخر وقت تک نماز کو مؤخر کرے، اگر پانی مل جائے تو ٹھیک، وگرنہ تیمّم کرکے آخر وقت میں نماز پڑھ لے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل.....اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ تَطْلِيْقَةً رَجْعِيَّةً اَوْ تَطْلِيْقَتَيْنِ فَلَهٗ اَنْ يُّرَاجِعَهَا فِيْ عِدَّتِهَا رَضِيَتْ

بِذٰلِكَ اَوْ لَمْ تَرْضَ ۔ (باب الرجعة)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ واضح تشریح کر کے رجوع قولی وفعلی کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح اور رجوع قولی وفعلی کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اگر شوہر نے بیوی کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی دی تو اس کو اختیار ہے کہ عدت میں اس سے رجوع کر لے، عورت اس سے راضی ہو یا راضی نہ ہو۔

③ عبارت کی تشریح اور رجوع قولی وفعلی کی وضاحت:۔ شوہر نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق رجعی دی، اب وہ عدت کے اندر اندر عورت سے رجوع کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اس رجوع پر خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو۔

دلیل آیت کریمہ: **الطلاق مرّتان فامساك بمعروف او تسريح باحسان** (جس نے اپنی عورت کو دو طلاقیں دی ہوں تو وہ دستور کے مطابق روک سکتا ہے یا بھلے طریقہ سے چھوڑ سکتا ہے) ہے۔ نیز ارشادِ باری ہے **وبعولتهنّ احقّ بردّهنّ فی ذٰلك ان ارادوا اصلاحا** (اگر وہ سلوک واحسان سے رہنا چاہیں تو شوہر کو رجعت کا زیادہ حق ہے) پس عدت کے اندر اندر رجعت کر سکتا ہے اس کے بعد نہیں۔ اور عورت راضی نہ ہو تب بھی رجوع کر سکتا ہے اس کی دلیل بھی یہی مذکورہ آیت ہے کہ شوہر کو رجعت کا زیادہ حق ہے، جس سے اشارہ نکلتا ہے کہ عورت کی رضامندی کی ضرورت نہیں۔ نیز اوپر والی آیت (**فامسكوهنّ بمعروف**) میں مرد کو کہا گیا ہے کہ تم بیوی کو روک سکتے ہو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بیوی روکنے میں اس کو پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

الشق الثانی.....**وَاِذَا تَجَاوَزَ الدَّمُ عَلَى الْاَرْبَعِيْنَ وَقَدْ كَانَتْ هٰذِهِ الْمَرَاَةُ وَلَدَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ وَلَهَا عَادَةٌ فِي النِّفَاسِ رُدَّتْ اِلٰى اَيَّامِ عَادَتِهَا وَاِنْ لَمْ تَكُنْ لَهَا عَادَةٌ فَنِفَاسُهَا اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا وَمَنْ وَلَدَتْ وَلَدَيْنِ فِيْ بَطْنٍ وَاحِدٍ فَنِفَاسُهَا مَا خَرَجَ مِنَ الدَّمِ عَقِيْبَ الْوَلَدِ الْاَوَّلِ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَؒ وَاَبِيْ يُوْسُفَؒ وَقَالَ مُحَمَّدٌؒ وَزُفَرُؒ مِنَ الْوَلَدِ الثَّانِيْ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ اور تشریح کریں نفاس کی تعریف ذکر کریں اور یہ بتائیں کہ بطنِ واحد سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) نفاس کی تعریف (۵) بطنِ واحد کی مراد۔ (ص ۱۳۔ امدادیہ)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب خون چالیس دن سے آگے بڑھ گیا درانحالیکہ عورت اس سے پہلے بچہ جن چکی ہے اور اس کی نفاس میں عادت ہے تو وہ اپنے ایامِ عادت کی طرف لوٹا دی جائے گی اور اگر اس عورت کی عادت مقرر نہ ہو تو اس کا نفاس چالیس دن ہے اور جس عورت نے ایک پیٹ میں دو بچے جن دیئے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پہلے بچہ کے بعد آنے والا خون اس کا نفاس ہوگا اور امام محمدؒ و امام زفرؒ نے فرمایا کہ دوسرے بچہ سے (نفاس کی ابتداء) ہوگی۔

③ عبارت کی تشریح:۔ ولادت کے بعد چالیس یوم سے زائد خون آنے کی صورت میں یہ دیکھنا ہے کہ اس سلسلہ میں اس عورت کی کوئی عادت ہے یا نہیں، اگر عادت ہے تو ایامِ عادت کی مدت کو نفاس سمجھا جائیگا اور باقی استحاضہ اور اگر اس کی پہلے کوئی عادت نہیں ہے خواہ اس کا پہلا بچہ ہو یا پہلے متعدد بچے ہیں مگر کوئی عادت نہیں ہے تو بہر صورت چالیس دن نفاس ہے اور اس کے بعد استحاضہ ہے اگر کسی عورت کے ایک پیٹ سے دو بچے پیدا ہوئے یعنی دونوں بچوں کے درمیان کا فاصلہ چھ ماہ سے کم ہو تو شیخینؒ کے نزدیک نفاس کی ابتداء پہلے بچہ سے ہوگی اگرچہ دونوں کے درمیان چالیس روز کا فاصلہ ہو اور امام محمد اور امام زفرؒ کے نزدیک نفاس کی ابتداء دوسرے بچہ کی پیدائش سے ہوگی۔

④ نفاس کی تعریف:۔ بچے کی پیدائش کے بعد آنے والے خون کو نفاس کہتے ہیں۔

⑤ بطن واحد کی مراد:۔ بطنِ واحد کا مطلب یہ ہے کہ دو بچوں کے درمیان چھ ماہ سے کم وقفہ ہو۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... وَمَنْ اِبْتَدَأَ الْمَسْحَ وَهُوَ مُقِيْمٌ فَسَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ مَسَحَ تَمَامَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا وَمَنْ اِبْتَدَأَ الْمَسْحَ وَهُوَ مُسَافِرٌ ثُمَّ اَقَامَ فَاِنْ كَانَ مَسَحَ يَوْمًا وَلَيْلَةً اَوْ اَكْثَرَ لَزِمَهٗ نَزْعُ خُفَّيْهِ وَاِنْ كَانَ اَقَلَّ مِنْهُ تَمَّمَ مَسْحَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَمَنْ لَبِسَ الْجُرْمُوْقَ فَوْقَ الْخُفِّ مَسَحَ عَلَيْهِ ، وَلَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَا مُجَلَّدَيْنِ اَوْ مُنَعَّلَيْنِ وَقَالَا يَجُوْزُ اِذَا كَانَا ثَخِيْنَيْنِ لَا يَشِقَّانِ ۔ (ص۱۱۔امدادیہ)

عبارت مذکورہ پر اعراب لگا کر ترجمہ اور تشریح کریں۔ مجلدین، منعلین، اور ثخینین سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) مجلدین، منعلین، ثخینین کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور جس شخص نے بحالتِ اقامت مسح کی ابتداء کی پھر ایک دن رات مکمل ہونے سے پہلے سفر شروع کر دیا تو تین دن ورات مسح کرے اور جس شخص نے بحالت سفر مسح کی ابتداء کی پھر مقیم ہو گیا تو اگر اس نے ایک دن ورات یا اس سے زائد مسح کر لیا ہے تو اس کے لئے موزے اتارنا لازم ہے اور اگر اس سے کم کیا ہو تو ایک دن ورات کی مدت مکمل کرے اور جس شخص نے جرموق موزے پر پہنا وہ اس پر مسح کرے اور جوربین پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ دونوں مجلد ہوں یا منعل ہوں اور صاحبینؒ نے کہا کہ جائز ہے بشرطیکہ موٹے کپڑے کے ہوں جن سے پانی نہ ٹپکتا ہو۔

③ عبارت کی تشریح:۔ "ومن ابتدأ ..... تم مسح یوم ولیلة" اس مسئلہ کی متعدد صورتیں ہیں۔

① مقیم نے جس طہارت پر موزے پہنے تھے اسکے ٹوٹنے سے قبل سفر شروع کر دیا پھر بحالتِ سفر کسی وجہ سے اسکی طہارت ختم ہو گئی تو اس صورت میں بالاجماع مدتِ اقامت، مدتِ سفر کی طرف منتقل ہو جائیگی یعنی بالاتفاق مسح کی مدت تین دن ورات پوری کریگا۔

② حدث کے بعد اور مدتِ اقامت پوری کرنے کے بعد سفر اختیار کیا تو اس صورت میں بالاجماع مدت اقامت، مدت سفر کی طرف منتقل نہیں ہوگی یعنی ایک دن ورات پورا ہونے پر موزے اتار دے۔

③ حدث کے بعد اور مدت اقامت پوری ہونے سے قبل سفر شروع کیا تو اس صورت میں احنافؒ کے نزدیک مدتِ اقامت مدت سفر کی طرف منتقل ہو جائے گی یعنی تین روز تک مسح کرے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک مدتِ اقامت، مدتِ سفر کی طرف منتقل نہیں ہوگی بلکہ ایک دن ایک رات پورا کر کے موزے اتارنا ضروری ہے۔

④ ایک شخص مسافر تھا اور موزے پہنے ہوئے تھا اور اس پر ایک دن ورات یا اس سے زیادہ مسح کر چکا تھا پھر اس نے اقامت اختیار کر لی تو اسکو چاہیے کہ موزے اتار کر پیر دھولے لیکن اگر ایک دن ورات مکمل کرنے سے پہلے مقیم ہو گیا تو پھر وہ مدتِ اقامت پوری کریگا۔

"ومن لبس الخ" اگر کسی نے موزے کے اوپر جرموق (وہ چیز جو موزے کے اوپر اسکی حفاظت کی خاطر پہنی جاتی ہے) پہن لیا تو حنفیہؒ کے نزدیک جرموق پر مسح جائز ہے البتہ اس کے جواز کی شرطیں ہیں ① جرموق موزہ پہننے کے بعد حدث لاحق ہونے سے پہلے موزہ پر پہنا گیا ہو ② جرموق چمڑے کا ہوتا کہ اگر دونوں کو الگ کر دیا جائے تو دونوں پر مسح کیا جا سکے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

مسح علی الجوربین کی تین صورتیں ہیں: ① جوربین مجلدین اور منعلین پر بالاتفاق مسح جائز ہے۔

② جوربین مجلد یا منعل نہ ہوں اور رقیق ہوں تو اس پر بالاتفاق مسح جائز نہیں۔

③ جوربین غیر مجلدین و غیر منعلین ثخینین ہوں تو ان پر مسح کرنے کے متعلق اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ وصاحبینؒ کے نزدیک مسح جائز ہے، امام صاحبؒ کے نزدیک جائز نہیں لیکن امام صاحبؒ کا آخر وقت میں جمہور کے مسلک کی طرف رجوع ثابت ہے۔

④ مجلدین، منعلین، ثخینین کی مراد:۔ "مجلدین" جراب کے بالائی اور نچلے حصہ پر چمڑا ہو۔ "منعلین" جراب کے نچلے حصہ پر چمڑا

ہو۔ ''خَیْنین'' دبیز (موٹا) کپڑا جس سے پانی نہ ٹپکتا ہو۔

الشق الثانی.....اَلصَّلٰوۃُ فِی الْکَعْبَۃِ جَائِزَۃٌ فَرْضُھَا وَنَفْلُھَا ..... وَاِذَا صَلَّی الْاِمَامُ فِیْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تَحَلَّقَ النَّاسُ حَوْلَ الْکَعْبَۃِ وَصَلُّوْا بِصَلٰوۃِ الْاِمَامِ فَمَنْ کَانَ مِنْھُمْ اَقْرَبُ اِلَی الْکَعْبَۃِ مِنَ الْاِمَامِ جَازَتْ صَلٰوتُہٗ اِذَا لَمْ یَکُنْ فِیْ جَانِبِ الْاِمَامِ۔ (ص۳٦۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ اور تشریح کریں کعبہ کے اندر باجماعت نماز پڑھنے کی کتنی صورتیں ہیں؟ تمام صورتوں کو مع احکام تحریر کریں نیز یہ بتائیں کی کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) کعبہ کے اندر باجماعت نماز پڑھنے کی تمام صورتیں مع احکام (۵) کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ کعبہ میں فرض ونفل نماز پڑھنا جائز ہے اور جب امام نے مسجد حرام میں نماز پڑھی (اور) لوگوں نے کعبہ کے گرد حلقہ باندھا اور امام کی نماز کے ساتھ نماز پڑھی تو ان میں سے جو شخص امام کی بنسبت کعبہ سے زیادہ قریب ہوگا اس کی (بھی) نماز جائز ہوجائے گی جبکہ یہ امام کی جانب میں نہ ہو۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ کعبہ کے اندر فرائض اور نوافل نمازیں پڑھنے کے بارے میں قدرے اختلاف ہے عندالاحناف فرض، نفل دونوں جائز ہیں۔ عندالشافعی دونوں درست نہیں۔ عندمالک نفل درست ہے فرض نہیں۔

اگر مقتدی خانہ کعبہ کے اردگرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تو نماز صحیح ہوجائے گی اب جو شخص امام کی بنسبت خانہ کعبہ سے زیادہ قریب ہو بشرطیکہ امام کی جانب میں نہ ہو تو اس کی نماز بھی درست ہوجائے گی کیونکہ یہ حکماً امام کے پیچھے ہے لیکن اگر مقتدی امام کی جانب میں ہے اور کعبہ سے امام کی بنسبت زیادہ قریب ہے تو مقتدی کی نماز درست نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں مقتدی امام سے آگے بڑھ گیا ہے۔

❹ کعبہ کے اندر باجماعت نماز پڑھنے کی تمام صورتیں مع احکام:۔ اسکی چار صورتیں ہیں: ① مقتدی کی پشت امام کی پشت کی طرف ہو ② مقتدی کا چہرہ امام کے چہرے کی طرف ہو ③ مقتدی کی پشت امام کے چہرے کی طرف ہو ④ مقتدی کا چہرہ امام کی پشت کی طرف ہو۔

ان میں سے پہلی اور چوتھی صورت بلا کراہت جائز ہے اور دوسری صورت مع الکراہت جائز ہے اور تیسری صورت قطعاً جائز نہیں ہے۔

❺ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنے کا حکم:۔ اس مسئلہ میں احناف اور شوافع کے درمیان اختلاف ہے۔ احناف کے نزدیک کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا جائز ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک بالکل جائز نہیں۔ اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک دورانِ نماز کعبہ کی عمارت کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے اور احنافؒ کے نزدیک قبلہ کعبہ کا نام ہے اور عمارت کا نام نہیں ہے عمارت کا نام کعبہ اس لئے نہیں کہ عمارت منتقل ہوسکتی ہے۔ اگرچہ عین کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا جائز ہے لیکن مکروہ ہے اس لئے کہ اس صورت میں کعبہ کی تعظیم باقی نہیں رہتی۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱٤۳۵ھ

الشق الاوّل.....ومن رای هلال رمضان وحده صام وان لم یقبل الامام شهادته واذا کان فی السماء علة قبل الامام شهادة الواحد العدل فی رؤیة الهلال رجلا کان او امرأة حرا کان او عبدا فان لم یکن فی السماء علة لم تقبل الشهادة حتی یراه جمع کثیر یقع العلم خبرهم۔

درج بالا عبارت کا ترجمہ کر کے مطلب واضح کریں۔ صوم کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں نیز صوم نفل اور صوم واجب کی

اقسام ذکر کریں اور یہ بتائیں کہ ان میں روزے کی نیت کس وقت ضروری ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کا مطلب (۳) صوم کا لغوی و اصطلاحی معنی (۴) صومِ واجب وصومِ نفل کی اقسام (۵) مذکورہ اقسام میں نیت کے وقت کی تعیین۔

جواب..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جس شخص نے تنہا رمضان کا چاند دیکھا تو وہ روزہ رکھے اگرچہ امام اسکی شہادت قبول نہ کرے اور جب آسمان میں کوئی علت ہو تو چاند دیکھنے کے سلسلہ میں امام ایک عادل شخص کی گواہی قبول کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام۔ پس اگر آسمان میں کوئی علت نہ ہو تو امام شہادت قبول نہ کرے یہاں تک کہ ایک ایسی جماعت کثیرہ چاند دیکھے جن کی خبر سے یقین آجائے۔

❷ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں رمضان کا چاند دیکھنے کی گواہی کے متعلق مسائل مذکور ہیں۔

① اگر کسی نے تنہا حالت بیداری میں چاند دیکھا اور ابر صاف تھا تو اس کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے اگرچہ امام المسلمین نے اس کی شہادت قبول نہ کی ہو۔ ② اگر مطلع بالکل صاف نہ ہو بلکہ بادل وغیرہ ہوں تو پھر امام ایک عادل آدمی کی گواہی بھی قبول کر لے خواہ مرد ہو یا عورت ہو، آزاد ہو یا غلام ہو۔ ③ اگر مطلع بالکل صاف ہو تو رویتِ ہلال میں اتنی بڑی جماعت کی شہادت قبول ہوگی جن کی خبر سے چاند دیکھنے کا یقین حاصل ہو جائے۔

❸ صوم کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ صوم کا لغوی معنٰی مطلقاً امساک (رکنا) اور اصطلاحی معنٰی صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے رکنا ہے۔

❹ صومِ واجب وصومِ نفل کی اقسام:۔ صوم واجب کی دو قسمیں ہیں ایک وہ ہے جس کا تعلق مخصوص زمانہ سے ہو جیسے رمضان المبارک اور نذر معین کے روزے اگر ان روزوں کی نیت رات میں کر لی جائے تو یہ روزے ہو جائیں گے لیکن اگر صبح تک نیت نہیں کی تو نصف النہار سے قبل تک اگر نیت کر لی تو بھی جائز ہے۔ اور واجب کی دوسری قسم وہ ہے جو ذمہ میں ثابت ہو جیسے رمضان کی قضاء، نذرِ مطلق، کفارات اور ظہار کے روزے۔ ان روزوں کی نیت اگر طلوع صبح صادق سے پہلے کر لی جائے تو یہ روزے جائز ہو جائیں گے اگر طلوعِ فجر کے بعد نیت کی تو یہ روزے جائز نہیں ہونگے کیونکہ ان روزوں کا کوئی وقت متعین نہیں۔ اور تمام نفلی روزوں میں اگر نیت نصف النہار سے پہلے پہلے کر لی جائے تو درست ہو جاتے ہیں۔

❺ مذکورہ اقسام میں نیت کے وقت کی تعیین:۔ اس کا جواب ابھی گزر چکا ہے۔

الشق الثانی..... **اذا قال الرجل لامرأته والله لا أقربك اولا اقربك اربعة اشهر فهو مؤول فان وطئها فی الاربعة الاشهر حنث فی یمینه ولزمته الکفارة وسقط الایلاء وان لم یقربها حتی مضت اربعة اشهر بانت بتطلیقة واحدة فان کان علی اربعة اشهر فقد سقطت الیمین وان کان حلف علی الابد فالیمین باقیة فان عاد فتزوجها عاد الایلاء فان وطئها والا وقعت بمضی اربعة اشهر تطلیقة اخری فان تزوجها ثالثا عاد الایلاء ووقعت علیها بمضی اربعة اشهر تطلیقة اخری ۔** (ص۱۵۳۔امدادیہ)

ایلاء کی لغوی اور شرعی تعریف لکھیں۔ عبارت مذکورہ کی روشنی میں ایلاء مؤقت اور ایلاء مؤبد کی تعریف اور حکم وضاحت کیساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) ایلاء کا لغوی واصطلاحی معنی (۲) ایلاء مؤقت ومؤبد کی تعریف مع حکم۔

جواب..... ❶ ایلاء کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ ''لغوی معنی'' ایلاء یہ مصدر ہے باب افعال سے بمعنی قسم کھانا، ''اصطلاحی معنی'' شوہر قسم کھائے کہ وہ چار ماہ یا اس سے زائد اپنی بیوی سے مقاربت اور وطی نہیں کریگا۔

❷ ایلاءِ مؤقت ومؤبد کی تعریف مع حکم:۔ ایلاءِ مؤبد یہ ہے کہ شوہر کہے "**والله لااقربك ابدًا**" یعنی بخدا میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تم سے جماع نہیں کروں گا اور ایلاءِ مؤقت یہ ہے کہ شوہر کہے "**والله لااقربك اربعة اشهر**" یعنی بخدا میں تم سے چار ماہ تک جماع نہیں کروں گا۔

پہلی صورت میں بالاتفاق شوہر ایلاء کرنے والا ہوگا۔ دوسری صورت میں اختلاف ہے عندالاحناف شوہر ایلاء کرنے والا ہوگا اور ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک شوہر ایلاء کرنے والا نہیں ہوگا۔ اگر شوہر نے چار ماہ کے اندر وطی کرلی تو شوہر اپنی قسم میں حانث ہوجائے گا اور اس پر کفارہ لازم ہوگا اور ایلاء ساقط ہوجائیگا۔ اگر شوہر نے ایلاء کی مدت میں بیوی سے مجامعت نہیں کی اور ایلاء کا زمانہ ومدت گزر گیا تو عندالاحنافؒ یہ عورت ایک طلاق سے بائنہ ہوجائے گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایلاء کی مدت گزر جانے کے بعد قاضی کی تفریق پر عورت بائنہ ہوگی ورنہ نہیں۔ اگر چار ماہ گزر گئے اور شوہر نے مجامعت نہیں کی تو اس کی دو صورتیں ہیں ① شوہر نے قسم اٹھائی کہ وہ چار ماہ عورت سے قربت نہیں کرے گا ② شوہر نے قسم اٹھائی کہ وہ عورت سے ہمیشہ کے لئے مجامعت نہیں کریگا یا مطلقاً کہا کہ صرف مجامعت نہیں کریگا۔ پہلی صورت میں چار ماہ گزر جانے پر قسم ساقط ہوجائے گی دوسری صورت میں چار ماہ گزر گئے اور شوہر نے وطی نہیں کی تو اس عورت پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی اور قسم باقی رہے گی۔ اگر بینونت اور عدت گزر جانے کے بعد مؤلی نے اسی عورت سے دوبارہ نکاح کرلیا تو ایلاء پھر لوٹ آئے گا اب اگر شوہر نے مدتِ ایلاء کے درمیان مجامعت کرلی تو قسم ٹوٹ جائے گی اور قسم کا کفارہ لازم ہوگا لیکن اگر چار ماہ کے دوران شوہر نے عورت سے وطی نہیں کی اور چار ماہ گزر گئے تو دوسری طلاق واقع ہوجائے گی پھر اگر شوہر نے تیسری مرتبہ اسی عورت سے نکاح کرلیا تو ایلاء لوٹ آئے گا اب اگر شوہر نے وطی نہیں کی اور چار ماہ گزر گئے تو تیسری طلاق واقع ہوجائے گی۔ صاحبِ قدوریؒ فرماتے ہیں کہ عورت نے تین مرتبہ بائنہ ہونے کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کرلیا پھر اسی سابق شوہر کے عقد میں آگئی تو اب اس ایلاء سے طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ ایلاء باطل ہوجائے گا البتہ قسم باقی رہے گی اب اگر اس شوہر نے عورت سے وطی کرلی تو قسم کا کفارہ ادا کرنا ہوگا کیونکہ وطی کرنے سے قسم ٹوٹ گئی۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل.....**ومن كان مريضا فى رمضان فخاف ان صام ازداد مرضه افطر وقضى وان كان مسافرا لا يستضر بالصوم فصومه افضل وان افطر وقضى جاز وان مات المريض او المسافر وهما على حالهما لم يلزمهما القضاء وان صح المريض او اقام المسافر ثم ماتا لزمهما القضاء بقدر الصحة والاقامة.**

مذکورہ مسائل کی تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ کیا قضاءِ رمضان کے پے در پے روزے رکھنا ضروری ہے؟ (ص ۴۶۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) مذکورہ مسائل کی تشریح (۲) قضاءِ رمضان کے روزوں کا حکم؟

جواب..... ① عبارت میں مذکورہ مسائل کی تشریح:۔ اس عبارت میں روزوں کے متعلق چند مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔

① شریعت کی طرف سے زیادتیِ مرض کے خوف سے افطار کی اجازت دی گئی ہے اور جن عوارض میں افطار کرنا جائز ہے وہ آٹھ ہیں (۱) مرض (۲) سفر (۳) اکراہ (۴) حمل (۵) رضاع (۶) بھوک (۷) پیاس (۸) کبرسنی۔

② مسافر کو اگر ضرر نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے لیکن اگر افطار کرے تو جائز ہے بعد میں قضاء کرلے۔

③ مسافر سفر کی حالت میں اور مریض مرض کی حالت میں مرگئے تو ان کے ذمہ قضاء لازم نہیں۔

④ مسافر مقیم ہوگیا اور مریض تندرست ہوگیا پھر مرگئے تو ان پر بقدرِ اقامت وصحت قضاء لازم ہوگی یعنی جتنے دن مقیم اور تندرست ہونے کی حالت میں زندہ رہے اتنے دن کی قضاء لازم ہے۔

② قضاءِ رمضان کے روزوں کا حکم:۔ قضاءِ رمضان میں تتابع (پے در پے روزے رکھنا) شرط نہیں ہے لیکن صاحبِ ہدایہ کی تصریح کے مطابق تتابع مستحب ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ تتابع شرط کیوں نہیں ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ ہے جس کفارہ میں غلام آزاد کرنا ہے اس میں تتابع شرط ہے اور جس میں غلام آزاد کرنا نہیں ہے اس میں تتابع شرط نہیں تو قضاءِ رمضان میں تتابع اسلئے شرط نہیں کہ اس میں غلام آزاد کرنا نہیں۔

الشق الثانی.....**الهدى ادناه شاة وهو من ثلاثة انواع من الابل والبقر والغنم يجزى فى ذلك كله الثنى فصاعدا الا من الضان فان الجذع منه يجزى فيه ولا يجوز فى الهدى مقطوع الاذن ولا اكثرها ولا مقطوع الذنب ولا مقطوع اليد ولا الرجل ولا ذاهبة العين ولا العجفاء ولا العرجاء التى لا تمشى الى المنسك.**

مذکورہ عبارت کا ترجمہ اور وضاحت مطلوب ہے ھدی، ثنی، اور جذع کسے کہتے ہیں واضح کیجیے۔ (ص ۶۳۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی وضاحت (۳) ھدی، ثنی، جزع کی تعریف۔

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ ادنیٰ درجہ کی ھدی بکری ہے اور ھدی کی تین اقسام ہیں اونٹ، گائے، بکری ان تمام اقسام میں ثنی یا اس سے زائد عمر کا جانور کافی ہو جاتا ہے البتہ دنبہ کا جزع بھی کافی ہے اور ھدی میں پورا یا اکثر کان کٹا ہوا جانور جائز نہیں ہے اور نہ دم کٹا ہوا نہ ہاتھ کٹا ہوا نہ پیر کٹا ہوا جائز ہے اور نہ آنکھ پھوٹا ہوا نہ انتہائی کمزور اور نہ ایسا لنگڑا جو مذبح تک نہ جا سکے۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ ھدی کا کم از کم درجہ بکری ہے اور ھدی کی تین قسمیں ہیں۔ اونٹ، گائے، بکری یعنی ان میں سے کوئی بھی جانور بطورِ ہدی ذبح کیا جا سکتا ہے۔ ان تمام اقسام میں ثنی یا اس سے زائد عمر کے جانور کی قربانی ضروری ہے البتہ اگر دنبہ چھ ماہ کا ہو موٹا تازہ ہو تو اس کی قربانی درست ہے اور ھدی میں عیب دار جانور کی قربانی درست نہیں تفصیل ترجمہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

❸ ہدی، ثنی، جزع کی تعریف:۔ ''ھدی'' قربانی کا جانور۔ ''ثنی'' ایسا اونٹ جو پانچ سال پورے کر کے چھٹے سال میں داخل ہو گیا ہو اور وہ گائے جو دو سال مکمل کر کے تیسرے سال میں داخل ہو گئی ہو اور وہ بکری جو ایک سال پورا کر کے دوسرے سال میں داخل ہو گئی ہو۔ ''جزع'' چھ ماہ کا دنبہ ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل .....وَيُكْرَهُ تَقْدِيْمُ الْعَبْدِ وَالْاَعْرَابِيِّ وَالْفَاسِقِ وَالْاَعْمٰى وَوَلَدِ الزِّنَاءِ فَاِنْ تَقَدَّمُوْا جَازَ وَيَنْبَغِيْ لِلْاِمَامِ اَنْ لَّا يَطُوْلَ بِهِمُ الصَّلَاةَ، وَيُكْرَهُ لِلنِّسَآءِ اَنْ يُصَلِّيْنَ وَحْدَهُنَّ جَمَاعَةً فَاِنْ فَعَلْنَ وَقَفَتِ الْاِمَامَةُ وَسْطَهُنَّ كَالْعُرَاةِ وَمَنْ صَلّٰى مَعَ وَاحِدٍ اَقَامَهٗ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَاِنْ كَانَا اِثْنَيْنِ تَقَدَّمَهُمَا۔

عبارت مذکورہ پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت میں مذکورہ مسائل کی تشریح کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ عبد اور اعرابی وغیرہ کی امامت کیوں مکروہ ہے؟ نیز منصبِ امامت کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ نمبر وار تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت میں مذکورہ مسائل کی تشریح (۴) عبد و اعرابی کی امامت مکروہ ہونے کی وجہ (۵) احق بالامامت کی ترتیب۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ غلام، دیہاتی، فاسق، نابینا اور ولد الزنا (حرامی) کو (امامت کے لئے) آگے بڑھانا مکروہ ہے اور اگر یہ لوگ آگے بڑھ جائیں تو جائز ہے اور امام کے لئے مناسب ہے کہ مقتدی کے ساتھ نماز کو طویل و لمبا نہ کرے اور عورتوں کے لئے تنہا یا جماعت نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر عورتوں نے جماعت کی تو برہنہ لوگوں کی طرح امام انکے درمیان کھڑی ہو اور جو شخص ایک آدمی کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کو اپنے دائیں جانب کھڑا کرے اور مقتدی دو ہوں تو امام ان کے آگے ہو جائے۔

❸ عبارت میں مذکورہ مسائل کی تشریح:۔ جن لوگوں کی امامت مکروہ ہے مصنفؒ اس عبارت میں ان کا تذکرہ کر رہے ہیں۔ غلام کی امامت مکروہ ہے اسی طرح دیہاتی کی امامت عدمِ علم و جہل کی وجہ سے، فاسق کی امامت شریعت کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے، نابینا کی امامت پاکیزگی میں عدمِ احتیاط کی وجہ سے اور ولد الزنا کی امامت صحیح تعلیم و تربیت کے نہ پانے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ لیکن اگر کسی موقع پر ان حضرات کے علاوہ کوئی اور شخص نہ ہو تو ان کو امام بنانا جائز ہے البتہ فاسق کی امامت کراہت کے ساتھ جائز ہوگی۔ چونکہ مقتدیوں میں ضعیف العمر بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں اس لئے امام کا فرض ہے کہ نماز کو طول نہ دے بلکہ کمزور حضرات کا خیال رکھے۔

عورتوں کی نماز با جماعت مکروہ تحریمی ہے اگر وہ جماعت کروائیں تو اسکا حکم بھی برہنہ لوگوں کی جماعت کا ہے کہ اگر ان کی جماعت ہو تو انکا امام صف کے بیچ میں ہوگا تاکہ کشفِ عورت زیادہ نہ ہو۔

مقتدی کے ایک ہونے کی صورت میں اس کو امام کے دائیں جانب کھڑا ہونا چاہیے اگر مقتدی ایک سے زائد ہوں تو امام آگے کھڑا ہوگا۔

④ عبد واعرابی کی امامت مکروہ ہونے کی وجہ:۔ عدمِ علم وجہل کی وجہ سے مکروہ ہے۔

⑤ منصبِ امامت کا سب سے زیادہ حقدار:۔ اولاً جماعت کا حقدار وہ شخص ہے جو سنت کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو اگر سب برابر ہوں علم یا عدمِ علم میں تو پھر احق بالامامۃ وہ شخص ہے جو قرآن سب سے اچھا پڑھنے والا ہو، اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو پھر جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، وہ مستحق ہے، اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو پھر جو شخص ان میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ ہو وہ امامت کا حقدار ہے۔

الشق الثانی ..... **اوّل وقت الفجر اذا طلع الفجر الثانی وهو البیاض المعترض فی الأفق وآخر وقتها مالم تطلع الشمس و اوّل وقت الظهر اذا زالت الشمس وآخر وقتها عند ابی حنیفةؒ اذا صار ظل کل شیئ مثلیه سوی فیئ الزوال، وقال ابو یوسف و محمداذا صار ظل کل شیئ مثله، واوّل وقت العصر اذا خرج وقت الظهر علی القولین وآخروقتها مالم تغرب الشمس واوّل وقت المغرب اذا غربت الشمس وآخروقتها مالم تغب الشفق واول وقت العشاء اذا غاب الشفق وآخر وقتها مالم یطلع الفجر الثانی۔** (ص۱۴۔امدادیہ)

''صلوٰۃ'' کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں، ''کتاب الصلوٰۃ'' کی ماقبل سے مناسبت ذکر کریں، مذکورہ عبارت کی تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ شفق سے کیا مراد ہے؟ نیز نمازوں کے اوقات مستحبہ لکھنا نہ بھولئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ چیزیں مطلوب ہیں (۱) صلوٰۃ کا لغوی واصطلاحی معنی (۲) کتاب الصلوٰۃ کی ماقبل سے مناسبت (۳) عبارت کی تشریح (۴) شفق کی مراد (۵) نمازوں کے اوقاتِ مستحبہ۔

جواب ..... ① صلوٰۃ کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ صلوٰۃ صلی سے مشتق ہے بمعنی ٹیڑھی لکڑی کو آگ دکھا کر سیدھا کرنا، دوسرا معنیٰ دعا بھی ہے، اصطلاحی طور پر افعال معلومہ اور ارکان مخصوصہ کا نام نماز ہے۔

② کتاب الصلوٰۃ کی ماقبل سے مناسبت:۔ چونکہ طہارت نماز کے لئے شرط ہے اسلئے شرط کے بعد مشروط کو لائے تاکہ شرط و مشروط میں مناسبت ہو جائے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں نمازوں کے اوقات کا ذکر ہے، فجر کا ابتدائی وقت صبح صادق (جو آسمان کے کناروں میں چوڑائی میں دائیں بائیں پھیلتی ہے) سے شروع ہوتا ہے اور اس کا آخری وقت طلوعِ آفتاب تک رہتا ہے۔ صاحبِ کتاب نے الفجر الثانی کی قید سے الفجر الاوّل یعنی صبح کاذب (جو بھیڑیئے کی دُم کے مانند بلند ہوتی ہے آسمان میں) کو نکال دیا ہے۔ نماز ظہر کا وقت زوالِ آفتاب کے بعد سے شروع ہوتا ہے گویا اگر اس سے قبل نماز ظہر ادا کرلی جائے تو نماز درست نہیں ہوگی اس پر جمہور کا اتفاق ہے۔ البتہ آخر وقت کے بارے میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے امام صاحبؒ کے قول کے مطابق ظہر کا وقت اس وقت تک باقی رہتا ہے جب ہر چیز کا سایہ سایہ اصلی کو چھوڑ کر دوگنا ہو جائے اور صاحبینؒ کے قول کے مطابق ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک سایہ اصلی کے سوا ہر چیز کا سایہ اس چیز کے برابر ہو جائے۔ امام مالک، امام شافعی، امام احمد حنبل اور امام زفرؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور عصر کا اوّل وقت جبکہ دونوں قول کے مطابق ظہر کا وقت ختم ہو جائے اور اس کا آخر وقت غروبِ آفتاب تک ہے اور غروبِ آفتاب کے بعد نمازِ مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور اس کا آخری وقت غروبِ شفق تک رہتا ہے البتہ شفق کی تعیین اختلاف ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ اور صاحبینؒ شفق سے شفقِ احمر مراد لیتے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شفق سے شفقِ ابیض مراد ہے اور شفقِ ابیض وہ سفیدی ہے جو شفقِ احمر کے بعد آسمان کے کناروں میں نظر آتی ہے اور شفقِ احمر وہ سرخی ہے جو غروبِ آفتاب کے بعد مغرب کی جانب ہوتی ہے۔ اور عشاء کا ابتدائی وقت غروبِ شفق کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور یہ وقت طلوعِ صبح تک برقرار رہتا ہے اور وتر کا ابتدائی وقت عشاء کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اور طلوعِ صبح صادق تک رہتا ہے۔

④ شفق کی مراد:۔ اس جزئی کا جواب ابھی تشریح کے ضمن میں ہو گیا۔

⑤ نمازوں کے اوقاتِ مستحبہ:۔ فجر کی نماز میں اسفار کرنا مستحب ہے۔ ظہر کو گرمی کے موسم میں ٹھنڈا کر کے (تاخیر سے) پڑھنا

مستحب ہے اور موسم سرما میں اس کو مقدم کرنا اور عصر کی نماز کو مؤخر کرنا جب تک کہ آفتاب میں تغیر نہ آئے مستحب ہے اور نمازِ مغرب میں جلدی کرنا مستحب ہے۔ عشاء کی نماز کو تہائی رات سے پہلے تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور نمازِ وتر کو آخر شب میں پڑھنا مستحب اس آدمی کے لئے جس کو قیام اللیل کا شوق ہو اور بیدار ہونے پر بھروسا اعتماد ہو مستحب ہے۔

﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل.....ولایقاتلون فی حال الصلوٰة فان فعلوا ذلك بطلت صلوٰتهم وان اشتد الخوف صلوارکبانا وحدانا یؤمون بالرکوع والسجود الی أی جهة شاؤا اذا لم یقدروا علی التوجه الی القبلة.

عبارت کا ترجمہ اور تشریح کریں، صلوٰۃِ خوف کا مکمل طریقہ وضاحت کیساتھ تحریر کریں نیز خط کشیدہ جملہ کی نحوی ترکیب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار چیزیں مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) صلوٰۃِ خوف کا مکمل طریقہ (۴) خط کشیدہ جملہ کی نحوی ترکیب۔

(ص ۳۳۔امدادیہ)

جواب..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور نہ قتال کریں حالتِ نماز میں پس اگر انہوں نے ایسا کیا تو انکی نماز باطل ہوگئی اور اگر خوف زیادہ ہوجائے تو یہ لوگ سوار ہوکر الگ الگ اشارہ سے رکوع وسجدہ کریں جس سمت چاہیں نماز پڑھیں جب وہ قبلہ کی طرف رخ پر قادر نہ ہوں۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ دورانِ نماز قتال کرنے سے نماز باطل ہوجائے گی، اگر دشمن کا خوف اس قدر شدت اختیار کرگیا کہ مسلمانوں کو سواری سے اتر کر نماز پڑھنے کا موقع نہیں مل رہا تو ایسی صورت میں سواری پر بیٹھ کر اشارہ سے رکوع اور سجدہ کریں اور جس سمت پر قدرت ہو الگ الگ نماز پڑھنا جائز ہے لیکن اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو پھر قضاء کریں گے۔

❸ صلوٰۃِ خوف کا مکمل طریقہ:۔ جب دشمن کا خوف بڑھ جائے تو امام لوگوں کو دو گروہ بنائے، ایک گروہ دشمن کے مقابل کردے اور ایک گروہ اپنے پیچھے کردے، پس اس گروہ کو ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ پڑھائے پھر امام جب دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو یہ گروہ دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور وہ دوسرا گروہ آئے پس امام ان کو ایک رکعت دو سجدہ کے ساتھ پڑھائے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور یہ لوگ سلام نہ پھیریں بلکہ دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور پہلا گروہ آئے پس یہ لوگ تنہا تنہا ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ بلا قرأت پڑھیں کیونکہ یہ لوگ لاحق ہیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیریں اور دشمن کے مقابلہ میں چلے جائیں اور اسکے بعد دوسرا گروہ دوبارہ آئے اور ایک رکعت دو سجدوں کے ساتھ مع قرأت پڑھے کیونکہ یہ لوگ مسبوق ہیں اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔

❹ خط کشیدہ جملہ کی نحوی ترکیب:۔ "اِنْ" حرفِ شرط "اِشْتَدَّ" فعل "اَلْخَوْفُ" فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ ہوکر شرط "صَلُّوْا" فعل، اس میں "ھم" ضمیر ذوالحال "رُکْبَاناً" حالِ اول "وحداناً" حالِ ثانی، ذوالحال اپنے دونوں حالوں سے ملکر فاعل ہوا صلوا کا، صلوا فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر جزا، شرط اپنی جزا سے ملکر جملہ شرطیہ ہوا۔

الشق الثانی.....وَلَا یَدْفَعُ اِلٰی مُکَاتَبِهٖ وَلَا مَمْلُوْکِهٖ وَلَا مَمْلُوْكِ غَنِیٍّ وَوَلَدِ غَنِیٍّ اِذَا کَانَ صَغِیْرًا وَلَا یَدْفَعُ اِلٰی بَنِیْ هَاشِمٍ، وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ وَمُحَمَّدٌ اِذَا دَفَعَ الزَّکٰوةَ اِلٰی رَجُلٍ یَظُنُّهٗ فَقِیْرًا ثُمَّ بَانَ اَنَّهٗ غَنِیٌّ اَوْ هَاشَمِیٌّ اَوْکَافِرٌ اَوْ دَفَعَ فِیْ ظُلْمَةٍ اِلٰی فَقِیْرٍ ثُمَّ بَانَ اَنَّهٗ اَبُوْهُ اَوْ اِبْنُهٗ فَلَا اِعَادَةَ عَلَیْهِ، وَقَالَ اَبُوْیُوْسُفَ وَعَلَیْهِ الْاِعَادَةُ وَلَوْدَفَعَ اِلٰی شَخْصٍ ثُمَّ عَلِمَ اَنَّهٗ عَبْدُهٗ اَوْ مُکَاتَبُهٗ لَمْ یَجُزْ فِیْ قَوْلِهِمْ جَمِیْعًا۔ (ص ۴۳۔امدادیہ)

درج بالا عبارت پر اعراب لگا کر دلنشین تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ بنو ہاشم سے کون مراد ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) بنو ہاشم کی مراد۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں کچھ ایسے اشخاص کا تذکرہ کیا گیا ہے جو زکوٰۃ کے مصرف سے خارج ہیں کہ زکوٰۃ اپنے مکاتب اپنے غلام اور کسی مالدار کے غلام اور مالدار کے چھوٹے بیٹے اور بنو ہاشم کو نہ دے۔

''وقال ابوحنیفة الخ'' اس عبارت سے مصنفؒ نے دو مسئلے بیان فرمائے ہیں۔ ① اگر زکوٰۃ دینے والے نے ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جس کو وہ اپنے گمان کے مطابق زکوٰۃ کا مصرف سمجھ رہا تھا لیکن بعد میں یہ انکشاف ہوا کہ یہ شخص زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے مثلاً وہ مالدار ہے یا ہاشمی ہے یا کافر ہے یا اس کا باپ یا اس کا بیٹا ہے تو اس صورت میں زکوٰۃ کی ادائیگی یا عدم ادائیگی کے متعلق طرفینؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے، طرفینؒ کے نزدیک زکوٰۃ ادا ہو جائے گی دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم نہیں ہے، فتویٰ بھی اس پر ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ دوبارہ زکوٰۃ دینا لازمی ہے ② اگر کسی نے بلا کسی پہچان کے کسی کو زکوٰۃ دیدی اور بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس کا غلام ہے یا اس کا مکاتب ہے تو بالاتفاق ہمارے ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ تملیک جو رکنِ زکوٰۃ ہے وہ معدوم ہے۔

③ بنو ہاشم کی مراد:۔ بنو ہاشم سے مراد حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کی اولاد ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل..... **المسح علی الخفین جائز بالسنة من کل حدث موجب للوضوء اذا لبس الخفین علی الطهارة ثم أحدث فان کان مقیما مسح یومًا ولیلة وان کان مسافرا مسح ثلثة أیام ولیالیها و ابتداؤها عقیب الحدث۔** (ص۱۰۔امدادیہ)

عبارت کی تشریح کریں، مسح کا لغوی واصطلاحی معنی تحریر کیجئے، موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ ذکر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) مسح کا لغوی واصطلاحی معنی (۳) موزوں پر مسح کا طریقہ۔

جواب..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں امام قدوریؒ موزوں پر مسح کے بارے میں بتلا رہے ہیں، موزوں پر مسح کرنا اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، موزوں پر مسح کی مشروعیت کئی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے یہاں تک کہ امام اعظمؒ سے منقول ہے کہ میں موزوں کی مشروعیت کا تبھی قائل ہوا جب یہ مشروعیت سورج کی طرح میرے سامنے واضح ہوگئی۔ موزوں پر مسح کی اجازت دو شرطوں کے ساتھ ہے: ① حدث اصغر ہو، حدثِ اکبر کی صورت میں مسح کی اجازت نہیں ہوگی۔ ② موزے طہارتِ کاملہ پر پہنے ہوں یعنی وضو یا غسل کے بعد موزے پہنے، اب اگر وضو ٹوٹ جاتا ہے تو مسح کی اجازت ہے لیکن اگر بے وضو حالت میں موزے پہنے اور اب مسح کرنا چاہتا ہے تو اسکی اجازت نہیں ہوگی، اس شرط کی علت فقہی ضابطہ ہے کہ **"الخف یمنع سرایة الحدث و لایرفع الحدث"** یعنی موزہ حدث کو پاؤں تک پہنچنے سے روکنے کی صلاحیت تو رکھتا ہے لیکن اگر حدث پاؤں میں ایک مرتبہ سرایت کر چکا ہو تو اسے دور کرنے کی صلاحیت موزہ میں نہیں ہے بلکہ اس وقت ضروری ہے کہ پانی سے غسل یا مٹی سے تیمّم کیا جائے۔

موزوں پر مسح کے لئے ان دو شرطوں کا ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر کسی شخص نے باوضو حالت میں موزے پہنے ہوں اور پھر اس کا وضو ٹوٹ جائے تو اسے شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ وہ پاؤں دھونے کی بجائے فقط موزوں پر گیلا ہاتھ پھیر لے۔ اس کے بعد مصنف نے موزوں پر مسح کی مدت بیان فرمائی ہے کہ اگر مسح کرنے والا شخص مقیم ہو تو وہ ایک دن ایک رات یعنی چوبیس گھنٹے تک مسح کر سکتا ہے اور اگر وہ مسافر ہو، حالتِ سفر میں ہو تو پھر اسے تین دن تین راتوں تک مسح کی اجازت ہے یعنی وہ بہتّر گھنٹے تک مسح کر سکتا ہے اور یہ مدت حدث کے بعد شروع ہوگی۔ اس کی وضاحت اس مثال سے کی جا سکتی ہے کہ مثلاً زید نے صبح فجر کے لئے پانچ بجے وضو کر کے موزے پہنے، پھر اسے آٹھ بجے حدث لاحق ہوا اور اس نے دن گیارہ بجے وضو کرتے وقت موزوں پر مسح کیا، اب اگر زید مقیم ہوگا تو وہ اگلے دن آٹھ بجے تک جب بھی وضو کرے، اسے موزوں پر مسح کی اجازت ہے لیکن آٹھ بجے کے بعد اگر وہ وضو کرنا چاہے تو اسے موزے اتار کر پاؤں بہر صورت دھونا ہونگے اور اگر زید مسافر ہو تو اسے آج آٹھ بجے سے لیکر تین دن بعد آٹھ بجے تک

مسح کی اجازت ہے۔مسح کی مدت میں حدث کے وقت کی رعایت اس لئے کی گئی کہ ماقبل میں ذکر کردیا گیا کہ موزہ حدث کو پاؤں تک پہنچنے سے روکتا ہے اور موزہ کا یہ کام حدث کے واقع ہوجانے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔

❷ مسح کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ مسح کا لغوی معنی ہے "امرار الید المبتلة علی الشیئ" کسی چیز پر گیلا ہاتھ پھیرنا۔اصطلاح میں مسح کا معنی "اصابة البلة لخفٍ مخصوصٍ فی زمنٍ مخصوصٍ" خاص موزہ تک مخصوص مدت میں تری پہنچانا ہے۔

❸ موزوں پر مسح کا طریقہ:۔ مسح کا طریقہ امام قدوریؒ نے کتاب میں ذکر فرمایا ہے کہ مسح موزوں کی ظاہری حالت پر کیا جائے گا، باطنی پر نہیں۔مسح کرنے والا تر ہاتھ کے ساتھ انگلیوں کی طرف سے پنڈلی کی طرف لکیریں کھینچے گا۔فرض مقدار ہر پاؤں میں ہاتھ کی تین انگلیوں کے بقدر ہے کم از کم اس مقدار کے بقدر موزوں پر مسح کرنا لازمی ہے ورنہ مسح صحیح نہیں ہوگا۔

الشق الثانی.....وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةٌ قَضَاهَا إِذَا ذَكَرَهَا وَقَدَّمَهَا عَلٰى صَلٰوةِ الْوَقْتِ إِلَّا اَنْ يَخَافَ فَوْتَ صَلٰوةِ الْوَقْتِ فَيُقَدِّمُ صَلٰوةَ الْوَقْتِ عَلَى الْفَائِتَةِ ثُمَّ يَقْضِيهَا وَمَنْ فَاتَتْهُ صَلَوَاتٌ رَتَّبَهَا فِي الْقَضَاءِ كَمَا وَجَبَتْ فِي الْاَصْلِ إِلَّا اَنْ تَزِيْدَ الْفَوَائِتُ عَلٰى خَمْسِ صَلَوَاتٍ فَيَسْقُطُ التَّرْتِيْبُ فِيْهَا۔(ص۲۲۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے، عبارت کی تشریح کیجئے۔عبارت کی تشریح کیجئے، صاحبِ ترتیب کسے کہتے ہیں؟ نمازی کیلئے وقتی نماز کو فوت شدہ نماز سے پہلے پڑھنا کب درست ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۲) صاحبِ ترتیب کی تعریف (۳) وقتی نماز کو فوت شدہ سے پہلے پڑھنے کی وضاحت۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور جس شخص کی نماز فوت ہوجائے تو وہ اُسے قضاء کرے جب اُسے یاد آجائے اور اُسے وقتی نماز پر مقدّم کرے لیکن اگر وقتی فرض نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر وقتی نماز کو فوت شدہ نماز پر مقدّم کرے پھر فوت شدہ نماز کی قضاء کرے۔اور جس شخص کی کئی نمازیں فوت ہوجائیں تو اُن کو قضاء میں بالترتیب پڑھے جیسا کہ وہ اصل میں واجب ہوئیں مگر یہ کہ جب فوت شدہ نمازیں پانچ نمازوں سے زائد ہوجائیں تو پھر اُن میں ترتیب ساقط ہوجائے گی۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں امام قدوریؒ فوت شدہ نماز کے احکامات بیان فرمارہے ہیں "ومن فاتته صلوٰة قضاها اذا ذکرها" قضاء نماز انسان کے ذمہ پر باقی ہے اور اس سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ضروری ہے کہ فوت شدہ کی قضاء کی جائے لہٰذا انسان کو جب یاد آجائے کہ اس پر کوئی نماز باقی ہے تو اسے چاہیے کہ اسے ادا کرلے۔قضاء نمازوں کے سلسلے میں ایک حکم بہت اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ ترتیب کا خیال رکھا جائے، یہاں دو ترتیبیں مراد ہیں۔

① پہلی ترتیب فوت شدہ اور وقتی نماز میں ہے اسے مصنفؒ نے "وقدمها علی صلوٰة الوقت" میں بیان کیا ہے مثلاً زید کسی بھی وجہ سے ظہر، عصر اور مغرب کی نماز نہیں پڑھ سکا تو وہ عشاء کی نماز اگر عشاء کے وقت میں پڑھنا چاہے تو اسے پہلے ظہر، عصر اور مغرب کی قضاء کرنا ہوگی پھر وہ عشاء پڑھ سکتا ہے۔یہ ترتیب تین صورت میں ساقط ہوجاتی ہے۔

پہلی صورت: نمازی کو وقتی نماز کے فوت ہوجانے کا ڈر ہو، یعنی گزشتہ مثال کے اعتبار سے عشاء کا وقت اس قدر کم باقی رہ جائے کہ زید کو یہ خوف ہو کہ اگر میں ظہر، عصر اور مغرب کی قضاء میں مشغول ہوا تو عشاء کا وقت جاتا رہے گا، اس صورت میں زید کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ پہلے عشاء کی نماز وقت میں ادا کرے اور پھر فوت شدہ کی قضاء کرلے۔اسے مصنف نے "الا أن یخاف فوت صلوٰة الوقت فیقدم صلوٰة الوقت علی الفائتة ثم یقضیها" میں بیان کیا ہے۔

دوسری صورت: نمازی کو نسیان لاحق ہوجائے یعنی زید کو یہ خیال نہ رہے کہ میرے ذمہ کوئی قضاء نماز بھی ہے اور وہ عشاء ادا کرلے بعد میں یاد آنے کی صورت میں عشاء اپنی جگہ درست ہے فقط فوت شدہ کی قضاء کرنا ہوگی اسکا ذکر مصنف نے نہیں کیا۔

تیسری صورت: نمازی کا صاحبِ ترتیب نہ ہونا ہے یعنی فوت شدہ نمازوں کی تعداد اس قدر ہوجائے کہ وہ تکرار میں داخل

ہوجائیں مثلاً زید آج فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور پھر آئندہ کل کی فجر نہ پڑھے تو فوت شدہ نمازیں اب تکرار میں داخل ہوچکی ہیں کیونکہ اس پر دو فجر کی قضاء لازم ہوگئی ہے اسلئے اب اگر زید ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھنا چاہے تو وہ ایسا کرسکتا ہے اس صورت کا ذکر مصنف نے ترتیبِ ثانی کے ضمن میں کیا ہے ان تین صورتوں کے علاوہ فوت شدہ اور وقتی نماز میں ترتیب احناف کے نزدیک ضروری ہے۔

② دوسری ترتیب خود فوت شدہ نمازوں کی آپس میں ہے گزشتہ مثال کے تناظر میں زید کیلئے ضروری ہے کہ وہ پہلے ظہر کی قضاء کرے پھر عصر کی اور پھر مغرب کی اس کیلئے درست نہیں کہ وہ جیسے مرضی قضاء نمازیں پڑھے۔

یہ دوسری ترتیب بھی احناف کے یہاں پہلی کی طرح ضروری ہے اور پہلی ترتیب کی طرح یہ بھی ساقط ہوجاتی ہے اسی کو مصنف نے "**ومن فاتته صلوات رتبها فی القضاء کما وجبت فی الأصل الأن تزید الفوائت علی خمس صلوات فیسقط الترتیب فیها**" میں بیان کیا ہے۔

④ صاحبِ ترتیب کی تعریف:۔ فقہ کی اصطلاح میں صاحبِ ترتیب اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کے ذمہ ایک وقت میں چھ سے زیادہ نمازیں واجب القضاء نہ ہوں مثلاً زید اگر کسی بھی وجہ سے آج کی فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور کل کی فجر ادا نہ کرسکے یہاں تک کہ ان چھ نمازوں کی قضاء اس پر لازم ہوجائے تو وہ صاحب الترتیب نہیں رہے گا۔

⑤ وقتی نماز کو فوت شدہ سے پہلے پڑھنے کی وضاحت:۔ جیسا کہ ماقبل میں ذکر کردہ تفصیل سے واضح ہے کہ نمازی کے لئے بہرصورت قضاء نماز کو پہلے ادا کرنا ضروری ہے لیکن اگر نمازی وقتی نماز پہلے ادا کرلے تو تین صورتوں میں ادا کی گنجائش ہے ① وقتی نماز کے وقت کے نکل جانے کا خوف ہو ② یہ یاد نہ رہے کہ میرے ذمہ کسی نماز کی قضاء بھی واجب ہے ③ نمازی صاحبِ ترتیب نہ رہے یعنی قضاء نمازوں کی کثرت ہوجائے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... **ویجوز التیمم عند ابی حنیفة ومحمد بکل ماکان من جنس الارض کالتراب والرمل والحجر والجص والنورة والکحل والزرنیخ وقال ابویوسف لایجوز الا بالتراب والرمل خاصة والنیة فرض فی التیمم و مستحبة فی الوضوء۔** (ص۸۔امدادیہ)

عبارت کی تشریح کیجئے۔ "**ماکان من جنس الارض**" کی تعریف کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) "**ماکان من جنس الارض**" کی تعریف۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں امام قدوریؒ الۂ تیمّم یعنی ان چیزوں کو ذکر کررہے ہیں جن سے تیمّم کرنا جائز ہے فرمایا کہ طرفینؒ کے نزدیک ہر وہ چیز جو زمین کی جنس سے ہو مثلاً مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونہ، سرمہ اور ہڑتال سے تیمّم کرنا جائز ہے۔ جبکہ امام ابو یوسفؒ کا تھوڑا سا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ صرف مٹی اور ریت سے تیمّم جائز ہے اسکے علاوہ کسی چیز سے تیمّم جائز نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ نیت کے متعلق ذکر فرمایا کہ تیمّم میں نیت کرنا فرض ہے اس لئے کہ تیمّم کا معنی قصد وارادہ ونیت ہے اور قاعدہ ہے کہ اسماءِ شرعیہ میں لغوی معنی کا اعتبار ہوتا ہے البتہ وضو میں نیت کرنا مستحب ہے فرض نہیں ہے۔

جبکہ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ تیمّم میں نیت فرض نہیں ہے کیونکہ تیمّم وضو کا خلیفہ ہے لہٰذا جیسے وضو میں نیت فرض نہیں ہے اسی طرح تیمّم میں بھی فرض نہیں ہے۔

② "**ماکان من جنس الارض**" کی تعریف:۔ ہر وہ چیز جو جلانے سے جلے نہیں اور پگھلانے سے پگھلے نہیں وہ زمین کی جنس سے ہے جیسے مٹی، ریت، پتھر، چونہ، سرمہ وغیرہ۔ پس جو چیز جل کر راکھ ہوجائے جیسے درخت، لکڑی وغیرہ اور جو چیز پگھل جائے جیسے سونا، چاندی، لوہا، پیتل وغیرہ یہ اشیاء زمین کی جنس میں سے شمار نہ ہوں گی اور ان سے تیمّم جائز نہیں ہے۔

الشق الثانی .....**وان سمعوا وهم فی الصلاة اٰیة سجدة من رجل لیس معهم فی الصلاة لم یسجدوها فی الصلاة فان سجدوها فی الصلاة لم تجزلهم ولم تفسد صلاتهم ومن تلا اٰیة سجدة خارج الصلاة ولم**

یسجدها حتی دخل فی الصلاة فتلاها وسجد لهما اجزاته السجدة عن التلاوتین فان تلاها فی غیر الصلاة فسجدها ثم دخل فی الصلاة فتلاها سجدها ثانیا ولم تجزه السجدة الاولی۔ (ص۲۶۔امدادیہ)

عبارت کی تشریح کیجئے۔سجدۂ تلاوت فرض ہے یا واجب ہے یا مسنون؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) سجدۂ تلاوت کے فرض واجب یا سنت ہونے کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں سجدۂ تلاوت کے متعلق چند مسائل ذکر کر رہے ہیں۔

پہلا مسئلہ یہ بیان کیا گیا کہ اگر لوگوں نے نماز کے دوران کسی ایسے شخص سے آیتِ سجدہ سنی جو اُن کے ساتھ نماز میں شامل نہیں ہے تو یہ لوگ نماز کے دوران سجدۂ تلاوت نہیں کر سکتے بلکہ نماز کے بعد سجدۂ تلاوت کریں گے، اگر لوگوں نے نماز کے اندر ہی سجدہ کر لیا تو یہ سجدۂ واجب سے کفایت نہیں کرے گا، نماز کے بعد یہ لوگ اس سجدہ کی ادائیگی دوبارہ کریں گے اور نماز میں سجدہ کرنے کی صورت میں شیخینؒ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی جبکہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے نماز سے باہر آیتِ سجدہ کی تلاوت کی مگر سجدہ نہیں کیا اس کے بعد کوئی فرض یا نفل نماز شروع کر دی اور وہی آیتِ سجدہ نماز میں بھی تلاوت کی اور نماز میں سجدۂ تلاوت کر لیا تو یہ سجدہ تلاوت کے دونوں سجدوں سے کافی ہو جائے گا اس لئے کہ نماز والا سجدہ افضلیت کی وجہ سے پہلے سجدہ سے قوی ہے لہٰذا اس کے ضمن میں سابقہ ضعیف سجدہ بھی ادا ہو جائے گا۔(نوادر میں ہے کہ وہ سجدہ ادا نہیں ہوگا۔التکمیل الضروری)

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے نماز سے باہر آیتِ سجدہ تلاوت کی اور سجدہ بھی کر لیا پھر اس نے نماز شروع کی اور یہی آیتِ سجدہ تلاوت کی تو اس تلاوت کی وجہ سے دوبارہ سجدہ کرے گا، پہلا سجدہ اس کو کفایت نہیں کرے گا۔

❷ سجدۂ تلاوت کے فرض واجب یا سنت ہونے کی وضاحت:۔ احناف کے نزدیک تمام سجودِ تلاوت واجب العمل ہیں کیونکہ آیاتِ سجدہ تین قسم پر ہیں ① وہ آیات جن میں صراحتاً سجدہ کا حکم ہے جو وجوب کا باعث ہے ② وہ آیات جن میں حضرات انبیاء علیہم السلام کے سجدوں اور عمل کا ذکر ہے اور انبیاء علیہم السلام کی اقتداء واجب ہے ③ وہ آیات جن میں سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کا ذکر ہے اور مذمت ترکِ واجب کی وجہ سے ہوتی ہے۔پس معلوم ہوا کہ سجدے واجب ہیں۔

ائمہ ثلاثہؒ فرماتے ہیں کہ سجودِ تلاوت سنت ہیں، ان کی دلیل حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیتِ سجدہ سننے کے باوجود سجدہ نہیں کیا۔

احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فی الفور سجدہ نہ کرنا سجدہ واجب نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں سجدہ کیا ہو۔(التکمیل الضروری ج۱ص۱۱۵)

﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... **اِذَا احْتُضِرَ الرَّجُلُ وُجِّهَ اِلَی الْقِبْلَةِ عَلٰی شِقِّهِ الْاَیْمَنِ وَلُقِّنَ الشَّهَادَتَیْنِ وَاِذَا مَاتَ شَدُّوْا لِحْیَتَیْهِ وَغَمَّضُوْا عَیْنَیْهِ وَاِذَا اَرَادُوْا غُسْلَهٗ وَضَعُوْهُ عَلٰی سَرِیْرٍ وَجَعَلُوْا عَلٰی عَوْرَتِهٖ خِرْقَةً وَنَزَعُوْا ثِیَابَهٗ وَوَضَّئُوْهُ لَایَمَضمَضْ وَلَا یَسْتَنْشِقْ ثُمَّ یُفِیْضُوْنَ الْمَاءَ عَلَیْهِ۔** (ص۳۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مرد اور عورت دونوں میں سے ہر ایک کے کفن میں کتنے کپڑے مسنون ہیں اور کون کون سے ہیں؟ وضاحت کریں، میت کو غسل دینے کا طریقہ مختصراً تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مرد و عورت کے کفنِ مسنون کی وضاحت (۴) میت کو غسل دینے کا مختصر طریقہ۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

(۲) عبارت کا ترجمہ:۔ جب آدمی قریب الوفات ہوجائے تو اسکو دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف متوجہ کردیا جائے اور اس کو شہادتین کی تلقین کی جائے اور جب وفات پا جائے تو اس کے جبڑے باندھ دیں گے اور اس کی آنکھیں بند کردیں گے پھر جب میت کو غسل دینے کا ارادہ کریں گے تو اس کو ایک تختہ پر رکھیں گے اور اس کی شرمگاہ پر کپڑا ڈال دیں گے اور اس کے کپڑے اتار دیں گے اور اس کو کلّی کرائے اور ناک میں پانی ڈالے بغیر وضو کرائیں گے پھر اُس پر پانی بہائیں گے۔

(۳) مرد وعورت کے کفن مسنون کی وضاحت:۔ مرد کا کفنِ مسنون تین کپڑے ہیں ① ازار یعنی تہبند، جو سر سے پیر تک ہوتا ہے ② کرتہ جو بغیر کلی اور آستین کے گردن سے قدم تک ہو ③ لفافہ جو سر سے پاؤں تک ہو۔

عورت کا کفنِ مسنون پانچ کپڑے ہیں: ① کرتی ② ازار ③ اوڑھنی ④ لفافہ ⑤ سینہ بند۔

(۴) میت کو غسل دینے کا مختصر طریقہ:۔ جب قریب المرگ شخص دنیا سے رخصت ہوجائے تو اس کو کسی تخت پر غسل دینے کے لئے لٹا دیا جائے اور اس تخت کو کسی خوشبودار چیز مثلاً لوبان سے تین یا پانچ یا سات دفعہ دھونی دیدی جائے اور اس کو اس طرح لٹائیں کہ پیر قبلہ کی طرف ہو اور سر مشرق کی طرف اور اگر کچھ مشکل ہو تو جس طرف چاہیں لٹائیں چونکہ سترِ عورت واجب ہے اس لئے شرمگاہ پر کپڑا ڈال دیا جائے اسکے بعد مکمل صفائی کے پیش نظر پورے کپڑے اتار دیئے جائیں (گو امام شافعیؒ کا خیال ہے کہ کپڑوں میں غسل دیا جائے) اسکے بعد بغیر کلی اور ناک میں پانی ڈالے وضو کرایا جائے (ہاں اگر انتقال جنابت کی حالت میں ہو تو کلی اور ناک میں پانی ڈال کر کپڑے سے پانی نکال لیں) پھر ایسا پانی جسم میت پر ڈالا جائے جس میں بیر کے پتے یا اشنان ڈال کر جوش دیا گیا ہو اگر یہ چیز میسر نہ ہو تو خالص پانی کافی ہے۔ (یہ طریقہ صاحبِ قدوری نے ذکر کیا ہے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے جسم پر سارا پانی ڈالا جائے تاکہ میل پھول جائے اسکے بعد بیر یا اشنان ڈال کر پانی استعمال کرائیں تاکہ میل صاف کردیں اسکے بعد کافور ملا ہوا پانی استعمال کرائیں تاکہ جسم خوشبودار ہوجائے، بیر کے پتے اور کافور دونوں مل کر اچھی صفائی پیدا کرتے ہیں کیونکہ یہ دافعِ تعفن اور جراثیم کش ہیں سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے یہی دوسرا طریقہ اختیار کیا گیا تھا) اور اس کے سر اور داڑھی کو خطمی سے دھویا جائے پھر میت کو بائیں کروٹ پر لٹائیں اور جوش دیئے ہوئے بیر کے پتے والے پانی سے میت کو نہلائیں اور پانی اس قدر ڈالا جائے کہ تخت سے ملے ہوئے جسم کے حصہ تک پانی پہنچ جائے پھر اسی طرح دائیں کروٹ پر لٹا کر پانی ڈالا جائے، اس سے فارغ ہونے کے بعد غسل دینے والا میت کو اپنے بدن کی ٹیک دے کر ذرا بٹھلانے کے قریب کرکے اسکے پیٹ کو اوپر سے نیچے کی طرف نرم ہاتھ سے ملے اور دبائے اگر کچھ فضلہ خارج ہو تو اس کو دھودے وضو اور غسل دہرانے کی ضرورت نہیں ہے اسکے بعد بدن کو کسی پاک صاف کپڑے سے خشک کرکے پونچھ دیا جائے تاکہ کفن نہ بھیگے پھر اس کو کفن پہنایا جائے، اس کے بعد سر اور داڑھی میں حنوط لگایا جائے (جو چند خوشبودار چیزوں سے مرکب عطر کا نام ہے) اور اسکے اعضاءِ سجدہ یعنی پیشانی، ناک، ہتھیلیوں، گھٹنوں اور پاؤں پر کافور ملا جائے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر سے ثابت ہے۔ (تکمیل الضروری ج ۱ ص ۱۳۸)

الشق الثانی..... ولا یجوز المسح علی العمامة والقلنسوة والبرقع والقفازین ویجوز علی الجبائر وان شدّها علی غیر وضوء فان سقطت من غیر برء لم یبطل المسح وان سقطت عن برء بطل۔ (ص ۱۱۔ امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں، واضح تشریح کریں۔ **مسح علی الخفین** اور **مسح علی الجبائر** کے احکام میں کیا فرق ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) **مسح علی الخفین** اور **مسح علی الجبائر** میں فرق۔

جواب..... (۱) عبارت کا ترجمہ:۔ پگڑی، ٹوپی، برقعہ و دستانوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور ٹوٹی ہوئی ہڈی کی پٹی پر مسح کرنا جائز ہے اگرچہ اس کو بغیر وضو باندھا ہو، پس اگر یہ پٹی زخم کے اچھا ہوئے بغیر گر گئی تو مسح باطل نہ ہوگا اور اگر زخم اچھا ہونے پر گری تو مسح باطل ہوجائے گا۔

(۲) عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مسح کے عدمِ جواز کا مسئلہ بیان کیا کہ پگڑی، ٹوپی، برقعہ اور دستانوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے

کیونکہ مسح علی الخفین کے جواز کی علت حرج کو دور کرنا ہے اور ان چیزوں کے اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

تیسرا مسئلہ ٹوٹی ہوئی ہڈی کی پٹی پر مسح کے متعلق ہے کہ اس پر مسح کرنا جائز ہے، اگر چہ اس کو وضو کے بغیر یعنی ناپاک ہونے کی حالت میں ہی باندھا ہو تب بھی اس پر مسح کرنا جائز ہے، پھر اگر یہ پٹی زخم درست ہوئے بغیر نیچے گر گئی تو اس سے مسح باطل نہیں ہوگا، دوبارہ پٹی باندھ لی جائے اور اگر زخم درست ہونے کی وجہ سے پٹی گری ہے تو پھر مسح باطل ہو جائے گا۔

③ مسح علی الخفین اور مسح علی الجبائر میں فرق:۔ پٹی و موزوں پر مسح میں چار فرق بیان کئے جاتے ہیں ① زخم ٹھیک ہو کر پٹی گر گئی تو صرف اُسی مقام کو دھونا کافی ہے جبکہ کوئی ایک موزہ اُتر گیا تو دونوں پاؤں کو دھونا ضروری ہے ② زخم کے ٹھیک ہونے سے پہلے پٹی کھل یا گر گئی تو مسح کا اعادہ ضروری نہیں جبکہ موزہ کے اُترنے کی صورت میں مسح باطل ہے ③ مسح علی الجبائر کی کوئی تحدید نہیں ہے جبکہ مسح علی الخفین کا وقت و مدت مقرر ہے ④ زخم پر پٹی باندھنے میں طہارت کی شرط نہیں ہے البتہ خفین پہننے کے لئے طہارت شرط ہے۔(التکمیل الضروری ج۱ص۵۶)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل.....**النکاح ینعقد بالایجاب والقبول بلفظین یعبر بهما عن الماضی او یعبر باحدهما عن الماضی وبالاٰخر عن المستقبل مثل ان یقول زوّجنی فیقول زوّجتك ولاینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدین حرّین بالغین عاقلین مسلمین اورجل وامرأتین عدولا کانوا او غیر عدول او محدودین فی القذف.** (کتاب النکاح) عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں: ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح۔

جواب..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ نکاح منعقد ہوتا ہے ایجاب اور قبول کے ایسے دو لفظوں سے کہ ان دونوں کو ماضی سے تعبیر کیا جائے، یا ایسے دو لفظوں سے جن میں سے ایک کو ماضی سے اور دوسرے کو مستقبل سے تعبیر کیا جائے مثلاً ایک کہے **زوّجنی** اور دوسرا کہے **زوّجتُك**۔ نہیں منعقد ہوگا مسلمانوں کا نکاح مگر دو گواہوں کی موجودگی میں جو آزاد ہوں، عاقل ہوں، بالغ ہوں، مسلمان ہوں۔ یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں، خواہ عادل ہوں یا غیر عادل ہوں۔ یا تہمتِ زنا میں حد لگائے ہوئے ہوں۔

② عبارت کی تشریح:۔ نکاح دیگر عقود کی طرح ایک عقد ہی ہے اور عقد ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے، پس نکاح بھی ایجاب اور قبول سے منعقد ہوگا۔ اسلئے کہ اصول یہ ہے کہ عقد دونوں کی رضامندی سے منعقد ہوتا ہے اور دونوں کی رضامندی ایجاب اور قبول سے ظاہر ہوگی۔

ایجاب وقبول کے دونوں لفظ فعل ماضی کے صیغے ہوں تب نکاح ہوگا، اسکی وجہ یہ ہے کہ عقد میں بات پکی ہونی چاہئے اور وہ فعل ماضی میں ہوگی کیونکہ عربی زبان میں فعل ماضی ہے یا فعل مضارع اور فعل مضارع کا ترجمہ حال یا استقبال ہے، پس اگر استقبال کا معنی لیں تو نکاح کرنے کا صرف وعدہ ہوگا باضابطہ نکاح کرنا نہیں ہوگا۔ اسلئے بات پکی کرنے کیلئے فعل ماضی کا صیغہ استعمال کرنا چاہئے۔ نیز نکاح کے متعلق آیت وحدیث میں بھی ایجاب اور قبول کیلئے فعل ماضی استعمال کیا گیا ہے۔

نکاح منعقد ہونے کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایجاب اور قبول دونوں الفاظ ماضی کے نہ ہوں، بلکہ ایک امر کا صیغہ ہو جس کو مستقبل کا صیغہ کہتے ہیں اور دوسرا فعل ماضی کا صیغہ ہو تب بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امر کے صیغہ **زوّجنی** سے ایک آدمی کو وکیل بنانا ہوتا ہے اور وہ جب **زوّجتُك** استعمال کرتا ہے تو یہ ماضی کا صیغہ ہوتا ہے، تو گویا کہ دونوں جانب سے فعل ماضی ہی استعمال ہوئے، اسلئے نکاح ہو جائے گا، کیونکہ فعل ماضی سے بات پکی ہوگئی جو کہ مقصود تھا۔

نکاح کیلئے دو گواہ ضروری ہیں، کیونکہ گواہوں کے بغیر نکاح کو زنا قرار دیا گیا ہے۔ دونوں گواہ مرد ہوں یا ایک مرد ہو اور دو عورتیں ہوں، عادل ہوں یا فاسق ہوں، محدود فی القذف یعنی زنا کی تہمت میں حد لگی ہوئی ہو تب بھی درست ہے۔

گواہی میں اصل یہ ہے کہ دو مرد ہوں، لیکن اگر ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تب بھی کافی ہیں، دلیل آیت کریمہ ہے:

واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء الخ

نیز سنن بیہقی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اثر ہے کہ انہوں نے نکاح میں مرد کے ساتھ عورتوں کی گواہی کو جائز قرار دیا تھا۔

گواہ عادل ہو یا فاسق ہو نکاح میں دونوں کی گواہی قبول کی جائے گی، دلیل یہ ہے کہ نصوص کی روشنی میں عادل ہی کی گواہی قبول کرنی چاہئے، خائن و فاسق کی گواہی قبول نہیں کرنی چاہئے، مگر نکاح کا معاملہ تھوڑا آسان ہے کہ اکثر و بیشتر گواہ بنتا ہے لیکن قاضی کے سامنے نکاح کی گواہی دینے کی ضرورت نہیں پڑتی، اسلئے فاسق بھی گواہ بن سکتا ہے۔ کسی نے کسی عورت پر زنا کی تہمت لگائی اور اس کو ثابت نہ کر سکا جس کی وجہ سے اس پر حد قذف لگ گئی ہو ایسے محدود فی القذف گواہوں کی موجودگی میں بھی نکاح ہو جائے گا۔

آیت میں ہے کہ محدود فی القذف کی گواہی قبول نہ کی جائے، چونکہ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ نکاح میں لوگ گواہ بنتے ہیں اور زندگی بھر اس کو اس نکاح کی گواہی دینے کی ضرورت نہیں پڑتی، اس لئے گواہ بننا الگ بات ہے اور گواہی دینا الگ بات ہے۔ نیز نکاح کے گواہ بننے میں تھوڑی آسانی ہے کیونکہ وہ روزمرہ کا کام ہے۔ پس نکاح میں محدود فی القذف بھی گواہ بن سکتا ہے۔ (امثار الہدایہ)

الشق الثانی ..... طلاق کے لغوی اور اصطلاحی معنی ذکر کریں اور طلاق کی اقسام ثلاثہ کی وضاحت تفصیل سے کریں۔

درج ذیل سوالات کا ہاں یا نہیں میں جواب دیں۔ (ص ۱۴۵۔ امدادیہ)

① کیا دو عادل مردوں کی گواہی سے زنا ثابت ہو جاتا ہے؟ (نہیں) ② کیا حد الخمر سو کوڑے ہے؟ (نہیں)

③ کیا قسامت میں چالیس مردوں سے قسم لی جاتی ہے؟ (نہیں) ④ کیا قتلِ عمد میں قصاص واجب ہوتا ہے؟ (ہاں)

⑤ کیا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مزارعت بالثلث والربع باطل ہے؟ (ہاں) ⑤ کیا ایک وسق ۶۰ صاع کا ہوتا ہے؟ (ہاں)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) طلاق کا لغوی و اصطلاحی معنی (۲) طلاق کی اقسام ثلاثہ کی وضاحت (۳) معروضی سوالات کا ہاں یا نہیں میں جواب۔

جواب ..... ① طلاق کا لغوی و اصطلاحی معنی:۔ طلاق اسم مصدر ہے جو تطلیق کے معنی میں ہے اس کا لغوی معنی قیدِ نکاح کو اٹھانا ہے اور اصطلاح میں مرد کا عورت سے نکاح کی وجہ سے عائد ہونے والی پابندیوں کو اٹھانا ہے یا مرد کا عورت کو نکاح کی وجہ سے عائد پابندیوں سے آزاد کرنا ہے۔

② طلاق کی اقسام ثلاثہ کی وضاحت:۔ طلاق احسن: کہ زوج اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس کے ساتھ مباشرت نہ کی ہو اور پھر اسے چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی عدت ختم ہو جائے۔

طلاق سنت: کہ مرد اپنی بیوی کو ایسے تین طہروں میں تین طلاقیں دے جن میں اسکے ساتھ مباشرت نہ کی ہو۔

طلاق بدعت: کہ مرد اپنی بیوی کو ایک طہر میں ایک ہی کلمہ سے تین طلاقیں دے۔

طلاق کی یہ تینوں قسمیں جائز ہیں۔ یعنی ان میں سے زوج جس طرح بھی طلاق دے گا طلاق واقع ہو جائے گی اور طلاق کے احکام اس پر جاری ہونگے۔ البتہ طلاق بدعت والی صورت خلافِ سنت ہے تو طلاق بدعی دینے والا شخص خلافِ سنت کے ارتکاب کی وجہ سے گنہگار ہوگا مگر طلاق بہر صورت واقع ہو جائے گی۔

③ معروضی سوالات کا ہاں یا نہیں میں جواب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... لعان کا لغوی و اصطلاحی معنی، لعان کا طریقہ اور حکم تحریر کریں۔ ہاں یا نہیں میں جواب دیں۔ (ص ۱۵۸۔ امدادیہ)

(۱) کیا دریا کے پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے؟ (ہاں)

(۲) کیا حائضہ عورت دوران حیض فوت شدہ نمازوں کی قضاء کرے گی؟ (نہیں)

(۳) کیا صاحبینؒ کے ہاں بوڑھی عورت کا تمام نمازوں کے لئے نکلنا جائز ہے؟ (ہاں)
(۴) کیا عورت کے کفن میں دو کپڑوں پر اکتفاء کرنا جائز ہے؟ (نہیں)
(۵) کیا اہلِ عراق کا میقات ''قرن'' ہے؟ (نہیں)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) لعان کا لغوی واصطلاحی معنی (۲) لعان کا طریقہ وحکم (۳) معروضی سوالات کا ہاں یا نہیں میں جواب۔

جواب ..... ❶ لعان کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ لعان کا لغوی معنی دھتکارنا اور دور کرنا ہے اور اصطلاح میں ان مخصوص شہادتوں کو کہا جاتا ہے جو زوجین کے درمیان قسموں کے ساتھ مؤکد ہوں۔

❷ لعان کا طریقہ وحکم:۔ لعان کا طریقہ یہ ہے کہ جب مرد نے قاضی کی عدالت میں قذف وزنا کا مقدمہ پیش کیا تو قاضی کو چاہیے کہ میاں وبیوی دونوں کو بلا کر ان سے مخصوص قسمیں لے، پہلے شوہر چار مرتبہ گواہی دے کہ اللہ کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اپنی عورت پر جو زنا کا عیب لگایا ہے اسمیں میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ کہے کہ میں نے اپنی عورت پر جو زنا کا عیب لگایا ہے اگر میں اس میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو، پھر قاضی عورت سے بھی قسمیں لے گا وہ کہے گی اللہ کی قسم میرے شوہر نے مجھ پر جو زنا کی تہمت لگائی ہے اسمیں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ وہ کہے گی کہ اگر میرا شوہر اس تہمت میں سچا ہو تو مجھ پر اللہ کی لعنت وغضب ہو۔

لعان کا حکم یہ ہے کہ جب میاں بیوی دونوں یہ چار چار قسمیں اٹھالیں گے تو قاضی ان کے درمیان جدائی وتفریق کردے گا اور امام ابوحنیفہؒ وامام محمدؒ کے نزدیک یہ تفریق طلاقِ بائنہ ہوگی جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ حرمتِ مؤبدہ ہے یعنی اس لعان کے بعد قاضی کی تفریق کی وجہ سے یہ عورت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے اس زوج کے لئے حرام ہوجائے گی۔

❸ معروضی سوالات کا ہاں یا نہیں میں جواب:۔ **کمامرّ في السوال آنفا۔**

الشق الثاني ..... درج ذیل سوالات کے جوابات ہاں یا نہیں میں دیں۔ (ص ۳۳۔ امدادیہ)

① کیا حیض کی اکثر مدت پندرہ دن ہے۔ (نہیں)
② کیا ترک سنت سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ (نہیں)
③ کیا مرد کے کفن میں تین کپڑے سنت ہیں۔ (ہاں)
④ کیا امام ابوحنیفہؒ کے ہاں صاع کی مقدار آٹھ رطل ہے۔ (ہاں)
⑤ کیا عورتوں کا جماعت سے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ (نہیں)
⑥ قیام پر قادر ہونے کے باوجود بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (ہاں)
⑦ مسافر کے لئے جمع بین الصلوٰتین حقیقتاً جائز ہے یا نہیں؟ (نہیں)
⑧ صاحبینؒ کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ (نہیں)
⑨ گائے اگر تیس سے کم ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ (نہیں)
⑩ پچیس اونٹوں میں ایک بنت مخاض بطورِ زکوٰۃ لازم ہے یا نہیں؟ (ہاں)

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... معروضی سوالات کا ہاں یا نہیں میں جواب:۔ **کمامرّ في السوال آنفا۔**

﴿الورقة الثالثة في الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... **ويكره للمرأة ان تمضغ لصبيها الطعام اذا كان لها منه بد ومضغ العلك لايفطر الصائم ويكره ومن كان مريضًا في رمضان فخاف ان صام ازداد مرضه افطر وقضى۔** (ص ۴۶۔ امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں، عبارت کی تشریح کرتے ہوئے بتائیے کہ مسافر کے لئے حالتِ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے یا افطار؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) مسافر کے لئے روزہ وافطار میں سے افضل کی نشاندہی۔

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور عورت کا اپنے بچہ کے لئے کھانا چبانا مکروہ ہے جبکہ اس کے لئے اس سے کوئی چارہ ہو اور گوند کا چبانا روزہ دار کے روزہ کے لئے مفطر نہیں ہے (مگر) مکروہ ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں روزہ کے افطار و کراہت کے متعلق تین مسئلے ذکر کئے گئے ہیں۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی عورت نے اپنے بچہ کو روزہ کی حالت میں کوئی چیز چبا کر دی جبکہ اس کے بغیر چارہ موجود ہے یعنی کوئی دوسرا شخص یا عورت جو روزہ دار نہیں ہے وہ وہاں موجود ہے اور وہ چبا کر دے سکتا ہے تو عورت کا یہ عمل مکروہ ہے اور اس کے بغیر اگر کوئی چارہ نہیں ہے یعنی کوئی اور آدمی یا عورت موجود نہیں ہے تو پھر یہ فعل بلا کراہت جائز ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا کہ روزہ کی حالت میں گوند چبانا مفطرِ صوم نہیں ہے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا مگر روزہ دار کیلئے یہ فعل مکروہ ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک ازدیادِ مرض کے خوف سے افطار کی اجازت دے دی گئی ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہلاکت کے خوف یا عضو کے تلف ہونے کی صورت میں افطار کی اجازت ہے۔ جن عوارض میں افطار کرنا جائز ہے وہ آٹھ ہیں ① مرض ② سفر ③ اکراہ ④ حمل ⑤ رضاع ⑥ بھوک ⑦ پیاس ⑧ کبرسنی۔

بعض نے نویں عذر کا اضافہ کیا ہے وہ مجاہد کا دشمن سے جنگ کرنا ہے کہ اگر کو اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے کی صورت میں لڑ نہیں سکتا ہے تو اس کے لئے افطار درست ہے۔

❸ مسافر کیلئے روزہ وافطار میں سے افضل کی نشاندہی:۔ اگر مسافر آدمی ایسا ہے کہ حالتِ سفر میں اس کیلئے روزہ رکھنا ضرر و تکلیف کا باعث نہیں ہے تو مسافر کیلئے روزہ رکھنا افضل ہے اور اگر حالتِ سفر میں روزہ رکھنے سے ضرر کا اندیشہ و خوف ہو تو پھر افطار کرنا افضل ہے۔

الشق الثانی ..... **ویجوز نکاح الصغیر والصغیرة اذا زوجهما الولی بکرا کانت الصغیرة او ثیبا والولی هو العصبة فان زوجهما الاب او الجد فلا خیار لهما بعدالبلوغ وان زوجهما غیر الاب والجد فلکل واحد منهما الخیار ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ۔** (ص ۱۳۷۔ امدادیہ)

نکاح کن الفاظ سے منعقد ہوتا ہے؟ ترجمہ کر کے عبارت کا مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) الفاظِ نکاح کی نشاندہی (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کا مطلب۔

جواب ..... ❶ الفاظِ نکاح کی نشاندہی:۔ احناف کے نزدیک نکاح ہر اُس لفظ سے منعقد ہو جاتا ہے جو نکاح کیلئے صراحتاً موضوع ہو جیسے نکاح، انکاح و تزویج یا وہ لفظ بالفعل عینِ شیٔ کی تملیک کیلئے موضوع ہو جیسے تملیک، ہبہ، صدقہ، بیع و شراء وغیرہ۔

لفظِ اجارہ، اعارہ اور اباحہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا کیونکہ یہ تملیکِ عین کے لئے نہیں بلکہ تملیکِ منافع کیلئے موضوع ہیں۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور چھوٹے لڑکے و لڑکی کا نکاح جائز ہے جبکہ انکا نکاح ولی نے کیا ہو، خواہ لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ ہو، اور ولی وہ ہے جو عصبہ ہے، پس اگر ان دونوں کا نکاح باپ یا دادا نے کیا تو بالغ ہونے کے بعد انکو کوئی خیار نہ ہوگا اور اگر انکا نکاح باپ یا دادا کے علاوہ نے کیا تو ان میں سے ہر ایک کو (بالغ ہونے کے بعد) فسخ کا خیار ہوگا، اگر چاہے تو نکاح کو قائم یعنی باقی رکھے اور اگر چاہے تو فسخ کر دے۔

❸ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں تین مسائل ذکر کئے گئے۔

پہلا مسئلہ یہ بتایا گیا ہے کہ حقِ ولایت کس پر ہوگا صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ولی نے چھوٹے لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح درست ہو جائے گا چھوٹی لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ۔ حق ولایت کس پر ہے اس میں احناف اور شوافع کا اختلاف ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ حقِ ولایت صغیرہ پر ہوگا، صغیرہ باکرہ ہو یا ثیبہ اور شوافع کے نزدیک ولایت کا حق باکرہ پر ہوگا، باکرہ صغیرہ ہو یا بالغہ گویا احناف کے نزدیک سببِ ولایت صِغر ہے اور شوافع کے نزدیک سبب ولایتِ بکر ہے۔ اب اس مسئلہ کی چار صورتیں ہیں ① باکرہ صغیرہ ② ثیبہ بالغہ ③ باکرہ بالغہ ④ ثیبہ صغیرہ۔ پہلی دو صورت متفق علیہ ہیں۔ پہلی صورت میں احناف و شوافع دونوں کے نزدیک ولایت کا حق حاصل ہوگا دوسری

صورت میں دونوں کے نزدیک ولایت کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ آخری دوصورتیں مختلف فیہ ہیں ان میں سے پہلی صورت یعنی باکرہ بالغہ پر شوافع کے نزدیک تو ولایت حاصل ہوگی احناف کے نزدیک ولایت حاصل نہیں ہوگی۔ دوسری صورت یعنی ثیبہ صغیرہ پر احناف کے نزدیک ولایت حاصل ہوگی مگر شوافع کے نزدیک ولایت حاصل نہیں ہوگی۔ (التکمیل الضروری ج۲ص۲۵۸)

دوسرا مسئلہ یہ بیان کیا کہ حقِ ولایت کس کو ہے؟ تو فرمایا کہ نکاح کے باب میں وہی ولی ہوتا ہے جو وراثت کے باب میں عصبہ بنفسہٖ ہوتا ہے یعنی لڑکا، پوتا، پڑپوتا وغیرہ پھر باپ، دادا، پڑدادا پھر چچا وغیرہ۔

اس مسئلہ میں ائمہ کرامؒ کا اختلاف ہے، امام مالکؒ کے نزدیک صرف باپ کو حقِ ولایت حاصل ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک باپ ودادا دونوں کو حاصل ہے اور احناف کے نزدیک ہر ولی کو حقِ ولایت حاصل ہے البتہ جن کو صرف ولایتِ اجبار حاصل ہے ولایتِ الزام حاصل نہیں ہے انکا کیا ہوا نکاح لازم نہیں ہے بلکہ صغیر وصغیرہ کو بالغ ہونے کے بعد خیارِ بلوغ حاصل ہوگا اور جن کو ولایتِ الزام بھی حاصل ہے انکا کیا ہوا نکاح لازم ہوگا، بالغ ہونے کے بعد صغیر وصغیرہ کو خیارِ بلوغ حاصل نہ ہوگا۔

تیسرا مسئلہ بطورِ تفریع ہی ہے کہ چونکہ باپ ودادا کو ولایتِ الزام حاصل ہے اسلئے انکا کیا ہوا نکاح لازم ہوگا بالغ ہونے کے بعد صغیر وصغیرہ کو خیارِ بلوغ حاصل نہ ہوگا اگر صغیر وصغیرہ کا نکاح کسی اور نے باپ ودادا کے علاوہ کردیا تو پھر صغیر وصغیرہ کو بالغ ہونے کے بعد خیارِ بلوغ حاصل ہوگا کہ نکاح کو باقی رکھیں یا نکاح کو فسخ کردیں کیونکہ دیگر اولیاء کو ولایتِ الزام حاصل نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... **ویحرم من الرضاع ما یحرم من النسب الا ام اخته من الرضاع فانه یجوزله ان یتزوجها ولا یجوز ان یتزوج ام اخته من النسب واخت ابنه من الرضاع یجوز ان یتزوجها ولا یجوز ان یتزوج اخت ابنه من النسب..... ویجوز ان یتزوج الرجل باخت اخیه من الرضاع کما یجوز ان یتزوج باخت اخیه من النسب وذلك مثل الاخ من الاب اذا کان له اخت من امه جاز لاخیه من ابیه ان یتزوجها۔** (ص۱۴۳۔امدادیہ)

مدتِ رضاعت کتنی ہے؟ مدتِ رضاعت کے بعد کیا دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوگی؟ عبارت میں مذکورہ مسائل کی بے غبار تشریح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) مدتِ رضاعت کی وضاحت (۲) مدتِ رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت کا ثبوت (۳) عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح۔

جواب ..... ❶ مدتِ رضاعت کی وضاحت:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مدتِ رضاعت تیس ماہ یعنی اڑھائی سال ہے، صاحبینؒ وجمہورؒ کے نزدیک دوسال ہے۔ امام زفرؒ کے نزدیک تین سال ہے۔

❷ مدتِ رضاعت کے بعد دودھ پینے سے حرمت کا ثبوت:۔ اگر مدتِ رضاعت گزر جائے اور اسکے بعد کوئی عورت کسی بچہ کو دودھ پلائے تو اس سے حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہوگی کیونکہ اب اس دودھ سے جزئیت وغذائیت ثابت نہیں ہوتی۔

❸ عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح:۔ اس عبارت میں حرمتِ رضاعت کے متعلق بطورِ ضابطہ یہ مسئلہ ہے کہ جو عورتیں نسب کی وجہ سے حرام ہوتی ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوتی ہیں مثلاً نسبی ماں کی طرح رضاعی ماں، نسبی بہن کی طرح رضاعی بہن اور نسبی بیٹی کی طرح رضاعی بیٹی حرام ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اس کے بعد اس ضابطہ سے دو استثنائی صورتیں ذکر کی ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ رضاعی بہن کی ماں خواہ وہ رضاعی ماں ہو یا نسبی ماں ہو دونوں سے نکاح جائز ہے مثلاً راشد وراشدہ دونوں نے رابعہ کا دودھ پیا اور راشدہ نے خالدہ کا بھی دودھ پیا ہے تو خالدہ باوجود یہ کہ راشدہ کی رضاعی ماں ہے مگر راشد کا اس سے نکاح جائز ہے، اسی طرح راشد وراشدہ دونوں نے کسی اجنبی عورت کا دودھ پیا مگر راشد نے راشدہ کی نسبی ماں کا دودھ نہیں پیا تو راشدہ کی اس نسبی ماں سے راشد کا نکاح جائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ رضاعی بیٹی کی بہن خواہ وہ رضاعی بہن ہو یا نسبی بہن ہو ان دونوں سے بھی نکاح کرنا جائز ہے مثلاً راشدہ نے راشد کی بیوی رابعہ کا دودھ پیا تو راشدہ راشد کی رضاعی بیٹی ہوئی اس رضاعی بیٹی کی نسبی بہن خالدہ سے راشد کا نکاح جائز

ہے۔اسی طرح راشدہ کی رضاعی بہن مثلاً طاہرہ نے کسی اجنبی عورت کا دودھ پیا ہے اور راشدہ نے بھی اسی اجنبی عورت کا دودھ پیا ہے تو یہ راشدہ وطاہرہ دونوں باہم رضاعی بہنیں ہیں، اب راشد کا نکاح اس طاہرہ سے جائز ہے۔

آخری مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ عبدالرحمٰن نے ابراہیم کی ماں کا دودھ پیا تو ابراہیم، عبدالرحمٰن کی نسبی بہن سے شادی کرسکتا ہے جبکہ یہ لڑکی ابراہیم کے رضاعی بھائی عبدالرحمٰن کی نسبی بہن ہے جس کی دلیل یہ بیان کی جارہی ہے کہ نسبی بھائی کی نسبی بہن سے شادی کرنی جائز ہے۔اس کی صورت یہ ہے کہ عامر کے دو بیٹے ہیں اور دونوں کی ماں جدا جدا ہے۔اب یہ دونوں لڑکے علاتی (باپ شریک) بھائی ہیں، عامر نے ایک بیوی کو طلاق دیدی، اس مطلقہ نے عدت گزارنے کے بعد کسی دوسرے مرد سے شادی کرلی اس کے ذریعہ ایک لڑکی پیدا ہوئی اب یہ لڑکی ان دونوں لڑکوں میں سے کسی ایک کی اخیافی (ماں شریک) بہن ہے اور دوسرا لڑکا اس لڑکی کیلئے اجنبی ہے تو یہ دوسرا لڑکا اس لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے جبکہ رشتہ کے اعتبار سے یہ لڑکی اپنے شوہر کے نسبی بھائی کی نسبی بہن ہے مگر چونکہ یہ لڑکی اس لڑکے کے حق میں ایک اجنبیہ عورت تھی جس سے اس کا عقد ہوا ہے اس لئے یہ نکاح درست ہے۔(التکمیل الضروری ج۲ص۲۸۲)

الشق الثانی.....وَاِذَا وُجِدَ فِی الْبِئْرِ فَارَۃٌ اَوْغَیْرُھَا وَلَا یَدْرُوْنَ مَتٰی وَقَعَتْ وَلَمْ تَنْتَفِخْ وَلَمْ تَنْفَسِخْ اَعَادُوْا صَلٰوۃَ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ اِذَا کَانُوْا تَوَضَّئُوْ مِنْھَا وَغَسَلُوْا کُلَّ شَیْءٍ اَصَابَہٗ مَاؤُھَا وَاِنْ اِنْتَفَخَتْ اَوْ تَفَسَّخَتْ اَعَادُوْا صَلٰوۃَ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ وَ لَیَالِیْھَا فِیْ قَوْلِ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ ؒ وَقَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ: لَیْسَ عَلَیْھِمْ اِعَادَۃُ شَیْءٍ حَتّٰی یَتَحَقَّقُوْا مَتٰی وَقَعَتْ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے، عبادت میں مذکورہ مسئلہ کی بے غبار تشریح کیجئے۔ (ص۷:امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔(۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسائل کی تشریح۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور اگر کنویں میں چوہا وغیرہ ملے اور لوگوں کو معلوم نہیں کہ کب گرا ہے اور وہ ابھی تک نہ پھولا ہے اور نہ پھٹا ہے تو یہ لوگ ایک دن اور ایک رات کی نمازیں لوٹائیں اگر اس پانی سے وضو کئے ہوں اور ہر اس چیز کو دھوئیں جس کو اس کنویں کا پانی پہنچا ہو اور اگر وہ جانور پھول گیا یا پھٹ گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے قول کے مطابق تین دن اور تین رات کی نمازیں لوٹائیں اور امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ (صاحبین) نے فرمایا کہ ان پر کسی چیز کا لوٹانا واجب نہیں ہے یہاں تک کہ یہ تحقق ہوجائے کہ یہ چوہا کب گرا ہے۔

❸ مسائل کی تشریح:۔ عبارت میں مذکور مسئلہ کی تشریح یہ ہے کہ کسی کنویں میں مرا ہو چوہا یا اس سے ملتی جلتی چیز ملی اور اس کے کنویں میں گرنے کا وقت معلوم نہیں ہے تو اس صورت میں اگر وہ چوہا وغیرہ پھولا یا پھٹا نہیں ہے تو اس پانی سے کئے گئے وضو سے ایک دن کی پڑھی گئی نمازیں لوٹائی جائیں گی۔ بشرطیکہ ازالۂ حدث کے لئے پانی استعمال کیا گیا ہو اور اسی طرح کوئی اور چیز جو اس پانی سے ایک دن کے اندر دھوئی گئی ہے یا جس جس چیز کو یہ پانی پہنچا ہے اس چیز کو بھی دھویا جائے گا اور اگر وہ مردہ جانور کنویں میں پھول گیا یا پھٹ گیا تو پھر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تین دن کی نمازیں لوٹائی جائیں گی اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب تک جانور کے کنویں میں گرنے کا وقت معلوم نہ ہو اس وقت تک کسی نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے۔(التکمیل الضروری ج۱ص۴۰)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل..... والسهو یلزم اذا زاد فی صلاته فعلا من جنسها لیس منها او ترك فعلا مسنونا او ترك قراءة فاتحة الكتاب او القنوت او التشهد او تكبيرات العيدين او جهر الامام فيما يخافت او خافت فيما يجهر۔ (ص۲۴:امدادیہ)

عبارت کی تشریح کیجئے، کیا فعل مسنون کے ترک پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو او ترك فعلا مسنونا کا کیا مطلب ہے؟ نیز سجدۂ سہو کا طریقہ لکھنا نہ بھولئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل تین امور ہیں۔(۱) عبارت کی تشریح (۲) فعلِ مسنون کے ترک پر سجدۂ سہو کا حکم اور او ترك فعلا مسنونا کا مطلب (۳) سجدۂ سہو کا طریقہ۔

جواب ..... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنفؒ سجدۂ سہو کے موجبات کو بیان کررہے ہیں کہ کن کن وجوہ سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے تو فرمائی کہ سجدۂ سہو اُس فعل کو زیادہ کرنے سے لازم ہوتا ہے جو فعلِ نماز کی جنس سے تو ہو مگر نماز کا جزء نہ ہو مثلاً ایک رکعت میں دو رکوع یا تین سجدے کرلئے یا کوئی فعل واجب (عبارت میں مسنون سے مراد واجب ہے) چھوڑ دیا مثلاً سورۂ فاتحہ کو چھوڑ دیا، دعاءِ قنوت کو چھوڑ دیا، تشہد کو چھوڑ دیا، تکبیراتِ عید کو چھوڑ دیا، یا امام نے سرّی نماز میں جہرًا قراءت کی یا جہری نماز میں سرًا قراءت کی تو ان تمام صورتوں میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

❷ فعلِ مسنون کے ترک پر سجدۂ سہو کا حکم اور **او ترك فعلا مسنونا** کا مطلب:۔ فعلِ مسنون کے ترک پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہے۔ سوال ہوتا ہے کہ اگر فعلِ مسنون کے ترک پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہے تو پھر مصنفؒ کی عبارت **او ترك فعلا مسنونا** کا کیا مطلب ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ فعلِ مسنون سے مراد فعلِ واجب ہے کیونکہ اسکے وجوب کا ثبوت اور معرفت سنت سے ہوتی ہے۔

❸ سجدۂ سہو کا طریقہ:۔ سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کے بعد ایک طرف سلام پھیرے پھر دو سجدے کرے، اس کے بعد دوبارہ التحیات پڑھ کر حسبِ معمول سلام پھیر دے۔

الشق الثانی ..... **ومن كان له نصاب فاستفاد فی اثناء الحول من جنسه ضمه الی ماله و زكاه به والسائمة هی التی تكتفی بالرعی فی اكثر حولها فان علفها نصف الحول او اكثر فلا زكوة فيها والزكاة عند ابی حنيفة وابی يوسف فی النصاب دون العفو وقال محمد : فيهما۔** (ص۴۰۔امدادیہ)

عبارت میں مذکورہ مسائل کی واضح تشریح کیجئے اور بتایئے کہ وجوبِ زکوٰۃ کے بعد اگر مال ہلاک ہوجائے تو زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی یا نہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں: ① مسائل کی تشریح ② وجوبِ زکوٰۃ کے بعد مال ہلاک ہوجائے تو زکوٰۃ کا حکم۔

جواب ..... ❶ مسائل کی تشریح:۔ اس عبارت میں تین مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ کہ اگر کسی شخص کے پاس مال بقدرِ نصاب موجود ہو اور پھر سال کے درمیان اِسی نصاب والی جنس کا اور مال بھی صاحبِ نصاب کو حاصل ہوگیا خواہ اِسی مال میں توالد وغیرہ کے ذریعہ اضافہ ہوا یا خریدنے و میراث ملنے سے (عندالاحناف) اضافہ ہوا بہرصورت اِس مال کو سابقہ نصاب کے ساتھ ملا کر سال پورا ہونے پر سارے مال کی زکوٰۃ لازم ہوگی۔ اگر مالِ مستفاد غیرِ جنس سے ہو تو پھر اس کا الگ سال شمار کیا جائیگا۔

دوسرا مسئلہ سائمہ کی تعریف کے حوالے سے ہے کہ سائمہ وہ جانور ہے جو سال کا اکثر حصہ کھلا چل پھر کے چرنے پر اکتفاء کرے لہٰذا اگر کوئی جانور چھ یا چھ ماہ سے کم چل پھر کر چرنے پر اکتفاء کرے تو اس پر زکوٰۃ لازم نہیں ہے۔

تیسرا مسئلہ عفو کے متعلق ہے، عفو دو نصابوں کے درمیانی عدد کو کہتے ہیں مثلاً پانچ اونٹ پر ایک بکری اور دس اونٹ پر دو بکریاں زکوٰۃ لازم ہے۔ تو درمیان میں چھ سے نو تک جو عدد ہے اس کو عفو کہتے ہیں۔ شیخینؒ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ صرف نصاب پر لازم ہوتی ہے عفو میں زکوٰۃ لازم نہیں ہوتی یعنی پانچ اونٹ پر ایک بکری زکوٰۃ لازم ہے چھ سے نو تک کچھ لازم نہیں لہٰذا اگر سال مکمل ہونے کے بعد پانچ سے اوپر والے اونٹ ہلاک ہوگئے تو پھر بھی ایک بکری ہی لازم ہوگی۔ جبکہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ نصاب و عفو دونوں پر زکوٰۃ لازم ہے لہٰذا اگر سال مکمل ہوتے وقت مثلاً آٹھ اونٹ پر ایک بکری لازم ہوئی اور ادائیگی سے قبل تین اونٹ ہلاک ہوگئے تو پوری بکری لازم نہ ہوگی بلکہ ایک بکری کے آٹھ حصے کرکے پانچ حصے زکوٰۃ لازم ہوگی۔

❷ وجوبِ زکوٰۃ کے بعد مال ہلاک ہوجائے تو زکوٰۃ کا حکم:۔ اگر سال مکمل ہونے پر وجوبِ زکوٰۃ کے بعد مکمل مال از خود ہلاک ہوگیا تو عندالاحناف عینِ شیئ موجود نہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی البتہ اگر مالک نے خود مال ہلاک کیا تو زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی پھر اس پر زکوٰۃ لازم رہے گی۔

امام شافعیؒ کے نزدیک زکوٰۃ لازم ہونے کے بعد ادائیگی کے بغیر کسی صورت بھی ساقط نہ ہوگی۔ (التکمیل الضروری ج۱ ص۱۵۷)

﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... **ولا ولاية لعبد ولا صغير ولا مجنون ولا كافر على مسلمة وقال ابو حنيفة: يجوز**

لغير العصبات من الاقارب التزوج، ومن لا ولی لها اذا زوجها مولاها الذی اعتقها جاز واذا غاب الولی الاقرب غيبة منقطعة جاز لم هوابعد منه ان يزوج۔ (ص۱۳۷۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کرکے مذکورہ مسائل کی وضاحت کیجئے، **غیبۃ منقطعہ** کسے کہتے ہیں؟ واضح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مسائل کی وضاحت (۳) **غیبۃ منقطعہ** کی تعریف۔

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ غلام، بچہ، مجنون اور کافر کو مسلمان عورت پر ولایت حاصل نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عصبات کے علاوہ دیگر قرابت داروں کیلئے نکاح کر دینا جائز ہے اور جس عورت کا ولی نہ ہو جب اس کا نکاح اس کے مولیٰ عتاقہ نے کر دیا تو یہ جائز ہے اور جب ولیِ اقرب غیبتِ منقطعہ کے طور پر غائب ہو تو جو شخص ولیِ ابعد ہو اس کیلئے نکاح کر دینا جائز ہے۔

❷ مسائل کی وضاحت:۔ پہلا مسئلہ یہ بیان کیا کہ غلام، صغیر، دیوانہ و مجنون اور کافر کو کسی مسلمان عورت پر حقِ ولایتِ نکاح حاصل نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عصبات کی عدم موجودگی میں دیگر قرابت دار مثلاً بہن، والدہ، خالہ و ماموں وغیرہ کے لئے حقِ ولایت ثابت ہے، عصبات کی عدم موجوگی میں یہ قرابت دار بھی نکاح کرنے کا حق رکھتے ہیں انکا نکاح کر دینا استحساناً جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک عصبات کے علاوہ کسی قرابت دار کے لئے حقِ ولایت ثابت نہیں ہے۔

تیسرا مسئلہ یہ کہ اگر صغیرہ کا کوئی عصبہ ولی موجود نہ ہو اور اس کا نکاح اس کے مولیٰ عتاقہ نے کر دیا یعنی اس کو آزاد کرنے والے مولیٰ نے اس کا نکاح کر دیا تو یہ نکاح درست و جائز ہے۔

چوتھا مسئلہ یہ کہ اگر ولیِ اقرب موجود ہو تو پھر ولیِ ابعد کو حقِ ولایت حاصل نہیں ہوتا البتہ اگر ولیِ اقرب غیبتِ منقطعہ کے طور پر غائب ہو تو پھر ولیِ ابعد کو حقِ ولایتِ نکاح حاصل ہوگا مثلاً باپ کی عدم موجودگی (غیبتِ منقطعہ کے طور پر) میں دادا کو حقِ ولایت حاصل ہوگا وہ اپنی صغیرہ پوتی کا نکاح بیٹے کی عدم موجودگی میں کرسکتا ہے۔

❸ **غیبۃ منقطعہ** کی تعریف:۔ صاحبِ قدوری فرماتے ہیں کہ غیبتِ منقطعہ یہ ہے کہ آدمی ایسے شہر چلا جائے جہاں سال بھر میں قافلے صرف ایک مرتبہ پہنچ سکتے ہوں اور مفتی بہ قول کے مطابق ادنیٰ مدتِ سفر یعنی تین دن کی مسافت کے بعد غیبتِ منقطعہ ثابت ہو جائے گی۔ (التکمیل الضروری ج۲ ص۲۵۹)

الشق الثانی ..... **وَاَمَّا الْمَاءُ الْجَارِیْ اِذَا وَقَعَتْ فِیْهِ نَجَاسَةٌ جَارَ الْوُضُوْءُ مِنْهُ اِذَا لَمْ یُرَ لَهَا اَثَرٌ، لِاَنَّهَا لَاتَسْتَقِرُّ مَعَ جِرْیَانِ الْمَاءِ۔ وَالْغَدِیْرُ الْعَظِیْمُ الَّذِیْ لَایَتَحَرَّكُ اَحَدُ طَرَفَیْهِ بِتَحْرِیْكِ الطَّرَفِ الْاٰخَرِ اِذَا وَقَعَتْ نَجَاسَةٌ فِیْ اَحَدِ جَانِبَیْهِ جَازَ الْوُضُوْءُ مِنَ الْجَانِبِ الْاٰخَرِ لِاَنَّ الظَّاهِرَ اَنَّ النَّجَاسَةَ لَاتَصِلُ اِلَیْهِ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے، عبارت میں مذکورہ مسائل کی تشریح کیجئے اور یہ بتایئے کہ ''ماءِ جاری'' کسے کہتے ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں: (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مذکورہ مسائل کی تشریح (۴) ماءِ جاری کی تعریف۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

0313 6357913 maktabazabanyurdu@gmail.com

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور لیکن ماءِ جاری میں جب نجاست گر جائے تو اُس سے وضو کرنا جائز ہے جب تک کہ اُس نجاست کا اثر دکھائی نہ دے اس لئے کہ نجاست پانی کے بہاؤ کی صورت میں نہیں ٹھہرتی۔ اور غدیرِ عظیم وہ بڑا تالاب ہے جس کی ایک جانب دوسری جانب کو حرکت دینے سے حرکت نہ کرے۔ جب غدیرِ عظیم کی ایک جانب میں نجاست گر جائے تو دوسری جانب سے وضو کرنا جائز ہے اس لئے کہ ظاہر یہی ہے کہ نجاست دوسری جانب نہیں پہنچی ہوگی۔

❸ مذکورہ مسائل کی تشریح:۔ اس عبارت میں دو مسائل ذکر کئے گئے ہیں: ① ماءِ جاری میں اگر کوئی گندگی و نجاست گر جائے تو اُس ماءِ جاری سے وضو کرنا جائز ہے بشرطیکہ اُس میں نجاست و گندگی کا اثر دکھائی نہ دے اسلئے کہ پانی کے بہاؤ کے مقابلہ میں نجاست

کا ٹھہرنا مشکل ہے۔ ② ایسا بڑا تالاب یا حوض جس کی ایک جانب میں پانی کو حرکت دینے سے دوسری جانب اُس حرکت کا اثر نہ پہنچے تو ایسے تالاب یا حوض میں بھی اگر کسی ایک جانب نجاست گر جائے تو دوسری جانب سے وضو کرنا جائز ہے۔ اسلئے کہ حرکت کا اثر نجاست کے مقابلے میں تیزی کے ساتھ دوسری جانب پہنچتا ہے جب ایسے بڑے تالاب یا حوض میں حرکت کا اثر ہی دوسری جانب نہیں پہنچ رہا تو نجاست وگندگی کا اثر بھی دوسری جانب نہیں پہنچے گا۔

④ ماءِ جاری کی تعریف:۔ اس کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں۔ ① عرفِ عام میں جس کو جاری کہا جائے۔ ② جو خشک تنکے کو بہا کر لے جائے۔ ③ پانی اس قدر جاری ہو کہ جب وضو کرنے والا شخص ایک مرتبہ چلو لینے کے بعد دوبارہ پانی کا چلو لے تو نیا پانی اس کے ہاتھ میں آئے، پہلا پانی بہہ جائے۔ ④ اگر کوئی شخص عرضاً اپنا ہاتھ پانی کے بہاؤ میں رکھے تو پانی نہ رکے۔

ان میں سے پہلا قول زیادہ ظاہر اور دوسرا قول زیادہ مشہور ہے۔ (التکمیل الضروری ج ا ص ۳۵)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... سُنَّةُ الْغُسْلِ اَن يَبْدَاَ الْمُغْتَسِلُ بِغَسْلِ يَدَيْهِ وَ فَرْجِهٖ وَ يُزِيْلُ النَّجَاسَةَ اِنْ كَانَتْ عَلٰى بَدَنِهٖ ثُمَّ يَتَوَضَّاُ وُضُوْئَهٗ لِلصَّلٰوةِ اِلَّا غَسْلَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ يُفِيْضُ الْمَاءَ عَلٰى رَاْسِهٖ وَ سَائِرِ بَدَنِهٖ ثَلَاثًا ثُمَّ يَتَنَحّٰى عَنْ ذٰلِكَ الْمَكَانِ فَيَغْسِلُ رِجْلَيْهِ ۔ (كتاب الطهارة۔ بيان سنة الغسل)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ غسل کو واجب کرنے والے اسباب اور غسل کے فرائض تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ موجباتِ غسل ④ غسل کے فرائض۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ غسل کی سنتیں یہ ہیں کہ غسل کرنے والا پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو اور اپنی شرم گاہ کو دھوئے اور نجاست کو زائل کرے اگر اس کے بدن پر ہو پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرے مگر (ابھی) پاؤں نہ دھوئے پھر اپنے سر پر پانی بہائے اور پورے بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے پھر اس جگہ سے الگ ہو جائے اور اپنے دونوں پاؤں کو دھوئے۔

③ موجباتِ غسل:۔ ① نیند یا بیداری کی حالت میں کود کر شہوت کے ساتھ مرد اور عورت سے منی نکلنا ② التقاءِ ختانین (منی کے انزال کے بغیر محضر اور عورت کی شرمگاہ کا ملنا۔ اسی طرح دبر میں عضوِ تناسل اتنا داخل کر دیا کہ حشفہ غائب ہو گیا تو چاہے منی کا خروج نہ ہوا ہو پھر بھی فاعل اور مفعول دونوں پر احتیاطاً غسل لازم ہے ③ حیض ④ نفاس۔ (ہدایہ)

④ غسل کے فرائض:۔ ① کلی کرنا ② ناک میں پانی ڈالنا ③ سارے جسم پر پانی بہانا۔

الشق الثانی ..... وَالسُّجُوْدُ وَاجِبٌ فِیْ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ كُلِّهَا عَلَى التَّالِیْ وَالسَّامِعِ سَوَاءٌ قَصَدَ سِمَاعَ الْقُرْآنِ اَوْ لَمْ يَقْصِدْ ، وَاِذَا تَلَا الْاِمَامُ آيَةَ السَّجْدَةِ سَجَدَهَا وَ سَجَدَ الْمَاْمُوْمُ مَعَهٗ وَاِنْ تَلَا الْمَاْمُوْمُ لَمْ يَسْجُدِ الْاِمَامُ وَلَا الْمَاْمُوْمُ (ص ۲۶۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، مسائل کی تشریح کریں، سجدۂ تلاوت کتنے اور کن کن سورتوں میں ہیں وضاحت سے تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) مسائل کی تشریح (۳) سجدۂ تلاوت کی تعداد ونشاندہی

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ كمامرّ فی السوال آنفًا۔

② مسائل کی تشریح:۔ سجدۂ تلاوت کے جن مقامات کا مصنفؒ نے اوپر تذکرہ کیا ہے اُن کے متعلق فرماتے ہیں کہ اِن تمام مواقع پر تلاوت کرنے والے اور تلاوت سننے والے دونوں پر سجدہ واجب ہے خواہ سننے والے نے قرآن کریم کو سننے کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اور عندالاحناف یہ تمام سجدے واجب ہیں جبکہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سجدۂ تلاوت سنت ہے۔

اور جب کوئی امام نماز کے اندر آیاتِ سجدہ تلاوت کرے گا تو اِس موقع پر امام اور مقتدی دونوں پر سجدۂ تلاوت لازم ہوگا اور

اگر مقتدی نے امام کے پیچھے آیتِ سجدہ کی تلاوت کی تو نہ امام پر سجدۂ تلاوت لازم ہوگا اور نہ ہی مقتدی پر لازم ہوگا۔

③ سجدۂ تلاوت کی تعداد و نشاندہی:۔ قرآن پاک میں چودہ آیاتِ سجدہ ہیں: ① سورۂ اعراف کے آخر میں (ان الذین عند ربك لا یستکبرون عن عبادته ویسبحونه وله یسجدون) پ۹ ع۱۴، ② سورۂ رعد میں ہے (ولله یسجد من فی السمٰوٰت والارض طوعًا وکرهًا وظلٰلهم بالغدو والاٰصال) پ۱۳ رکوع ۸، ③ سورۂ نحل میں ہے (یخافون ربهم من فوقهم و یفعلون ما یؤمرون) پ۱۴، ع۱۲، ④ سورۂ بنی اسرائیل میں ہے (ویخرون للاذقان یبکون ویزیدهم خشوعًا) پ۱۵، ع۱۲، ⑤ سورۂ مریم میں ہے (اذا تتلی علیهم اٰیات الرحمٰن خرّوا سجدًا وبکیًا) پ۱۶، ع۷، ⑥ سورۂ حج کا پہلا سجدہ ہے (ومن یهن الله فماله من مکرم ان الله یفعل ما یشاءُ) پ۱۷، ع۹، ⑦ سورۂ فرقان میں ہے (واذا قیل لهم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمن انسجد لما تأمرنا وزادهم نفورًا) پ۱۹، ع۳، ⑧ سورۂ نمل میں ہے (ما تخفون وما تعلنون الله لا اِله الاهو رب العرش العظیم) پ۱۹، ع۱۷، ⑨ سورۂ سجدہ (الم تنزیل) میں ہے (انما یؤمن باٰیاتنا الذین اذا ذکروا بها خروا سجدا وسبحوا بحمد ربهم وهم لا یستکبرون) پ۲۱ ع۱۵ ⑩ سورۂ ص میں ہے (فغفرنا له ذالك وان له عندنا لزلفی وحسن مآب) پ۲۳، ع۱۱، ⑪ سورۂ حم سجدہ میں ہے: (یسبحون له باللیل والنهار وهم لایسئمون) پ۲۴، ع۱۹، ⑫ سورۂ النجم میں ہے: (فاسجدوا لله واعبدوا) پ۲۷، ع۷، ⑬ سورۂ انشقاق میں ہے: (واذا قرئ علیهم القرآن لایسجدون) پ۳۰، ع۹، ⑭ سورۂ علق میں ہے: (واسجد و اقترب) پ۳۰، ع۲۱۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل .....اذا قال الزوج لامراته انت علیّ کظهر امی فقد حرمت علیه لا یحل له وطؤها ولا مسها ولا تقبیلها حتی یکفر عن ظهاره ۔ فان وطئها قبل ان یکفر استغفرالله ولا شیئ علیه غیر الکفارة الاولٰی ولایعاوده حتی یکفر ۔(کتاب الظهار) عبارت کا ترجمہ اور واضح تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں: ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا تم میرے اوپر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو تو وہ اس پر حرام ہو جائے گی۔ مرد کیلئے حلال نہیں ہے بیوی سے وطی کرنا اور نہ اس کو چھونا اور نہ اس کا بوسہ لینا یہاں تک کہ ظہار کا کفارہ دے۔ پس اگر مرد نے کفارہ دینے سے پہلے بیوی سے صحبت کر لی تو اللہ سے استغفار کرے اور اس پر پہلے کفارہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے۔ اور دوبارہ وطی نہ کرے یہاں تک کہ کفارہ دے۔

② عبارت کی تشریح:۔ مرد کا اپنی بیوی کو یا اسکے کسی ایسے جزو شائع کو جس سے سارے جسم کو یا ذات کو تعبیر کیا جا سکتا ہو اپنی محرمات ابدیہ (ماں، بہن، بیٹی وغیرہا) کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کو دیکھنا اس کیلئے جائز نہیں (ماں کی پشت بھی اسکی ایک مثال ہے) ظہار ہے۔ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا تو مرد کیلئے بیوی سے وطی کرنا، اس کو چھونا اور اس کا بوسہ لینا حلال نہیں ہے یہاں تک کہ وہ ظہار کا کفارہ دے۔ ارشادِ باری ہے: والذین یظاهرون من نسائهم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبة من قبل ان یتماسّا ..... فمن لم یجد فصیام شهرین متتابعین من قبل ان یتماسّا فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا ذٰلك لتؤمنوا بالله ورسوله (مجادلہ)۔ اگر بدقسمتی سے کفارہ ادا کرنے سے پہلے مرد نے اپنی بیوی سے وطی کر لی تو دوسرا کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ وہ اللہ سے اس گناہ پر استغفار کرے اور پہلا کفارہ ہی ادا کر دے۔ اسکی وجہ حدیث میں ہے کہ حضرت سلمہ بن صخر رضی اللہ عنہ نے ظہار کرنے کے بعد صحبت کر لی تو پہلا کفارہ ہی ادا کرنے کا حکم دیا (ابوداؤد)

اگر کفارہ سے پہلے ایک مرتبہ وطی کر لی تو ایسا نہیں کہ بار بار وطی کرتا رہے بلکہ وطی ابھی بھی حرام ہے۔ اس لئے کفارہ ادا کرنے سے پہلے اب دوبارہ وطی نہ کرے۔

الشق الثانی.....وَيَنْقُضُ الْمَسْحَ مَايَنْقُضُ الْوُضُوْءَ وَيَنْقُضُهُ اَيْضاً نَزْعُ الْخُفِّ وَمُضِيُّ الْمُدَّةِ فَاِذَا مَضَتِ الْمُدَّةُ نَزَعَ خُفَّيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ وَصَلّٰى وَلَيْسَ عَلَيْهِ اِعَادَةُ بَقِيَّةِ الْوُضُوْءِ (ص ۱۱۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مسائل کی تشریح کریں۔ ہاں یا نہیں میں جواب دیں۔

(۱) کیا سور الحمار مکروہ ہے؟ (نہیں) (۲) کیا مرد کے کفن میں دو کپڑوں پر اکتفاء جائز ہے؟ (ہاں)

(۳) کیا شہید کو غسل دیا جائے گا؟ (نہیں) (۵) کیا شوافع کے ہاں حج تمتع افراد سے افضل ہے؟ (نہیں)

(۵) کیا اسبابِ حجر تین ہیں؟ (ہاں) (۶) کیا دس مثقال سونے میں زکوٰۃ ہے؟ (نہیں)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسائل کی تشریح (۴) معروضی سوالات کا جواب

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفًا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور توڑ دیتی ہے مسح کو وہ چیز جو توڑ دیتی ہے وضو کو اور توڑ دیتا ہے اسے موزہ کا اترنا بھی اور مدت کا گزرنا بھی، پس جب گزر جائے مدت تو اتارے موزوں کو اور دونوں پاؤں کو دھولے اور نماز پڑھ لے اور اس پر بقیہ وضو کا اعادہ لازم نہیں ہے۔

③ مسائل کی تشریح:۔ اس عبارت میں نواقضِ مسحِ خفین کا ذکر ہے کہ ہر وہ چیز جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اس سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے بلکہ دو چیزیں زائد ہیں جن سے مسح ٹوٹتا ہے وضو نہیں ① مدت کا پورا ہونا ② موزہ کا اتر جانا۔ لہٰذا جب مدت پوری ہو جائے تو ماسح کو چاہیے کہ موزوں کو اتار کر صرف پاؤں کو دھو کر نماز پڑھ لے، دوبارہ سارا وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

④ معروضی سوالات کا جواب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

الشق الثانی.....اِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ بِالزِّنَا وَ هُمَا مِنْ اَهْلِ الشَّهَادَةِ وَ الْمَرْاَةُ مِمَّنْ يُّحَدُّ قَاذِفُهَا اَوْ نَفٰى نَسَبَ وَلَدِهَا وَ طَالَبَتْهُ الْمَرْاَةُ بِمُوْجِبِ الْقَذْفِ فَعَلَيْهِ اللِّعَانُ۔

عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں۔ خلع اور ظہار کی تعریف کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی وضاحت ③ خلع اور ظہار کی تعریف۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفًا۔

② عبارت کی وضاحت:۔ کسی آدمی نے اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی یا اپنی بیوی کے پیدا ہونے والے بچہ کی خود سے نفی کر دی کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے اور زوج وزوجہ ایسے لوگوں میں سے ہیں جنکی شہادت قبول کی جاتی ہے یعنی دونوں عاقل بالغ وآزاد ہیں، نیز زوجہ ایسی عورت ہے جس کے قاذف پر حدِ قذف جاری ہو سکتی ہے یعنی وہ عورت پہلے متہم بالزنا نہیں ہے اور اس زوجہ نے زنا کا انکار کر دیا اور خاوند سے موجبِ قذف کا مطالبہ کر دیا تو اس صورت میں لعان لازم ہو جائے گا یعنی اس صورت میں میاں بیوی کے انکار کی وجہ سے دونوں میاں بیوی سے قسمیں اُٹھوائی جائیں گی۔

③ خلع اور ظہار کی تعریف:۔ ظہار: لغوی معنی مرد کا اپنی منکوحہ کو اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ کہنا ہے۔ اصطلاح میں مرد کا اپنی بیوی کو یا اسکے کسی ایسے جزو شائع کو جس سے سارے جسم کو یا ذات کو تعبیر کیا جا سکتا ہو اپنی محرمات ابدیہ (ماں، بہن، بیٹی وغیرہا) کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کو دیکھنا اس کیلئے جائز نہیں (ماں کی پشت بھی اسکی ایک مثال ہے) ظہار ہے۔

خلع: لغوی معنی اتارنا والگ کرنا ہے اور اصطلاح میں مِلکِ نکاح کے ازالہ کو خلع کہتے ہیں جو کہ لفظِ خلع یا اسکے ہم معنیٰ الفاظ کے ذریعے ہو جس کی صحت عورت کے قبول کرنے پر موقوف ہو۔ بالفاظِ دیگر عورت سے لفظِ خلع کے ساتھ ملکِ نکاح کے مقابلہ میں مال لینا۔

﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل.....واذا تزوج امرأة على الف على ان لا يخرجها من البلد او على ان لا يتزوج عليها

فان وفا بالشرط فلها المسمٰی ، و ان تزوج علیها او اخرجها من البلد فلها مهر مثلها واذا تزوجها علٰی حیوان غیر موصوف صحت التسمیة ولها الوسط منه ، والزوج مخیر ان شاء اعطاها ذٰلك و ان شاء اعطاها قیمة ،ولو تزوجها علٰی ثوب غیر موصوف فلها مهر مثلها۔

مذکورہ مسائل کی تشریح کریں۔مہرِ مثل سے کیا مراد ہے؟ وضاحت سے تحریر کریں۔

جواب ..... ❶ مسائل کی تشریح:۔ اگر کسی مرد نے کسی عورت سے ایک ہزار درہم مہر پر اِس شرط کے ساتھ نکاح کیا کہ مَیں اِس عورت کو شہر سے باہر نہیں لے کر جاؤں گا یا اِس شرط پر نکاح کیا کہ مَیں اِسکی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کروں گا تو ان دونوں صورتوں میں اگر مرد نے اپنی شرط پوری کردی تو اس صورت میں عورت کو مہرِ مسمّیٰ (ایک ہزار درہم) ملے گا اور اگر شوہر نے شرط پوری نہ کی یعنی عورت کو دوسرے شہر لے گیا یا اسکی موجودگی میں دوسرا نکاح کرلیا تو اِس صورت میں عورت کو مہرِ مثل ملے گا۔

اگر مرد نے کسی عورت کیلئے کسی ایسے حیوان کو مہر مقرر کیا جس کی صفت بیان نہیں کی گئی تھی تو یہ مہر مقرر کرنا تو درست ہے اور عورت کو درمیانے درجے کا حیوان ملے گا البتہ شوہر کو یہ اختیار ہوگا کہ چاہے تو درمیانہ جانور دیدے اور اگر چاہے تو اُس کی قیمت دیدے اور اگر کسی مرد نے کسی عورت سے کسی کپڑے کو مہر مقرر کرتے ہوئے نکاح کیا مگر اُسکی وصف بیان نہیں کی تو اِس صورت میں زوج پر مہرِ مثلی ہی لازم ہوگا۔

❷ مہرِ مثل کی مراد:۔ مہرِ مثل سے مراد اُس عورت کے باپ کے خاندان کی عورتوں کا مہر ہے مثلاً باپ شریک بہن، پھوپھی، پھوپھی کی لڑکی وغیرہ جبکہ یہ منکوحہ اور اُس کے باپ کے خاندان کی عورت دونوں عمر، حسن و جمال، مال و دولت، عقل، دیانت، نسب، شہری و دیہاتی ہونے، ہم عصر ہونے، عفت و پاکدامنی میں برابر ہوں۔

الشق الثانی .....**والکفاءة فی النکاح معتبرة ، فاذا تزوجت المرأة غیر کفو فللأولیاء ان یفرقوا بینهما..... واذا تزوجت المرأة ونقصت من مهر مثلها فللأولیاء الاعتراض علیها عند ابی حنیفة حتی یتم لها مهر مثلها او یفارقها، واذا زوج الأب ابنته الصغیرة ونقص من مهرها او ابنه الصغیر وزاد فی مهر امرأته جاز ذلك علیهما، ولا یجوز ذلك لغیر الأب والجد۔** (التکمیل الضروری ج۲ص۲۶۰)

عبارت میں مذکورہ مسائل کی واضح تشریح کیجئے اور یہ بتائیے کہ کفاءت میں کن چیزوں کا اعتبار ہوتا ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور توجہ طلب ہیں (۱) مذکورہ مسائل کی تشریح (۲) کفاءت میں معتبر اشیاء کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ مذکورہ مسائل کی تشریح:۔ شریعت میں کفاءت سے مراد مخصوص برابری ہے۔

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نکاح میں کفاءت کا اعتبار کیا گیا ہے اور اُس کی مصلحت یہ ہے کہ اولیاء کا حقِ فسخ ساقط ہو کر نکاح لازم ہوجائے۔ نیز کفاءت کے ذریعے زوجین کے درمیان موافقت و الفت پیدا ہوتی ہے اور دونوں کی زندگی خوشگوار ماحول میں گزرتی ہے اور یہ چیزیں جانبین میں برابری پر موقوف ہیں۔

① اگر کسی عورت نے اپنی مرضی سے غیرِ کفو میں اپنا نکاح کرلیا تو اولیاء کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ زوجین کے درمیان تفریق کروادیں۔

② اگر کسی بالغہ عورت نے اپنا نکاح مہرِ مثلی سے کم پر کیا تو اِس صورت میں اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے یا نہیں اس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے لہٰذا شوہر یا تو مہرِ مثلی مکمل کرے یا پھر بیوی سے جدا ہوجائے اور صاحبینؒ کے نزدیک اولیاء کو عورت کے مہرِ مثلی سے کم پر نکاح کرنے کی صورت میں اعتراض کا حق حاصل نہیں ہے۔

③ اگر باپ یا دادا نے اپنی چھوٹی بیٹی یا پوتی کا نکاح کیا اور اُس کا مہر مہرِ مثلی سے کم مقرر کیا یا باپ و دادا نے اپنے چھوٹے لڑکے یا پوتے کا نکاح کیا اور اُس کی بیوی کا مہر مہرِ مثلی سے زائد مقرر کیا تو یہ کمی بیشی خواہ غبنِ فاحش کے قبیل سے ہو یا معمولی ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں یہ نکاح دونوں کے حق میں جائز ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک اگر یہ کمی بیشی معمولی ہو تو پھر نکاح جائز ہے اور اگر یہ کمی بیشی غبنِ فاحش کے طور پر ہو تو نکاح جائز نہیں ہے۔

④ اگر باپ و دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے کمی بیشی کے ساتھ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کردیا تو یہ نکاح درست نہ ہوگا۔

② کفاءت میں معتبر اشیاء کی وضاحت:۔ ① نسب: کیونکہ لوگ نسب پر فخر کرتے ہیں خواہ نسب قریبہ ہو یا بعیدہ ہو۔
② دین: اس سے دیانت وتقویٰ مراد ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک دین کا اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ اُخروی معاملات میں سے ہے۔
③ مال: یعنی شوہر بطورِ رواج مہرِ معجّل اور نفقہ کی ادائیگی پر قادر ہو اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف نفقہ پر قدرت کا اعتبار ہے۔
④ پیشہ: یعنی زوجین کے خاندان کا پیشہ میں متفق ہونا بھی ضروری ہے۔
(**نوٹ**: بعض حضرات نے حریت اور اسلام میں بھی کفاءت کا اعتبار کیا ہے۔ (التکمیل الضروری ج۲ص۲۶۰)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل.....يَجِبُ عَلَى الْمُصَلِّي اَنْ يُّقَدِّمَ الطَّهَارَةَ مِنَ الْاَحْدَاثِ وَ الْاَنْجَاسِ عَلٰى مَا قَدَّمْنَاهُ وَ يَسْتُرُ عَوْرَتَهٗ وَ الْعَوْرَةُ مِنَ الرَّجُلِ مَا تَحْتَ السُّرَّةِ اِلَى الرُّكْبَةِ، وَ الرُّكْبَةُ عَوْرَةٌ دُوْنَ السُّرَّةِ، وَ بَدَنُ الْمَرْاَةِ الْحُرَّةِ كُلُّهٗ عَوْرَةٌ اِلَّا وَجْهَهَا وَ كَفَّيْهَا، وَ مَا كَانَ عَوْرَةً مِنَ الرَّجُلِ فَهُوَ عَوْرَةٌ مِنَ الْاَمَةِ، وَ بَطْنُهَا وَ ظَهْرُهَا عَوْرَةٌ، وَ مَا سِوٰى ذٰلِكَ مِنْ بَدَنِهَا لَيْسَ بِعَوْرَةٍ.
عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ اور تشریح کریں۔ نماز کی شرائط ذکر کریں۔ نیز نماز کے فرائض کے صرف نام لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ نماز کی شرائط وفرائض کی نشاندہی۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفاً

② عبارت کا ترجمہ:۔ نمازی پر لازم ہے کہ وہ نجاستِ حقیقی وحکمی سے پاکی حاصل کرے اُس طریقے پر جو ہم بیان کر چکے ہیں، اور اپنے مقامِ حیاء کو چھپائے۔ اور مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنے تک ہے، اور گھٹنہ ستر میں داخل ہے نہ کہ ناف۔ اور آزاد عورت کا سارا بدن ہی ستر ہے سوائے اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کے۔ اور جو مرد کا ستر ہے وہ باندی کا بھی ستر ہے، باندی کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر ہے، اور اس کے علاوہ باندی کا سارا بدن ستر نہیں ہے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نماز کی شرائط بیان فرما رہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ: نماز کی پہلی شرط یہ ہے کہ نمازی حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر سے پاکی حاصل کرے یعنی ظاہری وباطنی نجاست میں سے کوئی نجاست اس کے بدن پر نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نمازی کے جسم کا جو حصہ ستر ہے وہ چھپا ہوا ہو۔ اس کے بعد ستر کی تفصیل بیان کی کہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے، البتہ گھٹنہ ستر میں شامل ہے مگر ناف ستر میں شامل نہیں ہے۔ جبکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناف ستر میں شامل ہے مگر گھٹنہ شامل نہیں ہے۔ آزاد عورت کے چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ پورا جسم ہی ستر ہے یعنی پورے جسم کا ڈھانپنا ضروری ہے۔ باندی کا ستر بھی مرد والا ہی ہے البتہ مرد کی پیٹھ اور پیٹ ستر نہیں ہے مگر باندی کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر ہیں جن کو نماز میں چھپانا لازم ہے، اس کے علاوہ باندی کا باقی جسم ستر نہیں ہے۔

④ نماز کی شرائط وفرائض:۔ نماز کی شرائط سات ہیں: بدن، کپڑے اور جگہ کا پاک ہونا، ستر ڈھانپنا، قبلہ رخ ہونا، نیت کرنا، نماز کا وقت ہونا۔
نماز کے فرائض چھ ہیں: تکبیر تحریمہ کہنا، قیام کرنا، اصح قول کے مطابق کم از کم ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیات کی قرأت کرنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، تشہد کی مقدار قعدہ اخیرہ میں بیٹھنا۔

0313 6357913 maktabazakariyamadni@gmail.com

الشق الثانی..... اَلزَّكٰوةُ وَاجِبَةٌ عَلَى الْحُرِّ الْمُسْلِمِ الْبَالِغِ الْعَاقِلِ اِذَا مَلَكَ نِصَابًا كَامِلًا مِلْكًا تَامًّا وَ حَالَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ وَلَيْسَ عَلٰى صَبِيٍّ وَلَا مَجْنُوْنٍ وَلَا مُكَاتَبٍ زَكٰوةٌ وَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ مُحِيْطٌ بِمَالِهٖ فَلَا زَكٰوةَ عَلَيْهِ۔
عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ اور تشریح کریں، بکریوں کی زکوٰۃ کو تفصیل سے لکھیں۔ (ص۳۶۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل پانچ امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ بکریوں کی زکوٰۃ کی تفصیل

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ زکوٰۃ واجب ہے آزاد مسلمان بالغ عاقل پر جبکہ وہ نصابِ کامل کا مکمل طور پر مالک ہو اور اس پر سال بھی گزر

جائے اور جس شخص کے ذمہ دَین (قرض) ہو جو اس کے مال کا احاطہ کرنے والا ہو اس پر زکوۃ لازم نہیں ہے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں وجوبِ زکوۃ کی شرائط کو بیان کیا گیا ہے: زکوۃ کے واجب ہونے کیلئے مالک میں پانچ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ ① عاقل ہو، مجنون پر زکوۃ نہیں ② بالغ ہو، بچہ پر زکوۃ واجب نہیں ③ مسلمان ہو، کافر پر زکوۃ نہیں اگر چہ مرتد ہو ④ آزاد ہو، غلام پر زکوۃ نہیں ⑤ اس کے ذمہ دَینِ محیط نہ ہو اگر اس کے ذمہ دَین محیط ہو تو زکوۃ نہیں جیسے پیچھے گزرا۔

(وجوبِ زکوۃ کی تین شرطیں ہیں ① مال بقدرِ نصاب ہو ② مال نامی (بڑھنے والا) یا مالِ تجارت ہو ③ مال پر سال گزر جائے الحاصل سال کے گزرنے پر زکوۃ واجب ہوتی ہے۔)

④ بکریوں کی زکوۃ کی تفصیل:۔ چالیس بکریوں میں ایک بکری ایک سو بیس تک، ایک سو اکیس میں دو بکریاں دو سو تک، دو سو ایک میں تین بکریاں تین سو ننانوے تک، چار سو میں چار بکریاں چار سو ننانوے تک، پانچ سو میں پانچ بکریاں پانچ سو ننانوے تک، اسی طرح اوپر ہر سو میں ایک بکری لازم ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل ..... **واذا قتل المحرم صيدًا او دل عليه من قتله فعليه الجزاء وسواء فى ذلك العامد والناسى والمبتدى والعائد والجزاء عند ابى حنيفة وابى يوسف ان يقوم الصيد فى المكان الذى قتله فيه او فى اقرب المواضع منه ان كان فى برية يقومه ذوا عدل ثم هو مخير فى القيمة ان شاء ابتاع بها هديا ..... وان شاء اشترى بها طعاما ..... وان شاء صام عن كل نصف صاع من بر يوما ..... وقال محمد يجب فى الصيد النظير فيما له نظير۔** (ص۵۹۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ اور تشریح کر کے اس میں موجود اختلاف کی وضاحت کریں۔ ''جنایات'' کی لغوی تحقیق کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) ''جنایات'' کی لغوی تحقیق۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب قتل کیا محرم نے کسی شکار کو یا اس کے متعلق بتلایا اس شخص کو جس نے اسے قتل کیا ہے تو اس پر جزاء لازم ہے۔ برابر ہے اس معاملے میں ارادہ کرنے والا اور بھولنے والا، پہلی بار کرنے والا اور دوبارہ کرنے والا۔ اور جزاء حضرات شیخین رحمہما اللہ کے نزدیک یہ ہے کہ قیمت لگوائی جائے شکار کی اس جگہ میں جہاں اسے قتل کیا ہے یا قریبی جگہ میں اگر اسے قتل کیا ہو جنگل میں۔ مقامی دو عادل آدمی اسکی قیمت لگائیں گے پھر اس جنایت کرنے والے کو اختیار ہوگا اگر چاہے اس قیمت سے کوئی ہدی خریدے اور اگر چاہے تو اس قیمت کے عوض کوئی غلہ وغیرہ خریدے اور اگر چاہے تو گندم کے نصف صاع کے بدلہ میں ایک روزہ رکھے۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس محرم پر اس شکار کی نظیر لازم ہے بشرطیکہ اس کی نظیر ہو۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں جنایت کے ایک مسئلہ کو ذکر کیا گیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ کسی محرم نے کسی شکار کے جانور کو خود قتل کر دیا یا خود تو قتل نہیں کیا مگر کسی دوسرے شخص کی رہنمائی کی اور اس نے جانور کو قتل کر دیا تو خواہ قصداً یہ عمل کیا یا بھول کر کیا خواہ پہلی بار کیا یا دوسری تیسری بار کیا بہر صورت اس پر جزاء لازم ہے، اس میں قصد وعمد کا یا پہلی ودوسری تیسری بار کا کوئی فرق نہیں ہے۔

اس کے بعد جزاء کو ذکر کیا ہے کہ شیخینؒ کے نزدیک اس جنایت کی جزاء یہ ہے کہ جس جگہ پر وہ شکار قتل ہوا ہے اس جگہ شکار کی قیمت لگوائی جائے اور اگر جنگل میں قتل ہوا ہے تو پھر اس جگہ سے سب سے زیادہ قریب کی آبادی میں اس کی قیمت لگوائی جائے اور اسکی قیمت مقامی دو عادل آدمی لگائیں گے پھر اس جنایت کرنے والے کو اختیار ہوگا اگر اس کی قیمت ہدی کو پہنچے تو چاہے اس قیمت سے کوئی ہدی خرید کر مکہ میں ذبح کر دے اور اگر چاہے تو اس قیمت کے عوض کوئی غلہ وغیرہ خرید کر اس کو صدقہ کر دے اور اگر چاہے تو گندم کے نصف صاع یا کھجور وجَو کے ایک صاع کے بدلہ میں ایک روزہ رکھے اور اگر آخر میں نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا جَو سے کم بچ جائے تو پھر اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو اس کو صدقہ کر دے اور اگر چاہے تو اس کے بدلہ میں بھی پورا ایک روزہ رکھ لے۔

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس محرم پر اس شکار کی نظیر لازم ہے بشرطیکہ اس کی نظیر ہو، مثلاً ہرن وبجو میں بکری لازم ہے، خرگوش میں

بکری کا بچہ، جنگلی چوہے میں بکری کا چار ماہ کا بچہ اور شتر مرغ میں اونٹ لازم ہے۔

③ ''جنایات'' کی لغوی تحقیق:۔ ''جِنَایَاتٌ'' یہ جِنَایَۃٌ (بکسر الجیم) کی جمع ہے اور جنایت ہر اُس فعل کے ارتکاب کو کہتے ہیں جو شرعاً حرام ہو خواہ اس کا تعلق جان سے ہو یا مال سے ہو۔ اس جگہ کتاب الحج میں جنایت سے خصوصی طور پر محرم کا وہ فعل مراد ہے جس سے اس کو منع کیا گیا ہو اور پھر محرم پر اس کا ارتکاب کرنے کی وجہ سے جزا (ہدی، صدقہ وغیرہ) لازم ہو۔

الشق الثانی ..... وَ یَجُوْزُ تَزْوِیْجُ الْکِتَابِیَاتِ وَلَا یَجُوْزُ تَزْوِیْجُ الْمَجُوْسِیَّاتِ وَلَا الْوَثَنِیَّاتِ وَ یَجُوْزُ تَزْوِیْجُ الصَّابِیَاتِ اِنْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِنَبِیٍّ وَ یَقْرَئُوْنَ بِکِتَابٍ وَ اِنْ کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْکَوَاکِبَ وَلَا کِتَابَ لَھُمْ لَمْ یَجُزْ مُنَاکَحَتُھُمْ۔

عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں۔ نکاح کا لغوی و اصطلاحی معنی ذکر کریں۔ جن عورتوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ان کی تفصیل لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں درج ذیل امور مطلوب ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی وضاحت ③ نکاح کا لغوی و اصطلاحی معنی ④ جن عورتوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ان کی تفصیل۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مر فی السوال آنفا**

② عبارت کی وضاحت:۔ کتابیہ عورت خواہ آزاد ہو یا باندی ہو عند الاحناف اس سے نکاح کرنا جائز ہے، امام شافعی و امام مالک کے نزدیک کتابیہ باندی سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ آگ پرست و بت پرست عورت سے مسلمان کا نکاح کرنا صحیح نہیں ہے۔ اگر صابی لوگ کسی نبی کو مانتے ہوں اور کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں تو پھر ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے، اور اگر یہ کسی آسمانی کتاب پر ایمان نہ رکھتے ہوں اور ستاروں وغیرہ کی پرستش کرتے ہوں تو پھر ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

③ نکاح کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ:۔ نکاح کا لغوی معنیٰ ''ضم'' (ملانا) ہے پھر وطی کے ضم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یہ وطی کے معنی میں منقول ہے پھر نکاح کے سببِ ضم ہونے کی وجہ سے یہ عقدِ نکاح کی طرف منقول ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں **النکاح ھو عقدٌ یرد علی ملك المتعة قصدًا** (نکاح ایسے عقد کا نام ہے جو من حیث القصد ملکِ متعہ کو ثابت کرے)۔

④ جن عورتوں کے ساتھ نکاح جائز نہیں ان کی تفصیل:۔ مرد کا اپنی ماں سے، دادی سے (اوپر تک خواہ ماں کے خاندان سے ہوں یا باپ کے خاندان سے ہوں) بیٹی سے، پوتی سے (نیچے تک) بہن سے، بھانجی سے، پھوپھی سے، خالہ سے، بھتیجیوں سے، ساس سے (اگرچہ اسکی بیٹی سے صرف نکاح کیا ہو اور وطی نہ کی ہو) موطوءۂ بیوی کی بیٹی سے، سوتیلی ماں سے، سوتیلی دادی سے، بہو سے، بیٹے کی بہو سے، رضاعی ماں و بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل ..... **ففرض الطھارة : غسل الاعضاء الثلاثة و مسح الرأس والمرفقان والکعبان یدخلان فی الغسل عند علمائنا الثلاثة، خلافًا لزفر . والمفروض فی مسح الرأس مقدار الناصیة و ھو ربع الرأس لما روی المغیرة بن شعبة انّ النبیّ ﷺ اتی سباطة قوم فبال وتوضّأ و مسح علی ناصیته و خفیه .**

عبارت کا ترجمہ و تشریح کریں۔ وضو توڑنے والے اسباب تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) وضو توڑنے والے اسباب کی نشاندہی۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ پس طہارت کے فرائض اعضاءِ ثلاثہ کو دھونا اور سر کا مسح کرنا ہے۔ ہمارے علماءِ ثلاثہؒ کے نزدیک کہنیاں اور ٹخنے غسل کے حکم میں داخل ہیں جبکہ امام زفرؒ کا اختلاف ہے۔ اور سر کے مسح میں پیشانی کی مقدار فرض ہے اور وہ چوتھائی سر ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت کی وجہ سے کہ آپ ﷺ قوم کی گندو غیرہ پھینکنے کی جگہ پر تشریف لائے پس پیشاب کیا پھر وضوء کیا اور اپنی پیشانی و موزوں پر مسح کیا۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں وضوء کے فرائض کو ذکر کررہے ہیں تو فرمایا کہ وضوء میں اعضاءِ ثلاثہ کو دھونا اور سر کا مسح کرنا فرض ہے، مقدار کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ حنفیہ کے علماءِ ثلاثہؒ کے نزدیک کہنیاں اور ٹخنے غسل کے حکم میں داخل ہیں ان کو بھی دھونا فرض ہے۔ اور مسح میں چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور اسکی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ قوم کی گندو غیرہ پھینکنے کی جگہ پر تشریف لائے پس پیشاب اور وضوء کیا اور اپنی پیشانی و موزوں پر مسح کیا، معلوم ہوا کہ چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

❸ وضو توڑنے والے اسباب کی نشاندہی:۔ امام قدوریؒ نے درج ذیل نواقضِ وضوء کا ذکر کیا ہے ① ہر وہ چیز جو سبیلین سے خارج ہو خواہ وہ معتاد ہو یا غیر معتاد ہو ② خون، پیپ، کچ لہو جب وہ انسانی جسم سے نکل کر ایسی جگہ کی طرف بہہ پڑے جسے وضوء یا غسل میں دھونے کا حکم ہو ③ قئی جبکہ وہ منہ بھرنے کی مقدار ہو ④ پہلو کے بل سونا یا سہارا لیکر سونا یا کسی ایسی چیز سے ٹیک لگا کر سونا کہ اگر اس چیز کو ہٹا دیا جائے تو آدمی گر جائے ⑤ بیہوشی و جنون کی وجہ سے عقل کا مغلوب ہونا ⑥ رکوع و سجدہ والی نماز میں قہقہہ لگا کر ہنسنا۔

الشق الثانی.....**اقل الحیض ثلاثة ایام و لیالیها ومانقص من ذلك فلیس بحیض وهو استحاضة واکثره عشرة ایام وما زاد علی ذلك فهو استحاضة ، وما تراه المرأة من الحمرة و الصفرة و الکدرة فی ایام الحیض فهو حیض حتی تری البیاض خالصًا ، و الحیض یسقط عن الحائض الصلوٰة ویحرم علیها الصوم** ۔ عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں۔ استحاضہ ونفاس کی تعریف، حکم و مدت تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) استحاضہ ونفاس کی تعریف، حکم و مدت۔

جواب..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ حیض کی کم از کم مدت تین دن و تین رات ہے، اور جو خون اس سے کم ہو وہ حیض نہیں ہے وہ استحاضہ ہے، اور حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے، اور جو خون اس سے زائد ہو وہ استحاضہ ہے۔ اور ایامِ حیض میں عورت جو سرخی زردی اور گدلا و مٹیالا رنگ دیکھے وہ سب حیض ہی ہے حتی کہ وہ واضح سفیدی دیکھ لے۔ اور حیض حائضہ عورت سے نماز کو ساقط کر دیتا ہے اور اس پر روزہ کو حرام کر دیتا ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں حیض کی مدت و احکام کو ذکر کررہے ہیں تو فرمایا کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن و تین رات ہے، اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن و دس رات ہے اور جو خون اس سے کم یا زائد ہوگا وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ یعنی بیماری کا خون ہے۔ اور ایامِ حیض میں عورت جس رنگ کا بھی پانی دیکھے وہ سب پانی حیض ہی ہیں جب تک کہ وہ واضح سفید پانی نہ دیکھ لے۔

دورانِ حیض حائضہ عورت سے نماز بالکل ساقط ہو جاتی ہے اور دورانِ حیض اس پر روزہ رکھنا بھی حرام ہے، البتہ بعد میں اسکی قضاء لازم ہے جبکہ نماز کی قضاء نہیں ہے۔

❸ استحاضہ ونفاس کی تعریف، حکم و مدت:۔ نفاس: بچے کی پیدائش کے بعد آنے والے خون کو نفاس کہتے ہیں۔ اس میں نماز و روزہ ممنوع ہے، البتہ روزہ کی قضاء ہے، نماز کی قضاء نہیں ہے۔ اسکی کم از کم کوئی مدت نہیں ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔

استحاضہ: حیض و نفاس کے علاوہ عورت کو جو خون آئے وہ استحاضہ ہے، یہ بیماری کا خون ہے، اس عورت پر مریض والے احکام جاری ہوتے ہیں یعنی یہ ہر نماز کیلئے وضوء کرے گی اور یہ روزے بھی رکھے گی، کوئی چیز معاف نہیں ہے۔ اور بیماری ہونے کی وجہ سے اسکی کم یا زیادہ کوئی مدت مقرر نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل..... **وَیُکْرَهُ لِلْمُصَلِّیْ اَنْ یَّعْبَثَ بِثَوْبِهٖ اَوْبِجَسَدِهٖ وَلَایُقَلِّبُ الْحَصٰی اِلَّا اَنْ لَایُمْکِنَهُ السُّجُوْدُ عَلَیْهِ فَیُسَوِّیْهِ مَرَّةً وَاحِدَةً وَلَایُفَرْقِعُ اَصَابِعَهٗ وَلَایُشَبِّكُ وَلَایَتَخَصَّرُ وَلَایَسْدُلُ ثَوْبَهٗ وَلَایَکُفُّهٗ وَلَایَعْقِصُ شَعْرَهٗ وَلَایَلْتَفِتُ یَمِیْنًا وَشِمَالًا وَلَایُقْعِی کَاِقْعَاءِ الْکَلْبِ وَلَا یَرُدُّ السَّلَامَ بِلِسَانِهٖ وَلَا بِیَدِهٖ وَلَا یَتَرَبَّعُ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَلَا یَاکُلُ وَلَا یَشْرَبُ فَاِنْ سَبَقَهُ الْحَدَثُ اِنْصَرَفَ وَتَوَضَّاَ وَبَنٰی عَلٰی صَلٰوتِهٖ اِنْ لَمْ یَکُنْ**

اِمَامًا فَاِنْ كَانَ اِمَامًا اِسْتَخْلَفَ وَتَوَضَّأَ وَبَنٰى عَلٰى صَلٰوتِهٖ مَالَمْ يَتَكَلَّمْ وَالْاِسْتِيْنَافُ اَفْضَلُ۔ (ص۲۱۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت میں ذکر کردہ مکروہاتِ صلوٰۃ کی واضح تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مکروہاتِ صلوٰۃ کی تشریح

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ كمامرّ فى السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور مکروہ ہے نمازی کیلئے یہ کہ کھیلے اپنے کپڑے یا جسم کے ساتھ اور نہ ہٹائے وہ کنکریوں کو الّا یہ کہ نہ ممکن ہو ان پر سجدہ کرنا تو ہموار کرے ان کو صرف ایک مرتبہ اور نہ چٹخائے انگلیوں کو اور نہ ایک کو دوسری میں داخل کرے اور نہ کولہے پر ہاتھ رکھے، نہ اپنا کپڑا لٹکائے اور نہ اس کو سمیٹے اور نہ گوندھے بالوں کو اور نہ دائیں بائیں دیکھے اور نہ کتے کی طرح بیٹھے اور سلام کا جواب نہ اپنی زبان سے دے اور نہ ہاتھ سے، چہار زانو نہ بیٹھے مگر کسی عذر کی وجہ سے اور نہ کھائے اور نہ پیئے۔

پس اگر اس کو حدث لاحق ہو جائے تو وہ لوٹ جائے، وضو کرے اور اگر امام نہ ہو تو اپنی نماز پر بنا کرے اور اگر امام ہو تو پھر امام خلیفہ بنائے اور وضو کر کے اپنی نماز پر بنا کرے جب تک کہ بات نہ کی ہو اور نئے سرے سے نماز پڑھنا افضل ہے۔

③ مکروہاتِ صلوٰۃ کی تشریح:۔ اس عبارت میں نماز کے متعلق مختلف مسائل کا ذکر ہے جن میں سے کچھ کا تعلق مکروہات اور کچھ کا تعلق مفسداتِ نماز سے ہے کہ نمازی کیلئے اپنے کپڑے یا بدن سے کھیلنا مکروہ ہے۔ نماز کی حالت میں کنکریاں ہٹانا بھی مکروہ ہے البتہ اگر اس کے بغیر سجدہ کرنے میں دشواری ہو تو ایک مرتبہ موضعِ سجدہ کو برابر کر سکتا ہے۔ اسی طرح انگلیاں چٹخانا اور ایک انگلی دوسری میں داخل کرنا بھی مکروہ ہے۔ حالتِ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ کپڑا لٹکانا مکروہ تحریمی ہے۔ کپڑے کو مٹی سے بچانے کیلئے سمیٹنا مکروہ ہے۔ نماز کی حالت میں سر کے بالوں کو گوندھنا مکروہ ہے۔ حالتِ نماز میں دائیں بائیں دیکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ نماز میں کتے کی ہیئت میں بیٹھنا مکروہ تحریمی ہے اس کی صورت امام طحاویؒ نے یہ بیان کی ہے کہ دونوں سُرین پر بیٹھ کر رانوں کو کھڑا کر کے گھٹنے چھاتی سے لگا لے اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھ لے اور امام کرخیؒ نے اس کی صورت یہ بیان کی ہے کہ دونوں پاؤں کو کھڑا کر کے انکی ایڑیوں پر بیٹھنا اور دونوں ہاتھ زمین پر رکھ لینا، بہر تفسیر جو صورت بھی ہو یہ بھی مکروہ ہے۔ نماز کی حالت میں زبان سے سلام کا جواب دینا مفسدِ نماز ہے اور ہاتھ سے جواب دینا مکروہ تنزیہی ہے۔ نماز کی حالت میں بلا کسی عذر کے چار زانوں بیٹھنا مکروہ ہے۔ نماز کی حالت میں کھانا مفسدِ صلوٰۃ ہے۔ نماز کی حالت میں پینا مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

اس کے بعد حدث فی الصلوٰۃ کا مسئلہ بیان فرمایا کہ اگر کوئی شخص مفرد یا مقتدی ہے اور اس کو نماز میں حدث لاحق ہو گیا تو اس کو چاہیے کہ فوراً دوبارہ وضو کرے اور اپنی رہی ہوئی نماز مکمل کرے اور اگر وہ امام ہے تو پھر پہلے اپنا خلیفہ بنائے جو مقتدیوں کو نماز مکمل کرائے اور خود وضو دوبارہ کرے اور پھر اپنی نماز مکمل کرے بشرطیکہ کوئی بات چیت نہ کی ہو اگر کوئی بات چیت کر لی تو پھر بہر صورت شروع سے نماز لوٹانی ہوگی اور پہلی دونوں صورتوں میں بھی نماز شروع سے لوٹانا افضل ہے۔

الشق الثانی .....وليس فى الفصلان والحملان والعجاجيل زكوٰة عند ابى حنيفة ومحمد الا ان يكون معها كبار وقال ابويوسف تجب فيها واحدة منها، ومن وجب عليه مسن فلم يوجد اخذ المصدق اعلى منها ورد الفضل او اخذ دونها واخذ الفضل ويجوز دفع القيم فى الزكوٰة (ص۳۹۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ اور تشریح کریں۔ زكوة البقروالفرس کی تفصیل لکھیں اور اس میں اختلاف کو واضح کریں۔ زکوٰۃ کا مال کن لوگوں کو دے سکتے ہیں؟۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) گائے وگھوڑوں کی زکوٰۃ کی تفصیل مع اختلاف (۴) زکوٰۃ کے مستحقین کی نشاندہی۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اونٹ کے بچوں، بکری کے بچوں اور گائے کے بچوں میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ومحمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زکوٰۃ نہیں ہے الّا یہ کہ ان کے ساتھ بڑے بھی ہوں اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ انہی میں سے ایک واجب ہے اور

جس پر مسنہ واجب ہوا اور وہ نہیں ملا تو زکوٰۃ وصول کرنے والا اس سے اعلیٰ جانور لے لے اور زیادتی لوٹا دے، یا ادنیٰ جانور لے لے اور زیادتی لے لے اور زکوٰۃ میں قیمتوں کا دینا جائز ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ یہاں مصنفؒ صغارِ حیوان میں زکوٰۃ کا مسئلہ ذکر فرما رہے ہیں اگر کسی شخص کے پاس صرف بڑے جانور ہوں تو بالاتفاق ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر چھوٹے بڑے دونوں ہوں تو بھی سب کے نزدیک زکوٰۃ لازم ہوگی۔ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب کسی شخص کی ملکیت میں صرف چھوٹے جانور ہوں تو آیا اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

مسئلہ کی صورت یہ ہوگی کہ ایک شخص کی ملکیت میں چالیس بکریاں ہیں اور سب کی سب حاملہ ہیں، آٹھ ماہ بعد ان چالیس نے چالیس بچے جنے اور سب مائیں مرگئیں، اب جو چالیس بچے اس شخص کی ملکیت میں ہیں ان پر چار ماہ گزرنے کی صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب ہوگی اور طرفینؒ کے نزدیک نہیں۔

امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ مالک اور فقیر دونوں کی رعایت کے پیش نظر اس قول کو اختیار کیا جانا چاہیے کیونکہ اگر کچھ بھی لازم نہ کیا جائے تو اس میں فقیر کی حق تلفی ہے اور اگر صغار کے اندر بھی وہی واجب کریں جو کبار کے اندر لازم کیا گیا (جیسا کہ امام زفر اور امام مالکؒ کا قول ہے) تو اس میں مالک کو تکلیف ہوگی کیونکہ وہ واجب شدہ جانور موجودہ جانوروں میں نہیں پائے گا اور اسے ڈھونڈتا پھرے گا لہٰذا مالک اور فقیر دونوں کی رعایت اس میں ہے کہ خود صغار ہی میں سے ایک جانور واجب کیا جائے۔

طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ کے باب میں اعتبار ان تقادیر کا ہے جو منصوصہ ہیں جانوروں کی عمروں کا ایک خاص حد تک کا پہنچ جانا، یہ امر بھی منصوص علیہ ہے لہٰذا اپنی طرف سے اختیار کردہ کسی قول کو یہاں ترجیح نہیں دی جائے گی۔ ہاں البتہ طرفین کے نزدیک اگر ان صغار کے ساتھ کوئی ایک بڑا جانور بھی ہو تو پھر ان صغار پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی اس صورت میں یہ صغار کبار کے تابع ہو جائیں گے، راجح قول طرفین کا ہے۔

❸ گائے وگھوڑوں کی زکوٰۃ کی تفصیل مع اختلاف:۔ گائے اور بھینس کا نصابِ زکوٰۃ تیس ہے یعنی تیس کے اندر ایک تبیع یا تبیعہ واجب ہوگا اور چالیس میں ایک مسن یا مسنہ واجب ہوگا اور چالیس بقر پر جو بھی اضافہ ہوگا اس میں امام ابوحنیفہؒ سے تین روایات ہیں۔ پہلی روایت جس کو امام ابو یوسفؒ نے نقل کیا ہے یہ ہے کہ چالیس سے ساٹھ تک جو اضافہ ہو اس میں اسی حساب سے زکوٰۃ واجب ہوگی یعنی ایک زائد میں مسنہ کے دسویں حصے کا چوتھائی (چالیسواں حصہ) اور دو زائد میں مسنہ کے دسویں حصے کا آدھا (بیسواں حصہ) واجب ہوگا۔ دوسری روایت جس کو حسن بن زیادؒ نے نقل کیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ چالیس سے زائد میں کچھ واجب نہیں ہاں اگر زیادتی پچاس تک پہنچ گئی تو اس میں ایک مسنہ اور ایک مسنہ کا چوتھائی ہے یا ایک مسنہ اور ایک تبیعہ کا تہائی واجب ہے۔ تیسری روایت یہ ہے کہ چالیس سے ساٹھ تک کوئی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، صاحبینؒ اور ائمہ ثلاثہؒ اسی کے قائل ہیں۔ پس ساٹھ میں دو تبیعے، ستر میں ایک مسنہ ایک تبیع، اسّی میں دو مسنے ہیں، اسّی کے بعد ہر دس میں تبیع سے مسنہ کی طرف اور مسنہ سے تبیع کی طرف فریضہ بدلتا رہے گا۔ (التکمیل الضروری ج۱ ص۱۵۳)

صاحبینؒ کے نزدیک سائمہ گھوڑوں میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گھوڑوں میں زکوٰۃ واجب ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں ① سائمہ ہوں ② گھوڑے نر مادہ دونوں ہوں۔ البتہ مالک کو زکوٰۃ کی ادائیگی میں دو چیزوں کے درمیان اختیار ہے چاہے وہ ہر گھوڑے کی طرف سے ایک دینار زکوٰۃ دے اور چاہے تو گھوڑوں کی مالیت میں ہر دو سو درہم سے پانچ درہم دے اور صحیح قول کے مطابق گھوڑوں کا کوئی نصاب مقرر نہیں ہے ایک گھوڑے پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

❹ زکوٰۃ کے مستحقین کی نشاندہی:۔ زکوٰۃ کے آٹھ مستحقین ہیں **کما قال اللّٰہ تعالی انما الصدقات ① للفقراء ② والمساکین ③ والعاملین علیها ④ والمؤلفة قلوبهم ⑤ وفی الرقاب ⑥ والغارمین ⑦ وفی سبیل اللّٰہ ⑧ وابن السبیل**۔ یعنی فقراء، مساکین، حکومت کی جانب سے صدقات وصول کرنے والے عامل، مؤلفۃ قلوب یعنی جنکے

اسلام لانے کی امید ہو یا وہ اسلام میں کمزور ہوں (اب یہ قسم منسوخ ہے) غلام کا بدلِ کتابت ادا کرنا، آفت یا حادثہ میں مقروض ہونیوالا، مجاہدین جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں اور وہ مسافر جس کے پاس سفر میں رقم نہ ہو اگرچہ اس کے پاس گھر میں رقم موجود ہو۔ الحاصل مؤلفۃ قلوب کے منسوخ ہونے کی وجہ سے اب صدقات وزکوۃ کے سات مصارف ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل ..... **و ینعقد نکاح المرأة الحرة البالغة العاقلة برضائها و ان لم یعقد علیها ولی عند ابی حنیفةؒ بکرا کانت او ثیبا وقالا لاینعقد الّا باذن ولیٍّ، ولایجوز للولی اجبار البکر البالغة العاقلة، واذا استأذنها الولی فسکتت او ضحکت او بکت بغیر صوت فذلك اذن منها وان ابت لم یزوجها، واذا استأذن الثیب فلابدّ من رضاء ها بالقول۔**

عبارت کا ترجمہ اور تشریح کریں۔ جن دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا منع ہے ان کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) جن دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا منع ہے ان کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ حرہ عاقلہ بالغہ کا نکاح اس کی رضامندی سے منعقد ہو جاتا ہے اگرچہ کسی ولی نے اس کا عقد نہ کیا ہو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک، وہ عورت خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ ہو، صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔ اور ولی کیلئے باکرہ بالغہ عاقلہ پر جبر کرنا جائز نہیں ہے اور جب اس سے ولی نے اجازت طلب کی اور یہ خاموش رہی یا ہنس پڑی یا بغیر آواز رو پڑی تو یہ اسکی طرف سے اجازت ہے اور اگر وہ انکار کردے تو اس کا نکاح نہ کرے۔ اور اگر ولی نے ثیبہ سے اجازت طلب کی تو اسکی رضاء مندی قول کے ذریعہ ضروری ہوگی۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ کسی عورت کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر چار شرائط (① حرہ ② عاقلہ ③ بالغہ ④ رضاء) کے ساتھ ہو تو امام صاحب کے نزدیک یہ نکاح منعقد ہو جائے گا، خواہ یہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔ اگر عورت باندی ہے تو اس کا نکاح مولیٰ کی اجازت کے بغیر منعقد نہیں ہوگا۔ اگر حرہ بالغہ تو ہے لیکن عاقلہ نہیں بلکہ مجنونہ ہے تو بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوگا۔ اگر عورت حرہ عاقلہ تو ہے لیکن بالغہ نہیں ہے تب بھی ولی کے بغیر نکاح درست نہیں ہے۔ اگر کسی فضولی نے کسی حرہ بالغہ عاقلہ کا نکاح اس کی رضاء کے بغیر کرادیا تو صحیح نہ ہوگا، اور صاحبینؒ کے نزدیک ولی کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہیں ہے۔

احناف کے نزدیک باکرہ بالغہ عاقلہ کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا چنانچہ اگر اس کی رضامندی کے بغیر نکاح کیا گیا تو وہ اس کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر اس نے اجازت دیدی تو ٹھیک ہے اور اگر اس نے ردّ کردیا تو یہ نکاح باطل ہوگا۔

اگر ولی نے باکرہ بالغہ سے نکاح کی اجازت مانگی اور وہ سن کر خاموش ہوگئی یا ہنس پڑی یا تبسم کیا یا بغیر آواز رو پڑی تو یہ خاموش رہنا یا ہنسنا یا بغیر آواز رونا اس کی طرف سے اجازت ہوگا اور رضامندی کی علامت و دلیل ہوگا۔ اور اگر اس نے واضح انکار کردیا تو ولی اس کا نکاح نہ کرے۔ اور اگر ولی نے ثیبہ عورت سے اجازت طلب کی تو قول کے بغیر اسکی رضاء مندی نہیں سمجھی جائے گی، واضح طور پر زبان سے اسکی اجازت ضروری ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

❸ جن دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا منع ہے ان کی وضاحت:۔ دو حقیقی بہنوں کو، خالہ بھانجی کو، پھوپھی بھتیجی کو ایک ہی وقت میں عقدِ نکاح میں جمع کرنا منع ہے۔ اس کے متعلق مصنفؒ نے ایک ضابطہ بیان کیا کہ جن دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا چاہتا ہے اگر ان میں سے ہر ایک کو مرد فرض کرنے سے ان کا آپس میں نکاح جائز ہے تو یہ جمع کرنا بھی جائز ہے اور اگر ان میں سے ہر ایک کو مرد فرض کرنے سے ان کا آپس میں نکاح جائز نہیں ہے تو یہ جمع کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

الشق الثانی .....**والضرب الثانی الکنایات ولایقع بها الطلاق الّا بالنّیّة اوبدلالة حال وهی علی ضربین منها ثلاثة الفاظ یقع بها الطلاق الرجعی ولایقع بها الّاواحدة وهی قوله اعتدی واستبرئی**

رحمك وانت واحدة وبقية الكنايات اذانوى بها الطلاق كانت واحدة بائنة وان نوى ثلاثا كانت ثلاثا وان نوى اثنتين كانت واحدة۔ (ص۱۴۷۔امدادیہ)

طلاق صریح اور طلاق کنایہ میں سے ہر ایک کی تعریف وحکم بیان کریں نیز عبارت مذکورہ کی دلنشین تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) طلاقِ صریح وکنایہ کی تعریف وحکم (۲) عبارت کی تشریح۔

جواب..... ❶ طلاق صریح وکنایہ کی تعریف وحکم:۔ طلاق صریح: آدمی ان الفاظ سے طلاق دے جو طلاق ہی میں مستعمل ہوں جیسے **انت طالق ، انت مطلقة ، طلقتك۔** طلاقِ صریح میں صرف ایک طلاقِ رجعی ہی واقع ہوتی ہے۔

طلاق کنایہ: آدمی ان الفاظ سے طلاق دے جو طلاق اور غیرِ طلاق دونوں میں مستعمل ہوں جیسے **اعتدّی، استبرئی رحمك، انتِ واحدة۔**

طلاق کنایہ میں صرف اسی صورت میں طلاق واقع ہوتی ہے جب مرد نیت کرے یا حال دلالت کرے، پھر الفاظِ کنائی دو قسم پر ہیں بعض وہ ہیں جن سے صرف ایک طلاقِ رجعی واقع ہوتی ہے اور بعض وہ ہیں جن کا مدار نیت پر ہے اگر ایک کی نیت ہو تو ایک، اگر تین کی نیت ہو تو تین، اگر دو کی نیت ہو تب بھی ایک، یہ ساری تفصیل آگے تشریح میں آرہی ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں طلاق کی دوسری قسم طلاقِ کنائی کا ذکر ہے تو فرمایا کہ الفاظِ کنائی سے صرف اسی صورت میں طلاق واقع ہوتی ہے جب آدمی طلاق کی نیت کرے، یا حال طلاق پر دلالت کرے۔

پھر الفاظِ کنائی کی دو قسمیں ذکر کی ہیں پہلی قسم وہ تین الفاظ جن سے صرف ایک طلاقِ رجعی ہی واقع ہوتی ہے وہ تین الفاظ یہ ہیں **اعتدی' استبرئي رحمك' انتِ واحدة۔** دوسری قسم انکے علاوہ بقیہ جتنے بھی کنایات ہیں ان سے اگر ایک طلاق کی نیت کریگا تو ایک طلاقِ بائنہ واقع ہوگی، اگر دو کی نیت کرے گا تب بھی ایک بائنہ ہی واقع ہوگی، اور اگر تین کی نیت کریگا تو تین واقع ہوجائیں گی ان میں سے بعض الفاظ یہ ہیں، **انتِ بائن، بتّة، بتلة، حرام، حبلكِ على غاربكِ الخ۔**

﴿الورقة الثالثة : فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ١٤٤٢ھ

الشق الاوّل.....**تَطْهِيْرُ النَّجَاسَةِ وَاجِبٌ مِنْ بَدَنِ الْمُصَلِّي وَثَوْبِهٖ وَالْمَكَانِ الَّذِيْ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَيَجُوْزُ تَطْهِيْرُ النَّجَاسَةِ بِالْمَاءِ وَبِكُلِّ مَائِعٍ طَاهِرٍ يُمْكِنُ اِزَالَتُهَا بِهٖ كَالْخَلِّ وَ مَاءِ الْوَرْدِ وَاِذَا اَصَابَتِ الْخُفَّ نَجَاسَةٌ لَهَا جِرْمٌ فَجَفَّتْ فَدَلَكَهٗ بِالْاَرْضِ جَازَتِ الصَّلٰوةُ فِيْهِ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ واضح تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ مسائل کی تشریح۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **كمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ نجاست کو پاک کرنا واجب ہے نماز پڑھنے والے کے بدن سے، اس کے کپڑے سے اور اس مکان سے جس پر نماز پڑھتے ہیں۔ نجاست کا پاک کرنا جائز ہے پانی کے ذریعہ اور ہر اس بہنے والی پاک چیز کے ذریعہ جس سے نجاست کا زائل کرنا ممکن ہو جیسے سرکہ اور گلاب کا پانی۔ اگر موزے کو ایسی نجاست لگ جائے جو جسم والی ہے پھر وہ خشک ہوجائے پس اس کو رگڑ دے زمین سے تو اس موزے میں نماز جائز ہے۔

❸ مسائل کی تشریح:۔ نجس کی دو قسمیں ہیں نجاست حکمیہ جیسے وضو اور غسل کی ضرورت ہو اور نجاست حقیقیہ جیسے پیشاب اور پاخانہ۔ یہاں اسی نجاست حقیقیہ کے احکام کے متعلق بحث ہے۔

پس نماز پڑھنے والے کیلئے بدن، کپڑا اور مکان کا پاک ہونا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔ اسلئے کہ نجاست حکمیہ سے پاک ہونا ضروری ہے تو نجاست حقیقیہ مثلاً پیشاب، پاخانہ لگا ہو تو اس سے پاک ہونا بدرجہ اولی ضروری ہوگا کیونکہ یہ تو اور بھی زیادہ گندی چیز ہے۔ بدن پاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے **سمعت انس بن مالك يقول كان النبي ﷺ اذا خرج لحاجته اجيئ انا وغلام معنا**

اداوة من ماء یعنی یستنجی به (بخاری) پانی سے استنجا کرنے کی وجہ یہی ہے کہ مصلی کا بدن نجاست حقیقیہ سے پاک ہونا چاہئے۔
کپڑا پاک ہونے کی دلیل یہ آیت ہے **وثیابك فطهر** اور حدیث میں ہے **عن اسماء بنت ابی بکر ان امرأة سألت النبی ﷺ عن الثوب یصیبه الدم من الحیض؟ فقال رسول اللّٰه ﷺ حتّیه ثم اقرصیه بالماء ثم رشیه وصلّی فیه** (ترمذی) مکان پاک ہونے کی دلیل یہ حدیث ہے **عن ابن عمران النبی ﷺ نهی ان یصلی فی سبع مواطن فی المزبل والمجزر والمقبر وقارع الطریق و فی الحمام و فی معاطن الابل و فوق ظهر بیت اللّٰه** (ترمذی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان مقامات پر ناپاکی ہوتی ہے اسلئے ان مقامات پر نماز پڑھنا ناجائز ہے۔

گلاب کا پانی یا سرکہ جو پانی کی طرح پتلے ہوتے ہیں اور اجزاءِ نجاست کو دھوڈالتے ہیں ان سے نجاست کو دھویا تو پاک ہوجائے گا۔ البتہ یہ رس کی قسموں میں سے ہیں اس لئے ان سے وضو یا غسل کرنا جائز نہیں ہے۔ اسلئے کہ جن چیزوں سے نجاست کے اجزاء حل جاتے ہیں وہ پانی نہ ہوں تب بھی ان چیزوں سے نجاست حقیقیہ کو پاک کرنا جائز ہے، کیونکہ اصل ناپاکی تو اجزاءِ نجاست ہیں جب وہ ہی نہیں رہے تو کپڑا پاک ہوجائے گا اور جس پہنے والی چیز میں نجاست زائل کرنے کی صلاحیت نہ ہو اس سے کپڑا پاک نہیں ہوگا۔ امام محمد اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ صرف پانی سے نجاست زائل کرے گا تو پاک ہوگا۔ کسی دوسری پہنے والی چیز سے نجاست زائل کرے گا تو چیز پاک نہیں ہوگی۔ ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں پانی سے منی، خون، پیشاب پاک کرنے کا ذکر ہے۔ **عن اسما بنت ابی بکر اذا اصاب ثوب احداکن الدم من الحیض فلتقرصه ثم لتنضحه بماء ثم لتصلی فیه** (بخاری) اس حدیث میں پانی سے ناپاکی دور کرنے کا تذکرہ ہے۔ اس لئے صرف پانی سے ناپاکی پاک ہوگی۔ جس نجاست کا جسم ہے جیسے پاخانہ، لید، گوبر وغیرہ وہ چمڑے کے موزے یا جوتے پر لگ جائے پھر خشک ہوجائے پھر اس کو زمین سے اتنا رگڑ دے کہ پاخانہ لگا ہوا محسوس نہ ہو تو وہ جوتا یا موزہ پاک ہوجائے گا۔

وجہ یہ ہے کہ چمڑے میں جو ناپاکی سرایت کی ہوگی وہ کم ہے اور سوکھنے کی وجہ سے ناپاکی کے جسم نے واپس چوس لیا اور چمڑے کے اندر بہت کم ناپاکی رہ گئی اور اوپر کے حصے کو زمین سے رگڑ دیا تو نجاست زائل ہوگئی اور پہلے بتایا گیا ہے کہ نجاست کے زائل ہونے سے کپڑا یا چمڑا پاک ہوجاتا ہے۔ اس لئے یہ جوتے یا موزے پاک ہوجائیں گے، حدیث میں ہے **عن ابی هریرة ان رسول اللّٰه ﷺ قال اذا وطی احدکم بنعله الاذی فان التراب له طهور** (ابوداؤد) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مٹی سے رگڑنے کے بعد جوتا یا موزہ پاک ہوجائے گا، کیونکہ اصول ہے کہ نجاست حقیقیہ کے زائل ہونے سے چیز پاک ہوجائیگی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ موزے میں نجاست لگ جائے تو بغیر دھوئے پاک نہیں ہوگی۔ کیونکہ رگڑنے کی وجہ سے نجاست پھر بھی موزے پر رہ جائے گی اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نجاست کو دھوئے بغیر پاک نہیں ہوتی۔ (الثمیری)

(**نوٹ**: تر نجاست دھونے سے ہی پاک ہوگی۔)

الشق الثانی.....**فان قامت امرأة الیٰ جنب رجل وهما مشترکان فی صلوة واحدة فسدت صلوته ویکره للنساء حضور الجماعة ولا باس بان تخرج العجوز فی الفجر والمغرب والعشاء عند ابی حنیفة وقال ابو یوسف و محمد یجوز خروج العجوز فی سائر الصلوة.**

عبارت کا ترجمہ اور واضح تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں: ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح۔

جواب..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ پس اگر کوئی عورت کسی مرد کی بغل میں کھڑی ہوگئی اور وہ دونوں ایک ہی نماز میں مشترک ہیں تو مرد کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ عورتوں کیلئے جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ بوڑھی عورتیں فجر، مغرب اور عشاء میں مسجد کیلئے نکلیں اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ تمام نمازوں میں بوڑھی عورتوں کا نکلنا جائز ہے۔

② عبارت کی تشریح:۔ اگر کوئی عورت مرد کی بغل میں کھڑی ہوجائے تو اس سے مرد کی نماز فاسد ہوجائے۔ یہ مسئلہ خلافِ قیاس

ہے، اسلئے فاسد ہونے کیلئے چند شرطیں ہیں ① دونوں کی نماز ایک ہو ② بغیر پردہ کے عورت کھڑی ہو ③ رکوع اور سجدہ والی نماز ہو ④ عورت قابلِ شہوت ہو ⑤ امام نے اس کی امامت کی نیت کی ہو۔

عورتوں کیلئے مسجد کی جماعت میں شامل ہونا جائز ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے اجازت دی ہے۔لیکن جوان عورتوں کیلئے مکروہ ہے، کیونکہ مردوں کے ساتھ اختلاط سے فتنہ کا خطرہ ہے۔دلیل یہ حدیث ہے: **سمعت عائشه زوج النبی ﷺ تقول لو ان رسول الله ﷺ رای ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل** (مسلم وابوداؤد) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کی عورتوں کو حضور ﷺ منع فرماتے تو آج کل کی عورتوں کو کیوں نہ روکا جائے؟۔**عن عبد الله عن النبی ﷺ قال صلوة المرلة فی بیتها افضل من صلوتها فی حجرتها وصلوتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی بیتها** (ابو داؤد) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے لیکن گھر میں پڑھنا زیادہ بہتر ہے اور یہی مسجد میں جانے کے مکروہ ہونے کی دلیل ہے۔مسجد جانے کے جواز کی دلیل یہ حدیث ہے: **عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال : لا تمنعوا اماء الله مساجد الله ولكن ليخرجن وهن تفلات** (ابوداؤد ومسلم)

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بوڑھی عورتوں کیلئے فجر، مغرب اور عشاء میں مسجد کیلئے نکلنے میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے، اسکی دلیل یہ حدیث ہے **قال رسول الله ﷺ ایما امراة اصابت بخورا فلا تشهد معنا العشاء الآخرة** (مسلم شریف) اس سے معلوم ہوا کہ ایسی عورت جس میں رغبت ہو وہ مسجد میں حاضر نہ ہو۔نیز بوڑھی عورتوں میں رغبت کم ہوتی ہے اور خاص طور پر فجر، مغرب اور عشاء میں شریر لوگ سوئے ہوتے ہیں اسلئے بوڑھیوں کیلئے جائز ہے کہ وہ مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کیلئے جائیں۔صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ بوڑھیوں میں رغبت کم ہونے کی وجہ سے وہ تمام ہی نمازوں میں مسجد جاسکتی ہیں۔(الثمیر ی)

﴿الورقة الثالثة: فی الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....**والطَّهَارَةُ مِنَ الْاَحْدَاثِ جَائِزَةٌ بِمَآءِ السَّمَاءِ وَالْاَوْدِيَةِ وَالْعُيُوْنِ وَالْآبَارِ وَمَآءِ الْبِحَارِ وَلَاتَجُوْزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ اُعْتُصِرَمِنَ الشَّجَرِوَالثَّمَرِ وَلَا بِمَاءٍ غَلَبَ عَلَيْهِ غَيْرُهٗ فَاَخْرَجَهٗ عَنْ طَبْعِ الْمَآءِ كَالْاَشْرِبَةِ وَالْخَلِّ وَالْمَرَقِ وَمَآءِ الْبَاقِلَّاءِ وَمَاءِ الْوَرْدِ وَمَاءِ الزَّرْدَجِ وَتَجُوْزُ الطَّهَارَةُ بِمَاءٍ خَالَطَهٗ شَيْئٌ طَاهِرٌ فَغَيَّرَ اَحَدَ اَوْصَافِهٖ كَمَاءِ الْمَدِّ وَالْمَاءِ الَّذِیْ يَخْتَلِطُ بِهِ الْاُشْنَانُ وَالصَّابُوْنُ وَالزَّعْفَرَانُ** ۔(ص۵۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ وتشریح کریں۔غدیرِ عظیم سے کیا مراد ہے اگر اس میں نجاست گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے۔

نیز "ماء مستعمل" کی تعریف اور حکم بھی بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ پانچ امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ غدیرِ عظیم کی تعریف اور اس میں نجاست گرنے کا حکم ⑤ "ماء مستعمل" کی تعریف اور حکم۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔**كمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اَحداث (نجاست) سے پاکی حاصل کرنا جائز ہے آسمان اور وادیوں اور چشموں اور کنوؤں اور دریاؤں کے پانی سے، اور نہیں جائز پاکی حاصل کرنا اس پانی سے جو نچوڑا گیا ہو درخت اور پھل سے اور نہ اس پانی سے کہ غالب آگیا ہو اس پر اس کا غیر پس نکال دیا ہو اس نے اسکو پانی کی طبیعت (اصلی حالت) سے جیسے شربت اور سرکہ اور شوربہ اور لوبیا کا پانی اور عرقِ گلاب اور زردج (گاجر) کا جوس۔اور جائز ہے طہارت حاصل کرنا ایسے پانی سے جس میں کوئی پاک چیز مل گئی ہو اور اُس نے پانی کے اوصاف میں سے کسی ایک وصف کو بدل دیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اور ایسا پانی جس میں اُشنان، صابن وزعفران مل گیا ہو۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں پانی کے احکام کا ذکر ہے کہ کس پانی سے طہارت جائز ہے اور کس سے ناجائز، تو فرمایا کہ آسمان، وادی، چشمہ، کنواں، دریا کے پانی سے طہارت جائز ہے کیونکہ یہ اصل حالت پر پانی ہی ہیں۔

وہ پانی جسے درخت یا پھل سے نچوڑا گیا ہو جیسے لوبیا کا پانی، عرقِ گلاب اسی طرح گاجر یا گنے وغیرہ کا رس یا وہ پانی جس پر کوئی اور چیز غالب آ گئی ہو اور پانی اپنی اصلی حالت و کیفیت سے نکل چکا ہو جیسے شربت، سرکہ، شوربہ، ان تمام پانیوں سے طہارت حاصل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ پانی اب پانی ہی نہیں رہا اور اس کو اب پانی کہا ہی نہیں جاتا بلکہ وہ شربت سرکہ عرق جوس وغیرہ کہلاتا ہے۔

وہ پانی جس میں کوئی پاک چیز مل گئی اور اُس کی وجہ سے پانی کے اوصافِ ثلاثہ (رنگ، بو، مزہ) میں سے کوئی ایک وصف تبدیل ہوگئی تو ایسے پانی سے وضو کرنا جائز ہے جیسے سیلاب کا پانی یا اشنان، صابن وزعفران ملا ہوا پانی۔

④ غدیرِ عظیم کی تعریف اور اس میں نجاست گرنے کا حکم:۔ غدیرِ عظیم سے مراد وہ بڑا حوض وتالاب ہے جس کی ایک جانب کو حرکت دینے سے دوسری جانب متحرک نہ ہو۔

اسکی کسی ایک جانب میں نجاست گر جائے تو دوسری جانب سے وضو وطہارت حاصل کرنا جائز ہے اسلئے کہ حرکت کا اثر نجاست کے اثر کے مقابلہ میں تیز پہنچتا ہے اور جب حرکت کا اثر ہی دوسری جانب نہیں پہنچ رہا تو نجاست کا اثر بطریقِ اولیٰ دوسری طرف نہیں پہنچے گا۔

⑤ ماءِ مستعمل کی تعریف اور حکم:۔ ہر وہ پانی جو قربتِ الٰہی یا بدن سے ازالۂ نجاست کیلئے استعمال کیا گیا ہو ماءِ مستعمل کہلاتا ہے۔ اور یہ پانی جس وقت عضو سے جدا ہوگا اس پر مستعمل ہونے کا حکم جاری ہوگا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ یہ پاک ہے، مگر پاک کرنے والا نہیں ہے۔ پاک اسلئے ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے کپڑے، بدن اور برتنوں کو ماءِ مستعمل سے بچانے کا اہتمام نہ کرتے تھے، اور پاک کرنے والا اسلئے نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اکثر سفر میں پانی کی ضرورت پیش آتی تھی اور ماءِ مستعمل کے علاوہ پانی نہ ہوتا تھا مگر اسکے باوجود کسی نے اس ماءِ مستعمل سے نہ کبھی وضو کیا اور نہ کبھی اسکو جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ (انوار القدوری)

الشق الثانی ..... **وَ لَا يُصَلِّيْ طَاهِرٌ خَلْفَ مَنْ بِهٖ سَلَسُ الْبَوْلِ وَ لَا طَاهِرَةٌ خَلْفَ الْمُسْتَحَاضَةِ وَ لَا الْقَارِئُ خَلْفَ الْأُمِّيِّ وَ لَا الْمُكْتَسِيْ خَلْفَ الْعُرْيَانِ۔ (باب الجماعة)** اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ مذکورہ تمام مسائل کی تشریح کریں۔ باوضو شخص کا متیمم اور رکوع وسجدہ کرنے والے کا اشارہ کرنے والے کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ مسائل کی تشریح ④ مذکورہ اقتداء کا حکم۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كمامرّ في السوال آنفا۔**

② و ③ عبارت کا ترجمہ ومسائل کی تشریح:۔ اور طہارت والا پاکیزہ آدمی اس شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا جس کو سلسلِ بول کا مرض ہو اور نہ پاک عورت مستحاضہ عورت کے پیچھے نماز پڑھ سکتی ہے، اور پڑھنے والے کی نماز اُمی کے پیچھے اور کپڑے پہننے والے کی نماز ننگے کے پیچھے بھی جائز نہیں ہے۔ جو لوگ معذور ہیں انکے پیچھے غیر معذور نماز نہ پڑھے، مثلاً جسکو مسلسل پیشاب آ رہا ہے، یا مسلسل پاخانہ آ رہا ہے تو وہ پیشاب آنے والے کے ساتھ ہی نماز پڑھ سکتا ہے کیونکہ وہ معذور ہے اب اسکے پیچھے کوئی غیر معذور اچھا آدمی نماز پڑھنا چاہے تو نہیں پڑھ سکتا۔ قاعدہ ہے کہ امام اعلیٰ درجہ کا ہو، یا مقتدی سے برابر درجہ کا ہو، یا امام مقتدی سے تھوڑا سا کم ہو تو اقتداء جائز ہے۔ اور اگر امام مقتدی سے بہت کم درجہ کا ہو تو ایسے امام کی اقتداء جائز نہیں ہے۔ اس اصول پر بہت سے مسائل متفرع ہیں۔ اب سلسل البول والا جس کو مسلسل پیشاب آتا ہو پاک آدمی سے بہت کم درجہ کا ہے کیونکہ سلسل البول والا معذور ہے اور پاک معذور نہیں ہے۔ اسلئے پاک آدمی کیلئے سلسل البول والے معذور کی اقتداء کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح جو آدمی اتنا قرآن شریف جانتا ہے جس سے نماز جائز ہو سکے وہ ایسے آدمی کی اقتداء کرے جو کچھ بھی آیت قرآنی نہیں جانتا ہے تو اسکی اقتداء درست نہیں ہے، کیونکہ اُمی معذور ہے اور قاری معذور نہیں ہے، اسلئے اصل اور صحیح کی اقتداء معذور کے پیچھے جائز نہیں ہے۔ اسی طرح جس کے پاس ستر ڈھانپنے کا کپڑا ہو وہ ایسے آدمی کی اقتداء کرے جو بالکل ننگا ہو تو اسکی اقتداء بھی درست نہیں ہے، کیونکہ ننگا معذور ہے اور کپڑے والا صحیح اور اصل ہے۔ (اثمار الہدایہ)

④ مذکورہ اقتداء کا حکم:۔ تیمم کرنے والا پانی نہ ہونے کے وقت وضو کرنے والے کے حکم میں ہے، اسلئے دونوں برابر درجے کے ہو گئے، پس وضو کرنے والا تیمم کرنے والے کی اقتداء کر سکتا ہے۔

جو آدمی عذر کی بنا پر اشارہ کر کے نماز پڑھتا ہو، رکوع اور سجدہ نہ کر سکتا ہو وہ معذور ہے۔ اسلئے رکوع سجدہ کرنے والا جو گویا کہ

تندرست ہے اس کا معذور کی اقتداء کرنا صحیح نہیں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ مقتدی کا حال امام سے قوی ہے، کیونکہ رکوع سجدہ کرنے والا معذور نہیں ہے وہ قوی ہے، اور رکوع سجدے کا اشارہ کرنے والا معذور ہے وہ کمزور ہے، اسلئے رکوع سجدہ کرنے والے کیلئے اشارہ کرنے والے کی اقتدا درست نہیں ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل.....**و یجوز دفع القیم فی الزکاۃ ولیس فی العوامل والحوامل والعلوفۃ صدقۃ ولا یأخذ المصدق خیار المال ولا رذالتہ ، ویأخذ الوسط منہ۔** (باب زکوٰۃ الخیل)

عبارت کی تشریح کرکے سونے وچاندی کا نصاب ذکر کریں۔ زکوٰۃ کی لغوی واصطلاحی تعریف کریں۔ عوامل، حوامل، علوفہ کی مراد واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کی تشریح ② سونے و چاندی کا نصاب ③ زکوٰۃ کی لغوی واصطلاحی تعریف ④ عوامل، حوامل، علوفہ کی مراد۔

جواب..... ① عبارت کی تشریح:۔ زکوٰۃ میں قیمت کا ادا کرنا جائز ہے یعنی اگر کوئی صاحبِ نصاب مالِ زکوٰۃ کی بجائے اس مال کی بازاری قیمت مستحقین کو دینا چاہتا ہے تو یہ جائز ہے۔ مثلاً ایک بکری زکوٰۃ لازم ہے اور مالک بکری کی بجائے درمیانہ مالیت کی بکری کی قیمت ادا کردیتا ہے تو یہ جائز ہے۔

جس طرح صغار حیوان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اسی طرح عوامل، حوامل اور علوفہ جانوروں میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ عوامل سے مراد وہ جانور ہیں جو کام کے لئے رکھے گئے ہوں جیسے ہل جوتنا، پانی نکالنا وغیرہ، تجارت اور کاروبار کی نیت نہ ہو۔ حوامل وہ جانور ہیں جو بوجھ اٹھانے کے لئے ہوں ایک جگہ سے دوسری جگہ تک بار برداری میں کام آئیں اور علوفہ سائمہ کی ضد ہے یعنی علوفہ وہ جانور ہیں جنہیں مالک چارہ وغیرہ سال کے اکثر حصہ میں باندھ کر کھلاتا ہے وہ از خود نہیں چرتے، ان تینوں قسموں میں زکوٰۃ اس لئے واجب نہیں ہوتی کہ ان میں نماء کا معنی نہیں پایا جاتا۔ البتہ امام مالکؒ کے نزدیک ان میں زکوٰۃ واجب ہے۔

زکوٰۃ وصول کرنے والا نہ عمدہ مال وصول کرے جس سے مالک کا نقصان ہو اور نہ گھٹیا مال وصول کرے جس سے مستحقین کا نقصان ہو بلکہ درمیانہ مال وصول کرے تاکہ کسی فریق کا نقصان نہ ہو۔

② سونے وچاندی کا نصاب:۔ سونے کی زکوٰۃ کا نصاب بیس مثقال اور چاندی کی زکوٰۃ کا نصاب دوسو درھم ہے۔ موجودہ زمانے میں سونے کا نصاب سات تولے ساڑھے آٹھ ماشے سونا ہے اس میں دو ماشے اڑھائی رتی سونے کی مالیت زکوٰۃ فرض ہے۔ چاندی کا نصاب چوّن تولے دو ماشے ہے، جس شخص کے پاس اتنی مالیت کی چاندی ہو تو اُس پر ایک تولہ چار ماشہ دو رتی چاندی کی مالیت زکوٰۃ فرض ہے۔

③ زکوٰۃ کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔ زکوٰۃ کا لغوی معنی بڑھنا، طہارت و پاکیزگی ہے۔ اصطلاحی طور پر متعدد معانی بیان کئے گئے ہیں: ① مخصوص مال میں سے ایک مخصوص حصے کا اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی مخصوص شخص کو مالک بنانا۔ ② مالِ نصاب میں سے شرائط کے پائے جانے کی صورت میں چالیسواں حصہ کسی مستحق کو دینا۔ (خیر التوضیح)

④ عوامل، حوامل، علوفہ کی مراد:۔ "**الحوامل**" حامل کی جمع ہے وہ جانور جو سامان وغیرہ لادنے کیلئے ہوں۔

"**العوامل**" عاملہ کی جمع ہے وہ جانور جو کام کے واسطے ہوں۔

"**العلوفۃ**" گھر پر کھڑے ہو کر چارہ کھانے والے جانور

الشق الثانی.....**اَلْحَجُّ وَاجِبٌ عَلَى الْاَحْرَارِ الْمُسْلِمِيْنَ الْبَالِغِيْنَ الْعُقَلَاءِ الْاَصِحَّاءِ اِذَا قَدَرُوْا عَلَى الزَّادِ وَالرَّاحِلَةِ فَاضِلًا عَنِ الْمَسْكَنِ وَمَالَا بُدَّ مِنْهُ وَعَنْ نَفَقَةِ عِيَالِهٖ اِلٰى حِيْنِ عَوْدِهٖ وَكَانَ الطَّرِيْقُ اٰمِنًا وَيُعْتَبَرُ فِيْ حَقِّ الْمَرْاَةِ اَنْ يَكُوْنَ لَهَا مَحْرَمٌ يَحُجُّ بِهَا اَوْ زَوْجٌ وَلَا يَجُوْزُ لَهَا اَنْ تَحُجَّ بِغَيْرِهِمَا اِذَا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ مَسِيْرَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فَصَاعِدًا۔** (ص ۴۸۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ وتشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ حج ایسے لوگوں پر واجب ہے جو آزاد ہوں، مسلمان ہوں، بالغ ہوں، عاقل ہوں، تندرست ہوں بشرطیکہ ایسے توشہ اور سواری پر قدرت رکھتے ہوں جو رہائشی مکان ضروریات کی چیزوں اور تا واپسی اس کے عیال کے نفقہ سے زائد ہوں اور راستہ پرامن ہو اور عورت کے حق میں اس کا اعتبار ہوگا کہ عورت کے لئے کوئی محرم ہو جس کے ساتھ عورت حج کرے یا (عورت کے ساتھ اس کا) شوہر ہو اور عورت کے لئے ان دونوں کے علاوہ (کسی اور) کے ساتھ حج کرنا جائز نہیں ہے جبکہ عورت اور مکہ کے درمیان تین دن یا اس سے زائد کی مسافت ہو۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں حج کی شرائط کو بیان کیا گیا ہے جو خلاصہ کے طور پر تین اقسام میں منقسم ہیں:

① شرائطِ وجوب ② شرائطِ ادا ③ شرائطِ صحت۔

① شرائطِ وجوب یہ ہیں: آزاد ہو لہٰذا غلام پر حج واجب نہیں ہے، مسلمان ہو کافر پر حج نہیں، بالغ ہو لہٰذا نابالغ پر حج واجب نہیں ہے عاقل ہو لہٰذا بیوقوف پر حج واجب نہیں ہے، وقت، زادوراحلہ پر قدرت ہو، علم ہو اور حنفیہ کے نزدیک راستہ بھی پُرامن ہو۔

② شرائطِ ادا یہ ہیں: تندرست ہو، عورت حالتِ عدت میں نہ ہو، اگر سفر شرعی مسافت سے زائد ہو تو عورت کیساتھ اسکا شوہر یا محرم ہو۔

③ شرائطِ صحت یہ ہیں: حج کا احرام باندھنا، اشہرِ حج کا ہونا، مخصوص مقام کا ہونا۔ (التکمیل الضروری ج ا ص ۱۸۵)

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....درج ذیل سوالات کا ہاں یا نہیں میں جواب دیں:

① کیا محدود فی القذف بھی نکاح میں گواہ بن سکتا ہے؟ (ہاں)

② کیا ایک ہی وقت میں عورت اور اسکی بھانجی کے ساتھ ایک مرد کا نکاح کرنا جائز ہے؟ (نہیں)

③ کیا آدمی کا اپنی مطلقہ بیوی کی عدت میں اسکی بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے؟ (نہیں)

④ کیا آقا کیلئے اپنی باندی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے؟ (نہیں)

⑤ کیا ولی باکرہ عاقلہ پر جبر نہیں کرسکتا ہے؟ (ہاں)

⑥ کیا احناف کے نزدیک مُحرِم ومحرمہ حالتِ احرام میں نکاح کرسکتے ہیں؟ (ہاں)

جواب .....کما مرّ فی السوال آنفا۔

الشق الثانی .....عدت کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کرکے مطلقہ اور متوفی عنھا زوجھا کی عدت کو تفصیل سے تحریر کریں۔ درج ذیل سوالات کا ہاں یا نہیں میں جواب دیں۔ (ص ۱۵۹۔ امدادیہ)

① کیا بلا وضو اذان دینا جائز ہے؟ (ہاں)

② کیا میت کے ناخن اور بال کاٹنا درست ہے؟ (نہیں)

③ کیا طہر کی اقل مدت بیس دن ہے؟ (نہیں)

④ کیا فقراء اور مساکین بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز ہے؟ (نہیں)

⑤ کیا سال مکمل ہونے سے پہلے زکوٰۃ ادا کرنے سے ادا ہو جاتی ہے؟ (ہاں)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عدت کا لغوی واصطلاحی معنی (۲) مطلقہ ومتوفی عنھا زوجھا کی عدت کی تفصیل (۳) معروضی سوالات کا ہاں یا نہیں میں جواب۔

جواب ..... ① عدت کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ لغت میں عدت کا معنی شمار کرنا ہے اور اصطلاح میں عورت کا زوالِ نکاح کے بعد

توقف وانتظار کرنا، زوالِ نکاح خواہ موتِ زوج سے ہو یا طلاق سے۔

❷ مطلقہ ومتوفی عنھا زوجھا کی عدت کی تفصیل:۔ موت کی عدت: موت کی عدت چار ماہ دس دن ہے **والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا یتربصن بأنفسھن اربعة اشھر و عشرًا۔**

طلاق کی عدت: طلاق کی عدت تین قروء ہے **والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلٰثة قروء۔**

عدمِ حیض کی عدت: جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اس کی عدت تین ماہ ہے **والّلائی یئسن من المحیض من نسائکم ان ارتبتم فعدتھن ثلٰثة اشھر والّلائی لم یحضن۔**

حاملہ کی عدت: جس عورت کو حمل ہو اسکی عدت وضعِ حمل ہے **واولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن۔**

❸ معروضی سوالات کا ہاں یا نہیں میں جواب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

(حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل)
(نعم المولٰی ونعم النصیر)

مکتبہ زکریا
ملتان ◎ پاکستان
0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

الورقة الرابعة: فی اصول الفقه

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل.....اصولِ فقہ کی تعریف، موضوع وغرض وغایت بیان کریں اور یہ لکھیں کہ اصول الشاشی کس بزرگ کی تالیف ہے؟ نیز کتاب کا اصل نام وجہ تسمیہ کے ساتھ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) اصولِ فقہ کی تعریف (۲) موضوع وغرض وغایت (۳) مصنفؒ کے حالات (۴) کتاب کا نام اور وجہ تسمیہ۔

جواب..... ① اصولِ فقہ کی تعریف:۔ حدِ لقبی (یعنی مضاف ومضاف الیہ کی اکٹھی ملا کر تعریف): "**اصول الفقه هو علم بقواعد يتوصل بها الى الفقه**" یعنی اصولِ فقہ ان چند قواعد وقوانین کے جاننے کا نام ہے جنکے ذریعہ سے فقہ کی طرف پہنچا جائے۔ معلوم ہوا کہ اصولِ فقہ وہ قوانین ہیں جن کی روشنی میں فقہ کے مسائل واحکام معلوم ہوتے ہیں۔

حدِ اضافی (یعنی مضاف ومضاف الیہ کی علیحدہ علیحدہ تعریف): "**اصول**" اصل کی جمع ہے بمعنی جڑ وبنیاد اور اصطلاح میں اصل کا معنی "**مايُبتنٰى عليه غيره**" قاعدہ وقانون اور دلیل کو کہا جاتا ہے "**فقه**" کا معنی سمجھ اور سُوجھ بوجھ ہے اصطلاح میں فقہ کی متعدد تعاریف کی گئی ہیں مگر ان میں مشہور یہ ہے **هو العلم بالاحكام الشرعية الفرعية المكتسبة عن ادلّتها التفصيلية** یعنی فقہ ان شرعی احکام کا جاننا ہے جو فرعی ہوں اور تفصیلی دلائل سے حاصل کئے گئے ہوں۔ معلوم ہوا کہ فقہ ان احکام کا جاننا ہے جو شرعی، فرعی اور تفصیلی دلائل سے حاصل شدہ ہوں۔

② موضوع وغرض وغایت:۔ موضوع: اصولِ فقہ کے موضوع میں تین اقوال ہیں ① احکام ② دلائل ③ احکام ودلائل دونوں اور یہی قولِ ثالث راجح ہے۔ غرض وغایت: "**معرفة احكام الشرعية بالادلة التفصيلية وعلم قواعد لاستنباط المسائل الشرعية**" یعنی شرعی احکام کو تفصیلی دلائل سے معلوم کرنا اور مسائل شرعیہ کے استنباط کیلئے قواعد کا جاننا اصولِ فقہ کی غرض ہے۔

③ مصنفؒ کے حالات:۔ اصول الشاشی کے مصنفؒ کا نام وحالات کا کسی کو علم نہیں ہے مگر بعض نے ان کا نام اسحٰق بن ابراہیم الشاشی الثمر قندی اور بعض نے نظام الدین شاشی ذکر کیا ہے، جب نام ہی متعین ومعلوم نہیں تو حالات کیسے معلوم ہوسکتے ہیں بہرحال اصول الشاشی کو پڑھنے سے آپ کے کمالات اور علمی مرتبہ ومقام کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

④ کتاب کا نام اور وجہ تسمیہ:۔ اس کتاب کا ایک نام "کتاب الخمسین" ہے اسکی وجہ تسمیہ کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں: ① کتاب کی تصنیف کے وقت مصنفؒ کی عمر پچاس برس تھی ② بعض حضرات نے اسکی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ کتاب پچاس دن میں لکھی گئی۔

کتاب کا دوسرا نام اصول الشاشی ہے صاحبِ کشف الظنون کے قول کے مطابق مصنفؒ کا نام نظام الدین شاشی ہے۔ شاش کے رہنے والے ہیں (شاش ماوراء النہر کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے) اس لئے ان کو شاشی کہتے ہیں۔ یہ ان کی اصولِ فقہ میں کتاب ہے اس لئے اس کو اصول الشاشی کہتے ہیں۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی..... **فالخاص لفظ وضع لمعنى معلوم اولمسمى معلوم على الانفراد كقولنا فى تخصيص الفرد زيد وفى تخصيص النوع رجل وفى تخصيص الجنس انسان۔** (ص۸۔امدادیہ)

مذکورہ عبارت کی تشریح کرنے کے بعد خاص کا حکم بیان کریں، قرآن کریم کی کسی آیت سے خاص کی مثال پیش کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) خاص کا حکم (۳) قرآن کریم سے خاص کی مثال۔

جواب..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں خاص کی تعریف کا ذکر ہے کہ خاص وہ لفظ ہے جسکو تنہا طور پر معنی معلوم یا مسمی معلوم کیلئے وضع کیا گیا ہو جیسے **زید** کو معین شخص کیلئے، **رَجُلٌ** کو معین نوع کیلئے اور انسان کو معین جنس کیلئے علیحدہ طور پر وضع کیا گیا ہے۔

۲ و ۳ خاص کا حکم اور مثال:۔ خاص کا حکم: عندالاحناف اس پر ہر حال میں عمل کرنا واجب ہے لہٰذا اگر اسکے مقابل خبرِ واحد یا قیاس آجائے تو دیکھیں گے کہ خاص کے حکم میں تبدیلی کیے بغیر دونوں پر عمل کرنا ممکن ہے یا نہیں اگر دونوں پر عمل کرنا ممکن ہو تو دونوں پر عمل کریں گے، وگرنہ خاص پر عمل کریں گے اور مقابل کو ترک کردیں گے، اور علماءِ ثمرقند وشوافع کے نزدیک خاص سے کوئی حکم قطعی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ ہر لفظِ خاص میں احتمال ہے کہ شاید اس سے کوئی معنی مجازی مراد ہو اور احتمال کی صورت میں لفظ کی قطعیت ثابت نہیں ہوتی۔

مطلقہ مدخول بہا ذات الحیض غیر حاملہ کی عدت میں اختلاف ہے: عندالاحناف اس کی عدت تین حیض اور عندالشوافع اس کی عدت تین طہر ہیں۔ عدت سے قبل یہ مسئلہ ذہن نشین کرلیں کہ اس بات پر سب متفق ہیں کہ طلاق مشروع کا وقت طہر ہے، نہ کہ حیض۔ اب شوافع یہ کہتے ہیں کہ عدت تین طہر ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں **ثلٰثة قروء** میں لفظ ثلٰثہ مؤنث آیا ہے اور عربی زبان کا ضابطہ ہے کہ تین سے نو تک عدد تمییز کے خلاف آئے گا یعنی تمییز (معدود) اگر مذکر ہو تو عدد مونث اور اگر تمییز مونث ہو تو عدد مذکر آئیگا اور یہاں عدد مؤنث ہے تو معلوم ہوا کہ تمییز (معدود) مذکر ہے اور قروء کا معنی حیض مؤنث ہے اور قرء کا معنی طہر مذکر ہے پس معلوم ہوا کہ یہاں طہر مراد ہے۔

احناف کہتے ہیں کہ عدت تین حیض ہے ان کی دلیل بھی یہی آیت ہے "**یتربصن بانفسھن ثلٰثة قروء**"، اس طرح کہ اس میں لفظ ثلٰثہ خاص ہے جو تین کیلئے وضع کیا گیا ہے اور خاص کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے مدلول کو قطعی طور پر شامل ہوتا ہے اور بغیر کمی وزیادتی کے اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اور اس خاص پر عمل اس وقت ممکن ہے کہ قرء سے حیض مراد لیں، نہ کہ طہر، کیونکہ طہر مراد لینے کی صورت میں بغیر کمی وزیادتی کے خاص پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ طلاق طہر میں مشروع ہے لہٰذا اگر اس طہر کو شمار کریں تو دو طہر مکمل اور تیسرا نامکمل طہر ہے اور اگر اس کو شمار نہ کریں تو تین طہر مکمل اور چوتھا طہر نامکمل ہے بہرصورت پورے تین پر عمل ممکن نہیں ہے لہٰذا قرء سے حیض مراد لیں گے اور عدت تین حیض لازم ہوگی تاکہ کتاب اللہ کے خاص پر عمل ہوسکے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل.....وَالْعَامُّ كُلُّ لَفْظٍ يَنْتَظِمُ جَمْعًا مِنَ الْأَفْرَادِ إِمَّا لَفْظًا كَقَوْلِنَا مُسْلِمُوْنَ وَمُشْرِكُوْنَ، وَإِمَّا مَعْنًى كَقَوْلِنَا "مَنْ وَمَا" وَحُكْمُ الْخَاصِّ مِنَ الْكِتَابِ وُجُوْبُ الْعَمَلِ بِهٖ لَامَحَالَةَ، فَإِنْ قَابَلَهُ خَبَرُ الْوَاحِدِ وَالْقِيَاسُ فَإِنْ اَمْكَنَ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا بِدُوْنِ تَغْيِيْرٍ فِيْ حُكْمِ الْخَاصِّ يُعْمَلُ بِهِمَا وَإِلَّا يُعْمَلُ بِالْكِتَابِ وَيُتْرَكُ مَايُقَابِلُهُ، مِثَالُهُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: "يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ....."۔ (ص۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عام کی تعریف ومثال بیان کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عام کی تعریف ومثال۔

جواب..... **۱** عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

۲ عبارت کا ترجمہ:۔ عام وہ لفظ ہے جو کہ افراد کی جماعت کو شامل ہو یا تو لفظی طور پر جیسے "**مسلمون**" اور "**مشرکون**" اور یا معنوی طور پر جیسے "**مَن**" اور "**مَا**" اور کتاب اللہ میں سے خاص کا حکم یہ ہے کہ یقیناً اس پر عمل واجب ہے، اب اگر اسکے مقابلہ میں خبرِ واحد یا قیاس آجائے تو اگر خاص کے حکم میں تبدیلی کئے بغیر دونوں میں جمع ممکن ہو تو دونوں پر عمل کیا جائیگا ورنہ کتاب اللہ پر عمل ہوگا اور اس کا مقابل ترک کردیا جائیگا۔ اسکی مثال اللہ رب العزت کا قول "**یتربصن بانفسھن ثلٰثة قروء**" ہے۔

۳ عام کی تعریف:۔ عام ہر وہ لفظ ہے جو افراد کی جماعت کو یکبارگی شامل ہو، شامل ہونے میں تعمیم ہے خواہ لفظوں کے اعتبار سے ہو یا معنی کے اعتبار سے ہو۔ لفظوں کے اعتبار سے شامل ہو جیسے "**مسلمون**" جمع کا صیغہ ہے، معنی کے اعتبار سے شامل ہو جیسے مَنْ اور مَا لفظاً مفرد ہیں مگر معنی میں عموم ہے۔

الشق الثانی.....اَلْوَاوُ لِلْجَمْعِ الْمُطْلَقِ وَقِيْلَ اِنَّ الشَّافِعِيَّ جَعَلَهٗ لِلتَّرْتِيْبِ وَ عَلٰى هٰذَا وَجَبَ التَّرْتِيْبُ فِيْ بَابِ الْوُضُوْءِ وَقَالَ عُلَمَاؤُنَا "اِذَا قَالَ لِاِمْرَاَتِهٖ اِنْ كَلَّمْتِ زَيْدًا وَعَمْرًوا فَاَنْتِ طَالِقٌ فَكَلَّمَتْ عَمْرًوا ثُمَّ زَيْدًا طُلِّقَتْ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مذکورہ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ائمہ کے اختلاف کو واضح کریں، **واؤ مطلق جمع** کیلئے آتا ہے، اس قاعدہ پر تفریع قائم کرتے ہوئے دو مثالیں ذکر کریں۔ (ص ۹۸۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) احناف وشوافع کا اختلاف (۵) **واؤ** کے مطلق جمع کیلئے ہونے کی دو مثالیں۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ واؤ مطلق جمع کیلئے آتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ امام شافعیؒ نے بنایا ہے اس کو ترتیب کے لئے، اور اسی بناء پر واجب ہے ترتیب وضوء کے باب میں، اور فرمایا ہمارے علماء نے کہ جب کہا ایک آدمی نے اپنی بیوی سے، اگر تو نے کلام کیا زید اور عمرو سے تو تو طلاق والی ہے، پس اس نے کلام کیا عمرو سے پھر زید سے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

③ عبارت کی تشریح:۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ **واؤ مطلق جمع** کیلئے آتی ہے یعنی صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف کا ایک ہی حکم ہے باقی ان میں ترتیب ہے یا مقارنت ہے یا تراخی ہے، اس بات کو نہیں بتلاتی، اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ واؤ ترتیب کیلئے آتی ہے یعنی یہ بتلاتی ہے کہ مذکورہ حکم میں میرا معطوف علیہ مقدم اور معطوف مؤخر ہے، اسی وجہ سے وہ فرماتے ہیں کہ اعضاءِ وضوء کے دھونے میں ترتیب واجب ہے پہلے چہرہ دھوئے پھر بازو دھوئے پھر مسح کرے، پھر پاؤں دھوئے۔

④ احناف وشوافع کا اختلاف:۔ **کمامرّ آنفا فی الامر المذکور۔**

⑤ **واؤ کے مطلق جمع کے لئے ہونے کی دو مثالیں:۔** ① کسی نے اپنی بیوی سے کہا "**ان جاء نی زیدٌ وعمروٌ فانت طالق**" ہمارے نزدیک اب خواہ زید پہلے آئے یا عمرو پہلے آئے بہر صورت جب دونوں آجائیں گے طلاق واقع ہو جائے گی، زید کے پہلے آنے کی کوئی شرط نہیں اس لئے کہ واؤ مطلق جمع کے لئے ہے اور عند الشوافع اگر عمرو پہلے آیا تو طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ ان کے نزدیک واؤ ترتیب کیلئے ہے، اس لئے زید کا پہلے آنا ضروری ہے۔ ② خاوند نے اپنی بیوی سے کہا "**ان دخلت ھٰذہ الدار وھٰذہ الدار فانتِ طالق**" اور عورت پہلے دوسرے گھر میں داخل ہوئی پھر پہلے گھر میں تو ہمارے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی کیونکہ واؤ مطلق جمع کے لئے ہے اور عند الشوافع طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ ترتیب ضروری تھی وہ نہیں پائی گئی۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل ..... **فَصْلٌ فِیْ وُجُوْہِ الْبَیَانِ اَلْبَیَانُ عَلٰی سَبْعَۃِ اَنْوَاعٍ بَیَانُ تَقْرِیْرٍ وَ بَیَانُ تَفْسِیْرٍ وَبَیَانُ تَغْیِیْرٍ وَ بَیَانُ ضَرُوْرَۃٍ وَ بَیَانُ حَالٍ وَبَیَانُ عَطْفٍ وَبَیَانُ تَبْدِیْلٍ۔** (ص ۱۲۷۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ بیان کا لغوی واصطلاحی معنی ذکر کریں۔ وجوہِ بیان کی سات انواع کے نام لکھیں۔ ان میں سے بیان تقریر وتفسیر کی تعریف، مثال اور حکم لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) بیان کا لغوی واصطلاحی معنی (۳) بیان کی انواعِ سبعہ کے نام (۴) بیانِ تقریر وتفسیر کی تعریف، مثال اور حکم۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② بیان کا لغوی واصطلاحی معنی:۔ بیان کا لغوی معنی ظہور واظہار یعنی ظاہر ہونا اور ظاہر کرنا ہے اور اصطلاح میں اپنے مافی الضمیر کے ادا کرنے اور سمجھانے کو بیان کہتے ہیں۔

③ بیان کی انواعِ سبعہ کے نام:۔ بیان کی سات اقسام ہیں ① بیانِ تقریر ② بیانِ تفسیر ③ بیانِ تغیر ④ بیانِ ضرورۃ ⑤ بیانِ حال ⑥ بیانِ عطف ⑦ بیانِ تبدیل۔

④ بیانِ تقریر وتفسیر کی تعریف، مثال اور حکم:۔ بیانِ تقریر: یہ ہے کہ ایک لفظ کے معنی ظاہر ہوں لیکن وہ لفظ اس معنی کے علاوہ کا بھی احتمال رکھتا ہو پس متکلم بیان کردے کہ میری کلام میں اس لفظ سے معنی ظاہر ہی مراد ہے تو متکلم کے اس بیان سے ظاہر کا حکم مؤکد

ہوجائیگا اس کو بیانِ تقریر کہتے ہیں جیسے کسی نے کہا **لفلان علیّ قفیز حنطة بقفیز البلد** اس میں قفیز حنطہ سے ظاہر معنی قفیزِ بلد ہی ہے مگر غیر کا بھی احتمال ہے، تو متکلم نے بقفیز البلد کہہ کر معنی ظاہر کو مؤکد کر دیا جس سے غیر کا احتمال ختم ہوگیا۔

اس کا حکم یہ ہے کہ متکلم کی طرف سے یہ بیان موصولاً اور مفصولاً دونوں طرح جائز ہے۔

بیانِ تفسیر: کہ ایک لفظ کے مجمل یا مشترک ہونے کی وجہ سے متکلم کی مراد ظاہر نہ ہو پس متکلم اپنے بیان سے اسکی تفسیر کردے کہ میری کلام میں اس لفظ سے یہ معنی مراد ہے جیسے **اقیموا الصلوة و اٰتوا الزکوٰة** میں صلوۃ کا لفظ مجمل ہے کہ رکعات کی تعداد و کیفیت معلوم نہیں ہے، اسی طرح زکوۃ کا لفظ بھی مجمل ہے کہ نصاب کی مقدار و زکوۃ کی کیفیت معلوم نہیں ہے تو آپ ﷺ نے اقوال و افعال کے ذریعہ ان سب چیزوں کو بیان کر دیا۔

اس کا حکم یہ ہے کہ متکلم کی طرف سے یہ بیان موصولاً اور مفصولاً دونوں طرح جائز ہے۔

الشق الثانی..... **"وَعَلٰی هٰذَا قُلْنَا لَایَجِبُ النَّظِیْرُ فِیْ جَزَاءِ الصَّیْدِ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی "فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَاقَتَلَ مِنَ النَّعَمِ لِاَنَّ الْمِثْلَ مُشْتَرَكٌ بَیْنَ الْمِثْلِ صُوْرَةً وَبَیْنَ الْمِثْلِ مَعْنًی وَهُوَالْقِیْمَةُ، وَقَدْ اُرِیْدَ الْمِثْلُ مِنْ حَیْثُ الْمَعْنٰی بِهٰذَاالنَّصِّ فِیْ قَتْلِ الْحَمَامِ وَالْعُصْفُوْرِ وَنَحْوِهِمَا بِالْاِتِّفَاقِ فَلَا یُرَادُ الْمِثْلُ مِنْ حَیْثُ الصُّوْرَةِ اِذْلَا عُمُوْمَ لِلْمُشْتَرَكِ اَصْلًا فَیَسْقُطُ اِعْتِبَارُ الصُّوْرَةِ لِاسْتِحَالَةِ الْجَمْعِ"**۔ (ص ۲۱۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ مشترک کی تعریف و حکم تحریر کریں، مشترک و مؤول میں فرق تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مشترک کی تعریف و حکم (۴) مشترک و مؤول میں فرق۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور مشترک کے اسی اصول کی بناء پر ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان **فجزاء مثل الخ** (یعنی محرم (احرام باندھنے والا) پر بدلہ ہے اس جانور کے برابر جو اس نے قتل کیا) اللہ کے اس فرمان کی وجہ سے اسی طرح کا جانور شکار کے بدلے میں واجب نہیں ہوتا اسلئے کہ مثل کا لفظ مثلِ صوری اور مثلِ معنوی کے درمیان مشترک ہے اور مثلِ معنوی قیمت ہے حالانکہ بالاتفاق اس آیت سے کبوتر اور چڑیا وغیرہ کے قتل کرنے میں مثل معنوی مراد لیا جاچکا ہے تو مثلِ صوری اس آیت سے مراد نہیں لیا جاسکتا اسلئے کہ مشترک کیلئے بالکل عموم نہیں ہوتا پس مثلِ صوری کا اعتبار ساقط ہوجائے گا مثلِ صوری اور مثلِ معنوی کے درمیان جمع کے محال ہونے کی وجہ سے۔

❸ مشترک کی تعریف و حکم:۔ **"ماوضع لمعنیین مختلفین اولمعانٍ مختلفة الحقائق"** کہ **مشترك** وہ لفظ ہے جو دو یا زائد ایسے معانی کیلئے موضوع ہو جو حقیقت کے اعتبار سے مختلف ہوں اور ان معانی میں سے کسی ایک معنی کو ترجیح نہ ہو جیسے لفظ جاریہ کشتی اور لونڈی کے معنی میں مشترک ہے اور لفظِ عین چشمہ، آنکھ، سونا، آفتاب، مال اور جاسوس کیلئے موضوع ہے جن کی حقیقت مختلف ہے اور کسی ایک معنی کو ترجیح بھی حاصل نہیں ہے۔

مشترک کا حکم یہ ہے کہ اسکے متعدد معانی میں سے ایک معنی دلیل کے ذریعہ متعین ہوجائے تو دوسرے معنی کو مراد لینا درست نہیں۔

❹ مشترک و مؤول میں فرق:۔ مشترک کے دلیل سے متعین شدہ معنی پر یقیناً عمل کرنا واجب ہے مگر مؤول میں تاویل شدہ معنی کے غلط ہونے کا بھی احتمال ہوتا ہے اسلئے کہ اس میں مجتہد دلیلِ ظنی سے تاویل کرتا ہے اسلئے اسکی تاویل میں صحیح و غلط دونوں احتمال موجود ہوتے ہیں۔

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ١٤٣٢ھ

الشق الاوّل.....**فصل فی متعلقات النصوص نعنی بها عبارةالنص واشارته ودلالته واقتضائه۔** (ص ۵۱۔ امدادیہ)

عبارت النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص اور اقتضاء النص میں سے ہر ایک کی تعریف کر کے مختصراً صرف ایک ایک مثال بیان کریں۔

عبارت النص واشارۃ النص کے درمیان فرق ذکر کریں، متعلقات النصوص کا معنی ومصداق واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ (۲) عبارت النص واشارۃ النص میں فرق (۳) متعلقات النصوص کا معنی ومصداق۔

جواب..... (۱) مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ:۔ **عبارت النص:** "ماسيق الكلام لاجله واريد به قصدًا" عبارت النص وہ ہے جسکی وجہ سے کلام لایا گیا ہو اور اس کلام سے اس حکم کا ارادہ کیا گیا ہو، اس کی مثال یہ ہے "للفقراء المهاجرين الخ" یہ آیت غنیمت کے استحقاق کیلئے چلائی گئی ہے تو اس بارے میں کلام عبارت النص ہے۔

اشارۃ النص: "ماثبت بنظم النص من غير زيادة وهو غير ظاهر من كل وجه ولاسيق الكلام لاجله" وہ حکم جو اشارۃ النص سے ثابت ہو وہ ہے جو کلام کے ضمن میں زیادتی کو مقدر مانے بغیر نص کے الفاظ سے ثابت ہو اور وہ پورے طور پر ظاہر نہ ہو اور نہ ہی کلام اس کی وجہ سے لایا گیا ہو اس کی مثال بھی یہی مذکورہ آیت ہے اس آیت میں مہاجرین کے اموال سے ان کی ملک کے زائل ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہ بات للفقراء سے مفہوم ہے تو مہاجرین کا فقر اشارۃ النص سے ثابت ہوا کہ کلام سے یہ پورے طور پر ظاہر بھی نہیں ہے اور کلام اس کے لئے چلائی بھی نہیں گئی ہے۔

دلالت النص: "وهي ماعلم علةً للحكم المنصوص عليه لغةً ولااجتهادًا ولااستنباطًا" یعنی وہ معنی جس کے بارے میں لغۃً ہی بغیر غور وفکر کے یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ حکمِ منصوص علیہ کی علت ہے جیسے "لاتقل لهما اف" اس میں اف کا التزامی معنی تکلیف پہنچانا ہے اور یہ تکلیف پہنچانا ہی حکمِ منصوص علیہ (نہی عن التافیف) کی علت ہے۔

اقتضاء النص: "فهو زيادة علي النص لا يتحقق معنى النص الا به كانّ اقتضاه ليصح في نفسه معناه" یعنی اقتضاء النص وہ نص پر ایسی زیادتی ہے کہ نص کا معنی اس زیادتی کے بغیر درست نہ ہو گویا کہ نص خود اس زیادتی کا تقاضا کرے تا کہ اس نص کا معنی اپنی ذات کے اعتبار سے صحیح ہو جائے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "انت طالق" تو یہاں مصدر طلاق کو اقتضاء مقدر مانا جائے گا گویا کہ اس نے کہا "انت طالق طلاقًا" مصدر طلاق کو اقتضاءً اس لئے مقدر مانا کہ طالق اسم صفت ہے اور ہر اسم صفت فعل کی طرح مصدری معنی کا تقاضا کرتا ہے اس لئے کہ مصدر اس کا ماخذ ہے تو چونکہ طالق عورت کی صفت ہے اور یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ طلاق پہلے سے وجود میں آچکی ہو اور متکلم اسے پہلے سے وجود دے چکا ہو پھر عورت اسکے ساتھ متصف ہوئی ہو۔ اس لئے یہاں مصدری معنی طلاق کو مقدر مانا جائے گا تو انت طالق نص مقتضی ہوئی اور طلاق مصدر مقتضیٰ ہوا اور لفظ طلاق کی زیادتی سے جو حکم ثابت ہو وہ ثابت باقتضاء النص ہے۔

(۲) عبارت النص واشارۃ النص میں فرق:۔ عبارت النص سے ثابت شدہ حکم کلام سے مقصود بھی ہوتا ہے اور اس کیلئے کلام لائی بھی جاتی ہے اور اشارۃ النص سے ثابت شدہ حکم اگر چہ لفظ سے ثابت ومفہوم ہوتا ہے مگر وہ نہ کلام سے مقصود ہوتا ہے اور نہ کلام اس کیلئے چلائی جاتی ہے اور نہ وہ من کل وجہ ظاہر ہوتا ہے۔

(۳) متعلقات النصوص کا معنی ومصداق:۔ متعلقات بفتح اللام ظرف یا مصدر میمی بمعنی متمسکات ہے، ظرف کی صورت میں مطلب یہ ہے کہ یہ فصل ان نصوص کے بیان میں ہے جو تمسک اور استدلال کا محل ہیں اور مصدر میمی کی صورت میں مطلب یہ ہے کہ یہ فصل نصوص کے ذریعہ تمسک واستدلال کے بیان میں ہے۔ اور اس کا مصداق نصوصِ اربعہ یعنی عبارت النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص، اقتضاء النص ہیں۔

الشق الثانی.....فَصْلٌ فِيْ تَعْرِيْفِ طَرِيْقِ الْاِسْتِعَارَةِ اِعْلَمْ اَنَّ الْاِسْتِعَارَةَ فِيْ اَحْكَامِ الشَّرْعِ مُطَّرِدَةٌ بِطَرِيْقَيْنِ اَحَدُهُمَا لِوُجُوْدِ الْاِتِّصَالِ بَيْنَ الْعِلَّةِ وَالْحُكْمِ وَالثَّانِيْ لِوُجُوْدِ الْاِتِّصَالِ بَيْنَ السَّبَبِ الْمَحْضِ وَالْحُكْمِ فَالْاَوَّلُ مِنْهُمَا يُوْجِبُ صِحَّةَ الْاِسْتِعَارَةِ مِنَ الطَّرَفَيْنِ وَالثَّانِيْ يُوْجِبُ صِحَّتَهَا مِنْ اَحَدِ الطَّرَفَيْنِ۔ (ص ۳۱۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ استعارہ کی تعریف کریں۔ استعارہ کے دونوں طریق کی مثال سے وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) استعارہ کی تعریف (۴) استعارہ کے طریق کی وضاحت مع امثلہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ في السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ یہ فعل استعارہ کے طریقوں کی معرفت میں ہے، جان لو کہ بیشک احکامِ شرع میں استعارہ دو طریقوں سے جاری ہوتا ہے ان میں سے پہلا علت اور حکم کے درمیان اتصال کے پائے جانے کی وجہ سے ہوتا ہے اور دوسرا طریقہ سببِ محض اور حکم کے درمیان اتصال کے پائے جانے کیوجہ سے ہوتا ہے۔ پس ان میں سے پہلا طریقہ دونوں طرف سے استعارہ کے صحیح ہونے کو ثابت کرتا ہے اور دوسرا طریقہ ایک طرف سے استعارہ کے صحیح ہونے کو ثابت کرتا ہے۔

③ استعارہ کی تعریف:۔ اہلِ اصول کے نزدیک استعارہ ومجاز ایک ہی چیز ہے اور اہلِ بیان کے نزدیک استعارہ مجاز کی ایک قسم ہے یعنی حقیقت اور مجاز میں اگر تشبیہ کا علاقہ ہو تو اس کو استعارہ کہتے ہیں اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور علاقہ پچیس علاقوں میں سے ہو تو اس کو مجازِ مرسل کہتے ہیں۔

④ استعارہ کے طریق کی وضاحت مع امثلہ:۔ احکامِ شرع میں استعارہ دو طریق پر مشتمل ہے ① علت ومعلول کے درمیان اتصال ہو: اس صورت میں استعارہ جانبین سے ہوگا یعنی علت بول کر معلول اور معلول بول کر علت کو مراد لیا جاسکتا ہے جیسے کسی نے کہا "**ان ملكتُ عبدًا فهو حرٌّ**" وہ نصف غلام کا مالک ہوگیا اور اس نے وہ نصف بیچ دیا، پھر دوسرے نصف کا مالک ہوا تو وہ غلام آزاد نہ ہوگا اسلئے کہ اس کی ملک میں پورا غلام جمع نہیں ہوا، اور اگر اس نے کہا: **ان اشتريت عبدًا فهو حر** اور اس نے نصف غلام خریدا اور اسے بیچ دیا پھر نصفِ ثانی خریدا تو یہ نصف ثانی آزاد ہوجائے گا اور اگر اس نے "**شراء**" بول کر "**ملك**" اور "**ملك**" بول کر "**شراء**" کو مراد لیا تو اس کی نیت بطریق استعارہ درست ہوگی کیونکہ شراء ملک کی علت ہے اور ملک شراء کا حکم ومعلول ہے لہٰذا دونوں کو ایک دوسرے کی جگہ استعارۃً استعمال کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اگر استعارہ والی صورت میں متکلم کے حق میں تخفیف ہو رہی ہو تو پھر قضاءً تہمت کی وجہ سے اس کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ ② سبب ومسبب کے درمیان اتصال ہو: اس میں استعارہ جانبِ واحد سے ہوتا ہے یعنی فقط سبب بول کر مسبب (حکم) مراد لیا جاسکتا ہے، مسبب بول کر سبب مراد نہیں لیا جاسکتا۔ اسکی مثال جیسے زوج نے اپنی بیوی سے کہا **انتِ حرة** اور اس سے طلاق کی نیت کی تو یہ نیت درست ہے اس لئے کہ لفظ تحریر (آزاد کرنا) اپنے معنی حقیقی کے اعتبار سے زوالِ ملکِ رقبہ کے واسطہ سے زوالِ ملکِ متعہ کو ثابت کرتا ہے یعنی اولاً ملکِ رقبہ زائل ہوتی ہے پھر ملکِ متعہ زائل ہوتی ہے تو یہ لفظ زوالِ ملکِ متعہ کیلئے سبب ہوا اور سبب بول کر مسبب مراد لینا درست ہے لہٰذا "**انت حرة**" سے طلاق کی نیت کی تو طلاق واقع ہوجائے گی۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٢ھ

الشق الاوّل .....**امّا دلالة النص فهي ماعلم علة للحكم المنصوص عليه لغةً لااجتهادًا ولااستنباطًا۔**

دلالت النص کی تعریف کے فوائدِ قیود ذکر کریں، دلالت النص واشارۃ النص میں فرق واضح کریں۔ (ص ۵۴۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) دلالت النص کی تعریف کے فوائدِ قیود (۲) دلالت النص واشارۃ النص میں فرق۔

جواب ..... ① دلالت النص کی تعریف کے فوائد قیود:۔ اس تعریف میں مصنفؒ نے چار لفظ استعمال کئے ہیں ① **ماعلم علة للحكم المنصوص عليه** ② **لغةً** ③ **لااجتهادًا** ④ **لااستنباطًا**۔ ان میں پہلا لفظ "**ماعلم علة للحكم المنصوص عليه**" قید احترازی ہے اس سے عبارۃ النص واشارۃ النص خارج ہوگئے کیونکہ ان کا ثبوت نص کے لفظ سے ہوتا ہے اور دلالت النص کا ثبوت معنی التزامی سے ہوتا ہے دوسرا لفظ **لغةً** بھی احترازی ہے اس سے اقتضاء النص خارج ہوگیا کیونکہ وہ شرعاً یا عقلاً ثابت ہوتا ہے لغۃً نہیں، اور **لااجتهادا ولااستنباطا** لغۃً کی تاکید ہے اور ان لوگوں پر رد ہے جو دلالت النص کو قیاس جلی قرار دیتے ہیں۔

② دلالت النص واشارۃ النص میں فرق:۔ دلالت النص واشارۃ النص قطعی الدلالت ہونے میں مساوی ہیں البتہ جس وقت دلالت النص سے ثابت شدہ چیز اور اشارۃ النص سے ثابت شدہ چیز میں تعارض ہوجائے تو اشارۃ النص پر عمل کرنا اولی ہے اور اشارۃ

النص سے ثابت شدہ چیز راجح ہوگی کیونکہ اشارۃ النص میں لفظ اور معنی دونوں ہوتے ہیں، جبکہ دلالت النص میں صرف معنی لغوی معتبر ہوتا ہے پس اشارۃ النص ودلالۃ النص میں معنی کے اعتبار سے مساوات ہوئے اور لفظ کے لحاظ سے اشارۃ النص میں زیادتی پائی گئی، لہٰذا اشارۃ النص راجح ہوا۔

الشق الثانی.....درج ذیل اصطلاحات کی تعریف ومثال تحریر کریں (**بیان الضرورۃ، بیان الحال، بیان العطف، بیان التبدیل**)

جواب.....بیان کی اقسام اربعہ کی تعریف مع امثلہ:۔ "**بیان الضرورۃ**" وہ بیان ہے کہ متکلم کے کلام میں اس بیان کے لئے کوئی لفظ تو نہ ہو البتہ متکلم کے کلام سے وہ اقتضاءً مفہوم ہو جیسے آیت "**وورثه ابواه**" میں ماں اور باپ کے درمیان شرکت ثابت کی پھر "**فلامه الثلث**" کہہ کر ماں کا حصہ بیان کیا جس سے اقتضاءً باپ کا حصہ سمجھا گیا ہے۔

"**بیان الحال**" وہ سکوت ہے جو متکلم کے حال کی دلالت کی وجہ سے بیان واقع ہو جیسے آنحضرت ﷺ کے سامنے کسی نے کوئی کام کیا اور آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر خاموشی اختیار کی تو یہ سکوت اختیار کرنا اس کام کے جواز کا بیان ہے۔

"**بیان العطف**" وہ بیان ہے جو عطف کی وجہ سے واقع ہو مثلاً مکیلی وموزونی چیز کا مبہم جملہ پر عطف کرنا یہ اس مبہم جملہ کا بیان ہوگا جیسے "**لفلان علی مائة ودرهم**" اس میں "**درهم**" کا "**مائة**" پر عطف مائۃ کیلئے بیان ہے کہ مائۃ بھی دراھم ہی ہیں۔

"**بیان التبدیل**" حکمِ سابق کے ختم کرنے کا نام ہے اس کا دوسرا نام نسخ ہے۔ جیسے "**جاء نی زید لا بل عمرو**"۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل.....**فیخرج علی هٰذاحکم الرجعة فی الحیضة الثالثة وزواله، وتصحیح نکاح الغیر وابطاله وحکم الحبس والاطلاق والمسکن والانفاق والخلع والطلاق وتزوج الزوج باختها واربع سواها واحکام المیراث مع کثرة تعدادها۔** (ص۱۰۔امدادیہ)

عبارت مذکورہ کی اس طرح تشریح کریں کہ "**علی هٰذا**" کا مشار الیہ واضح ہو جائے۔

جواب.....(۱) عبارت کی تشریح:۔ احنافؒ وشوافعؒ کے درمیان معتدہ کی عدت کے بارے میں اختلاف ہے کہ معتدہ عدت طہر سے گزارے یا حیض سے، احنافؒ کہتے ہیں کہ حیض سے گزارے اور شوافعؒ کہتے ہیں کہ طہر سے گزارے اسی اختلاف پر مذکورہ مسائل متفرع ہو رہے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:① کسی آدمی نے اپنی بیوی کو ایک یا دو طلاق رجعی دی تو عندالاحناف تیسرے حیض میں رجوع کرسکتا ہے کیونکہ عدت باقی ہے تیسرے حیض کے ختم ہونے تک، اور عندالشوافع رجوع کا حق نہیں کیونکہ تیسرے حیض سے پہلے ہی تین طہر سے عدت پوری ہو چکی ہے۔② یہی مطلقہ عورت تیسرے حیض میں دوسرے خاوند سے نکاح کرلے تو عندالاحناف جائز نہیں کیونکہ ابھی عدت باقی ہے اور عندالشوافع دوسرا نکاح درست ہے اسلئے کہ عدت پوری ہو چکی ہے۔③ تیسرے حیض میں اس مطلقہ کو عندالاحناف خاوند محبوس کرسکتا ہے کیونکہ ابھی وہ عدت میں ہے اور عندالشوافع خاوند محبوس نہیں کرسکتا کیونکہ عدت پوری ہو چکی ہے۔④ اس مطلقہ کیلئے تیسرے حیض میں عندالاحناف خاوند پر نان ونفقہ واجب ہے اور رہائش واجب ہے کیونکہ عدت باقی ہے اور عندالشوافع واجب نہیں کیونکہ عدت پوری ہو چکی ہے۔⑤ خاوند تیسرے حیض میں عورت سے خلع کرنا چاہے یا مزید طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے کیونکہ عدت باقی ہے اور عندالشوافع نہیں دے سکتا کیونکہ عدت ختم ہو چکی ہے۔⑥ اس مطلقہ کی بہن سے تیسرے حیض میں عندالاحناف نکاح درست نہیں کیونکہ پہلی کی عدت باقی ہے اور عندالشوافع نکاح درست ہے کیونکہ عدت پوری ہو چکی ہے۔⑦ تیسرے حیض میں خاوند کا انتقال ہو گیا تو عورت وارث ہوگی اس کیلئے وصیت کرنا درست نہ ہوگا کیونکہ عدت باقی ہے اور عندالشوافع وارث نہ ہوگی، اس کیلئے خاوند کا وصیت کرنا درست ہے، کیونکہ عدت پوری ہو چکی ہے۔

الشق الثانی.....**ولایقال لوجعل مجازاعن الطلاق لوجب ان یکون الطلاق الواقع به رجعیا کصریح الطلاق ، لانا نقول لا نجعله مجازا عن الطلاق بل عن المزیل لملك المتعة وذلك فی البائن اذالرجعی لا یزیل ملك المتعة عندنا۔** (ص۳۳۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں، مذکورہ اعتراض وجواب کی وضاحت کریں، استعارہ ومجاز میں اصولیین کے نزدیک فرق کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مذکورہ اعتراض وجواب کی وضاحت (۳) اصولیین کے نزدیک استعارہ ومجاز میں فرق۔

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور نہ کہا جائے کہ اگر بنایا جائے تحریر کو مجاز طلاق سے تو البتہ واجب ہے یہ کہ اس سے طلاقِ رجعی واقع ہو مثل طلاقِ صریح کے، اسلئے کہ ہم کہتے ہیں کہ ہم نہیں بناتے اسے مجاز طلاق سے بلکہ اس سے جو ملکِ متعہ کو زائل کرنیوالا ہے اور یہ طلاقِ بائن میں ہے، اسلئے کہ طلاقِ رجعی تو ہمارے نزدیک ملکِ متعہ کو زائل نہیں کرتی۔

❷ مذکورہ اعتراض وجواب کی وضاحت:۔ اعتراض: مصنفؒ ایک اعتراض کو نقل کرکے اس کا جواب دے رہے ہیں، اعتراضیہ ہے کہ تم نے کہا کہ کسی نے "**حرر تك**" اور "**انت حرة**" کہہ کر طلاق مراد لیا تو یہ درست ہوگا اور لفظ "**حررتك**" "**طلقتك**" کے قائم مقام اور "**انت حرة**" "**انت طالق**" کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے طلاقِ بائنہ واقع ہوجائے گی اور یہ بات مسلم ہے کہ قائم مقام کا حکم اصل والا ہوتا ہے لہٰذا "**حررتك**" اور "**انت حرة**" کیوجہ سے طلاقِ رجعی ہونی چاہئے جیسا کہ "**طلقتك**" اور "**انت طالق**" کی وجہ سے طلاقِ رجعی ہوتی ہے حالانکہ تمہارے نزدیک ان سے طلاقِ بائنہ واقع ہوتی ہے جو کہ قاعدہ وضابطہ کے خلاف ہے۔

جواب: "**لانا نقول**" سے مصنفؒ نے جواب دیا کہ ہم نے "**حررتك**" اور "**انتِ حرة**" کو لفظِ طلاق سے مجاز قرار نہیں دیا بلکہ "**مزيل ملكِ متعه**" سے مجاز قرار دیا ہے اور "**مزيل ملكِ متعه**" طلاق بائنہ میں ہوتا ہے نہ کہ رجعی میں کیونکہ ہمارے نزدیک طلاق رجعی ملکِ متعہ کو زائل نہیں کرتی لہٰذا "**حررتك**" اور "**انتِ حرة**" سے طلاق بائنہ واقع ہوگی، نہ کہ طلاقِ رجعی۔

❸ اصولیین کے نزدیک استعارہ ومجاز میں فرق:۔ اصولیین کے نزدیک استعارہ ومجازِ مرسل مترادف ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل.....ثم لهذهِ الاربعة اربعة اخرى تقابلها، فضد الظاهرالخفى وضد النص المشكل وضد المفسر المجمل وضد المحكم المتشابه فالخفى ما خفى المرادبه بعارض لامن حيث الصيغة۔ (ص۴۲۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں "**هٰذه الاربعة**" کا مشارالیہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) "**هٰذه الاربعة**" کا مشارالیہ۔

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ پھر ان چار اقسام کیلئے دوسری چار اقسام ہیں پس ظاہر کی ضد خفی ہے اور نص کی ضد مشکل ہے اور مفسر کی ضد مجمل ہے اور محکم کی ضد متشابہ ہے، پس خفی وہ ہے کہ مخفی ہو اس کی مراد کسی عارض کیوجہ سے، نہ کہ نفسِ صیغہ کے اعتبار سے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ ماقبل میں مصنفؒ نے ظہورِ معنی کے اعتبار سے لفظ کی چار اقسام ظاہر، نص، مفسر، محکم بیان کی تھیں اس عبارت میں ان اقسامِ اربعہ کی ضد اور متقابلات کو بیان کررہے ہیں کہ ظاہر کی ضد خفی، نص کی ضد مشکل، مفسر کی ضد مجمل اور محکم کی ضد متشابہ ہے۔ اسکے بعد خفی کی تعریف ذکر کی ہے کہ اسکی مراد نفسِ صیغہ کے اعتبار سے مخفی نہ ہو بلکہ کسی عارض کیوجہ سے مخفی ہو۔

❸ "**هٰذه الاربعة**" کا مشارالیہ:۔ "**هٰذه الاربعة**" کا مشارالیہ ظاہر، نص، مفسر ومحکم ہیں۔

الشق الثانی.....ثم نذكر طرقا من التمسكات الضعيفة ليكون ذلك تنبيها على موضع الخلل فى هٰذا النوع۔

تمسکات ضعیفہ کا مطلب بیان کریں، ان میں سے تین تمسکات بیان کریں۔ مصنفؒ نے اس ذیل میں "**حرمة الفعل لا تنافى ترتب الاحكام**" کا جو ضابطہ بیان کیا ہے اس کی وضاحت کریں۔ (ص۹۵۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) تمسکات ضعیفہ کا مطلب (۲) تین تمسکات کا ذکر (۳) ضابطہ کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ تمسکات ضعیفہ کا مطلب:۔ تمسکات ضعیفہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ دلائل جن کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مذہب کو ثابت کرنے کیلئے بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں مگر معانی میں خلل وفساد کی وجہ سے احناف ان دلائل کو اپنا مستدل نہیں بناتے۔

❷ تین تمسکات کا ذکر:۔ ① اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ منہ بھر کر آنیوالی قے ناقضِ وضوء ہے یا نہیں ہے؟ عندالاحناف ناقضِ

وضوء ہے اور عندالشوافع قے مطلقا ناقضِ وضوء نہیں ہے، اور ان کا استدلال اس حدیث سے ہے **انه قاء فلم يتوضأ**، اگر قے ناقض وضو ہوتی تو آنحضرت ﷺ ضرور وضوء فرماتے۔

ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ تمسک ضعیف ہے اسلئے کہ اس حدیث میں فقط اس بات کا ذکر ہے کہ آپ نے فوراً وضوء نہیں کیا، اور اس بات کے ہم بھی قائل ہیں کہ فوراً وضوء واجب نہیں ہے، باقی اس بارے میں یہ حدیث خاموش ہے کہ قے ناقضِ وضوء ہے یا نہیں، لہٰذا تمہارا استدلال صحیح نہ ہوا۔

② بعض شوافع کہتے ہیں کہ اگر مکھی پانی میں گر کر مرگئی تو پانی ناپاک ہوجائیگا اور دلیل میں آیت کریمہ "**حرمت عليكم الميتة الخ**" پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مردار کو حرام قرار دیا ہے اور بلا کرامت کسی چیز کا حرام ہونا اس کے نجس ہونے کی علامت ہے، پس معلوم ہوا کہ مردار مکھی ناپاک ہے، اس کی وجہ سے پانی بھی ناپاک ہے۔

ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ استدلال ضعیف ہے اسلئے کہ اس آیت سے فقط مردار کی حرمت ثابت ہے اور اس میں ہمارا بھی اختلاف نہیں ہے اور مردار مکھی کی وجہ سے پانی کے ناپاک ہونے کے بارے میں یہ آیت خاموش ہے لہٰذا استدلال درست نہ ہوا۔

③ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ چالیس بکریوں پر ایک بکری کی زکوٰۃ کی ادائیگی کسی نے قیمت سے کردی تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں، عندالاحناف قیمت سے زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے، عندالشوافع بکری کا ادا کرنا ضروری ہے اور دلیل یہ حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا **فی اربعین شاة شاة** لہٰذا بکری ہی لازم ہے۔

جواب: اس حدیث سے صرف ایک بکری کی زکوٰۃ کا وجوب معلوم ہوا اور اس کے ہم بھی قائل ہیں باقی بکری کی جگہ پر اسکی قیمت ادا کرنے کے بارے میں یہ حدیث خاموش ہے لہٰذا استدلال درست نہ ہوا۔

③ ضابطہ کی وضاحت:۔ کسی فعل کا حرام ہونا اس پر احکام کے مرتب ہونے کے منافی نہیں ہے، یعنی فعل حرام سے شرعاً احکام ثابت ہوجاتے ہیں مثلاً حیض میں طلاق دینا معصیت ہے مگر اس پر احکام مرتب ہوجائیں گے، یعنی فرقت واقع ہوجائے گی، اسی طرح غصب شدہ پانی سے وضوء کرنا حرام ہے مگر اس پر احکام مرتب ہوں گے یعنی اس وضوء سے نماز پڑھنا، قرآن کریم کو چھونا درست ہے اسی طرح اذانِ جمعہ کے بعد خرید وفروخت کرنا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل.....**ان اللفظ اذاكان حقيقةً لمعنى ومجازا لآخر فالحقيقة اولىٰ، مثاله ماقال علمائنا البنت المخلوقة من ماء الزنا يحرم على الزانى نكاحها وقال الشافعيؒ يحل.** (ص۹۲۔امدادیہ)

حقیقت ومجاز کی تعریف، حکم ومثال لکھیں، عبارت بالا کی تشریح کرتے ہوئے اختلافِ ائمہ کی وضاحت کریں اور اس پر متفرع ہونے والے مسائل لکھیں۔ استصحابِ حال کا مفہوم واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) حقیقت ومجاز کی تعریف، حکم ومثال (۲) عبارت کی تشریح مع اختلافِ ائمہ (۳) مسائل متفرعہ (۴) استصحابِ حال کا مفہوم۔

جواب..... ① حقیقت ومجاز کی تعریف، حکم ومثال:۔ حقیقت: "**كل لفظ وضعه واضع اللغة بازاء شيئٍ فهو حقيقة له**" یعنی ہر وہ لفظ جس کو واضعِ لغت نے جس معین شیٔ کے مقابلہ میں وضع کیا ہے وہ لفظ اس شیٔ کیلئے حقیقت ہے۔ الغرض لفظ کا استعمال اپنے معنی موضوع لہ میں حقیقت ہے جیسے لفظِ اسد کا استعمال شیر کیلئے حقیقت ہے۔

حقیقت کا حکم یہ ہے کہ اگر مجاز متعارف نہ ہو تو بالاتفاق حقیقت پر عمل کریں گے اور اگر مجاز متعارف ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پھر بھی حقیقت پر عمل کرنا اولیٰ ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مجاز یا عموم مجاز پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

مجاز: "**كل لفظ وضعه واضع اللغة بازاء شيئٍ لو اُستعمل فى غيره فهو مجازله**" یعنی لفظ کا استعمال معنی موضوع لہ کے غیر میں ہو تو وہ مجاز ہے جیسے اسد کا استعمال بہادر شخص کیلئے مجاز ہے۔

حکم: اگر حقیقت پر عمل کرنا متعذر یا مہجور ہو تو مجاز پر عمل کریں گے اور اگر حقیقت پر عمل ممکن ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک حقیقت پر عمل کرنا اور صاحبینؒ کے نزدیک مجاز پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

❷ عبارت کی تشریح مع اختلافِ ائمہ:۔ اگر ایک لفظ کے دو معنیٰ ہوں ایک حقیقی اور ایک مجازی تو اس لفظ سے حقیقی معنیٰ مراد لینا اولیٰ (واجب) ہوگا۔ ہمارے علماء احناف کا اس مسئلہ میں اتفاق اس وقت ہے جبکہ مجاز متعارف نہ ہو اور حقیقت پر عمل کرنے سے کوئی مانع نہ ہو ورنہ امام صاحب اور صاحبینؒ کا اختلاف ہوگا جیسے مذکور ہوا۔

اسکی مثال یہ ہے کہ وہ لڑکی جو زنا کے نطفے سے پیدا ہوئی ہے ہمارے علماء کے ہاں اسکے ساتھ زانی کا نکاح حرام ہوگا۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک حلال ہے اور اختلاف کی بنیاد اس بات پر ہے کہ زنا کے نطفے سے پیدا ہونے والی لڑکی **حرمت علیکم امھاتکم وبناتکم** کے تحت داخل ہے یا نہیں امام شافعیؒ کے نزدیک داخل نہیں۔ جب اس آیت کے تحت داخل نہیں تو زانی کا اسکے ساتھ نکاح حرام نہ ہوگا۔ اور علماءِ احناف کے نزدیک وہ لڑکی اس آیت کے تحت داخل ہے، جب اس آیت کے تحت داخل ہے تو زانی کا اسکے ساتھ نکاح حرام ہوگا۔

امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ آیت میں بنات سے مراد وہ لڑکیاں ہیں جن کا نسب ان کے آباء سے ثابت ہو۔ رہی وہ لڑکی جو زنا سے پیدا ہوئی ہے اس کا نسب چونکہ زانی سے ثابت نہیں اسلئے وہ آیت میں داخل نہیں لہٰذا اسکے ساتھ زانی کا نکاح حلال ہوگا۔ حرام نہ ہوگا۔ علماءِ احناف کے نزدیک "**بنت**" کا لفظ اس لڑکی کیلئے استعمال ہوتا ہے جو کسی کے نطفے سے پیدا ہوئی ہو خواہ اس کا نسب اس شخص سے ثابت ہو یا نہ ہو اور مجازاً اس لڑکی کیلئے استعمال ہوتا ہے جس کا نسب اس مرد سے ثابت ہو۔ اور یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ لفظ کو حقیقی معنیٰ پر محمول کرنا اولیٰ ہے لہٰذا ہر طرح کی لڑکی آیت کے تحت داخل ہوگی اور اس مرد سے اس لڑکی کا نکاح حرام ہوگا

❸ مسائلِ متفرعہ:۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جب اس لڑکی سے نکاح حلال ہے تو اس پر یہ مسائل متفرع ہونگے۔

اس لڑکی کے ساتھ وطی کرنا حلال ہے اور اس مرد پر مہر واجب ہوگا، نفقہ واجب ہوگا اور ان کے درمیان میاں بیوی کی طرح میراث جاری ہوگی، اور زانی کو یہ حق ہوگا کہ اپنی اس بیوی کو گھر سے باہر آنے جانے سے روک سکے۔

علماء احناف کے نزدیک چونکہ نکاح حلال نہیں ہے تو اس پر یہ مسائل متفرع ہونگے، نہ تو وہ زانی اس سے وطی کر سکتا ہے، نہ اس پر مہر واجب ہوگا اور نہ نفقہ واجب ہوگا، نہ انکے درمیان میراث جاری ہوگی اور نہ وہ زانی اس کو گھر سے باہر آنے جانے سے روک سکے گا۔

❹ استصحابِ حال کا مفہوم:۔ اس کا معنی ہے کسی شیئ کی سابقہ حالت کا اعتبار کرنا مثلاً کسی نے پاک برتن میں پاک پانی بھر کر رکھ دیا، بعد میں اس کو پانی کی ضرورت پیش آئی تو اس نے اس پانی کو دیکھا کہ اس میں کوئی تبدیلی یعنی ناپاکی وغیرہ کا وقوع نہیں ہوا تو اس پانی کی اصلی حالت جو پاکی کی تھی اس کا حکم لگا دیا کہ یہ پانی پاک ہے، یہ **استصحابِ حال** کہلاتا ہے۔

الشق الثانی ..... مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ لکھیں: مؤول، مجازِ متعارف، عمومِ مجاز۔

جواب ..... مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ:۔ **مؤول: "اذا ترجح بعض وجوہ المشترک بغالب الرأی یصیر مؤوّلاً"** کہ جب مشترک کے متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کو خبر واحد یا قیاس یا دوسرے قرائن سے ترجیح دی جائے تو اس کو مؤول کہتے ہیں جیسے **"ثلٰثة قروء"** والی آیت میں ہم نے لفظ قروء کو حیض پر محمول کیا حالانکہ لفظ قروء حیض وطہر میں مشترک تھا تو اس کو مؤول کہیں گے۔

مجازِ متعارف: کہ لفظ کا مجازی معنی حقیقی معنی کے مقابلہ میں زیادہ استعمال ہو اور ذہن مجازی معنی کی طرف جلد منتقل ہوتا ہو جیسے اکلِ حنطہ بولنے سے ذہن فوراً حنطہ سے حاصل شدہ روٹی کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

عمومِ مجاز: کہ لفظ کا ایسا معنی مراد لینا کہ لفظ کا حقیقی معنی بھی اس کے افراد میں سے ایک فرد بن جائے جیسے وضعِ قدم کا حقیقی معنی ننگا پاؤں رکھنا ہے لیکن جب اس کا معنی دخول مطلق کیا تو یہ عمومِ مجاز ہو گیا کہ یہ ننگے پاؤں داخل ہونا اور جوتے پہن کر اور سوار ہو کر داخل ہونا سب کو شامل ہو گیا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل.....وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى (قَدْ عَلِمْنَا مَافَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ اَزْوَاجِهِمْ) خَاصٌّ فِي التَّقْدِيْرِ الشَّرْعِيِّ فَلَا يُتْرَكُ الْعَمَلُ بِهٖ بِاعْتِبَارِ اَنَّهٗ عَقْدٌ مَالِيٌّ فَيُعْتَبَرُ بِالْعُقُوْدِ الْمَالِيَّةِ، فَيَكُوْنُ تَقْدِيْرُ الْمَالِ فِيْهِ مَوْكُوْلًا اِلٰى رَأْيِ الزَّوْجَيْنِ كَمَا ذَكَرَهُ الشَّافِعِيُّ۔(ص۱۰۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ مقدار مہر کے متعلق احناف وشوافع کا اختلاف مدلل ذکر کریں۔ نکاح کے عقدِ مالی ہونے پر امام شافعیؒ کے نزدیک جو مسائل متفرع ہوتے ہیں ان میں سے تین تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مقدارِ مہر میں احناف وشوافع کا اختلاف مع الدلائل (۴) نکاح کے عقدِ مالی ہونے پر مسائل متفرعہ۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور اسی طرح باری تعالیٰ کا قول "**قد علمنا الخ**" تقدیرِ شرعی میں خاص ہے، لہٰذا اس پر عمل ترک نہیں کیا جائے گا اس قیاس کی وجہ سے کہ نکاح عقدِ مالی ہے پس قیاس کیا جائے گا اس کو عقودِ مالیہ پر۔ پس اس میں مال کی تقدیر زوجین کی رائے کے سپرد ہوگی جیسا کہ امام شافعیؒ نے ذکر کیا ہے۔

❸ مقدارِ مہر میں احناف وشوافع کا اختلاف مع الدلائل:۔ (مسئلہ) مقدارِ مہر کے بارے میں احناف وشوافع کا اختلاف ہے۔ شوافع کہتے ہیں کہ شریعت کی طرف سے مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ زوجین کی رائے پر موقوف ہے کہ وہ جو بھی مقرر کرلیں گے وہی مہر ہوگا اور احناف کہتے ہیں کہ شریعت کی طرف سے اگرچہ اکثرِ مہر کی مقدار مقرر نہیں ہے مگر اقلِ مہر کی مقدار شریعت کی طرف سے دس درہم مقرر ہے۔

دلیلِ شوافع: امام شافعیؒ کی دلیل یہ ہے کہ نکاح عقدِ مالی اور عقدِ معاوضہ ہے لہٰذا اس کو دوسرے عقودِ مالیہ پر قیاس کرتے ہوئے عاقدین کی رائے پر موقوف کیا جائے گا کہ جو چیز عقدِ مالی میں عوض اور ثمن بن سکتی ہے اس کو نکاح میں بھی مہر مقرر کیا جاسکتا ہے، خواہ اس کی مقدار جتنی بھی ہو۔

دلیلِ احناف: احنافؒ نے اس مسئلہ میں آیت کریمہ "**قد علمنا مافرضنا علیهم**" سے استدلال کیا ہے کہ اس میں **فرضنا** لفظِ خاص ہے جو تقدیر وتعیین کے لئے وضع کیا گیا ہے گویا مہر کی مقدار اللہ تعالیٰ کے ہاں مقرر ومتعین ہے۔ لیکن وہ مقدار مجمل ہے ہمیں معلوم نہیں ہے اور مجمل محتاج بیان ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے وہ مقدار بیان کردی "**لامهر اقل من عشرة دراهم**" گویا اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ مقدار کم از کم دس درھم ہے۔

جواب دلیلِ شوافع: احناف کی طرف سے شوافع کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ نکاح کو عقدِ مالی قرار دینا درست نہیں ہے کیونکہ نکاح میں مال اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو نکاح میں محل کی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ زوجین کی نفی کے باوجود بھی یہ لازم ہوتا ہے پس نکاح میں مال خرچ کرنا ایسے ہے جیسے جہاد وحج میں مال خرچ کرنا کہ جس طرح ان میں مال خرچ کرنے سے یہ عقودِ مالیہ میں داخل نہیں ہوتے اور عبادت سے خارج نہیں ہوتے اسی طرح نکاح بھی مال کیوجہ سے عبادت سے خارج ہوکر عقودِ مالیہ میں داخل نہ ہوگا۔

❹ نکاح کے عقدِ مالی ہونے پر مسائل متفرعہ:۔ ① نکاح عقدِ مالی ہے لہٰذا اشتغال بالنکاح سے اپنے آپ کو نفلی عبادت میں مشغول کرنا افضل ہے ② عقدِ مالی جس طرح اقالہ، خیارِ شرط، خیارِ عیب، خیارِ رؤیت میں سے کسی کے ذریعہ سے بھی فسخ ہوسکتا ہے، اسی طرح نکاح بھی ایک طلاق، دو اور تین طلاق سے، ایک طہر میں تین طلاق، تین طہر میں تین طلاق اور ایک ہی لفظ سے تین طلاق دینے سے فسخ اور ختم ہوسکتا ہے ③ جس طرح بیع اقالہ سے فسخ ہوسکتی ہے اسی طرح نکاح بھی خلع کے ذریعہ فسخ ہوسکتا ہے، لیکن احناف کے نزدیک خلع طلاقِ بائن ہے۔

الشق الثانی.....وَعَلٰى هٰذَا قُلْنَا اَلدَّيْنُ الْمَانِعُ مِنَ الزَّكَاةِ يُصْرَفُ اِلٰى اَيْسَرِ الْمَالَيْنِ قَضَاءً لِلدَّيْنِ وَفَرَّعَ

مُحَمَّدٌ عَلٰی هٰذَا فَقَالَ اِذَا تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً عَلٰی نِصَابٍ وَ لَهٗ نِصَابٌ مِنَ الْغَنَمِ وَنِصَابٌ مِنَ الدَّرَاهِمِ یُصْرَفُ الدَّیْنُ اِلَی الدَّرَاهِمِ حَتّٰی لَوْ حَالَ عَلَیْهِمَا الْحَوْلُ تَجِبُ الزَّکَاةُ عِنْدَهٗ فِی نِصَابِ الْغَنَمِ وَلَا تَجِبُ فِی الدَّرَاهِمِ (ص۲۳۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مذکورہ عبارت کا تعلق کس بحث سے ہے، نشاندہی کریں، عبارت میں ذکر کردہ ضابطے کی وضاحت کے بعد اس پر امام محمدؒ کے متفرع کئے ہوئے مسئلہ کی مکمل وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) بحث کی نشاندہی (۴) ضابطہ کی وضاحت (۵) امام محمدؒ کے متفرع مسئلہ کی وضاحت۔

جواب ..... (۱) عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

(۲) عبارت کا ترجمہ:۔ اور اسی بناء پر ہم نے کہا کہ وہ دَین جو زکوۃ سے مانع ہے اس کو پھیرا جائیگا دونوں مالوں میں سے آسان کی طرف از روئے دَین کی قضا کے، اور تفریع قائم کی اس پر امام محمدؒ نے، پس کہا کہ جب شادی کی کسی مرد نے عورت سے نصاب پر اور اس کے پاس ایک نصاب بکری کا ہے اور ایک نصاب دراھم کا تو دَین کو دراھم کی طرف پھیرا جائے گا حتی کہ اگر گزر گیا ان دونوں پر سال تو واجب ہوگی زکوۃ ان کے نزدیک بکری کے نصاب میں اور نہیں واجب ہوگی دراھم میں۔

(۳) بحث کی نشاندہی:۔ مذکورہ عبارت اس بحث واصول پر متفرع ہے کہ اگر کوئی شیٔ دو چیزوں کا احتمال رکھتی ہو تو جس پر کوئی دلیل یا قرینہ قائم ہوگا اسی چیز کو مراد لیا جائے گا۔

(۴) ضابطہ کی وضاحت:۔ اگر کسی شخص کے پاس چند نصاب ہوں اور وہ شخص مدیون ومقروض بھی ہو تو چونکہ قرض ودَین مانعِ زکوۃ ہے اس وجہ سے اس دَین کو اس نصاب کی طرف پھیرا جائے گا جس سے دَین کی ادائیگی آسان ہو مثلاً کسی کے پاس دراھم ودنانیر کا بھی نصاب ہے اور گائے بکری کا بھی نصاب ہے تو دَین کو دراھم ودنانیر کی طرف پھیرا جائے گا کیونکہ ان سے دَین ادا کرنا آسان ہے اس لئے کہ اس ادائیگی کے لئے بیع کی ضرورت نہیں ہے

(۵) امام محمدؒ کے متفرع مسئلہ کی وضاحت:۔ مذکورہ ضابطہ پر امام محمدؒ نے ایک مسئلہ متفرع کیا ہے کہ کسی شخص نے کسی عورت سے مطلق نصاب کو مہر بنا کر نکاح کیا اور اس شخص کے پاس دراھم کا بھی نصاب ہے اور بکریوں کا بھی نصاب ہے، تو اس صورت میں دَینِ مہر کو نصابِ دراھم کی طرف پھیرا جائے گا کیونکہ اس سے دَین کی ادائیگی آسان ہے، لہٰذا اگر ان دونوں نصابوں پر سال گزر گیا تو بکریوں میں زکوۃ لازم ہوگی، دراھم میں نہیں، اس لئے کہ نصابِ دراھم دَینِ مہر کی وجہ سے اسکی ملک سے نکل چکا ہے۔

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... وَاَمَّا الْمُشْکِلُ فَهُوَ مَا ازْدَادَ خِفَاءً عَلَی الْخَفِیِّ، کَاَنَّهٗ بَعْدَ مَا خَفِیَ علی السَّامِعِ حَقِیْقَتُهٗ دَخَلَ فِی اَشْکَالِهٖ وَاَمْثَالِهٖ حَتّٰی لَایَنَالَ الْمُرَادَ اِلَّا بِالطَّلَبِ ثُمَّ بِالتَّاَمُّلِ حَتّٰی یَتَمَیَّزَ عَنْ اَمْثَالِهٖ۔ (ص۲۴۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مشکل کا حکم اور وجہ تسمیہ تحریر کریں، خفی ومشکل کے درمیان فرق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مشکل کا حکم ووجہ تسمیہ (۴) خفی ومشکل میں فرق۔

جواب ..... (۱) عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

(۲) عبارت کا ترجمہ:۔ اور بہر حال مشکل پس وہ کلام ہے جس میں خفی کی بہ نسبت خفاء زیادہ ہو، گویا کہ وہ اس کے بعد کہ سامع پر اسکی حقیقت مخفی ہوگئی داخل ہوگیا وہ اپنے ہم شکل وامثال میں، یہاں تک کہ نہ حاصل ہو اس کی مراد مگر طلب سے پھر تأمّل (غور وفکر) سے یہاں تک کہ وہ اپنے امثال سے ممتاز ہو جائے۔

(۳) مشکل کا حکم اور وجہ تسمیہ:۔ مشکل کا حکم یہ ہے کہ اولاً اس بات کا اعتقاد رکھے کہ اس کی جو کچھ مراد ہے وہ حق ہے، پھر الفاظ کے

معانی کوطلب کرے اوراس کے محتملات کوتلاش کرے پھر تامل کرے کہ یہاں کوں سا احتمال مراد ہے۔

مشکل **اشکل الشیئ** سے ماخوذ ہے یہ اسوقت بولا جاتا ہے جب کوئی چیز اپنے ہم مثل وہم شکل چیزوں میں داخل ہوجائے یہ بھی چونکہ حقیقت کے مخفی ہونے کیوجہ سے اپنے امثال وہم شکلوں میں داخل ہوجاتا ہے اس وجہ سے اس کو مشکل کہتے ہیں یا یہ **اشکل** سے ماخوذ ہے جس کے معنی دشوار ہونے کے ہیں چونکہ سامع کیلئے اس کی مراد تک پہنچنا مشکل ہوتا ہے اس وجہ سے اس کو مشکل کہتے ہیں۔

❹ خفی ومشکل میں فرق:۔ خفی ومشکل میں فرق یہ ہے کہ خفی میں بہ نسبت مشکل کے خفاء کم ہوتا ہے اور مشکل میں خفاء زیادہ ہوتا ہے، اس لئے کہ خفی کی مراد معلوم کرنے کیلئے فقط طلب کی ضرورت ہے اور مشکل میں طلب کے بعد ہم شکل وامثال سے امتیاز پیدا کرنے کے لئے تامل یعنی غور وفکر بھی ضروری ہے۔

الشق الثانی ..... **وَبِاعْتِبَارِ هٰذَاالْاَصْلِ قُلْنَا فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی (وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا) اِنَّ الْفَاسِقَ مِنْ اَهْلِ الشَّهَادَةِ فَيَنْعَقِدُ النِّكَاحُ بِشَهَادَةِ الْفُسَّاقِ لِاَنَّ النَّهْیَ عَنْ قَبُوْلِ الشَّهَادَةِ بِدُوْنِ الشَّهَادَةِ مَحَالٌ، وَ اِنَّمَا لَمْ تُقْبَلْ شَهَادَتُهُمْ لِفَسَادٍ فِي الْاَدَاءِ لَالِعَدَمِ الشَّهَادَةِ اَصْلًا۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ هٰذاالاصل سے جس ضابطہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اسکی وضاحت کریں اور عبارت کی تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) ضابطہ کی وضاحت (۴) عبارت کی تشریح۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اوراسی اصل کے اعتبار سے ہم نے باری تعالیٰ کے قول "**لاتقبلوالهم شهادة ابدًا**" کے بارے میں کہا کہ "فاسق اھل شہادۃ" میں سے ہے لہٰذا منعقد ہوجائے گا نکاح فساق کی شہادۃ سے اسلئے کہ قبولِ شہادۃ سے نہی شہادۃ کے بغیر محال ہے اورانکی شہادۃ قبول نہ کی جائے گی اداء میں فساد کی وجہ سے، نہ اس وجہ سے کہ وہ بالکل شہادۃ کے اھل ہی نہیں ہیں۔

❸ ضابطہ کی وضاحت:۔ "**هٰذاالاصل**" سے مراد وہی مذکورہ ضابطہ وقاعدہ ہے جسکی طرف مذکورہ جزئی میں "**وعلی هٰذا قال اصحابنا**" کے ضمن میں اشارہ ہوچکا ہے کہ افعالِ شرعیہ سے نہی مشروع کے باقی رہنے کا تقاضا کرتی ہے۔

❹ عبارت کی تشریح:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو اصول بیان کیا کہ افعالِ شرعیہ پر وارد شدہ نہی مشروع کے باقی رہنے کا تقاضا کرتی ہے، اس اصول کی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ باری تعالیٰ کے قول "**لاتقبلوالهم شهادةً ابدًا**" سے معلوم ہوا کہ فاسق آدمی اھلِ شہادت میں سے ہے چنانچہ اگر کسی مرد نے دو فاسق مردوں کی موجودگی میں کسی عورت سے نکاح کرلیا تو وہ نکاح منعقد ہوجائیگا، اسکی دلیل یہ ہے کہ آیت میں قبولِ شہادت پر نہی وارد ہوئی ہے اور کسی چیز کا قبول یا عدم قبول اس چیز کے وجود کے بعد ہی ہوتا ہے لہٰذا قبولِ شہادت سے نہی بھی وجودِ شہادت کے بعد ہوگی پس معلوم ہوا کہ فاسق اھل شہادۃ میں سے ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... **حَرْفُ الْبَاءِ لِلْاِلْصَاقِ فِیْ وَضْعِ اللُّغَةِ وَلِهٰذَا تَصْحَبُ الْاَثْمَانَ، وَتَحْقِيْقُ هٰذَا اَنَّ الْمَبِيْعَ اَصْلٌ فِي الْبَيْعِ وَالثَّمَنُ شَرْطٌ فِيْهِ، وَلِهٰذَاالْمَعْنٰی هَلَاكُ الْمَبِيْعِ يُوْجِبُ اِرْتِفَاعَ الْبَيْعِ دُوْنَ هَلَاكِ الثَّمَنِ، اِذَاثَبَتَ هٰذَا فَنَقُوْلُ الْاَصْلُ اَنْ يَكُوْنَ التَّبْعُ مُلْصَقًا بِالْاَصْلِ لَا اَنْ يَكُوْنَ الْاَصْلُ مُلْصَقًا بِالتَّبْعِ۔** (ص۱۲۵۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت کی تشریح کریں۔ الصاق، ملصق اور ملصق بہ کے معنی ذکر کرنے کے بعد بتائیں کہ ملصق اور ملصق بہ میں اصل کون ہے اور تابع کون ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) مذکورہ الفاظ کے معانی (۵) ملصق وملصق بہ میں سے اصل وتابع کی نشاندہی۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ حرف باء لغت کی وضع میں الصاق کے لئے ہے اسی وجہ سے وہ ثمنوں پر داخل ہوتا ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ مبیع اصل ہے بیع میں اور ثمن شرط ہے اس میں، اسی معنی کیوجہ سے مبیع کا ہلاک ہونا بیع کے ختم ہونے کو ثابت کرتا ہے، نہ کہ ثمن کا ہلاک ہونا، جب یہ بات ثابت ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ تابع اصل کے ساتھ ملصق ہو، نہ یہ کہ اصل تابع کے ساتھ ملصق ہو۔

❸ عبارت کی تشریح۔ اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ حروف میں سے باء الصاق کے لئے آتا ہے یعنی باء یہ بتلاتا ہے کہ میرا ماقبل میرے مابعد کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ چونکہ باء الصاق کیلئے آتا ہے اسی لئے بیع پر دلالت کرنیوالی کلام میں یہ ثمن پر داخل ہوتا ہے جیسے "اشتریت القلم بدرهم"۔

باقی باء کے الصاق کے لئے ہونے کی تحقیق یہ ہے کہ بیع میں اصل مبیع ہے اور ثمن شرط و تابع ہے اس لئے کہ مبیع معقود علیہ ہوتی ہے اور ثمن معقود علیہ سے خارج ہوتے ہیں اور بیع میں معقود علیہ ہی مقصود ہوتا ہے اس لئے مبیع اصل اور ثمن شرط و تابع ہے اور شیئ کی شرط شیئ سے خارج ہوتی ہے اسلئے فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر عقدِ بیع کے بعد مبیع پر قبضہ سے پہلے وہ مبیع بائع کے پاس ہلاک ہوجائے تو بیع فسخ ہوجائے گی اس لئے کہ مبیع جو اصل و مقصود تھی جب وہ ہی ہلاک ہوگئی تو بیع ختم ہوگئی اور اگر عقدِ بیع کے بعد مبیع پر قبضہ سے پہلے ثمن مشتری کے پاس ہلاک ہوگئے تو بیع فسخ نہ ہوگی بلکہ اسکی جگہ دوسرے ثمن ادا ہوسکتے ہیں اس لئے کہ ثمن مقصود بالذات نہیں بلکہ تابع محض ہے اسی لئے ثمن متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے۔

❹ مذکورہ الفاظ کے معانی:۔ "الالصاق هو تعلق الشيئ بالشيئ او اتصال الشيئ بالشيئ" (الصاق ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ متصل اور متعلق ہونا ہے) جیسے مررت بزيد (گزرا میں زید کے ساتھ) یعنی میرا مرور (گزرنا) زید کے متصل تھا۔

"ملصق" باء کے ماقبل کو ملصق کہتے ہیں کیونکہ یہ مابعد کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔

"ملصق به" جس لفظ پر باء داخل ہو اس کو ملصق بہ کہتے ہیں اس لئے کہ ماقبل اس کے ساتھ متصل ہوتا ہے جیسے مررت بزيد میں مرور ملصق اور زید ملصق بہ ہے۔

❺ ملصق و ملصق بہ میں سے اصل و تابع کی نشاندہی:۔ "الصاق" میں ملصق اصل اور ملصق بہ اس کے تابع ہوتا ہے جیسا کہ "ولهذا تصحب الاثمان الخ" سے واضح ہورہا ہے۔

الشق الثانی..... "وَلَوترَجَّحَ بَعْضُ وُجُوهِ الْمُشتَرَكِ بِبَيَانٍ مِنْ قِبَلِ الْمُتَكلِّمِ كَانَ مُفَسَّرًا وَحُكْمُه اَنَّه يَجِبُ الْعَمَلُ بِه يَقِيْنًا ،مِثَالُه اِذَا قَالَ لِفُلَانٍ عَلَيَّ عَشَرَةُ دَرَاهِمَ مِنْ نَقْدِ بُخَارَا فَقَوْلُه مِنْ نَقْدِ بُخَارَا تَفسِيرٌ ، فَلَوْلَا ذٰلِكَ لَكَانَ مُنْصَرِفًا اِلٰى غَالِبِ نَقْدِ الْبَلَدِ بِطَرِيْقِ التَّاوِيْلِ فَيَتَرَجَّحُ الْمُفَسَّرُ فَلَا يَجِبُ نَقْدُ الْبَلَدِ" (ص۲۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت کی بے غبار تشریح کریں، مفسر و مؤول کے درمیان وجوہِ فرق بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) مفسر و مؤول میں وجوہِ فرق۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور اگر ترجیح حاصل ہوجائے مشترک کے کسی معنی کو متکلم کے بیان سے تو مفسر ہے اور اسکا حکم یہ ہے کہ اس پر یقینی طور پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ جب کسی نے کہا لفلان علیّ عشرة دراهم من نقد بخارا کہ فلاں آدمی کے میرے ذمہ بخارا کے دس دراھم ہیں تو اس کا قول "من نقد بخارا" اس کی تفسیر ہوگا۔ اور اگر یہ نہ ہوتا تو البتہ وہ پھیرا جاتا غالبِ نقدِ بلد کی طرف بطریقِ تاویل، پس راجح ہوگا مفسر اور نہ واجب ہوگا نقدِ بلد۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مفسر کی تشریح ذکر ہورہی ہے کہ جب متکلم نے مشترک کے متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کو صراحۃً ذکر کردیا یا متکلم کی طرف سے اس معنی کے بارے میں کوئی دلیلِ قطعی پائی گئی تو وہ مشترک، مفسر ہوجائیگا، اب وہ مشترک نہیں رہے گا۔ اور مفسر کا حکم یہ ہے کہ اس پر بالیقین عمل کرنا واجب ہوتا ہے کیونکہ اس میں متکلم کی رائے کیخلاف کا احتمال نہیں ہوتا مثلاً زید نے کہا

"لبكر عليّ الف درهم من نقد بخارا" کہ بکر کے میرے ذمہ بخارا کے ہزار درھم لازم ہیں تو اس صورت میں متکلم پر بخارا کے ہزار درھم لازم ہونگے، نہ کہ اس شہر کے نقدِ غالب، اسلئے کہ اگر وہ "من نقد بخارا" نہ کہتا تو پھر بطریقِ تاویل متکلم پر نقدِ غالب لازم ہوتے، مگر متکلم نے "من نقد بخارا" کہہ کر مشترک کو مفسر بنادیا اور مفسر کو مؤول پر ترجیح حاصل ہوتی ہے، لہٰذا بخارا کے درھم ہی لازم ہونگے۔

۴ مفسر ومؤول میں وجوہِ فرق:۔ مؤول وہ مشترک ہے جس میں مشترک کے معانی میں سے ایک معنی کو خبرِ واحد یا قیاس یعنی دلیلِ ظنی کے ذریعہ ترجیح حاصل ہو اور مفسر وہ مشترک ہے جس میں مشترک کے معانی میں سے ایک معنی کو متکلم کے بیان سے ترجیح حاصل ہو اور متکلم کا بیان دلیلِ قطعی ہے لہٰذا مؤول کے مقابلہ میں مفسر کو ترجیح حاصل ہے۔ دوسری وجہ فرق یہ ہے کہ مؤول میں تاویل یا تخصیص کا احتمال ہوتا ہے بخلاف مفسر کے کہ اس میں تاویل وتخصیص کا احتمال باقی نہیں رہتا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... "وحكم المفسر والمحكم لزوم العمل بهما لا محالة" (ص۴۲۔امدادیہ)

مفسر ومحکم کی لغوی واصطلاحی تعریف اور حکم تحریر کریں۔ محکم ومفسر کی مثال سے وضاحت کریں، دونوں کے درمیان وجوہِ فرق بیان کرتے ہوئے بتلائیں کہ بوقتِ تعارض کسے ترجیح دی جائے گی۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) مفسر ومحکم کی لغوی واصطلاحی تعریف (۲) ان کا حکم مع مثال (۳) مفسر ومحکم میں وجوہِ فرق (۴) مفسر ومحکم میں سے راجح کی نشاندہی۔

جواب ..... ۱ مفسر ومحکم کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔ مفسر کا لغوی معنی "تفسیر کیا ہوا، ذکر شدہ" ہے اور اصطلاحی تعریف یہ ہے "المفسر ماظهر المراد به من اللفظ ببيان من قبل المتكلم بحيث لا يبقى معه احتمال التاويل والتخصيص" یعنی مفسر وہ کلام ہے کہ جس کی مراد لفظ سے متکلم کے بیان کی وجہ سے اس طور پر ظاہر ہو کہ نہ اس میں تخصیص کا احتمال ہو اور نہ تاویل کا احتمال ہو۔

محکم کا لغوی معنی مضبوط کیا ہوا ہے اور اصطلاح میں محکم کی تعریف یہ ہے "المحكم فهو ما ازداد قوةً على المفسر بحيث لا يجوز خلافه اصلاً" یعنی محکم وہ کلام ہے جس کی مراد مفسر کی بہ نسبت زیادہ قوی ہو بایں طور کہ اس کے خلاف بالکل جائز نہ ہو۔

۲ مفسر ومحکم کا حکم مع مثال:۔ مفسر ومحکم کا حکم یہ ہے کہ ان دونوں کے موجب پر قطعا ویقیناً عمل کرنا واجب ہے یعنی ان کے موجب پر عمل کرنا، اعتقاد ویقین کرنا واجب ولازم ہے۔

مفسر کی مثال جیسے "فسجد الملئكة كلهم اجمعون" اس میں کلهم اور اجمعون نے تاویل وتخصیص (یعنی بعض نے کیا یا سب نے، اکٹھے کیا یا علیحدہ) دونوں احتمال کو ختم کردیا تو یہ دونوں لفظ مفسر ہوئے۔

محکم کی مثال جیسے "ان الله بكل شيئ عليم" یہ ایسا جملہ ہے جو تبدیلی، نسخ وزوال کا احتمال نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ کچھ جانتے ہوں اور کچھ نہ جانتے ہوں۔

۳ مفسر ومحکم میں وجوہِ فرق:۔ ایک وجہ فرق یہ ہے کہ مفسر نسخ کا احتمال رکھتا ہے اور محکم نسخ اور تبدیل کا احتمال نہیں رکھتا۔ دوسری وجہ فرق یہ ہے کہ محکم بہ نسبت مفسر کے زیادہ قوی ہوتا ہے اسی لئے تعارض کے وقت اس پر راجح ہوتا ہے۔

۴ مفسر ومحکم میں راجح کی نشاندہی:۔ ان دونوں میں اگر تعارض ہوجائے تو محکم کو ترجیح ہوگی۔

الشق الثانی ..... وَعَلٰى هٰذَا قَالَ اَصْحَابُنَا: اِذَا نَذَرَ بِصَوْمِ يَوْمِ النَّحْرِ وَاَيَّامِ التَّشْرِيْقِ يَصِحُّ نَذْرُهٗ لِاَنَّه نَذْرٌ بِصَوْمٍ مَشْرُوْعٍ ، وَكَذٰلِكَ لَو نَذَرَ بِالصَّلٰوةِ فِي الْاَوقَاتِ الْمَكْرُوْهَةِ يَصِحُّ، لِاَنَّه نَذْرٌ بِعِبَادَةٍ مَشْرُوْعَةٍ لِمَا ذَكَرْنَا اَنَّ النَّهْيَ يُوْجِبُ بَقَاءَ التَّصَرُّفِ مَشْرُوْعًا۔ (ص۸۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، "وعلٰى هٰذا" سے جس قاعدہ کی طرف اشارہ ہے اس کی وضاحت کریں۔ عبارت میں مذکور مسائل کی تشریح لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) قاعدہ متفرعہ کی

وضاحت (۴) مسائلِ مذکورہ کی تشریح۔

جواب ..... (۱) عبارت پر اعراب:۔ **کمامَرّ فی السوال آنفا۔**

(۲) عبارت کا ترجمہ:۔ اور اسی اصول وقاعدہ کی بنا پر ہمارے علماء نے کہا کہ جب نذر مانی یوم نحر وایام تشریق کے روزوں کی تو اس کی نذر صحیح ہوگی اس لئے کہ یہ صوم مشروع کی نذر ہے اور اسی طرح اگر نذر مانی نماز کی اوقاتِ مکروہہ میں تو صحیح ہوگی نذر، اس لئے کہ وہ عبادتِ مشروعہ کی نذر ہے اس دلیل کی وجہ سے جو ہم نے ذکر کی ہے کہ نہی تصرف کے مشروعاً باقی رہنے کو واجب کرتی ہے۔

(۳) قاعدہ متفرعہ کی وضاحت:۔ "**وعلیٰ ھٰذا**" سے اس ضابطہ وقاعدہ کی طرف اشارہ ہے کہ افعالِ شرعیہ سے نہی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ فعل اپنی ذات واصل کے اعتبار سے مشروع ہے۔

(۴) مسائلِ مذکورہ کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنفؒ اس قاعدہ کے اوپر تفریع قائم کررہے ہیں کہ افعالِ شرعیہ سے نہی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ افعال اپنی ذات واصل کے اعتبار سے مشروع ہیں تو فرمایا کہ ہمارے اصحاب کے نزدیک اگر کسی نے یوم نحر وایام تشریق میں روزہ کی نذر مانی یا اوقاتِ مکروہہ میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو یہ نذر درست ہے لہٰذا اس پر روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا نذر کی وجہ سے لازم ہوگیا، کیونکہ روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا اپنی ذات کے اعتبار سے فعلِ مشروع ہے، اس سے نہی نہیں ہے، یہ افعال جائز ہیں، یہاں پر نہی عارض کی وجہ سے ہے کہ اگر اس دن روزہ رکھے گا تو ضیافت اللہ سے اعراض لازم آئے گا اور اگر نماز پڑھے گا تو شرک کا وھم پیدا ہوگا لہٰذا اس عارض کی وجہ سے ان اوقات میں یہ کام نہیں کرنے چاہئیں لیکن اگر کسی نے یہ کام کرلئے تو اس کی نذر پوری ہوجائے گی۔

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل ..... **وباعتبار ھٰذاالاصل قلنا فی قوله تعالیٰ (ولا تقبلوا لهم شهادة ابداً) ان الفاسق من اهل الشهادة۔** (ص۹۱۔امدادیہ)

"**ھٰذاالاصل**" کی وضاحت کریں، فاسق کی گواہی قبول کی جائے گی یا نہیں، تفصیل سے لکھیں۔ بیوی پر تہمت لگانے کی صورت میں محدود فی القذف پر لعان واجب ہوگا یا نہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور کا حل مطلوب ہے، (۱) "**ھٰذاالاصل**" کی وضاحت (۲) فاسق کی گواہی کا حکم (۳) محدود فی القذف پر لعان کا حکم۔

جواب ..... (۱) "**ھٰذاالاصل**" کی وضاحت:۔ "**ھٰذاالاصل**" سے مراد وہی مذکورہ ضابطہ وقاعدہ ہے جس کی طرف مذکورہ جزئی میں "**وعلی ھٰذا قال اصحابنا**" کے ضمن میں اشارہ ہوچکا ہے کہ افعالِ شرعیہ سے نہی مشروع کے باقی رہنے کا تقاضا کرتی ہے۔

(۲) فاسق کی گواہی کا حکم:۔ فاسق کے اندر اگرچہ گواہ بننے کی صلاحیت واہلیت موجود ہے مگر اس کی گواہی قبول نہ کی جائے گی۔ بوجہ ارشادِ باری تعالیٰ "**لاتقبلوا لهم شهادة ابدًا**"

(۳) محدود فی القذف پر لعان کا حکم:۔ بیوی پر تہمت لگانے کی صورۃ میں محدود فی القذف پر لعان واجب نہ ہوگا کیونکہ لعان ادائے شہادت کا نام ہے اور فاسق ادائے شہادت کا اھل نہیں ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

الشق الثانی ..... **وبعد فان اصول الفقه اربعة كتاب الله وسنة رسوله واجماع الامة والقياس فلا بد من البحث فی كل واحد من هذه الاقسام ليعلم بذلك طريق تخريج الاحكام۔** (ص۷۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں، اصولِ فقہ کی اصولِ اربعہ میں وجہ حصر بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) اصولِ اربعہ میں وجہ حصر۔

جواب ..... (۱) عبارت کا ترجمہ:۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد پس فقہ کے چار اصول ہیں، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت اور قیاس۔ ان اقسامِ اربعہ میں سے ہر ایک سے بحث ضروری ہے تاکہ انکے ذریعے احکام کو نکالنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

❷ اصولِ اربعہ میں وجہِ حصر:۔ اصولِ فقہ چار ہیں جن کے درمیان وجہ حصر یہ ہے۔ دلیل شرعی دو حال سے خالی نہیں وحی ہوگی یا غیر وحی ہوگی، اگر وحی ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں مَتْلُوّ (تلاوت سے ہے) ہوگی یا غیر متلو ہوگی، اگر متلو ہو تو کتاب اللہ ہے اور اگر غیر متلو (یعنی اس کی تلاوت قرآن کی طرح نہ کی جاتی ہو) تو سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور اگر غیر وحی ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں اجتہاد ہوگا یا غیر اجتہاد ہوگا، اگر اجتہاد ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں، تمام مجتہدین کا اجتہاد ہوگا یا بعض کا، اگر تمام مجتہدین کا اجتہاد ہو تو اجماعِ امت اور اگر بعض کا اجتہاد ہو تو وہ قیاس ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل.....**الی لانتهاء الغاية ثم هو فی بعض الصوريفيد معنى امتداد الحكم وفی بعض الصور يفيد معنى الاسقاط فان افاد الا متداد لاتدخل الغاية فی الحكم وان افاد الاسقاط تدخل.**

(ص ۱۱۷۔ امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں، "**غاية الامتداد**" اور "**غاية الاسقاط**" دونوں کیلئے مثالیں دیں، آیت وضوء میں "**الی المرافق**" اور "**الی الكعبين**" غایہ کی کون سی قسم ہے پوری وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) "**غاية الامتداد**" اور "**غاية الاسقاط**" کی امثلہ (۳) آیتِ وضو میں غایۃ کی قسم کی تعیین۔

جواب..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ **الیٰ** مسافۃ کی انتہاء کے لئے آتا ہے اور پھر **الیٰ** بعض صورتوں میں امتدادِ حکم اور بعض صورتوں میں اسقاطِ حکم کا فائدہ دیتا ہے پس اگر کلمۂ **الیٰ** امتدادِ حکم کا فائدہ دے تو غایت حکم میں داخل نہیں ہوگی اور اگر وہ اسقاط حکم کا فائدہ دے تو غایت حکم میں داخل ہوگی۔

(**فائدہ**: امتداد کا مطلب حکم کو مغیا تک طویل کرنا اور اسقاط کا مطلب حکم کو غایت کے علاوہ وخارج سے ساقط کرنا ہے)

❷ "**غاية الامتداد**" اور "**غاية الاسقاط**" کی امثلہ:۔ غایۃ الامتداد کی مثال "**اِشْتَرَيْتُ هٰذَا الْمَكَانَ اِلٰى هٰذَا الْحَائِطِ**" (خریدا میں نے یہ مکان اس دیوار تک) اس صورت میں دیوار بیع کے تحت داخل نہ ہوگی۔

غایۃ الاسقاط کی مثال "**بَاعَ بِشَرْطِ الْخِيَارِ اِلٰى ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ**" (بیع کی فلاں آدمی نے شرطِ خیار کے ساتھ تین دن تک) اس صورت میں تیسرا دن بھی خیارِ شرط میں داخل ہوگا (وغیر ذالک)۔

❸ آیتِ وضو میں غایۃ کی قسم کی تعیین:۔ جب الیٰ اسقاط حکم کا فائدہ دے تو غایۃ مغیا میں داخل ہوتی ہے اسی اصول پر یہ مسئلہ ہے کہ آیتِ وضو میں کہنیاں اور ٹخنے دھونے کے حکم میں داخل ہونگے کیونکہ آیتِ وضو میں "**اِلَى الْمَرَافِقِ** اور **اِلَى الْكَعْبَيْنِ**" میں "**الیٰ**" اسقاطِ حکم کیلئے ہے اور کلمہ الیٰ اسقاط کیلئے اسلئے ہے کہ صدرِ کلام (**وايديكم**) غایت (**مرافق**) اور ماوراءِ غایت دونوں کو شامل ہے کیونکہ ید کا اطلاق ران کے اوپر تک ہوتا ہے، پس آیت میں اگر کلمہ الیٰ نہ ہوتا تو وضو میں ہاتھ اور پیر کا جو وظیفہ ہے یعنی دھونا وہ پورے ہاتھ اور پیر کو گھیر لیتا اور وضو میں ہاتھوں کو بغلوں تک دھونا فرض ہوتا اور پیروں کو ران کے اوپر تک دھونا فرض ہوتا، لیکن جب کلمۂ الیٰ کو ذکر کر دیا گیا تو اس کی وجہ سے دھونے کا حکم ماوراءِ غایت سے ساقط ہو گیا یعنی ہاتھوں میں کہنیوں سے اوپر کا دھونا ساقط ہو گیا اور پیروں میں ٹخنوں سے اوپر کا دھونا ساقط ہو گیا اور جب ایسا ہے تو مرافق غسلِ یدین میں داخل ہونگی اور کعبین غسلِ رجلین میں داخل ہونگے۔

الشق الثانی..... **وَمِنْهَا اَنَّ الْنَّصَّ اِذَا قُرِءَ بِقِرَاءَتَيْنِ اَوْ رُوِيَ بِرِوَايَتَيْنِ كَانَ الْعَمَلُ بِهٖ عَلٰى وَجْهٍ يَكُوْنُ عَمَلًا بِالْوَجْهَيْنِ اَوْلٰى مِثَالُهٗ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَاَرْجُلَكُمْ قُرِءَ بِالنَّصْبِ عَطْفًا عَلَى الْمَغْسُوْلِ وَبِالْخَفْضِ عَطْفًا عَلَى الْمَمْسُوْحِ فَحُمِلَتْ قِرَاءَةُ الْخَفْضِ عَلٰى حَالَةِ التَّخَفُّفِ وَقِرَاءَةُ النَّصْبِ عَلٰى حَالَةِ عَدَمِ التَّخَفُّفِ.** (ص ۹۳)

عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں، "**فحملت قراة الخفض على حالة التخفف**" کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) عبارت کی ترکیب۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں نص کی مراد کو معلوم کرنے کا تیسرا طریقہ بیان کیا جارہا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نص یعنی قرآن کی کوئی آیت دو قراءتوں سے پڑھی جاتی ہو یا کوئی حدیث دو روایتوں سے پڑھی جاتی ہو تو اس آیت یا حدیث پر اس طریقے سے عمل کرنا اولی ہوگا جس سے دونوں قراءتوں یا دونوں حدیثوں پر عمل ہوجائے مثلاً آیتِ وضو میں "وَاَرْجُلَكُمْ" دو قراءتوں سے پڑھا گیا ہے، ایک لام کے فتحہ اور دوسرے لام کے کسرہ کیساتھ، اب دونوں قراءتوں پر عمل اس طرح ہوگا کہ لام کے فتحہ والی قراءت جو کہ پیروں کے دھونے پر دلالت کرتی ہے اس کو موزے نہ پہنے ہوئے کی حالت پر محمول کیا جائے اور لام کے کسرہ والی روایت جو کہ پیروں پر مسح پر دلالت کرتی ہے اس کو موزے پہننے والی حالت پر محمول کیا جائے تو اس طرح دونوں قراءتوں پر عمل ہوجائیگا۔

❸ عبارت کی ترکیب:۔ "ف" برائے نتیجہ "حُمِلَتْ" فعل مجہول "قِرَاءَةُ" مضاف "اَلْخَفْضِ" مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر نائب فاعل "علی" حرف جار "حالة" مضاف "التخفف" مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر متعلق ہوا فعل مجہول کے، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل .....وَاَمَّا الْعَامُ فَنَوْعَانِ عَامٌ خُصَّ عَنْهُ الْبَعْضُ وَعَامٌ لَمْ يُخَصَّ عَنْهُ شَيْئٌ فَالْعَامُ الَّذِیْ لَمْ يُخَصَّ عَنْهُ شَيْئٌ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْخَاصِّ فِیْ حَقِّ لُزُوْمِ الْعَمَلِ بِهٖ لَا مَحَالَةَ وَعَلٰی هٰذَا قُلْنَا اِذَا قُطِعَ يَدُ السَّارِقِ بَعْدَ مَا هَلَكَ الْمَسْرُوْقُ عِنْدَهٗ لَايَجِبُ عَلَيْهِ الضَّمَانُ لِاَنَّ الْقَطْعَ جَزَاءُ جَمِيْعِ مَااكْتَسَبَهٗ۔ (ص۱۱۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں اور "وعلی هذا قلنا" سے جو تفریع ذکر کی گئی ہے اسکی پوری وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) تفریع کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور بہرحال عام پس اس کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ عام جس سے بعض افراد کو خاص کرلیا گیا ہو، دوسرا وہ عام جس سے کسی بھی فرد کو خاص نہ کیا گیا ہو، پس وہ عام جس سے کسی بھی فرد کو خاص نہ کیا گیا ہو وہ کتاب اللہ کے خاص کی طرح ہے اس پر عمل کے لازم ہونے کے حق میں قطعی طور پر اور اسی بناء پر ہم نے کہا (یعنی عام کے معنی پر عمل کے قطعی ہونے کی بناء پر احناف نے) کہ جب چور کا ہاتھ کاٹا گیا اس کے پاس مسروقہ چیز کے ہلاک ہوجانے کے بعد تو اس چور پر ضمان واجب نہ ہوگی کیونکہ قطع ید (ہاتھ کا کٹنا) سارے جرم کی سزا ہے۔

❸ "علی هٰذا قلنا الخ" تفریع کی وضاحت:۔ اس اصول پر تفریع بیان کی جارہی ہے کہ عام کے موجب پر عمل کرنا قطعی طور پر لازم ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مسروقہ چیز چور کے پاس سے ہلاک ہوجائے اور چور کا ہاتھ بھی کاٹ دیا جائے تو اب اس پر ہلاک شدہ مسروقہ چیز کی ضمان واجب ہوگی یا نہیں تو احناف کے ہاں اس پر ضمان نہیں آئے گی اور شوافعؒ کے ہاں اس پر ضمان آئے گی۔ امام شافعیؒ سرقہ کو غصب پر قیاس کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح مغصوب شدہ چیز غاصب کے پاس سے ہلاک ہوجائے تو بالاتفاق اس پر ضمان آتی ہے اسی طرح اگر مسروقہ چیز سارق کے پاس سے ہلاک ہوجائے تو اس پر بھی ضمان آنی چاہیے کیونکہ دونوں میں علت مشترکہ مالِ غیر کا ہلاک ہونا ہے اس لئے سارق (چور) پر ضمان آئے گی۔

احناف کی دلیل قرآن پاک کی آیت سرقہ "والسارق والسارقة فاقطعوا ايدهما جزاء بما كسبا الاية" ہے اس میں کلمۂ ما عام ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ قطعِ ید (ہاتھوں کا کٹنا) تمام جرم کی سزا ہے اب اگر قطعِ ید کے باوجود ضمان کو واجب کریں جیسا کہ شوافعؒ کا مذہب ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ قطعِ ید تمام جرموں کی سزا نہیں بلکہ قطعِ ید اور ضمان دونوں کا مجموعہ اسکے تمام جرموں کی سزا ہے حالانکہ قرآن نے قطعِ ید ہی کو تمام جرموں کی سزا مقرر کیا ہے تو ضمان واجب کرنے کی صورت میں کتاب اللہ کے عام پر عمل کا ترک (چھوڑنا)

لازم آئے گا اور کتاب اللہ کے عام کو قیاس کی وجہ سے چھوڑنا جائز نہیں لہٰذا قیاس کو چھوڑ دیں گے اور کتاب اللہ پر عمل کریں گے۔

الشق الثانی .....وَلَئِنْ قَالَ اِذَا حَلَفَ لَایَضَعُ قَدَمَهٗ فِیْ دَارِفُلَانٍ یَحْنَثُ لَوْ دَخَلَهَا حَافِیًا اَوْمُتَنَعِّلًا اَوْ رَاکِبًا وَکَذٰلِكَ لَوْ حَلَفَ لَا یَسْکُنُ دَارَ فُلَانٍ یَحْنَثُ لَوْ کَانَتِ الدَّارُ مِلْکاً لِّفُلَانٍ اَوْ کَانَتْ بِاُجْرَةٍ اَوْ عَارِیَةٍ وَذٰلِكَ جَمْعٌ بَیْنَ الْحَقِیْقَةِ وَالْمَجَازِ وَکَذٰلِكَ لَوْ قَالَ عَبْدُهٗ حُرٌّ یَوْمَ یَقْدَمُ فُلَانٌ فَقَدِمَ فُلَانٌ لَیْلًا اَوْنَهَارًا یَحْنَثُ۔

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، جو سوال اس عبارت میں ذکر کیا گیا ہے اس کا جواب دیں۔ (ص ۲۶۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مذکورہ سوال کا جواب۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور اگر کوئی معترض (اعتراض کرنے والا) کہے کہ جب کوئی آدمی قسم کھائے کہ وہ اپنا پاؤں فلاں آدمی کے گھر میں نہیں رکھے گا تو وہ حانث ہو جائے گا اگر وہ اس گھر میں ننگے پاؤں یا جوتے پہن کر یا سوار ہو کر داخل ہوا اور اسی طرح اگر کوئی آدمی قسم اٹھائے کہ فلاں آدمی کے گھر نہیں رہے گا تو حانث ہو جائے گا اگر وہ گھر فلاں آدمی کی ملک میں ہو یا کرائے پر ہو یا مانگا ہوا ہو اور یہ حقیقت اور مجاز کو جمع کرنا ہے اور اسی طرح اگر کوئی آدمی کہے کہ اس کا غلام آزاد ہے جس دن فلاں آئے گا پھر وہ فلاں آدمی دن کو یا رات کو آیا تو حانث ہو جائے گا۔

❸ مذکورہ سوال کا جواب:۔ مذکورہ بالا عبارت میں تین سوال ہیں۔ تینوں کا قدرِ مشترک احنافؒ پر اعتراض کرنا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ احنافؒ کے نزدیک حقیقت اور مجاز کو جمع کرنا درست نہیں جبکہ مذکورہ بالا عبارت کی تینوں مثالوں میں حقیقت اور مجاز کو جمع کیا گیا ہے۔

اس کا قدرِ مشترک جواب یہ ہے کہ ان تین مثالوں میں حنث (حانث ہونا) عموم مجاز کے طور پر ہے نہ کہ حقیقت اور مجاز کے طور پر مثلاً پہلی مثال میں "**وَاللّٰهِ لَا اَضَعُ قَدَمِیْ**" میں بعینہٖ وضعِ قدم مراد نہیں ہے چنانچہ اگر قسم کھانے والے نے بیٹھ کر قدم تو اندر داخل کر دیا مگر خود داخل نہیں ہوا تو ایسی صورت میں یہ شخص حانث نہیں ہوتا کیونکہ حالف کا مقصود دخول سے رکنا ہے نہ کہ قدم رکھنے سے اور جب ایسا ہے تو وضعِ قدم سے مجازاً دخول مراد ہوگا اور حالف کے کلام کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کی قسم میں فلاں کے گھر میں داخل نہیں ہونگا اور دخول عام ہے برہنہ ہو یا جوتا پہن کر یا سوار ہو کر ہو اس صورت میں داخل ہونے کو شامل ہے لہٰذا حالف ان تمام صورتوں میں عموم مجاز کی وجہ سے حانث ہوگا، جمع بین الحقیقت والمجاز کی وجہ سے حانث نہیں ہوگا۔ اور جب یہ بات ہے تو جمع بین الحقیقت والمجاز کا اعتراض وارد نہیں ہوگا۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عبارت میں "**واللّٰه لااسکن الخ**" میں مجازاً فلاں کا دار سکونت مراد ہے خواہ وہ اس کا مملوک ہو یا مستاجر (کرائے پر لیا ہوا ہو یا عاریتاً یعنی مانگ کر اس میں رہ رہا ہو) کیونکہ اس قسم پر آمادہ کرنے والا وہ غصہ ہے جو حالف کو فلاں سے لاحق ہوا اس کلام کا مقصد حالف کا اس مکان میں داخل ہونے سے رکنا ہے جس میں وہ فلاں رہتا ہے اور جب ایسا ہے تو لفظ دار فلاں کے دار مملوکہ اور غیر مملوکہ سب کو عام ہوگا بشرطیکہ وہ دار اس کا مَسکن ہو پس حالف اگر فلاں کے دار مملوکہ میں داخل ہوا اور فلاں اس میں رہتا بھی ہے تو حالف فلاں کے سکنی اور رہنے کی وجہ سے حانث ہوگا، اسکی ملک کی وجہ سے حانث نہ ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اگر دار فلاں کا مملوکہ ہو مگر اس میں رہتا نہ تو تو حالف حانث نہ ہوگا اسی طرح شمس الائمہ سرخسیؒ نے ذکر کیا ہے۔ الحاصل یہاں بھی عموم مجاز کے طریقے پر نسبتِ سکنی کے عموم کی وجہ سے حنث عام ہے جمع بین الحقیقت والمجاز کے طریقہ پر عموم حنث نہیں ہوگا۔

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ "**عبدی حر یوم یقدم فلان**" میں یوم سے مطلق وقت مراد ہے کیونکہ لفظ یوم جب فعل غیر ممتد کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس سے مطلق وقت مراد ہوتا ہے اور جب فعل ممتد کی طرف مضاف ہوتا ہے تو اس سے بیاضِ نہار (دن) مراد ہوتا ہے فعل غیر ممتد کی مثال جیسے دخول خروج اور قدوم اور فعل ممتد کی مثال جیسے صوم اور رکوب پس یہاں چونکہ لفظ یوم فعل غیر ممتد یعنی قدوم کی طرف مضاف ہے اس لئے یہاں مطلق وقت مراد ہے، لہٰذا اگر وہ دن کو آئے گا تب بھی غلام آزاد ہوگا رات کو آئے گا تب بھی غلام آزاد ہوگا اور دونوں صورتوں میں حالف کا حانث ہونا یعنی غلام کا آزاد ہونا اس عموم مجاز کی وجہ سے ہوگا جمع بین

الحقیقت والمجاز کی وجہ سے نہ ہوگا اور جب ایسا ہے تو جمع بین الحقیقت والمجاز کا اعتراض وارد نہ ہوگا۔

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل.....وَعَلٰی هٰذَا قُلْنَا اِذَاقَالَ لِامْرَأَتِهٖ اَنْتِ طَالِقٌ اَوْطَلَّقْتُكِ اَوْيَاطَالِقٌ يَقَعُ الطَّلَاقُ نَوٰى بِهِ الطَّلَاقَ اَوْ لَمْ يَنْوِ، وَكَذَالَوْ قَالَ لِعَبْدِهٖ اَنْتَ حُرٌّ اَوْ حَرَّرْتُكَ اَوْيَاحُرُّ، وَعَلٰى هَذَا قُلْنَا اِنَّ التَّيَمُّمَ يُفِيْدُ الطَّهَارَةَ لِاَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰى وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ" صَرِيْحٌ فِیْ حُصُوْلِ الطَّهَارَةِ بِهٖ، وَلِلشَّافِعِیِّ "فِيْهِ قَوْلَانِ اَحَدُهُمَا اَنَّهٗ طَهَارَةٌ ضَرُوْرِيَّةٌ وَالْاٰخَرُ اَنَّهٗ لَيْسَ بِطَهَارَةٍ بَلْ هُوَ سَاتِرٌ لِلْحَدَثِ.....۔(ص۳۵۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔صریح اور کنایہ میں سے ہر ایک کی تعریف کریں،مثال دیں اور حکم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں(۱)عبارت پر اعراب(۲)عبارت کا ترجمہ(۳)صریح وکنایہ کی تعریف،مثال،حکم

جواب.....① عبارت پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور صریح کے اسی حکم کی بناء پر ہم (احناف) نے کہا کہ کسی خاوند نے اپنی بیوی سے کہا ''تو طلاق والی ہے'' یا ''میں نے تجھے طلاق دی'' یا ''اے طلاق والی'' تو طلاق واقع ہوجائے گی خواہ خاوند نے اس لفظ سے طلاق کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور اسی طرح کسی نے اپنے غلام سے کہا ''تو آزاد ہے'' یا ''میں نے تجھے آزاد کیا'' یا ''اے آزاد'' تو آزاد ہوجائے گا خواہ آزادی کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور صریح کے اس حکم کی بناء پر ہم (احناف) نے کہا کہ بیشک تیمّم طہارۃ کا فائدہ دیتا ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان "ولٰكن يريد ليطهركم" صریح ہے،تیمّم کے ذریعے طہارۃ کے حاصل ہونے میں اور امام شافعیؒ کے تیمّم میں دو قول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ تیمّم طہارۃ ضرور یہ ہے اور دوسرا یہ کہ تیمّم طہارۃ ہی نہیں بلکہ وہ حدث کو چھپانے والا ہے۔

③ صریح وکنایہ کی تعریف،مثال وحکم:۔ صریح:اسکا لغوی معنی ہوتا ہے ظاہر اور واضح اور اصطلاحی معنی یہ ہے کہ صریح ہر وہ لفظ جس کی مراد ظاہر اور واضح ہو مخفی نہ ہو جیسے "بِعْتُ ، اِشْتَرَيْتُ حَرَّرْتُكَ" اور صریح کا حکم یہ ہے کہ اپنے معنی کے ثبوت کو واجب کرتا ہے جس طریقے سے بھی ہو خواہ خبر کے طریقے سے ہو جیسے "طلقتكِ" یا نعت کے طریقے سے ہو جیسے "انت طالق" یا نداء کے طریقے سے ہو جیسے "یا طالق"۔نیز اس میں نیت کی طرف بھی احتیاج نہیں ہوتی،بغیر نیت اس کا معنی ثابت ہوتا ہے۔

کنایہ: کنایہ ہر وہ لفظ ہے جس کی مراد مستتر ہو تعدد احتمال کی وجہ سے اور اس کی مثال مجاز متعارف ہے اور مشہور ہونے سے پہلے جیسے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لاتبيعوا الصاع" اس حدیث میں صاع سے مراد وہ شی ہے جو صاع میں ہو گویا ظرف بول کر مظروف مراد لینا کنایہ کی مثال ہے اور اسکا حکم یہ ہے کہ جو لفظ بولا گیا ہے اسکا حکم اس وقت ثابت ہوگا جب نیت پائی جائیگی یا کوئی ایسا قرینہ یا حال پایا جائے جس سے دوسرا معنی مراد لینا منتفی ہوجائے اور کسی ایک جانب کو ترجیح حاصل ہوجائے۔

الشق الثانی.....ثُمَّ الْاَدَاءُ نَوْعَانِ: كَامِلٌ وَ قَاصِرٌ، فَالْكَامِلُ مِثْلُ اَدَاءِ الصَّلَاةِ فِیْ وَقْتِهَا بِالْجَمَاعَةِ وَ الطَّوَافِ مُتَوَضِّاً وَ تَسْلِيْمِ الْمَبِيْعِ سَلِيْمًا كَمَا اِقْتَضَاهُ الْعَقْدُ اِلَى الْمُشْتَرِیْ وَ تَسْلِيْمِ الْغَاصِبِ الْعَيْنَ الْمَغْصُوْبَةَ كَمَا غَصَبَهَا۔ (فصل: الواجب بحكم الامر نوعان)

0313 6357913 maktabatulkamalmehmood@gmail.com

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔اداء وقضاء کی تعریف واقسام مع مثال لکھیں اور ہر ایک کے حکم کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے:① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ اداء وقضاء کی تعریف واقسام مع امثلہ وحکم۔

جواب.....① عبارت پر اعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ پھر اداء کی دو اقسام ہیں: کامل وقاصر۔پس کامل جیسے نماز کو اسکے وقت میں جماعت کے ساتھ اداء کرنا ہے اور باوضوء ہونے کی حالت میں طواف کرنا ہے اور عیب سے سالم مبیع کو مشتری کے سپرد کرنا ہے جیسا کہ عقد نے اس کا تقاضا کیا ہے اور

غاصب کا مغصوبہ چیز اسی حالت میں (مالک کے) سپرد کرنا ہے جیسا کہ اس نے غصب کی تھی۔

③ اداء وقضاء کی تعریف واقسام مع امثلہ اور حکم:۔ **اداء : هو عبارة عن تسليم عين الواجب الى مستحقه** کہ اداء عینِ واجب کو اسکے مستحق اور حقدار کو سپرد کرنا ہے یعنی امر سے جو چیز واجب ہوئی بعینہ وہی چیز ادا کرنا اداء ہے۔

پھر اداء کی دو قسمیں ہیں (۱) **اداءِ کامل** (۲) **اداءِ قاصر**۔ "**اداءِ کامل**" یہ ہے کہ مامور بہ کو اس طریقہ سے ادا کرنا جس طریقہ پر وہ مشروع ہے جیسے نماز کو اس کے وقت میں جماعت کے ساتھ اداء کرنا اور باوضوء ہو کر طواف کرنا، اس نوع کا حکم یہ ہے کہ مامور بہ اداءِ کامل کی صورت میں مامور بہ کے ادا کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوش ہوگا، اس کے ذمہ کوئی فریضہ باقی نہ رہے گا۔

"**اداءِ قاصر**" یہ ہے کہ مامور بہ کے عین کو ایسے نقصان سے اداء کرنا جو نقصان اس کی صفت میں ہو، ذات میں نہ ہو جیسے تعدیلِ ارکان کے بغیر نماز ادا کرنا اور بے وضوء طواف کرنا، اس نوع کا حکم یہ ہے کہ اگر مثل کے ذریعہ نقصان کی تلافی ممکن ہو تو تلافی کردی جائیگی اور اگر نقصان کی تلافی ممکن نہ ہو تو نقصان کا حکم ساقط ہو جائیگا اور نقصان کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔

قضاء : هو عبارة عن تسليم مثل الواجب الى مستحقه یعنی مثلِ واجب کو اسکے مستحق وحقدار کی طرف سپرد کرنا قضاء ہے پھر اس کی بھی کامل وقاصر دو قسمیں ہیں، واجب فی الذمہ کا مثل صوری ومعنوی سپرد کرنا قضاءِ کامل ہے جیسے گندم غصب کر کے ہلاک کردی اور اسکے بدلہ میں دوسری گندم دیتا ہے تو یہ گندم ہلاک شدہ گندم کی مثلِ صوری ومعنوی ہے اور اگر واجب فی الذمہ کا مثل صوری نہ ہو صرف مثلِ معنوی ہو تو اس کو سپرد کرنا قضاءِ قاصر ہے مثلاً کسی ہلاک شدہ چیز کی قیمت سپرد کرنا، ان دونوں قسموں کا حکم یہ ہے کہ اگر ہلاک شدہ واجب کا مثل صوری ومعنوی موجود ہے تو وہ ادا کیا جائے اور اگر صرف مثلِ معنوی ہے تو اس کا اداء کرنا لازم ہے اور اگر اس کا کوئی مثل نہ ہو تو قضاء ساقط ہے اور گناہ ہوگا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... وَالدَّلِيْلُ عَلٰى اَنَّ كَلِمَةَ "مَا" عَامَّةٌ مَاذَكَرَهُ مُحَمَّدٌ اِذَا قَالَ الْمَوْلٰى لِجَارِيَتِهٖ اِنْ كَانَ مَافِيْ بَطْنِكِ غُلَامًا فَاَنْتِ حُرَّةٌ فَوَلَدَتْ غُلَامًا وَجَارِيَةً لَاتَعْتِقُ، وَبِمِثْلِهٖ نَقُوْلُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى "فَاقْرَؤُا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ" فَاِنَّهٗ عَامٌّ فِيْ جَمِيْعِ مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ، وَمِنْ ضَرُوْرَتِهٖ عَدَمُ تَوَقُّفِ الْجَوَازِ عَلٰى قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ وَجَاءَ فِي الْخَبَرِ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَاصَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ..... ۔(ص۱۲۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، عبارت میں مذکور آیت اور حدیث کے تعارض کو مصنفؒ کے انداز میں رفع کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) آیت وحدیث سے رفع تعارض۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور دلیل اس بات پر کہ کلمہ "ما" عام ہے وہ ہے جس کو امام محمدؒ نے ذکر کیا ہے کہ جب مولیٰ نے اپنی باندی سے کہا اگر تیرے پیٹ میں جو کچھ بھی ہے وہ اگر لڑکا ہے تو تو آزاد ہے پس اس باندی نے لڑکا اور لڑکی دونوں جنے تو وہ آزاد نہیں ہوگی اور اسی کی مثل ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول "فاقرء وا الخ" میں کلمہ "ما" عام ہے یہ تمام قرآن کو شامل ہے جو کچھ آسانی سے پڑھا جاسکے اور اس کے لئے لازم ہے کہ نماز کا جائز ہونا سورۂ فاتحہ کی قراءت پر موقوف نہ ہو اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

③ آیت وحدیث سے رفعِ تعارض:۔ مصنفؒ نے فرمایا کہ تعارض کی صورت میں قرآن اور حدیث دونوں پر عمل کرنا ممکن ہے اور اس طرح کرنے سے کتاب اللہ کے حکم میں کچھ تغیر واقع نہیں ہوگا اور اس کی صورت یہ ہے کہ حدیث نفیِ کمال پر محمول ہے مطلب یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوگی اور کتاب اللہ سے مراد مطلق قراءت ہے خواہ سورۂ فاتحہ ہو یا اسکے علاوہ ہو اسی طرح چھوٹی سورت ہو یا بڑی سورۃ ہو یہ فرض ہے اور حدیث کی وجہ سے سورۂ فاتحہ کی قراءت واجب ہے۔

الشق الثانی ..... وَعَلٰى هٰذَا لَايَجِبُ قَضَاءُ الصَّلٰوةِ فِي الْاَوْقَاتِ الْمَكْرُوْهَةِ لِاَنَّهٗ لَمَّا وَجَبَ مُطْلَقًا وَجَبَ

كَامِلًا فَلَا يَخْرُجُ عَنِ الْعُهْدَةِ بِأَدَاءِ النَّاقِصِ فَيَجُوْزُ الْعَصْرُ عِنْدَ الْإِحْمِرَارِ أَدَاءً وَلَا يَجُوْزُ قَضَاءً، وَعَنِ الْكَرْخِيِّ "أَنَّ مُوْجَبَ الْأَمْرِ الْمُطْلَقِ الْوُجُوْبُ عَلَى الْفَوْرِ، وَالْخِلَافُ مَعَهٗ فِي الْوُجُوْبِ، وَلَا خِلَافَ فِيْ أَنَّ الْمُسَارَعَةَ إِلَى الْإِيْتِمَارِ مَنْدُوْبٌ إِلَيْهَا.....۔(ص۶۹۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، امر مطلق عن الوقت کی تعریف کریں اور حکم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ امر مطلق عن الوقت کی تعریف اور حکم۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ في السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور اس اصول کی بناء پر (مطلق عن الوقت) ہے کہ اوقاتِ مکروھہ میں نماز کی قضاء جائز نہیں ہوتی اس لئے کہ جب وہ واجب ہوتی ہے تو وہ کامل ہو کر واجب ہوتی ہے پس وہ آدمی ناقص نماز کی ادائیگی کے ساتھ فرض کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوگا لہٰذا عصر کی وقتی نماز سورج کی سرخی کے وقت اداءً جائز ہوگی نہ کہ قضاءً اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ مطلق امر کا موجب فوری وجوب ہے اور امام کرخیؒ کے ساتھ جمہور کا اختلاف صرف فوری وجوب میں ہے اور اسمیں کوئی اختلاف نہیں کہ امر کو پورا کرنے میں جلدی کرنا مستحب ہے۔

③ امر مطلق عن الوقت کی تعریف اور حکم:۔ امر مطلق عن الوقت وہ مامور بہ ہے کہ شریعت کی جانب سے اس کی ادائیگی کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہ ہو یعنی مامور بہ کی ادائیگی کسی وقت کے ساتھ اس طرح مقید نہ ہو کہ جب وقت نکل جائے تو مامور بہ اداء فوت ہو جائے اور قضاء کہلائے بلکہ اس مامور بہ کو جب بھی ادا کیا جائے وہ ادا ہی کہلائے قضاء نہ کہلائے جیسے زکوٰۃ، عشر، صدقۃ الفطر، نذر مطلق، کفارات، حج وغیرہ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل .....ثُمَّ إِذَا تُرُجِّحَ بَعْضُ وُجُوْهِ الْمُشْتَرَكِ بِغَالِبِ الرَّأْيِ يَصِيْرُ مُؤَوَّلًا وَحُكْمُ الْمُؤَوَّلِ وُجُوْبُ الْعَمَلِ بِهٖ مَعَ احْتِمَالِ الْخَطَإِ فِي الْحُكْمِيَّاتِ مَا قُلْنَا إِذَا أُطْلِقَ الثَّمَنُ فِي الْبَيْعِ كَانَ عَلٰى غَالِبِ نَقْدِ الْبَلَدِ وَذٰلِكَ بِطَرِيْقِ التَّاوِيْلِ وَلَوْ كَانَتِ النُّقُوْدُ مُخْتَلِفَةً فَسَدَ الْبَيْعُ لِمَا ذَكَرْنَا۔(ص۲۲۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ مؤوّل کی تعریف وحکم بیان کریں۔ نقود کے مختلف ہونے کی صورت میں بیع کے فاسد ہونے کی وجہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② مؤوّل کی تعریف وحکم مع مثال ③ نقود کے مختلف ہونے کی صورت میں بیع کے فاسد ہونے کی وجہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ في السوال آنفا۔**

② مؤوّل کی تعریف وحکم:۔ جب مشترک کے متعدد معانی میں سے کسی ایک معنی کو دلیلِ ظنی یعنی خبر واحد یا قیاس یا کسی دوسرے قرینہ سے ترجیح دیدی جائے تو وہ مشترک مؤول ہو جاتا ہے، مؤول کا حکم یہ ہے کہ غلطی کے احتمال کے ساتھ اس پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ مجتہد نے تاویل کے ذریعے کسی معنی کو ترجیح دینے میں غلطی کی ہو اس لئے غلطی وخطاء کے احتمال کے ساتھ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے عقدِ بیع میں ثمن کو مطلق رکھا مثلاً کہا کہ میں یہ گھڑی دس درہم میں بیچتا ہوں اور شہر میں مختلف دراہم چلتے ہیں تو اس کے قول میں دس درہم کو غالبِ نقدِ بلد پر محمول کریں گے اور یہ غالب نقدِ بلد کا متعین ہونا بطریقِ تاویل ہے اور اگر شہر میں مختلف مالیت والے دراہم چلتے ہیں اور وہ سب رواج میں برابر ومساوی ہیں تو پھر یہ بیع فاسد ہو جائے گی کیونکہ رواج کے غالب نہ ہونے کی وجہ سے ترجیح ممکن نہیں ہے۔

③ نقود کے مختلف ہونے کی صورت میں بیع کے فاسد ہونے کی وجہ:۔ اگر شہر میں رائج دراہم مالیت میں مختلف ہوں یعنی ثلاثی، رباعی و خماسی ہوں اور رواج میں سب مساوی ہوں تو بیع فاسد ہو جائیگی اسلئے کہ اگر تمام اقسام کے دراہم مراد لیں تو عموم مشترک کی خرابی لازم

آئیگی جو کہ باطل ہے اور کسی ایک قسم کو ترجیح بھی نہیں دے سکتے کیونکہ مرجح موجود نہیں ہے اور ترجیح بلا مرجح باطل ہے۔

الشق الثانی.....وَكَذٰلِكَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى "وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ" مُطْلَقٌ فِيْ مُسَمَّى الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ فَلَا يُزَادُ عَلَيْهِ شَرْطُ الْوُضُوْءِ بِالْخَبَرِ بَلْ يُعْمَلُ بِهٖ عَلٰى وَجْهٍ لَا يَتَغَيَّرُ بِهٖ حُكْمُ الْكِتَابِ بِاَنْ يَكُوْنَ مُطْلَقُ الطَّوَافِ فَرْضًا بِحُكْمِ الْكِتَابِ وَالْوُضُوْءُ وَاجِبًا بِحُكْمِ الْخَبَرِ، فَيُجْبَرُ النُّقْصَانُ اللَّازِمُ بِتَرْكِ الْوُضُوْءِ الْوَاجِبِ بِالدَّمِ۔(ص۱۷)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ وتشریح کریں، ماءِ زعفران کی موجودگی میں تیمّم کے جواز یا عدم جواز کو دلیل سے واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) ماءِ زعفران کی موجودگی میں تیمّم کا حکم۔

جواب..... (۱) عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

(۲) عبارت کا ترجمہ:۔ اسی طرح اللہ رب العزت کا قول "**وليطّوّفوا بالبيت العتيق**" مطلق ہے طواف بالبیت کے مسمی میں ،لہٰذا اس پر خبر کی وجہ سے وضوء کی شرط کا اضافہ نہیں کیا جائے گا بلکہ اس پر اس انداز سے عمل کیا جائے گا جس سے کتاب اللہ کا حکم نہ بدلے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کتاب کے حکم سے مطلق طواف فرض ہو اور خبر کے حکم سے وضوء واجب ہو، تو وضوءِ واجب ترک کرنے سے جو نقصان لازم ہو اس کا ازالہ کیا جائے ''دم'' سے۔

(۳) عبارت کی تشریح:۔ حنفیہ وشوافع میں طواف کیلئے وضو کے فرض ہونے میں اختلاف ہے: امام شافعیؒ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث "**الطواف حول البيت مثل الصلاة الا انكم تتكلمون فيه**" کی وجہ سے طواف کے لئے وضو کو فرض کہتے ہیں۔ حنفیہ کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ تسمیۂ طواف میں مطلق ہے، اب اگر خبرِ واحد سے طہارت کو فرض قرار دیا جائے تو خبرِ واحد کے ذریعے کتاب اللہ کا نسخ لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں کیونکہ اس میں کتاب اللہ کا حکم معتبر ہے، لہٰذا مطلق طواف کو فرض کہا جائے گا کتاب اللہ کے حکم کی وجہ سے اور وضو کو واجب کہا جائے گا خبرِ واحد کے حکم کی وجہ سے۔ لہٰذا اگر بحالتِ طواف وضو کو ترک کریگا تو ترکِ واجب سے جو نقصان لازم آیا ہے اسکی تلافی دم سے کی جائے گی۔

(۴) ماءِ زعفران کی موجودگی میں تیمّم کا حکم:۔ ماءِ زعفران کی موجودگی میں تیمّم کرنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ تیمّم کے جواز کی شرط ماءِ مطلق کی عدم موجودگی ہے اور ماءِ زعفران ماءِ مطلق ہی ہے اس لئے کہ اس کو ماءِ زعفران کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ابھی پانی ہی ہے اگر وہ پانی نہ ہوتا تو اس کو ماءِ زعفران نہ کہا جاتا۔

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل.....ثُمَّ الْمَجَازُ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَؒ خَلْفٌ عَنِ الْحَقِيْقَةِ فِيْ حَقِّ اللَّفْظِ وَعِنْدَهُمَا خَلْفٌ عَنِ الْحَقِيْقَةِ فِيْ حَقِّ الْحُكْمِ حَتّٰى لَوْكَانَتِ الْحَقِيْقَةُ مُمْكِنَةً فِيْ نَفْسِهَا اِلَّاانَّهٗ اِمْتَنَعَ الْعَمَلُ بِهَا لِمَانِعٍ يُصَارُ اِلَى الْمَجَازِ، وَاِلَّا صَارَ الْكَلَامُ لَغْوًا،وَعِنْدَهٗ يُصَارُ اِلَى الْمَجَازِ وَاِنْ لَّمْ تَكُنِ الْحَقِيْقَةُ مُمْكِنَةً فِيْ نَفْسِهَا، مِثَالُهٗ اِذَا قَالَ لِعَبْدِهٖ وَهُوَ اَكْبَرُ سِنًّا مِنْهُ هٰذَا ابْنِيْ.....(ص۳۰۔امدادیہ)

0313 6357913 maktabazakariyaamin@gmail.com

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، اختلاف کو سامنے رکھتے ہوئے مثال کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مثال کی وضاحت۔

جواب..... (۱) عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

(۲) عبارت کا ترجمہ:۔ پھر مجاز امام ابوحنیفہؒ کے ہاں حقیقت کا خلیفہ ہے لفظ کے حق میں اور صاحبینؒ کے ہاں مجاز حقیقت کا خلیفہ ہے حکم کے حق میں، لہٰذا ان حضرات کے ہاں اگر حقیقت ممکن ہو لیکن کسی مانع کی وجہ سے اس پر عمل ممتنع ہو تو مجاز کی طرف پھیرا جائے گا ورنہ تو کلام لغو ہو جائے گا اور امام ابوحنیفہؒ کے ہاں مجاز کی طرف صیرورت ہوگی اگرچہ حقیقت "**فی نفسها**" ممکن نہ ہو۔ مثلاً جب

کوئی شخص اپنے سے بڑی عمر کے غلام سے کہہ دے "هٰذا ابنی"۔

③ مثال کی وضاحت:۔ مثال کا حاصل یہ ہے کہ کسی نے اپنے سے بڑے غلام کو کہا "هذا ابنی" تو صاحبینؒ کے نزدیک یہ محال اور ناممکن ہے کہ کسی کا بیٹا اس سے بڑا ہو اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ اس کلام کو مجاز کی طرف نہیں پھیریں گے یہ کلام لغو ہو جائے گا اور امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کلام کو مجاز کی طرف پھیرا جائے گا اور غلام آزاد ہو جائے گا۔

الشق الثانی ..... وَ مِثَالُهٗ اِذَا قَالَ لِفُلَانٍ عَلَیَّ قَفِیْزُ حِنْطَةٍ بِقَفِیْزِ الْبَلَدِ اَوْ اَلْفٌ مِنْ نَقْدِ الْبَلَدِ فَاِنَّهٗ یَکُوْنُ بَیَانُ تَقْرِیْرٍ، لِاَنَّ الْمُطْلَقَ کَانَ مَحْمُوْلًا عَلٰی قَفِیْزِ الْبَلَدِ وَنَقْدِهٖ مَعَ اِحْتِمَالِ اِرَادَةِ الْغَیْرِ فَاِذَا بَیَّنَ ذٰلِكَ فَقَدْ قَرَّرَهٗ بِبَیَانِهٖ وَکَذٰلِكَ لَوْقَالَ لِفُلَانٍ عِنْدِیْ اَلْفٌ وَدِیْعَةٌ فَاِنَّ کَلِمَةَ "عِنْدِیْ" کَانَتْ بِاِطْلَاقِهَا تُفِیْدُ الْاَمَانَةَ مَعَ اِحْتِمَالِ اِرَادَةِ الْغَیْرِ، فَاِذَا قَالَ "وَدِیْعَةٌ" فَقَدْ قَرَّرَ حُکْمَ الظَّاهِرِ بِبَیَانِهٖ۔

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، بیانِ تقریر کی تعریف کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) بیانِ تقریر کی تعریف۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی شخص کہے "فلاں کا مجھ پر ایک قفیز گندم ہے، شہر کے قفیز سے" اور یا یوں کہے کہ "فلاں کا مجھ پر ایک ہزار ہے شہر کے سکّہ سے" تو یہ بیانِ تقریر ہے، اس لئے کہ مطلق محمول تھا شہر کے قفیز پر اور شہر کے سکّہ پر غیر کے احتمال کے ساتھ تو جب اس کو اپنے بیان سے واضح کر دیا تو یہ بیانِ تقریر ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص کہہ دے کہ "فلاں کا میرے پاس ہزار (درھم) ہے امانۃً، اس لئے کہ "عندی" کا لفظ اپنے اطلاق کے اعتبار سے امانت کا فائدہ دے رہا تھا غیر کے احتمال کے ساتھ، تو جب کہا کہ وہ "امانۃً" ہے تو اس نے اپنے بیان سے ظاہر کے حکم کی تقریر کی۔

③ بیان تقریر کی تعریف:۔ بیان تقریر یہ ہے کہ لفظ کا معنی ظاہر ہو مگر اس میں غیر کا احتمال بھی موجود ہو تو متکلم از خود اپنی وہی ظاہری مراد بیان کر دے پس اس بیان کے ذریعہ ظاہر کا حکم پختہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ترجمہ میں مثال سے واضح ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳۷ھ

الشق الاوّل ..... ثم الحقیقة انواع ثلاثة متعذرة ومهجورة ومستعملة۔ (ص ۲۷۔ امدادیہ)

حقیقت کی انواع ثلاثہ کی تعریف ذکر کر کے حقیقت متعذرہ اور مہجورہ کے درمیان فرق مثالوں کے ذریعہ بیان کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) حقیقت کی انواعِ ثلاثہ کی تعریف (۲) حقیقت متعذرہ اور مہجورہ میں فرق۔

جواب ..... ① حقیقت کی انواعِ ثلاثہ کی تعریف:۔

حقیقتِ مستعملہ: وہ حقیقت ہے جسکی طرف بغیر مشقت کے رسائی ممکن ہو اور لوگوں نے اس پر عمل کو ترک بھی نہ کیا ہو۔

حقیقتِ متعذرہ: وہ حقیقت ہے جس کی طرف بغیر مشقت کے رسائی و عمل ممکن نہ ہو جیسے عینِ شجر کو کھانا۔

حقیقتِ مہجورہ: وہ حقیقت ہے جس پر عمل کو لوگوں نے ترک کر دیا ہو اگرچہ اس پر عمل آسان ہو جیسے وضعِ قدم۔

② حقیقتِ متعذرہ اور مہجورہ کے درمیان فرق مع امثلہ:۔ حقیقتِ متعذرہ پر عمل کرنا مشکل ہوتا ہے اس وجہ سے اس کا استعمال ترک کر دیا گیا ہوتا ہے جیسے عینِ شجر کو کھانا متعذر و مشکل ہے اس لئے لوگوں نے اس پر عمل کو ترک کر دیا ہے۔ لہٰذا "واللہ لا اکل من هذه الشجرة" کی قسم کھانے والا عینِ شجرہ کو کھانے سے حانث نہ ہوگا، حقیقتِ مہجورہ پر عمل کرنا مشکل نہیں ہوتا بلکہ انتہائی آسان ہوتا ہے مگر لوگوں نے اس پر عمل کو ترک کر دیا ہوتا ہے جیسے وضعِ قدم (ننگے پاؤں رکھنا) انتہائی آسان عمل ہے مگر لوگوں نے اس کو ترک کر دیا ہے لہٰذا "واللہ لا اضع قدمی فی دار فلان" کی قسم کھانے والا ننگے پاؤں داخل ہونے سے حانث نہ ہوگا۔

الشق الثانی ..... وَاَمَّا الْقَضَاءُ فَنَوْعَانِ کَامِلٌ وَقَاصِرٌ..... وَالْاَصْلُ فِی الْقَضَاءِ الْکَامِلِ وَعَلٰی هٰذَا قَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ اِذَا غَصَبَ مِثْلِیًّا فَهَلَكَ فِیْ یَدِهٖ وَانْقَطَعَ ذٰلِكَ عَنْ اَیْدِی النَّاسِ ضَمِنَ قِیْمَتَهٗ یَوْمَ الْخُصُوْمَةِ لِاَنَّ

الْعِجْزَ عَنْ تَسْلِيْمِ الْمِثْلِ الْكَامِلِ اِنَّمَا يَظْهَرُ عِنْدَ الْخُصُوْمَةِ فَاَمَّا قَبْلَ الْخُصُوْمَةِ فَلَا لِتَصَوُّرِ حُصُوْلِ الْمِثْلِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ۔ (ص۸۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔عبارت کا مطلب وضاحت کیساتھ تحریر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا مطلب۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ في السوال آنفًا۔**

❷ عبارت کا مطلب:۔ مصنفؒ قضاء کی دو قسمیں بیان فرما کر کہتے ہیں کہ قضاء میں قضاءِ کامل اصل ہے یعنی وجوبِ ضمان میں اصل یہ ہے کہ ہلاک کردہ چیز کی ضمان ایسی چیز کے ذریعہ اداء کیا جائے جو ہلاک شدہ کے صورۃً بھی مماثل ہو اور معنیً بھی مماثل ہو، کیونکہ اس میں مستحق کے حق کی پوری پوری رعایت موجود ہے۔قضاء میں چونکہ قضاءِ کامل اصل ہے اور قضاء قاصر کی طرف اس وقت رجوع کیا جائے گا جب قضاء کامل سے عاجز ہو جائے گا۔اسی لئے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی نے کسی مثلی چیز کو غصب کر کے اس کو ہلاک کر ڈالا اور وہ مثلی چیز لوگوں کے ہاتھوں سے منقطع ہوگئی یعنی اس چیز کا بازار میں دستیاب ہونا ختم ہو گیا تو غاصب اُس کی اُس قیمت کا ضامن ہوگا جو قیمت یومِ خصومت میں ہے، یعنی جس دن غاصب کا یہ مقدمہ قاضی کی عدالت میں پیش ہوا اور قاضی نے اس پر فیصلہ دیا اس دن کی قیمت واجب ہوگی۔اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مثلِ کامل سپرد کرنے سے غاصب کا عاجز ہونا اس وقت ظاہر ہوگا جب قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوگا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل .....**لٰكن للاستدراك بعد النفي فيكون موجبه اثبات مابعده فاما نفي ماقبله فثابت بدليله والعطف بهذه الكلمة انما يتحقق عند اتساق الكلام فان كان الكلام متسقا يتعلق النفي بالاثبات الذي بعده والافهو مستانف ۔ مثاله ماذكره محمد في الجامع اذا قال لفلان على الف قرض فقال فلان لا ولكنه غصب لزمه المال لان الكلام متسق فظهر ان النفي كان في السبب دون نفس المال۔** (ص۱۰۹۔امدادیہ)

استدراک کا مفہوم واضح کر کے مذکورہ عبارت کی دلنشین تشریح کیجئے۔کلام کے متسق ہونے کا مطلب بیان کریں، استدراک کیلئے **لٰكن** کی تین مثالیں تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) استدراک کا مفہوم (۲) عبارت کی تشریح (۳) کلامِ متسق کا مطلب (۴) **لٰكن** کی امثلہ۔

جواب ..... ❶ استدراک کا مفہوم:۔ لوگوں کے ذہن میں کلامِ سابق سے پیدا شدہ وہم کو دور کرنا استدراک ہے جیسے "**ماجاء نی زید لکن عمرو**" زید و عمرو دونوں دوست ہیں، ہر وقت اکٹھے رہتے ہیں تو متکلم نے جب یہ کہا کہ "**ماجاء نی زید**" تو مخاطب کے ذہن میں وہم پیدا ہوا کہ عمرو بھی نہیں آیا ہوگا تو متکلم نے "**لٰكن عمرو**" کہہ کر اس وہم کو دور کر دیا کہ عمرو آیا ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ "**لٰكن**" کے عطف والے معنی میں ہونے کے لئے ارتباط شرط ہے اور یہ دو باتوں کے ساتھ ہوتا ہے ایک یہ کہ کلام کے بعض اجزاء بعض کے ساتھ متصل ہوں اور دوسرا یہ کہ "**لٰكن**" کا مابعد اسکے ماقبل کے منافی نہ ہو یعنی جو ثابت کیا جائے بعینہٖ اسکی نفی نہ کی جائے بلکہ نفی ایک شئ کی طرف اور اثبات دوسری شئ کی طرف راجع ہو۔اگر ان دونوں شرطوں میں سے ایک بھی فوت ہو جائے تو یہ عاطفہ نہ ہوگا بلکہ مستانفہ ہو جائے گا۔اسکی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے کہا اس کے مجھ پر ہزار روپیہ بطور قرض کے ہیں اور مقَر لہ نے جواب میں کہا "**لا ولكنه غصب**" تو اس پر مال یعنی ہزار لازم ہوں گے کیونکہ "**لٰكن**" ملا کر کہا ہے اسلئے یہ قول صحیح ہوگا اور مقَر لہ کا شروع میں "**لَا**" کہہ دینا مقِر کے اقرار کا رد نہ ہوگا بلکہ اس سبب کا انکار ہوگا جو مقِر نے بیان کیا ہے یعنی قرض اور پھر کلمۂ استدراک کے بعد جو کہا وہ دوسرے سبب یعنی غصب کا بیان ہے اس لئے نفی و اثبات علیحدہ علیحدہ سبب پر وارد ہوئے ہیں نہ کہ نفسِ مال پر۔

❸ کلام کے متسق ہونے کا مطلب:۔ کلام کے متسق ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں: ① یہ کہ کلام کا ایک حصہ دوسرے حصہ کے ساتھ

متصل اور مرتبط ہو۔ ② یہ کہ اثبات کا محل اور نفی کا محل مختلف ہو جیسے جاء نی زیدٌ لکن عمروٌلم یأتِ اس مثال میں اثباتِ مجئی کا محل زید ہے اور نفی کا محل عمرو ہے۔ کلام میں اتساق پایا گیا لہٰذا یہ عطف درست ہے۔

④ لکن کی امثلہ:۔ ① مارأیت زیدًا لکن عمرًوا ② جاء نی زیدٌ لکن عمرٌولم یأت ③ ما اکلت نخلاً لکن عنبًا

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل.....وَقُلْنَا كَذٰلِكَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى "وَلَاتَأْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ" اَنَّهٗ يُوْجِبُ حُرْمَةَ مَتْرُوْكِ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا وَجَاءَ فِي الْخَبَرِ اَنَّهٗ عليه السلام سُئِلَ عَنْ مَتْرُوْكِ التَّسْمِيَةِ عَامِدًا فَقَالَ كُلُوْهُ فَاِنَّ تَسْمِيَةَ اللّٰهِ تَعَالٰى فِيْ قَلْبِ كُلِّ امْرِءٍ مُسْلِمٍ فَلَا يُمْكِنُ التَّوْفِيْقُ بَيْنَهُمَا لِاَنَّهٗ لَوْثَبَتَ الْحِلُّ بِتَرْكِهَا عَامِدًا لَثَبَتَ الْحِلُّ بِتَرْكِهَا نَاسِيًا فَحِيْنَئِذٍ يَرْتَفِعُ حُكْمُ الْكِتَابِ فَيُتْرَكُ الْخَبَرُ۔ (ص۱۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیے، مکمل تشریح کیجئے اور یہ بتائیے کہ عبارت میں مذکورہ مسئلہ کس اصل پر متفرع ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) اصل متفرعہ کی نشاندہی۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں کتاب اللہ اور خبرِ واحد میں تقابل ومقابلہ کی مثال ذکر کی جارہی ہے، مثال کو سمجھنے سے قبل مسئلہ ذہن نشین کرلیں کہ ذبیحہ متروک التسمیہ عامداً احناف کے نزدیک حرام ہے اور متروک التسمیہ ناسیاً حلال ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک ذبیحہ متروک التسمیہ مطلقاً حلال ہے خواہ عمداً ہو یا نسیاناً ہو۔

امام شافعیؒ کی دلیل وہ خبرِ واحد ہے جس میں آپ ﷺ سے ذبیحہ متروک التسمیہ عامداً کے بارے میں صراحتاً پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "کلوہ فان تسمیة اللّٰہ تعالی فی قلب کل امرء مسلم" (کہ اس کو کھاؤ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہر مسلمان کے دل میں ہوتا ہے) پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذبیحہ متروک التسمیہ عامداً حلال ہے، جب ذبیحہ متروک التسمیہ عامداً حلال ہے تو ناسیاً بطریقِ اولیٰ حلال ہوگا۔

احناف کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے "ولا تأکلوا ممّا لم یذکر اسم اللّٰہ علیه" (کہ اس جانور کو نہ کھاؤ جس پر بوقتِ ذبح تسمیہ نہ پڑھا گیا ہے) اس آیت میں "مَا" کلمۂ عام ہے اور اس کا عموم تقاضا کرتا ہے کہ ذبیحہ متروک التسمیہ عامداً حرام ہو۔

اب اس مثال کو سمجھیں کہ یہاں پر کتاب اللہ کے عام اور خبرِ واحد میں تعارض وتقابل ہوگیا ہے کتاب اللہ کا عام تقاضا کرتا ہے کہ ذبیحہ متروک التسمیہ عامداً حرام ہے اور خبرِ واحد تقاضا کرتی ہے کہ ذبیحہ متروک التسمیہ عامداً حلال ہے، ان دونوں میں تطبیق کی بھی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اگر ہم خبرِ واحد پر عمل کریں اور متروک التسمیہ عامداً کو حلال قرار دیں تو متروک التسمیہ ناسیاً بطریق اولیٰ حلال ہوگا (کیونکہ عمد کی نسبت بندہ کی طرف ہوتی ہے جبکہ نسیان کی نسبت اللہ کی طرف ہوتی ہے) تو اس صورت میں کتاب اللہ کے حکم کا بالکلیہ مرتفع ومنسوخ ہونا لازم آئے گا اور یہ خبرِ واحد کے ذریعہ جائز نہیں ہے لہٰذا ہم کتاب اللہ کے عام پر عمل کرینگے اور خبرِ واحد کو چھوڑ دینگے۔

③ اصل متفرعہ کی نشاندہی:۔ احناف کے نزدیک کتاب اللہ کے عام غیر مخصوص منہ البعض سے ثابت شدہ حکم پر قطعی طور پر عمل کرنا واجب ہے گویا کہ وہ حجتِ قطعیہ بھی ہے اور مفیدِ عمل بھی ہے جبکہ شوافع کے نزدیک عام غیر مخصوص منہ البعض واجب العمل ہے مگر قطعی طور پر نہیں، گویا ان کے نزدیک یہ مفیدِ عمل ہے مگر حجتِ قطعیہ نہیں ہے۔

اسی اصل پر تفریع قائم کرتے ہوئے مصنفؒ نے متعدد مثالیں پیش کی ہیں اور یہ مسئلہ بھی اسی اصل پر متفرع ہے۔

الشق الثانی.....ثُمَّ الْحَقِيْقَةُ مَعَ الْمَجَازِ لَايَجْتَمِعَانِ اِرَادَةً مِنْ لَفْظٍ وَاحِدٍ فِيْ حَالَةٍ وَاحِدَةٍ وَلِهٰذَا قُلْنَا لَمَّا اُرِيْدَ مَا يَدْخُلُ فِي الصَّاعِ بِقَوْلِهٖ عليه السلام لَاتَبِيْعُوْا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ وَلَا الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ سَقَطَ اِعْتِبَارُ نَفْسِ الصَّاعِ حَتّٰى جَازَ بَيْعُ الْوَاحِدِ مِنْهُ بِالْاِثْنَيْنِ۔ (ص۲۴۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ مسئلہ کی واضح تشریح کیجئے اور یہ بتائیے کہ حقیقت اور مجاز کا اجتماع کیوں جائز نہیں؟ وجہ لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حاصل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مسئلہ کی تشریح (۴) حقیقت ومجاز میں اجتماع جائز نہ ہونے کی وجہ۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ پھر حقیقت اور مجاز دونوں ایک ہی لفظ سے ایک ہی وقت میں مراد ہو کر جمع نہیں ہوتے اور اسی وجہ سے ہم نے کہا کہ جب نبی ﷺ کے فرمان "**لاتبیعوا الدرهم بالدرهمين ولا الصاع بالصاعين**" (کہ تم نہ بیچو ایک درہم کو دو درہموں کے بدلے میں اور نہ ایک صاع کو دو صاع کے بدلے میں) سے وہ چیز مراد ہو چکی جو صاع میں داخل ہوتی ہے تو نفسِ صاع کا اعتبار ساقط ہو گیا حتیٰ کہ ایک صاع کو دو صاع کے بدلے میں بیچنا جائز ہوگا۔

❸ مسئلہ کی تشریح:۔ احناف کے نزدیک ایک لفظ سے ایک ہی وقت میں معنیٰ حقیقی ومعنیٰ مجازی دونوں کو مراد لینا جائز نہیں ہے جبکہ شوافع کے نزدیک ایک لفظ سے ایک ہی وقت میں معنیٰ حقیقی ومعنیٰ مجازی دونوں کو مراد لینا جائز ہے۔

اس اختلاف پر تفریع قائم کرتے ہوئے بطورِ تائید اس عبارت میں مصنفؒ نے ایک حدیث ذکر کی ہے، حدیث میں آتا ہے "**لاتبیعوا الدرهم بالدرهمين ولا الصاع بالصاعين**" (کہ ایک درہم کو دو درہم کے عوض اور ایک صاع کو دو صاع کے عوض فروخت نہ کرو) صاع کا حقیقی معنیٰ برتن وظرف ہے اور مجازی معنیٰ مظروف اور "**مایدخل فی الصاع**" (وہ چیز جو صاع میں داخل وموجود ہے) ہے جب اس حدیث میں بالاتفاق معنیٰ مجازی مراد لیا جا چکا ہے تو اب معنیٰ حقیقی مراد لینا جائز نہیں ہے وگرنہ جمع بین الحقیقت والمجاز کی خرابی لازم آئے گی، لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ صاع میں موجود غلہ وغیرہ کے ایک صاع کو دو صاع کے عوض نہ بیچو وگرنہ سود لازم آئے گا، پس جب اس کا حقیقی معنیٰ مراد نہیں ہو سکتا تو ایک نفسِ صاع (پیمانہ) کو دو نفسِ صاع کے عوض بیچنا جائز ہوگا۔

❹ حقیقت ومجاز میں اجتماع جائز نہ ہونے کی وجہ:۔ احناف کی طرف سے حقیقت ومجاز میں جمع جائز نہ ہونے کی دلیل اور وجہ یہ ہے کہ حقیقت اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے محل میں ثابت ومستقر ہو اور مجاز اُسے کہتے ہیں جو اپنے محل سے تجاوز کر جائے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک ہی چیز ایک وقت میں اپنے محل میں ثابت ومستقر بھی ہو اور متجاوز بھی ہو، لامحالہ ان میں سے ایک چیز ہو سکتی ہے، یہ ایسے ہے جیسے ایک کپڑا **لابس** (پہننے والا) کے جسم پر **مِلکًا** بھی ہو اور عاریۃً بھی ہو جیسے یہ محال ہے اسی طرح جمع بین الحقیقت والمجاز بھی محال ہے۔ (خیر الحواشی)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل .....**ثم للتراخی لکنه عند ابی حنیفة یفید التراخی فی اللفظ والحکم وعندهما یفید التراخی فی الحکم**

"تراخی" کا مطلب بیان کریں۔ امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف مثال کے ذریعہ واضح کیجئے۔ (ص ۱۰۶۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) "**تراخی**" کا مطلب (۲) امام صاحب وصاحبینؒ کے اختلاف کی وضاحت

جواب ..... ❶ "**تراخی**" کا مطلب:۔ معطوف کو معطوف علیہ کے ساتھ حکم میں شریک کرنا تاخیر ومہلت کے ساتھ جیسے "**جاء نی زید ثم بکر**" اس کا مطلب یہ ہے کہ آنے والے حکم میں بکر بھی زید کے ساتھ شریک ہے مگر بکر کا آنا زید کے متصل یا فوراً بعد نہیں ہے بلکہ کچھ تاخیر ومہلت کے ساتھ ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamuradabad@gmail.com

❷ امام صاحبؒ وصاحبینؒ کے اختلاف کی وضاحت مع مثال:۔ اس بارے میں احناف کے ائمہ ثلاثہ متفق ہیں کہ "**ثم**" تراخی کیلئے آتا ہے مگر اس بارے میں اختلاف ہے کہ لفظ وحکم دونوں میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے یا صرف حکم میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے، لفظ میں تراخی کا مطلب یہ ہے کہ متکلم نے پہلے معطوف علیہ کا تکلم کیا پھر کچھ وقفہ وسکوت کے بعد معطوف کا تکلم کیا اور حکم میں تراخی کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم پہلے معطوف علیہ کے لئے ثابت ہوگا پھر کچھ وقفہ وتاخیر کے بعد معطوف کے لئے ثابت ہوگا۔

امام صاحبؒ کے نزدیک "**ثم**" لفظ وحکم دونوں میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے جبکہ صاحبینؒ کے نزدیک صرف حکم میں تراخی کا فائدہ دیتا ہے، لفظ میں تراخی کا فائدہ نہیں دیتا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ شوہر نے اپنی مدخول بہا بیوی سے کہا "**ان دخلت الدار فانت**

طالق ثم طالق ثم طالق" تو امام صاحبؒ کے نزدیک دوسری وتیسری طلاق فی الحال (فوراً) واقع ہوجائیں گی اور پہلی طلاق شرط کے ساتھ معلق ہوجائے گی اس لئے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک "ثم" تراخی فی التکلم کا بھی فائدہ دیتا ہے، گویا شوہر نے یوں کہا **"ان دخلت الدار فانت طالق"** پھر کچھ وقفہ کے بعد **"ثم طالق"** اور پھر کچھ وقفہ کے بعد **"ثم طالق"** کہا تو دوسری وتیسری طلاق تراخی فی التکلم کی وجہ سے شرط کے ساتھ معلق نہ ہونگی بلکہ وہ فی الحال واقع ہوجائیں گی اور پہلی طلاق شرط کے ساتھ معلق ہوگی پھر اگر عدت کے اندر شرط پائی گئی تو وہ طلاق بھی واقع ہوجائیگی، وگرنہ نہیں۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک "ثم" تراخی فی التکلم کا فائدہ نہیں دیتا لہٰذا یوں سمجھیں گے کہ اس نے تینوں طلاقوں کا اکٹھے تکلم کیا ہے پس اس صورت میں تینوں طلاقیں شرط کے ساتھ معلق ہوں گی اور جب شرط پائی جائے گی تو تینوں طلاقیں حکم میں تراخی کی وجہ سے یکے بعد دیگرے کچھ تاخیر کے ساتھ واقع ہوجائیں گی۔

الشق الثانی.....**وَاَمَّا بَيَانُ التَّغْيِيْرِ فَهُوَ اَنْ يَّتَغَيَّرَ بِبَيَانِهٖ مَعْنٰى كَلَامِهٖ وَنَظِيْرُهُ اَلتَّعْلِيْقُ وَالْاِسْتِثْنَاءُ، وَقَدِ اخْتَلَفَ الْفُقَهَاءُ فِى الْفَصْلَيْنِ فَقَالَ اَصْحَابُنَا "اَلْمُعَلَّقُ بِالشَّرْطِ سَبَبٌ عِنْدَ وُجُوْدِ الشَّرْطِ لَاقَبْلَهٗ وَقَالَ الشَّافِعِيُّ" اَلتَّعْلِيْقُ سَبَبٌ فِى الْحَالِ اِلَّا اَنَّ عَدَمَ الشَّرْطِ مَانِعٌ مِنْ حُكْمِهٖ، وَفَائِدَةُ الْخِلَافِ تَظْهَرُ فِيْمَااِذَاقَالَ لِاَجْنَبِيَّةٍ اِنْ تَزَوَّجْتُكِ فَاَنْتِ طَالِقٌ**.....۔(ص۱۲۹۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، بیان تغییر کی تعریف کریں، مثال دیں اور حکم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ بیانِ تغییر کی تعریف، مثال وحکم۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فى السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ بیان تغییر یہ ہے کہ متکلم کے بیان کے ساتھ اسکے کلام کا معنی تبدیل ہوجائے اور بیانِ تغییر کی مثال تعلیق واستثناء ہے اور فقہاء نے ان دونوں صورتوں میں اختلاف کیا ہے پس ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ معلق بالشرط شرط پائے جانے کے وقت سبب بنتا ہے، نہ کہ شرط پائے جانے سے پہلے اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ تعلیق فی الحال سبب ہوتا ہے لیکن شرط کا نہ پایا جانا حکم سے مانع ہوجاتا ہے اور اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوگا جب کوئی آدمی اجنبیہ عورت سے کہے اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تو طلاق والی ہے۔

③ بیانِ تغییر کی تعریف، مثال اور حکم:۔ ''بیان التغیر ان یتغیّر ببیانہ معنیٰ کلامہ'' (بیانِ تغییر یہ ہے کہ متکلم اپنے بیان کے ذریعہ اپنے کلام معنی تبدیل کردے) یعنی متکلم اپنے بیان کے ذریعہ اپنے کلام کو اس کے ظاہری معنی سے معنی بعید کی طرف پھیر دے جیسے ''انت طالق ان دخلت الدار'' اس مثال میں ''انت طالق'' کی وجہ سے فی الفور طلاق واقع ہورہی تھی مگر متکلم نے ''ان دخلت الدار'' کہہ کر طلاق کو دخولِ دار کے ساتھ معلق کردیا، اب جب تک دخولِ دار متحقق نہیں ہوگا اس وقت تک طلاق واقع نہ ہوگی تو اس مثال میں ''ان دخلت الدار'' بیانِ تغییر ہے۔ اسی طرح کسی آدمی نے ''لہ علیّ الف ودیعۃ'' کہا تو ''ودیعۃ'' کا لفظ بیانِ تغییر ہے اس لئے کہ ''لہ علیّ الف'' سے قرض یعنی وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ کلمہ ''علیّ'' الزام اور وجوب کے لئے آتا ہے تو متکلم نے اس کے بعد ''ودیعۃ'' کہہ کر اپنی کلام کو قرض یعنی الزام ووجوب والے ظاہری معنی سے امانت والے معنی کی طرف تبدیل کردیا ہے۔

بیانِ تغییر کا حکم یہ ہے کہ یہ موصولاً یعنی اگر سابقہ کلام سے لفظاً متصل ہو پھر تو معتبر ہے اور مفصولاً درست نہیں ہے اور اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے اور موصولاً معتبر ہونے اور مفصولاً معتبر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیانِ تغییر رجوع کی طرح ہے اور سابقہ کلام سے رجوع متصلاً تو درست ہوتا ہے لیکن مفصولاً درست نہیں ہوتا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل.....''اجماع'' کی لغوی اور اصطلاحی تعریف کیجئے، اجماع کی چار قسمیں کون سی ہیں؟ تمام اقسام کی وضاحت کرتے ہوئے ہر ایک کا حکم تحریر کیجئے۔ ''مصالح مرسلہ'' کسے کہتے ہیں؟ مثال سے واضح کیجئے۔ مصالح مرسلہ کے معتبر ہونے کی شرائط لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) اجماع کی لغوی واصطلاحی تعریف (۲) اجماع کی اقسام اربعہ کی وضاحت مع الحکم (۳) مصالح مرسلہ کی تعریف ومثال (۴) مصالح مرسلہ پر عمل کی شرائط۔ (ص۱۵۰۔امدادیہ)

جواب ..... ❶ اجماع کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔ اجماع کا لغوی معنی عزم کرنا واتفاق کرنا ہے اور اصطلاح میں "**ھو اتفاق المجتھدین الصالحین من امۃ محمد بعد وفاتہ فی عصر من العصور علی حکم شرعی**" (امتِ محمدیہ ﷺ کے صالح مجتہدین علماء کا آپ ﷺ کی وفات کے بعد کسی بھی زمانہ میں کسی حکمِ شرعی پر اتفاق کرلینا) ہے۔

❷ اجماع کی اقسام اربعہ کی وضاحت مع الحکم:۔ اجماع کی چار اقسام ہیں:

① تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا صراحت کے ساتھ کسی واقعہ کے حکم پر اجماع کرنا، خواہ وہ قولی اجماع ہو مثلاً کہیں "**اجمعنا علی کذا**" یا عملی اجماع ہو یعنی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کسی کام کو عملی طور پر کریں جیسے آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیعت کرنا۔

اجماع کی یہ قسم کتاب اللہ کی طرح قطعی ہوتی ہے، واجب العمل ومفیدِ یقین بھی ہوتی ہے اور اس کا منکر کافر ہے لہٰذا خلافتِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا منکر کافر ہے کیونکہ اس کا ثبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے صراحۃً اجماع سے ہوا ہے۔

② کسی واقعہ کے حکم پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع کرنا، بایں طور کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مسئلہ کی تصریح کریں اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زمانہ تأمل گزرنے کے باوجود اس کی تردید سے خاموش رہیں جیسے ایک مجلس کی تین طلاقوں کے وقوع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکی صراحت کی تھی اور بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر خاموشی اختیار کی تھی کسی نے اس کو ردّ نہیں کیا تھا۔

اجماع کی یہ قسم حدیثِ متواتر کی طرح قطعی یعنی واجب العمل بھی ہوتی ہے اور مفیدِ یقین بھی، مگر اسکا منکر کافر نہیں ہے۔

③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد والے مجتہدین کا کسی ایسے مسئلہ میں اجماع کرنا جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی قول منقول نہ ہو جیسے استصناع کا مسئلہ یعنی کوئی چیز آرڈر تیار کروانا بایں طور کہ اس کی تمام صفات ذکر کرتے ہوئے ریٹ بھی طے کرلینا، یہ عمل قیاساً معدوم چیز کی بیع ہونے کی وجہ سے باطل ہونا چاہیے مگر تابعین رحمہم اللہ کے اجماع کی وجہ سے یہ عمل جائز ہے۔

اجماع کی یہ قسم خبرِ مشہور کی طرح علمِ طمانینت کا فائدہ دیتی ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اسکا منکر خبرِ مشہور کے منکر کی طرح بدعتی ہے۔

④ کسی مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوالِ متعددہ میں سے کسی ایک قول پر بعد والے علماءِ مجتہدین کا اتفاق کرلینا، مثلاً ام ولد کی بیع کے جواز وعدمِ جواز میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف تھا مگر بعد میں تابعین رحمہم اللہ نے اس کے عدمِ جواز پر اتفاق کرلیا تھا۔

اجماع کی یہ قسم خبرِ واحد صحیح کی طرح واجب العمل ہوتی ہے مگر یہ نہ علمِ قطعی کا فائدہ دیتی ہے اور نہ ہی علمِ طمانینت کا فائدہ دیتی ہے بلکہ صرف ظنِ غالب کا فائدہ دیتی ہے۔

❸ مصالح مرسلہ کی تعریف ومثال:۔ مصالح مرسلہ وہ مصلحتیں ہیں جو شریعت کے عمومی مزاج سے مطابقت رکھتی ہوں لیکن متعین طور پر اُن کے معتبر ہونے یا معتبر نہ ہونے کا نص میں ذکر نہ ہو جیسے موجودہ کرنسی سکّے، جیل وقید خانے، زمین کی خرید وفروخت کے معاملات میں رجسٹری کا نظام، ٹریفک کے اصول وضوابط، دفاعی ٹیکسوں کا نفاذ وغیرہ یہ سب ایسی مصلحتیں ہیں جو شریعت کے عمومی مزاج کے مطابق ہیں کیونکہ شریعت نے کسی دوسرے کو دھوکہ دینے سے اور جرائم وغیرہ سے منع کیا ہے۔ اور مذکورہ احکام اسی لئے مقرر کئے گئے ہیں لیکن واضح طور پر شریعت میں ان کے معتبر ہونے یا معتبر نہ ہونے کا ذکر نہیں ہے۔

❹ مصالح مرسلہ پر عمل کی شرائط:۔ حنفیہ کے نزدیک مصالح مرسلہ پر عمل کے لئے چار شرطیں ہیں: ① وہ مصلحت معقول ہو یعنی اُس کو طبیعتِ سلیمہ قبول کرتی ہو ② وہ مصلحت عملاً پائی جاتی ہو محض موہوم نہ ہو ③ وہ مصلحت عام ہو کسی خاص شخص کی مصلحت ملحوظ نہ ہو ④ شریعت میں اُس کے معتبر ہونے یا معتبر نہ ہونے کا صراحتاً ذکر نہ ہو۔

الشق الثانی ..... استحسان کسے کہتے ہیں؟ استحسان بالنص اور استحسان بالاجماع کی تعریف کرکے مثالوں سے واضح کریں۔ سدِ ذرائع کی تعریف اور اسکے درجات مع حکم تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) استحسان، استحسان بالنص اور استحسان بالاجماع کی تعریف مع مثال (۲) سدِ ذرائع کی تعریف اور اسکے درجات وحکم۔

جواب ..... ① استحسان، استحسان بالنص اور استحسان بالاجماع کی تعریف مع مثال:۔ استحسان: کسی قوی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا یعنی باوجود علت کے پائے جانے کے نص یا اجماع یا عُرف یا ضرورت یا مصلحت یا قیاسِ خفی کی وجہ سے حکم جاری نہ ہو مثلاً قیاس کی وجہ سے بیع سلم جائز نہیں کیونکہ یہ معدوم چیز کی بیع ہے مگر استحساناً بیع سلم جائز ہے۔

استحسان بالنص: کسی مسئلہ میں نص کی وجہ سے قیاس کے مقتضیٰ کے خلاف عمل کیا جائے اور قیاس کو نظر انداز کر دیا جائے جیسے کسی روزے دار کا بھول کر کھا پی لینا۔ قیاس یہ چاہتا تھا کہ روزہ فاسد ہو جائے۔ مگر ہم حدیث کی بناء پر قیاس کو رد کرتے ہیں اور روزے کی صحت کا حکم لگاتے ہیں۔

استحسان بالاجماع: کسی مسئلہ پر قیاس کے مقتضیٰ کے خلاف اجماع ہو جائے جیسے سامان کی تیاری سے پہلے ہی کاریگر سے اسکی خریداری کا معاملہ کرنا، قیاس کی رو سے یہ عقد فاسد ہونا چاہیے تھا کیونکہ محلِ عقد معدوم ہے مگر اسکی صحت پر اجماع ہو چکا ہے اور ہر دور میں اس پر عمل رہا ہے یہاں قیاس کو چھوڑ کر اجماع پر عمل کیا جاتا ہے۔

② سدِ ذرائع کی تعریف اور اسکے درجات وحکم: ان جائز افعال سے روکنا ومنع کرنا جو شریعت کے ممنوع کئے ہوئے افعال کا ذریعہ بن سکتے ہیں۔ سدِ ذرائع کے چار درجات واقسام ہیں:

① وہ کام یقینی طور پر فساد کا ذریعہ بنے، جیسے کسی کے دروازے کے آگے کنواں کھودنا۔

② اس کام کے فساد کا ذریعہ بننے کا غالب گمان ہو، جیسے شراب بنانے والے کو انگور کا رس فروخت کرنا، ظنِ غالب یہی ہے کہ وہ اسکی شراب بنائے گا۔ یہ دونوں ذرائع بالکل ناجائز وممنوع ہیں۔

③ اس کام کے فساد کا ذریعہ بننے کا محض وہم ہو اور کبھی کبھی اتفاقاً اس سے فساد پیدا ہو بھی جاتا ہو، جیسے کسی نامناسب جگہ پر کنواں کھودنا کہ اس میں کسی کا گرنا یا ڈوبنا موہوم بات ہے۔ یہ ذریعہ جائز ہے۔

④ وہ کام بکثرت فساد کا ذریعہ بنتا ہو، حالانکہ اصل میں وہ کام جائز ومشروع ہو، جیسے نکاحِ حلالہ ومرضِ موت میں طلاق دینا۔ حنفیہ کے نزدیک یہ صورت قصد وارادہ پر موقوف ہے، اگر کسی حرام فعل کیلئے حیلہ کرنا مقصود ہو تو ناجائز ہے، وگرنہ جائز ہے اور مالکیہ کے نزدیک یہ ذریعہ وصورت بھی ناجائز ہی ہے۔

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... وَ اَمَّا الْعَامُ الَّذِیْ خُصَّ عَنْهُ الْبَعْضُ فَحُكْمُهٗ اَنَّهٗ یَجِبُ الْعَمَلُ بِهٖ فِی الْبَاقِیْ مَعَ الْاِحْتِمَالِ فَاِذَا قَامَ الدَّلِیْلُ عَلٰی تَخْصِیْصِ الْبَاقِیْ یَجُوْزُ تَخْصِیْصُهٗ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ وَالْقِیَاسِ اِلٰی اَنْ یَبْقَی الثَّلَاثُ وَبَعْدَ ذٰلِكَ لَایَجُوْزُ تَخْصِیْصُهٗ فَیَجِبُ الْعَمَلُ بِهٖ۔ (ص۱۴۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیے، عبارت کی واضح تشریح کیجئے اور یہ بتائیے کہ تین کے بعد تخصیص کیوں جائز نہیں ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) تین کے بعد تخصیص کے جائز نہ ہونے کی وجہ۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کی تشریح:۔ عام کی دو قسمیں ہیں ① عام غیر مخصوص منہ البعض ② عام مخصوص منہ البعض۔

اس عبارت میں مصنفؒ عام مخصوص منہ البعض کا حکم بیان کر رہے ہیں، تعریف کے ساتھ حکم ملاحظہ کریں۔

عام مخصوص منہ البعض وہ عام ہے جس کے حکم میں سے اسکے بعض افراد کو دلیلِ قطعی کے ذریعہ خاص کیا گیا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ باقی بچنے والے افراد میں تخصیص کے احتمال کے ساتھ اس عام پر عمل کرنا واجب ہے یعنی اس احتمال کے ساتھ کہ شاید باقی افراد بھی کسی دلیلِ خصوص کے تحت داخل ہو کر حکمِ عام سے خارج ہو جائیں تو اس احتمال کی بناء پر عام مخصوص منہ البعض باقی بچنے والے

افراد میں ظنی ہوجائے گا لہٰذا اب اگر کوئی دلیل شرعی مثلاً خبرِ واحد یا قیاس باقی افراد میں سے کسی فرد کی تخصیص پر قائم ہوجائے تو اس کو بھی عام کے حکم سے خاص کرلیا جائیگا اور بقیہ افراد پر عمل کرنا واجب ہوگا اور یہ تخصیص چلتی رہے گی یہاں تک کہ جب عام کے تحت صرف تین افراد باقی رہ جائینگے تو پھر ان میں تخصیص جائز نہ ہوگی بلکہ ان تین افراد کیلئے اس عام کے حکم پر قطعی طور پر عمل کرنا واجب ہوگا۔

③ تین کے بعد تخصیص کے جائز نہ ہونے کی وجہ:۔ اگر عام مخصوص منہ البعض میں تین افراد باقی رہ جانے کے بعد بھی تخصیص جائز ہوتو پھر عام عام نہیں رہے گا بلکہ خبرِ واحد یا قیاس کے ذریعہ اسکے عموم کا نسخ لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے لہٰذا عام مخصوص منہ البعض کے تحت تین افراد کے باقی رہ جانے کی صورت میں قطعی طور پر عمل کرنا واجب ہوگا اس میں مزید تخصیص جائز نہ ہوگی۔

الشق الثانی.....**فالظاهر اسم لكل كلام ظهر المراد به للسامع بنفس السماع من غير تأمّل، والنص ماسيق الكلام لاجله و مثاله فی قوله تعالى: احل الله البيع وحرم الربوا.**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت کی تشریح کر کے ظاہر و نص کا حکم بھی تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ ظاہر و نص کا حکم۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا.**

② عبارت کا ترجمہ:۔ ظاہر وہ کلام ہے جس کو سنتے ہی غور و فکر کے بغیر اس کی مراد سامع کو معلوم ہوجائے۔ اور نص وہ ہے جس کی وجہ سے کلام چلائی گئی ہو جیسے **احلّ الله البيع وحرّم الربوا** (اللہ تعالی نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے)

③ عبارت کی تشریح و ظاہر و نص کا حکم:۔ اس عبارت میں ظاہر و نص کی تعریف و مثال ذکر کی گئی ہے۔

ظاہر وہ کلام ہے جس کو سنتے ہی سامع کو اس کلام کا مطلب معلوم ہوجائے یعنی محض صیغہ سے کلام کی مراد سامع کے سامنے ظاہر ہوجائے اور سامع مراد کے سمجھنے میں طلب اور تامل کا محتاج نہ ہو بشرطیکہ سامع اہل زبان ہو اور اس کا حکم یہ ہے کہ متکلم کی کلام سے جو معنی ظاہر ہوتا ہے اس پر قطعی اور یقینی طور پر عمل کرنا واجب ہے۔

نص وہ کلام ہے جس میں ظاہر سے زیادہ وضاحت ہو مگر یہ وضاحت نفسِ صیغہ میں نہیں ہوتی بلکہ متکلم اس کلام کو اس معنی و مفہوم کیلئے لاتا ہے اور اسکا حکم یہ ہے کہ جو معنی نص سے واضح ہو اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے لیکن مجاز کے ضمن میں تاویل کا احتمال بھی باقی رہتا ہے۔

جیسے **جاء نی القوم** کہا جائے تو یہ کلام قوم کی آمد کو بیان کرنے کے سلسلے میں نص ہے کیونکہ کلام کو اسی مقصد کیلئے لایا گیا ہے اور جب **رأيت فلانا حين جاء نی القوم** کہا جائے تو یہ کلام فلاں کی رؤیت میں نص اور قوم کی آمد کے سلسلہ میں ظاہر ہے کیونکہ کلام اس مقصد کیلئے نہیں لائی گئی، پس اس کلام سے متکلم کا مقصود فلاں کی رؤیت کو بیان کرنا ہے، نہ کہ قوم کی آمد کو۔ (قوت الاخیار ج ا ص ۳۶۴)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل.....**حتّى للغاية كَإِلى، فاذا كان ما قبلها قابلا للامتداد و ما بعدها يصلح غاية له كانت الكلمة عاملة بحقيقتها مثاله ما قال محمدؒ اذا قال: عبدی حرٌّ إنْ لم اضربْكَ حتّى يشفع فلانٌ او حتّى تصيح او حتّى تشتكی بين يدی او حتّى يدخل الليل، كانت الكلمة عاملة بحقيقتها.**

عبارت کا ترجمہ و تشریح کریں۔ مصنفؒ نے مذکورہ مثالوں کی جو علت **لانّ الضرب بالتكرار يحتمل الامتداد و شفاعة فلان و امثالها تصلح غاية للضرب** بیان کی ہے اسکی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں: ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح ③ مذکورہ علت کی وضاحت

جواب..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ کلمۂ "حتّی" کلمۂ "الٰی" کی طرح غایت کیلئے آتا ہے۔ پس اگر اس کا ماقبل امتداد کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور اس کا مابعد اس امتداد کی غایت بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو کلمۂ حتّی اپنی حقیقت کے ساتھ عامل ہوگا۔ اسکی مثال وہ ہے جو امام محمدؒ نے ذکر کی ہے: کہ جب مولی نے کہا میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے نہ ماروں یہاں تک کہ فلاں سفارش

کرے، یا یہاں تک کہ تو چیخے وچلّائے یا یہاں تک کہ تو میرے سامنے شکایت کرے یا یہاں تک کہ رات داخل ہوجائے۔تو کلمۂ حتّی اپنی حقیقت کے ساتھ عامل ہوگا۔

② عبارت کی تشریح:۔اس عبارت میں حتّی کا معنی اور اسکو ذکر کرنے کا مقصد بیان کیا جارہا ہے۔چنانچہ فرمایا کہ کلمۂ "حتّی" کلمۂ "اِلٰی" کی طرح غایت یعنی کسی چیز کی انتہاء کو ذکر کرنے کیلئے آتا ہے۔البتہ اسکی دو شرطیں ہیں:①اس کا ماقبل امتداد کو قبول کرتا ہو یعنی اس سے پہلے ایسی چیز ہو جو حتّی کے مابعد تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتی ہو ②اس کا مابعد اس امتداد کی غایت بننے کی صلاحیت رکھتا ہو یعنی اسکے بعد ایسی چیز ہو جو حتّی کے ماقبل والی چیز کے حکم کو ختم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔جب یہ شرطیں پائی جائیں گی تو کلمۂ حتّی اپنے حقیقی معنی (غایت) میں عمل کرے گا۔اسکی مثال امام محمدؒ نے ذکر کی ہے کہ جب مولی نے کہا: **عبدی حرٌّ اِنْ لم اضربْكَ حتّی یشفع فلانٌ** (میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے نہ ماروں یہاں تک کہ فلاں سفارش کرے) یا کہا **عبدی حرٌّ اِنْ لم اضربْكَ حتّی تصیح** (میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے نہ ماروں یہاں تک کہ تو چیخے وچلّائے) یا کہا **عبدی حرٌّ اِنْ لم اضربْكَ حتّی تشتكي بين يدی** (میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے نہ ماروں یہاں تک کہ تو میرے سامنے شکایت کرے) یا کہا **عبدی حرٌّ اِنْ لم اضربْكَ حتّی يدخل الليل** (میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے نہ ماروں یہاں تک کہ رات داخل ہوجائے) ان تمام مثالوں میں کلمۂ حتّی اپنے حقیقی معنی یعنی غایت کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔

③ مذکورہ علت کی وضاحت:۔ مصنفؒ نے مذکورہ مثالوں کی علت اور وجہ یہ بیان کی کہ ان مثالوں میں حتّی کا ماقبل یعنی بار بار مارنا امتداد کا احتمال رکھتا ہے اور حتّی کا مابعد (یعنی فلاں کا سفارش کرنا، مضروب کا چیخنا وچلّانا، مضروب کا خلاصی کی درخواست کرنا یا رات کا داخل ہونا) یہ سب چیزیں ضرب کی غایت بننے کی صلاحیت رکھتی ہیں، اسلئے کہ عموماً لوگ ان چیزوں کی وجہ سے مار پیٹ سے رُک جاتے ہیں۔لہٰذا ان تمام مثالوں میں شرائط وعلت پائی جانے کی وجہ سے کلمۂ حتّی اپنے حقیقی معنی (غایت) میں عمل کررہا ہے۔

الشق الثانی.....**ولايتأتی علی هذا فصل تكرار العبادات فان ذلك لم يثبت بالأمر بل بتكرار اسبابها التی يثبت بها الوجوب والامر لطلب اداء ما وجب فی الذمة بسبب سابق لا لاثبات اصل الوجوب وهذا بمنزلة قول الرجل أدِّ ثمن البيع وأدّ نفقة الزوجة.** (ص ٦٧۔امدادیہ)

مذکورہ عبارت سوال مقدر کا جواب ہے، سوال اور جواب دونوں کو مکمل وضاحت کے ساتھ تحریر کیجئے۔

جواب.....مذکورہ جواب وسوالِ مقدر کی وضاحت:۔ جواب کی وضاحت سے قبل سوال کو ذہن نشین کرلیں۔سوال کی تقریر یہ ہے کہ آپ نے کہا کہ امر بالفعل تکرار کا تقاضا نہیں کرتا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ "**اقيموا الصلوٰة**" امر کی وجہ سے ایک نماز نہیں بلکہ روزانہ پانچ اور زندگی بھر میں ہزاروں نمازیں لازم وفرض ہیں اسی طرح "**آتوا الزكوٰة**" کی وجہ سے ایک مرتبہ نہیں بلکہ ہر سال زکوٰۃ فرض ہے، اسی طرح "**فمن شهد منكم الشهر فليصمه**" کی وجہ سے ایک سال نہیں بلکہ ہر سال رمضان کے روزے فرض ہیں۔الغرض امر بالفعل تکرار کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ اگر امر تکرار کا تقاضا نہ کرتا تو عبادات میں تکرار نہ ہوتا۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ امر کے تکرار کے بغیر عبادات کے تکرار کی وجہ امر کا تکرار کا تقاضا نہیں ہے بلکہ عبادات میں تکرار اسباب میں تکرار کی وجہ سے ہے کہ عبادات کا سبب مکرر پایا جارہا ہے کہ نماز کا سبب وقت، زکوٰۃ کا سبب نصاب اور روزہ کا سبب ماہِ رمضان میں تکرار ہے اسی وجہ سے عبادات میں تکرار ہے الغرض امر کی وجہ سے عبادات میں تکرار نہیں ہے بلکہ اسباب کے تکرار کی وجہ سے عبادات میں تکرار ہے۔

03153 03979 13 maktabazakariyamurad@gmail.com

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل.....**النهی نوعان : نهی عن الافعال الحسّيّة كالزنا وشرب الخمر و الكذب و الظلم ونهی عن التّصرفات الشّرعيّة كالنهی عن الصوم فی يوم النحر والصلوٰة فی الاوقات المكروهة وبيع الدرهم بالدرهمين و حكم النوع الاول ان يكون المنهی عنه هو عين ما ورد عليه النهی فيكون عينه قبيحا فلايكون مشروعا اصلًا .**

عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں۔نہی کی نوعِ ثانی کا حکم وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں:① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح ③ نہی کی نوعِ ثانی کا حکم۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ نہی کی دو اقسام ہیں: (پہلی قسم) افعالِ حسیہ سے نہی ہے جیسے زنا، شراب پینا، جھوٹ بولنا اور ظلم کرنا۔ (دوسری قسم) تصرفاتِ شرعیہ سے نہی ہے جیسے قربانی کے دن روزہ رکھنے سے نہی، اوقاتِ مکروہہ میں نماز پڑھنے سے نہی اور ایک درہم کی بیع دو درہم کے ساتھ کرنے سے نہی۔ پہلی قسم کا حکم یہ ہے کہ منہی عنہ اس چیز کا عین ہوگا جس پر نہی وارد ہوئی ہے، پس اس کا عین قبیح ہوگا اور وہ بالکل ہی مشروع نہ ہوگا۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں نہی کی اقسام ذکر کی گئی ہیں، چنانچہ فرمایا کہ نہی کی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم افعالِ حسیہ سے نہی ہے یعنی اُن افعال سے نہی جن کی ذات میں ہی قباحت ہو، جیسے زنا کرنا، شراب پینا، جھوٹ بولنا اور ظلم کرنا۔ دوسری قسم تصرفاتِ شرعیہ سے نہی ہے یعنی اُن افعال سے نہی جن کی ذات میں کوئی قباحت نہ ہو البتہ شریعت نے ان کاموں سے روک دیا ہو، جیسے قربانی کے دن روزہ رکھنا، اوقاتِ مکروہہ میں نماز پڑھنا اور ایک درہم کی بیع دو درہم کے ساتھ کرنا۔ بذاتہ روزہ رکھنے، نماز پڑھنے اور بیع کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے مگر خارجی عوارض کی وجہ سے شریعت نے ان کاموں سے بھی منع کر دیا کہ قربانی کے دن روزہ نہ رکھیں، اوقاتِ مکروہہ میں نماز نہ پڑھیں اور ایک درہم کی بیع دو درہم کے ساتھ نہ کریں۔

پہلی قسم یعنی افعالِ حسیہ سے نہی کا حکم یہ ہے کہ منہی عنہ اس چیز کا عین ہوگا جس پر نہی وارد ہوئی ہے، پس اس کا عین ہی قبیح ہوگا اسکو قبیح لعینہ کہتے ہیں۔ اور جو چیز قبیح لعینہ ہو وہ بالکل ہی مشروع نہیں ہوتی، نہ ذات کے اعتبار سے اور نہ وصف کے اعتبار سے۔ جیسے زنا، ظلم، جھوٹ اور شراب پینے کو شریعت کے حکم سے ہٹ کر لعینہٖ ولذاتہٖ قبیح و بُرا سمجھا جاتا ہے۔

③ نہی کی نوعِ ثانی کا حکم:۔ دوسری قسم یعنی افعالِ شرعیہ سے نہی کا حکم یہ ہے کہ منہی عنہ اس چیز کا غیر ہوگا جسکی طرف نہی منسوب ہے، گویا اس منہی عنہ کا عین قبیح نہ ہوگا بلکہ خارجی عوارض کی وجہ سے اس میں قبح پیدا ہوا ہے اسکو قبیح لغیرہٖ کہتے ہیں۔ اور جو چیز قبیح لغیرہٖ ہو وہ بذاتہٖ مشروع ہوتی ہے، مگر خارجی سبب کی وجہ سے اس سے منع کیا گیا ہوتا ہے ۔ جیسے قربانی کے دن روزہ رکھنا۔ روزہ رکھنا بذاتہٖ مشروع و مستحسن ہے مگر قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کی مہمانی سے اعراض کی وجہ سے اس سے منع کیا گیا ہے۔

نہی کی اس دوسری قسم یعنی قبیح لغیرہ کا مرتکب حرام لنفسہٖ کا مرتکب نہ ہوگا بلکہ حرام لغیرہ کا مرتکب ہوگا۔

البتہ اگر کوئی دلیل پائی جائے تو پھر امام شافعیؒ کے نزدیک بھی افعالِ شرعیّہ سے نہی لغیرہٖ پر محمول ہوگی۔

الشق الثانی ..... ''دلیل'' اور ''حکمِ شرعی'' کسے کہتے ہیں؟ ادلہ شرعیہ متفق علیہ اور مختلف فیہ کتنے ہیں اور کیا کیا ہیں؟ عرف سے کیا مراد ہے؟ نیز عرف کے معتبر ہونے کی شرائط اربعہ تحریر کریں۔ (ص ۵۱)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں ① دلیل و حکمِ شرعی کی تعریف ② ادلہ شرعیہ متفق علیہ و مختلف فیہ کی تعداد و نشاندہی ③ عرف کی مراد و معتبر ہونے کی شرائط اربعہ تحریر کریں۔

جواب ..... ① دلیل و حکمِ شرعی کی تعریف:۔ دلیل: اس کلام یا شیٔ کو کہتے ہیں جس میں صحیح غور و فکر کے ذریعہ کسی حکم کو پہچانا جائے جیسے "**اقیموا الصلوٰۃ**" اس کلام کے ذریعہ ہمیں نماز کی فرضیت کا حکم معلوم ہوا ہے تو یہ کلام فرضیتِ نماز کی دلیل ہے اسی طرح "**حرّم الربوا**" کے ذریعہ ہمیں سود کی حرمت کا حکم معلوم ہوا ہے تو یہ کلام حرمتِ سود کی دلیل ہے۔

حکمِ شرعی: وہ کلام و حکم ہے جسکے ذریعہ مکلّف کے افعال کی صفتِ شرعی یعنی فرض، واجب، سنت، مستحب اور حرام مکروہ و مباح ہونے کو بیان کیا جاتا ہے جیسے اوپر والی مثالوں میں سے پہلی مثال میں نماز کی فرضیت اور دوسری مثال میں سود کی حرمت حکمِ شرعی ہے۔

② ادلہ شرعیہ متفق علیہ و مختلف فیہ کی تعداد و نشاندہی:۔ ادلۂ شرعیہ متفق علیہ سے مراد وہ ادلہ شرعیہ ہیں جن کے حجت ہونے پر مجتہدین کا اتفاق ہو ان کی تعداد چار ہے ① کتاب اللہ ② سنتِ رسول اللہ ﷺ ③ اجماع ④ قیاس۔

ادلۂ شرعیہ مختلف فیہ سے مراد وہ ادلہ شرعیہ ہیں جن کے حجت ہونے اور نہ ہونے میں مجتہدین کا اختلاف ہو ان کی تعداد سات ہے ① استحسان ② مصالح مرسلہ ③ عرف ④ سدِ ذرائع ⑤ قولِ صحابی رضی اللہ عنہ ⑥ شرائع سابقہ ⑦ استصحاب۔

③ عرف کی مراد و معتبر ہونے کی شرائط:۔ کسی قول یا فعل کے متعلق عوام و عامۃ الناس کے طریقہ کو عرف کہتے ہیں۔ بہت سے احکام

اسی عرف کی وجہ سے معتبر قرار دیئے جاتے ہیں۔عرف کی ''عرفِ قولی وفعلی، عرفِ عام وخاص، عرفِ صحیح وفاسد'' متعدد اقسام ہیں۔

شرائط: عرف کے معتبر ہونے کی چار شرائط ہیں: ① عرف پر عمل کی وجہ سے کوئی نص معطل نہ ہوتی ہو، جیسے شراب نوشی نصوص کے صریح خلاف ہے، لہٰذا لوگوں کے عرف ورواج کی وجہ سے شراب نوشی جائز نہ ہوگی۔ ② عرف پر عمل کرنا صراحت کے خلاف نہ ہو، جیسے بعض اشیاء کی خریداری میں عرف ہے کہ سامان اٹھانے یا پہنچانے کے اخراجات بائع برداشت کرتا ہے، اب اگر معاملہ کے وقت بائع نے اسکے خلاف صراحت کردی تو یہ عرف معتبر نہ ہوگا، پس بائع پر ان اخراجات کی ذمہ داری نہیں ہوگی۔ ③ معاملہ کرتے وقت عرف موجود ہو، جیسے بعض اشیاء کی اقساط پر فروخت کا عرف ہے مگر جس وقت یہ معاملہ طے پایا اس وقت اس صورت کا عرف و رواج نہ تھا، بعد میں قسطوں پر قیمت کی ادائیگی کی صورت مروّج ہوئی تو اس معاملہ میں یہ بعد والا عرف (قسطوں میں ادائیگی) معتبر نہ ہوگا۔ ④ عرف ابھی تک جاری اور باقی ہو، عرف ختم نہ ہوگیا ہو۔

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱٤٤۰ھ

الشق الاوّل .....وَلَوْكَانَتِ الْحَقِيْقَةُ مُسْتَعْمَلَةً فَاِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا مَجَازٌ مُتَعَارِفٌ فَالْحَقِيْقَةُ اَوْلٰى بِلَا خِلَافٍ وَاِنْ كَانَ لَهَا مَجَازٌ مُتَعَارِفٌ فَالْحَقِيْقَةُ اَوْلٰى عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ وَعِنْدَهُمَا اَلْعَمَلُ بِعُمُوْمِ الْمَجَازِ اَوْلٰى۔ (ص ۲۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیے، مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے امام صاحب اور صاحبین رحمہم اللہ کے اختلاف کو مثال سے واضح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حاصل دو امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) مسئلہ مذکورہ کی تشریح مع الاختلاف۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ كمامرّ فی السوال آنفا۔

② مسئلہ مذکورہ کی تشریح مع الاختلاف:۔ اگر لفظ اپنے معنیٰ حقیقی میں مستعمل ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ اس کیلئے مجاز متعارف نہ ہو، ثانی یہ کہ اس کیلئے مجاز متعارف ہو پہلی صورت میں بالاتفاق حقیقت پر عمل کریں گے دوسری صورت میں امام صاحب اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے، امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اب بھی حقیقت پر عمل کرنا اولیٰ ہے کیونکہ خلیفہ کی طرف اس وقت رجوع کیا جاتا ہے جب اصل پر عمل کرنا بالکل ممکن ہی نہ ہو یہاں چونکہ اصل (حقیقت) پر عمل کرنا ممکن ہے اس لئے خلیفہ (مجاز) کی طرف رجوع نہیں کریں گے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ عموم مجاز پر عمل کرنا اولیٰ ہے کیونکہ کلام سے معنیٰ مقصود ہوتے ہیں اور معنیٰ مجازی اشمل اور عام ہونے کی وجہ سے راجح ہیں لہٰذا عموم مجاز پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

مثلاً کسی شخص نے قسم کھا کر کہا "واللّٰه لاآكل من هذه الحنطة" بخدا میں یہ گندم نہیں کھاؤں گا تو اگر اس نے اس گندم کی روٹی پکا کر کھائی تو امام صاحب کے نزدیک حانث نہ ہوگا اس لئے کہ حقیقت یعنی عین گندم کو بھون کر کھانا مستعمل ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ یہ قسم عموم مجاز کے طور پر اس چیز کی طرف راجع ہے جس کو گندم متضمن ہے لہٰذا گندم کھانا، آٹا کھانا اور روٹی کھانا ان تمام صورتوں میں وہ حانث ہوجائے گا۔

الشق الثانی .....وعلى هذا قلنا ان التيمم يفيد الطهارة لان قوله تعالٰى "ولٰكن يريد ليطهركم" صريح فی حصول الطهارة به وللشافعی فيه قولان احدهما انه طهارة ضرورية والآخر انه ليس بطهارة بل هو ساتر للحدث۔ (ص ۳۵۔امدادیہ)

وعلى هذا..... کے مشارالیہ کی تعیین کرتے ہوئے عبارت کا مطلب وضاحت کے ساتھ تحریر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) مشارالیہ کی تعیین (۲) عبارت کا مطلب۔

جواب ..... ① مشارالیہ کی تعیین:۔ ماقبل میں مصنفؒ نے صریح کا حکم بیان کیا کہ صریح ظاہر المراد ہوتا ہے اور یہ اپنے معنیٰ کے ثبوت کو واجب کرتا ہے اور اس کا معنیٰ ثابت ہوکر رہتا ہے۔ یہی حکم مشارالیہ ہے اور اب اسی حکم پر تفریع قائم کررہے ہیں۔

② عبارت کا مطلب:۔ اس تفریع کے سمجھنے سے قبل مسئلہ ذہن نشین کرلیں کہ احنافؒ کے نزدیک تیمّم طہارتِ مطلقہ ہے اور یہ طہارتِ کاملہ کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں وضو و تیمّم کو بیان کرنے کے بعد فرمایا "ولٰکن یرید لیطھرکم" کہ وضو و تیمّم سے ہمارا مقصود آپ کو مشقت میں ڈالنا نہیں بلکہ آپ کو پاک کرنا مقصود ہے، اس آیت میں "لیطھرکم" تیمّم کے ذریعہ حصولِ طہارت میں صریح ہے اور اس کی مراد بالکل ظاہر اور واضح ہے کہ تیمّم بھی وضو کی طرح طہارتِ کاملہ کا فائدہ دیتا ہے لہٰذا وضو کی طرح تیمّم کے ذریعہ بھی متیمم جتنی مرضی چاہے نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

امام شافعیؒ کے تیمّم کے متعلق دو قول ہیں ① تیمّم طہارتِ ضروریہ ہے ② تیمّم مزیلِ حدث نہیں بلکہ ساترِ حدث ہے۔

قولِ اوّل (تیمّم طہارتِ ضروریہ ہے) کی دلیل یہ ہے کہ مٹی بذاتہٖ مطہر نہیں ہے بلکہ شریعت نے ایک ضرورت (ادائیگیِ فرض) کی وجہ سے اس کو مطہر مان لیا ہے اس وجہ سے یہ طہارتِ ضروریہ ہے چونکہ ایک فرض کی ادائیگی کے بعد ضرورت باقی نہیں رہتی اس لئے تیمّم طہارت کے طور پر باقی نہ رہے گا اور اس تیمّم سے دوسرا فرض ادا کرنا درست نہ ہوگا۔

احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ تیمّم کا طہارتِ مطلقہ و کاملہ ہونا نصِ صریح سے ثابت ہو چکا ہے لہٰذا اس کے طہارتِ مطلقہ ہونے کے خلاف کہنا نصِ صریح کے خلاف کہنا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

امام شافعیؒ کے قولِ ثانی (تیمّم مزیلِ حدث نہیں بلکہ ساترِ حدث ہے) کی دلیل یہ ہے کہ جب متیمم دورانِ نماز پانی دیکھ لے تو اس کا تیمّم باطل ہو جاتا ہے اور اس کے لئے وضو کرنا ضروری ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ اس کا سابقہ حدث لوٹ آیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ سابقہ حدث زائل ہی نہیں ہوا تھا بلکہ مستور ہوا تھا اس لئے کہ جو چیز زائل ہو جائے وہ لوٹ کر نہیں آتی، اس سے معلوم ہوا کہ تیمّم مزیلِ حدث نہیں بلکہ ساترِ حدث ہے۔

احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ پانی دیکھنے سے ابطالِ تیمّم واستینافِ وضو کا حکم اس لئے نہیں ہے کہ تیمّم مزیلِ حدث نہیں ہے بلکہ یہ حکم اس بناء پر ہے کہ جس طرح ابتداءً جوازِ تیمّم کے لئے پانی پر قدرت نہ ہونا شرط ہے اسی طرح بقاءً بھی جوازِ تیمّم کے لئے یہ شرط ہے اور جب پانی مل گیا تو یہ شرط مفقود ہوگئی۔ پس یہاں شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے تیمّم باطل ہوا ہے نہ یہ کہ تیمّم مزیلِ حدث نہیں ہے۔ (خیر الحواشی)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل ..... وَباعْتِبَارِ مَعْنَى الظَّرْفِيَّةِ قُلْنَا اِذَا حَلَفَ عَلٰى فعلٍ وَاَضَافَهٗ اِلٰى زَمَانٍ اَوْ مَكَانٍ فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مِمَّا يَتِمُّ بِالْفَاعِلِ يَشْتَرِطُ كَوْنُ الْفَاعِلِ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ اَوِالْمَكَانِ وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ يَتَعَدّٰى اِلٰى مَحَلٍّ يَشْتَرِطُ كَوْنُ الْمَحَلِّ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ اَوِالْمَكَانِ، لِاَنَّ الْفِعْلَ اِنَّمَا يَتَحَقَّقُ بِاَثَرِهٖ وَاَثَرُهٗ فِي الْمَحَلِّ.

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، عبارت میں بیان کردہ ضابطہ کی مثال دے کر وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) ضابطہ کی وضاحت مع مثال۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور معنی ظرفیت کے اعتبار سے ہم نے کہا کہ جب حالف نے قسم کھائی کسی فعل پر اور اس فعل کو منسوب کیا زمان یا مکان کی طرف تو اگر فعل ایسا ہے جو پورا ہو جاتا ہے فاعل کے ساتھ تو شرط ہوگا اسی زمان یا مکان میں فاعل کا ہونا، اور اگر فعل متعدی ہو کسی محل کی طرف تو اس زمان یا مکان میں محل کا موجود ہونا شرط ہوگا اس لئے کہ فعل اپنے اثر کے ساتھ متحقق ہوتا ہے اور اسکا اثر محل میں ہے۔

③ ضابطہ کی وضاحت مع مثال:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے ایک ضابطہ کی طرف اشارہ کیا کہ حالف نے اگر کسی فعل پر حلف کیا (قسم اٹھائی) اور اس فعل کو کسی زمانہ یا جگہ کی طرف منسوب کیا تو دیکھا جائیگا کہ فعل لازمی ہے یا متعدی، یعنی فقط فاعل پر پورا ہوتا ہے یا فاعل کے علاوہ محل و مفعول کا بھی محتاج ہوتا ہے، اگر فعل لازمی ہے تو وہ جس زمانہ یا جگہ کی طرف منسوب ہے حانث ہونے کیلئے فاعل کا اس زمان یا مکان میں موجود ہونا شرط ہے جیسے " ان لم یُصَلِّ فی المسجد فعبدی حرٌ" تو بوقت ادائیگیِ صلوٰۃ فاعل

کے مسجد میں موجود ہونے سے وہ حانث ہوگا۔اور اگر فعل متعدی ہے تو حانث ہونے کیلئے مفعول کا اس زمان یا مکان میں موجود ہونا شرط ہے جیسے "ان قتلتك في المسجد فعبدي حر" تو اس صورت میں حانث ہونے کیلئے مفعول کا مسجد میں ہونا شرط ہے۔

الشق الثانی.....وَبِمِثْلِهٖ نَقُوْلُ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى : فَاقْرَءُوْا مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ فَاِنَّهٗ عَامٌ فِيْ جَمِيْعِ مَاتَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ وَمِنْ ضُرُوْرَتِهٖ عَدَمُ تَوَقُّفِ الْجَوَازِ عَلٰى قِرَاءَةِ الْفَاتِحَةِ وَجَاءَ فِي الْخَبَرِ اَنَّهٗ قَالَ ﷺ لَاصَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ . فَعَمِلْنَا بِهِمَا عَلٰى وَجْهٍ لَّايَتَغَيَّرُ بِهٖ حُكْمُ الْكِتَابِ بِاَنْ نَحْمِلَ الْخَبَرَ عَلٰى نَفْيِ الْكَمَالِ حَتّٰى يَكُوْنَ مُطْلَقُ الْقِرَاءَةِ فَرْضًا بِحُكْمِ الْكِتَابِ وَقِرَاءَةُ الْفَاتِحَةِ وَاجِبَةً بِحُكْمِ الْخَبَرِ۔(ص۱۲۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیے،عبارت کی مکمل تشریح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں(۱)عبارت پر اعراب(۲)عبارت کی تشریح۔

جواب.....❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنفؒ عام غیر مخصوص منہ البعض کی دوسری مثال ذکر کر رہے ہیں جس کے مقابلہ میں خبرِ واحد ہے مگر ان دونوں میں تطبیق بھی ممکن ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ احناف کے نزدیک نماز کے جواز کیلئے مطلق قرأت فرض ہے خواہ وہ سورت فاتحہ ہو یا کوئی دوسری سورت ہو یا کوئی بڑی آیت ہو، خاص سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نماز میں فرض نہیں ہے جبکہ شوافعؒ کے نزدیک نماز کے جواز کیلئے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے۔

امام شافعیؒ کی دلیل خبرِ واحد "لاصلوٰة الّا بفاتحة الكتاب" ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس میں "لا" نفیِ جواز اور نفیِ وجود کا ہے، اب حدیث کا معنی ہوگا کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے جواز کیلئے فرض ہے۔

احناف کی دلیل قرآن کریم کی آیت "فاقرأوا ماتيسر من القرآن" ہے اس میں "ما" کلمۂ عام ہے جو اپنے عموم کی وجہ سے قرآن کریم کی ہر اُس آیت سورۃ و حصے کو شامل ہے جس کا پڑھنا نمازی کے لئے آسان ہو، تو کتاب اللہ کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ خاص سورۃ فاتحہ کا پڑھنا نماز کے جواز کے لئے فرض نہ ہو، اب کتاب اللہ کے عام اور خبرِ واحد میں ٹکراؤ و تعارض ہو گیا، البتہ ان میں تطبیق ممکن ہے کہ ہم خبرِ واحد کے "لا" کو نفیِ جواز و نفیِ وجود پر محمول نہ کریں بلکہ اس کو نفیِ کمال پر محمول کریں جیسا کہ "لا ايمان لمن لا امانة له" میں "لا" نفیِ کمال کیلئے ہے، اب حدیث کا معنی یہ ہوگا کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ہو جاتی ہے مگر کامل نہیں ہوتی، اب کتاب اللہ کی وجہ سے مطلق قرأت فرض ہوئی اور خبرِ واحد کی وجہ سے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہوا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل.....قیاس کی تعریف و شرائط بیان کیجئے، قیاس کے ارکان کتنے ہیں؟۔ حجیتِ قیاس کے دلائل تحریر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں(۱) قیاس کی تعریف و شرائط (۲) قیاس کے ارکان کی وضاحت (۳) حجیتِ قیاس کے دلائل۔(ص۳۵)

جواب.....❶ قیاس کی تعریف و شرائط:۔ علت کے مشترک ہونے کی وجہ سے غیرِ منصوص واقعہ یعنی فرع میں منصوص صورت و واقعہ یعنی اصل کا حکم لگانا قیاس ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

قیاس کیلئے مجموعی طور پر آٹھ شرائط ہیں۔ان میں سے تین کا تعلق اصل سے ہے:① مقیس علیہ کا حکم اسکے ساتھ خاص نہ ہو ② مقیس علیہ کا حکم خلافِ قیاس نہ ہو ③ مقیس علیہ کا حکم زمانہ کے اعتبار سے مقیس سے پہلے آیا ہو۔

دو شرائط کا تعلق فرع کے ساتھ ہے:① مقیس کے متعلق کوئی نص یا اجماع موجود نہ ہو ② مقیس علیہ میں علت جس درجہ پائی جائے مقیس میں بھی اس سے زیادہ یا کم از کم اس درجہ پائی جاتی ہو۔

تین شرائط کا تعلق علت کے ساتھ ہے:① ایسا وصف ہو جو حکم کے مناسب ہو یعنی اس سے کسی شرعی مصلحت کی تکمیل ہوتی ہو یا کسی مضرت سے تحفظ ہوتا ہو ② وہ وصف ظاہر و محسوس ہو ④ وہ وصف منضبط و متعین ہو۔افراد و اشخاص اور احوال کے لحاظ سے بدلتا نہ ہو۔

❷ قیاس کے ارکان کی وضاحت:۔ قیاس کے کل چار ارکان ہوتے ہیں: اصل، فرع، حکم، علت۔

اصل: سے مراد وہ صورت ہے جو صراحتاً کتاب وسنت میں مذکور ہو یا اجماع سے ثابت ہو اس کو مقیس علیہ بھی کہتے ہیں۔

فرع: سے مراد وہ صورت وواقعہ ہے جو صراحتاً نصوص میں مذکور نہ ہو مگر اس میں منصوص صورت والا حکم لگایا جائے اس کو مقیس بھی کہتے ہیں۔

حکم: وہ اثر ہے جو نص میں مذکور ہو اور علتِ مشترکہ کی وجہ سے غیر منصوص واقعہ میں منتقل کیا جائے۔

علت: وہ وجہ ہے جس کی بناء پر اصل میں کوئی حکم لگایا جاتا ہے اور پھر اسکو فرع کی طرف متعدی کیا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن کریم نے انگوری شراب یعنی خمر کو حرام قرار دیا ہے اس پر قیاس کرتے ہوئے کھجور وغیرہ کی شراب بھی نشہ کی وجہ سے حرام قرار دی گئی ہے اس میں انگور کی شراب یعنی خمر مقیس علیہ واصل، کھجور کی شراب مقیس وفرع، حرام ہونا حکم اور نشہ آور ہونا علت ہے جو دونوں شرابوں میں موجود ہے۔

❸ حجیتِ قیاس کے دلائل:۔ قیاس کے حجت ہونے پر ائمہ اربعہؒ واکثر فقہاءؒ متفق ہیں، دلائل درج ذیل ہیں۔

① ارشادِ باری تعالیٰ ہے "**فاعتبروا یاولی الابصار**" اکثر علماء کے نزدیک اعتبار سے مراد قیاس ہے۔

② حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یمن روانہ ہوتے وقت کا مشہور واقعہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا کہ اگر کسی مسئلہ کو قرآن وسنت میں نہ پاؤ تو کیا کروگے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تھا "**اجتھد برأیی**" یہاں اجتہادِ رائے سے مراد قیاس ہے۔

③ قبیلہ بنو ہاشم کی ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ میرے والد کا انتقال ہوگیا ہے، ان پر حج فرض تھا کیا میں انکی طرف سے حج ادا کرسکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اُن پر قرض ہوتا تو کیا تو وہ ادا کرتی؟ اس نے کہا جی ہاں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر حج بھی ادا کرو، اس واقعہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو قرض کی ادائیگی پر قیاس کیا ہے۔

④ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافتِ کبریٰ کو نماز کی امامتِ صغریٰ پر قیاس کیا اور کہا کہ "**رضیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا افلا نرضاہ لدنیانا**"؟ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حجیتِ قیاس کے قائل تھے۔

الشق الثانی..... حکم کی تعریف کریں، حکم تکلیفی اور حکم وضعی کسے کہتے ہیں؟ حکم وضعی کی کیا کیا قسمیں ہیں؟ فرض اور واجب کی تعریف اور مثال ذکر کیجئے نیز دونوں کے درمیان فرق واضح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں: ① حکم کی تعریف ② حکم تکلیفی اور وضعی کی تعریف ③ حکم وضعی کی اقسام ④ فرض اور واجب کی تعریف اور مثال ⑤ فرض اور واجب میں فرق۔

جواب..... ❶ حکم کی تعریف:۔ حکم وہ ہے جس سے انسان کے اعمال کا وہ وصف متعین ہو جس کو شریعت نے بیان کیا ہے مثلاً کسی عمل کو فرض، واجب یا حرام ومکروہ قرار دینا۔

❷ حکم تکلیفی اور وضعی کی تعریف:۔ حکم تکلیفی وہ حکم ہے جس میں کسی فعل کا مطالبہ یا فعل سے ممانعت یا اُس فعل کے کرنے اور چھوڑنے کا اختیار پایا جاتا ہو۔

حکم وضعی وہ حکم ہے جس میں ایک شیئ کا دوسری شیئ سے ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے تعلق ہو۔

❸ حکم وضعی کی اقسام:۔ حکم وضعی میں ایک شیئ کے دوسری شیئ سے تعلق کے اعتبار سے پانچ قسمیں ہیں: ① علت ② مسبب ③ شرط ④ علامت ⑤ مانع۔

❹ فرض اور واجب کی تعریف اور مثال:۔ فرض وہ حکم ہے جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہو اور اُسکا کرنا ضروری ہو جیسے نماز میں قرأت کرنا۔ اس پر عمل ضروری ہوتا ہے اور عمل پر ثواب، چھوڑنے پر گناہ ہوتا ہے اور مناسب تاویل کے بغیر اس کا انکار کفر ہے۔

واجب وہ حکم ہے جو دلیلِ ظنی سے ثابت ہو اور اس کا کرنا بھی ضروری ہو جیسے نماز میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت۔ اس پر بھی عمل ضروری ہے اور عمل پر ثواب، چھوڑنے پر گناہ ہے مگر اس کا انکار کفر نہیں ہے۔

❺ فرض اور واجب میں فرق:۔ فرض اور واجب کی مذکورہ تعریف سے دو فرق معلوم ہوئے۔

① فرض کا ثبوت دلیلِ قطعی سے ہوتا ہے جبکہ واجب کا ثبوت دلیلِ ظنی سے ہوتا ہے۔
② مناسب تاویل کے بغیر فرض کا انکار کفر ہے جبکہ واجب کا انکار کفر نہیں ہے۔

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل ..... وَلِهٰذَا اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰى اَنَّ لَفْظَ الْقُرُوْءِ الْمَذْكُوْرِ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى مَحْمُوْلٌ اِمَّا عَلَى الْحَيْضِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُنَا اَوْ عَلَى الطُّهْرِ كَمَا هُوَ مَذْهَبُ الشَّافِعِیِّ وَقَالَ مُحَمَّدٌ اِذَا اَوْصٰى لِمَوَالِیْ بَنِیْ فُلَانٍ وَلِبَنِیْ فُلَانٍ مَوَالٍ مِنْ اَعْلٰى وَمَوَالٍ مِنْ اَسْفَلَ فَمَاتَ بَطَلَتِ الْوَصِيَّةُ فِیْ حَقِّ الْفَرِيْقَيْنِ لِاسْتِحَالَةِ الْجَمْعِ بَيْنَهُمَا وَعَدَمِ الرُّجْحَانِ۔ (ص۲۱۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر مطلب بیان کیجئے اور یہ بتایئے کہ "موال من اعلٰی" اور "موال من اسفل" سے کیا مراد ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا مطلب (۳) "موالٍ من اعلٰی و موال من اسفل" کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں مصنفؒ احناف کے نزدیک عمومِ مشترک کے جائز نہ ہونے کی دو تائیدیں پیش کر رہے ہیں۔

پہلی تائید کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مابعد کے دور میں اس بات پر اختلاف تھا کہ آیتِ عدت میں قروء سے مراد حیض ہے یا طہر ہے۔ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس سے مراد حیض ہے جبکہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک اس سے مراد طہر ہے جس نے ایک معنی مراد لیا اس نے دوسرا معنی مراد نہیں لیا اور جس نے دوسرا معنی مراد لیا اس نے پہلا معنی مراد نہیں لیا۔

اس اختلاف سے معلوم ہوا کہ دونوں معنی مراد لینا ان کے اجماع کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ گویا اس بات پر اجماع منعقد ہو گیا کہ لفظِ مشترک دو معانی کیلئے مستعمل نہیں ہوگا اگر یہ استعمال جائز ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوسرا معنی بھی نہ چھوڑتے، ان کا دوسرا معنی چھوڑ دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عمومِ مشترک جائز نہیں ہے۔ دوسری تائید کا حاصل یہ ہے کہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی قبیلہ کے موالی کیلئے وصیت کرے اور کہے کہ میرے مرنے کے بعد مثلاً میرا چوتھائی مال فلاں قبیلہ کے موالی کو دے دینا اور اس قبیلہ کے موالی اعلیٰ و اسفل دونوں ہیں اب اگر مُوصی تعیین کے بغیر مر جائے تو یہ وصیت باطل ہو جائے گی اسلئے کہ اگر دونوں موالی مراد لیں تو عمومِ مشترک کی خرابی لازم آئے گی اور کسی ایک کو مراد لینا ترجیح بلا مرجح ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔

③ "موالٍ من اعلٰی و موالٍ من اسفل" کی مراد:۔ "موالٍ من اعلٰی" سے مراد معتق یعنی آقا ہیں اور "موالٍ من اسفل" سے مراد معتَق یعنی غلام ہیں۔

الشق الثانی ..... خبرِ متواتر، مشہور اور خبرِ واحد کی تعریف، حکم اور مثال تحریر کیجئے۔

جواب ..... خبرِ متواتر، خبرِ مشہور اور خبرِ واحد کی تعریف و حکم مع مثال:۔ راویوں کی تعداد کے اعتبار سے حدیث کی تین اقسام ہیں:

خبرِ متواتر: "المتواتر مانقله جماعة عن جماعة لایتصور توافقهم علی الکذب لکثرتهم واتصل بك هٰكذا" کہ خبرِ متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جس کو ہر زمانہ میں اتنی بڑی جماعت اتنی بڑی جماعت سے نقل کرے کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا کثرت کی وجہ سے محال ہو اور پھر یہ حدیث اسی طریق سے اے مخاطب تجھ تک پہنچے۔ گویا حدیثِ متواتر کی دو شرطیں ہیں (۱) راوی اِس قدر کثیر ہوں کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو (۲) اتنی بڑی جماعت ہر زمانہ میں نقل کرے۔

اس کی مثال قرآن مجید کا نقل کرنا، پانچوں فرض نمازوں کی تعدادِ رکعات کا نقل کرنا، مقادیرِ زکوٰۃ کا نقل کرنا۔

(نوٹ) یہ سب نفسِ متواتر کی مثالیں ہیں، خبرِ متواتر کے وجود میں اختلاف ہے، بعض نے "انما اعمال بالنیات" بعض نے "البینة علی المدعی والیمین علی من انکر" اور بعض نے "من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار"

کواس کی مثال قرار دیا ہے۔(خیر الحواشی)

حدیثِ متواتر علمِ قطعی ویقین کا فائدہ دیتی ہے لہٰذا اس سے ثابت شدہ حکم کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے اور اسکا انکار کفر ہے۔

خبرِ مشہور: "**المشهور ما كان اوله كالآحاد ثم اشتهر فى العصر الثانى والثالث تلقته الا مة بالقبول فصار كالمتواتر حتى اتصل بك**" کہ خبرِ مشہور وہ حدیث ہے جو دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تو خبرِ واحد کی طرح ہو یعنی اس کا راوی ایک ہو مگر تابعین وتبع تابعین کے زمانہ میں وہ اتنی مشہور ہوگئی ہو کہ امت نے اسے قبولِ عام کے ساتھ حاصل کیا ہو اور دورِ ثانی و ثالث میں وہ خبرِ متواتر کی طرح ہوگئی ہو یعنی اسکے راوی اس قدر کثیر ہوگئے ہوں کہ انکا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔

حدیثِ مشہور کی مثال مسح علی الخفین والی حدیث ہے نیز وہ حدیث جس میں زانی محصن کو رجم کرنے کا ذکر ہے۔

حدیثِ مشہور علمِ طمانینت (وہ علم جو یقین سے کم اور ظنِ غالب سے زائد ہو) کا فائدہ دیتی ہے۔اس سے ثابت شدہ حکم کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا فرض ہے لیکن اس کا منکر کافر نہیں کیونکہ اس کے راوی دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کم ہوتے ہیں البتہ اس کا منکر بدعتی ہے کیونکہ دورِ تابعین وتبع تابعین میں اس حدیث کے مشہور ہونے کی وجہ سے اس کا انکار کرنا گویا خیر القرون کے سب راویوں کو جھوٹا قرار دینا ہے جو کہ بدعت ہے۔

خبرِ واحد: "**خبر الواحد ما نقله واحد عن واحد او واحد عن جماعة او جماعة عن واحد ولا عبرة للعدد اذا لم تبلغ حد المشهور**" کہ خبرِ واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک راوی ایک سے یا ایک راوی جماعت سے، یا ایک جماعت ایک راوی سے نقل کرے بشرطیکہ اس جماعت کی تعداد حدِ شہرت کو نہ پہنچی ہو اور اس میں کثرتِ عدد کا اعتبار نہیں ہوگا یعنی روایت کرنے والے کثیر ہوں مگر حدِ مشہور کو نہ پہنچے تو وہ خبرِ واحد ہی ہے۔

خبرِ واحد جمہور مجتہدین کے نزدیک احکامِ شرعیہ میں عمل کو واجب کرتی ہے بشرطیکہ پانچ شرائط موجود ہوں ① ہر راوی مسلمان ہو ② ہر راوی عادل ہو ③ راوی قوی الحفظ ہو یعنی غور سے سُن کر اچھی طرح یاد رکھے اور پھر آگے نقل کرے ④ راوی عاقل ہو ⑤ اے مخاطب تجھ تک متصل ہو کر پہنچے یعنی منقطع نہ ہو۔

خبرِ واحد خبرِ متواتر کی طرح نہ علمِ یقینی کا فائدہ دیتی ہے اور نہ خبرِ مشہور کی طرح علمِ طمانینت کا فائدہ دیتی ہے بلکہ یہ صرف لزومِ عمل میں خبرِ متواتر کی طرح ہے، اور یہ صرف عقیدۂ ظنیہ کو ثابت کرتی ہے۔(خیر الحواشی)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل.....**خبر الواحد حجة فى اربعة مواضع :خالص حق الله تعالىٰ ماليس بعقوبة وخالص حق العبد مافيه الزام محض وخالص حقه ما ليس فيه الزام وخالص حقه مافيه الزام من وجه .**

مذکورہ عبارت کی ایسی تشریح کیجیے کہ مواضعِ اربعہ کی وضاحت ہو جائے۔(ص ۱۴۸۔امدادیہ)

جواب.....عبارت کی تشریح:۔اس عبارت میں ان چار مقامات کو ذکر کیا گیا ہے جن میں خبرِ واحد حجت ہے۔

① اللہ تعالیٰ کا ایسا حق جس کا تعلق عقوبت (حدود وقصاص) سے نہ ہو مثلاً نماز، روزہ وغیرہ، خبرِ واحد سے عقوبت کا ثبوت اس لئے نہیں ہوتا کہ اس میں عدمِ ثبوت کا شبہ وانقطاع کا احتمال ہوتا ہے اور عقوبات یعنی سزائیں معمولی شبہ سے بھی زائل ہو جاتی ہیں اور خالص حقوق اللہ میں خبرِ واحد کے حجت ہونے کی دلیل یہ واقعہ ہے جس میں ایک اعرابی صحابیؓ کی چاند دیکھنے کی گواہی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔② بندوں کا خالص وہ حق جس میں غیر پر کسی چیز کو لازم کرنا ہو مثلاً عمومی منازعات وجھگڑے، اس میں بھی خبرِ واحد حجت ہے جبکہ اس میں دو شرطیں پائی جائیں (۱) عدد یعنی وہ گواہ دو مرد یا ایک مرد او ردو عورتیں ہوں (۲) عدالت یعنی وہ گواہ عادل بھی ہوں۔③ بندوں کا وہ خالص حق جس میں غیر پر بالکل کوئی الزام نہ ہو مثلاً عمومی معاملات، ان میں خبرِ واحد بغیر کسی شرط کے مقبول وحجت ہے اس میں نہ عدد شرط ہے اور نہ عدالت شرط ہے۔لہٰذا مسلمان وکافر، عادل وفاسق، آزاد وغلام سب کی خبر حجت ہے مثلاً کسی آدمی نے خبر دی کہ زید نے تجھے اپنا وکیلِ بیع بنایا ہے تو یہ خبر حجت ہے، پس اس میں آدمی کو

زید کی طرف سے بیع کی اجازت ہوگی اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ عادل وفاسق سب کا ہدیہ قبول کرتے تھے۔ ④ بندوں کا وہ حق جس میں من وجہ غیر پر الزام ہو اور من وجہ الزام نہ ہو مثلاً وکالت سے معزول کرنا یا غلام کو کام کرنے سے روکنا، اس میں عدد یا عدالت میں سے ایک شرط کا پایا جانا ضروری ہے، تب خبرِ واحد حجت ہوگی۔ الغرض ان چار مقامات میں خبرِ واحد حجت ہے۔

الشق الثانی..... وَعَلٰی هٰذَا نَقُوْلُ يَنْعَقِدُ النِّكَاحُ بِلَفْظِ الْهِبَةِ وَالتَّمْلِيْكِ وَالْبَيْعِ ، لِاَنَّ الْهِبَةَ بِحَقِيْقَتِهَا تُوْجِبُ مِلْكَ الرَّقَبَةِ وَمِلْكُ الرَّقَبَةِ يُوْجِبُ مِلْكَ الْمُتْعَةِ فِی الْاِمَاءِ، فَكَانَتِ الْهِبَةُ سَبَبًا مَحْضًا لِثُبُوْتِ مِلْكِ الْمُتْعَةِ، فَجَازَ اَنْ يُسْتَعَارَ عَنِ النِّكَاحِ وَكَذٰلِكَ لَفْظُ التَّمْلِيْكِ وَالْبَيْعِ وَلَا يَنْعَكِسُ حَتّٰی لَايَنْعَقِدَ الْبَيْعُ وَالْهِبَةُ بِلَفْظِ النِّكَاحِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے، عبارت کی تشریح کیجئے اور بتائیے کہ مذکورہ مسئلہ کس اصل پر متفرع ہے۔ (ص ۳۳۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) متفرع علیہ اصل کی نشاندہی۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور اسی اصل پر ہم کہتے ہیں کہ نکاح لفظِ ہبہ، تملیک اور بیع سے منعقد ہو جائے گا کیونکہ ہبہ اپنے معنی حقیقی کے اعتبار سے ملکِ رقبہ کو ثابت کرتا ہے اور ملکِ رقبہ باندیوں میں ملکِ متعہ کو ثابت کرتی ہے پس ہبہ ثبوتِ ملک متعہ کے لئے سببِ محض ہوگا پس ہبہ کو نکاح سے مستعار لینا جائز ہوگا اسی طرح لفظِ تملیک اور بیع اور اس کا برعکس نہیں ہوگا یہاں تک کہ بیع اور ہبہ لفظِ نکاح سے منعقد نہیں ہوں گے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ مذکورہ اصول (سبب کا استعارہ مسبب اور حکم کیلئے جائز ہے یعنی سبب بول کر مسبب مراد لینا جائز ہے) کی بناء پر ہم کہتے ہیں کہ نکاح لفظِ ہبہ، لفظِ تملیک اور لفظِ بیع کے ساتھ منعقد کرنا جائز ہے چنانچہ اگر کسی عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں کسی مرد سے کہا **وهبت نفسی لك** اور مرد نے **قبلت** کہا تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر عورت نے کہا **ملكت نفسی لك** یا **بعت نفسی لك** اور مرد نے **قبلت** کہا تو نکاح ہو جائے گا اس لئے کہ ہبہ اپنے معنی موضوع لہٗ اور حقیقت کے اعتبار سے موہوب لہٗ کے لئے شئ موہوب میں ملکِ رقبہ کو ثابت کرتا ہے اور ملکِ رقبہ باندیوں میں ملکِ متعہ کو ثابت کرتی ہے پس لفظِ ہبہ چونکہ نہ تو ملکِ متعہ کیلئے موضوع ہے اور نہ ہی ملکِ متعہ اس کی طرف وجوداً اور وجوباً منسوب ہے بلکہ لفظِ ہبہ اس کی طرف مفضی ہے یعنی لفظِ ہبہ سے ملکِ متعہ کا ثبوت ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی ہو سکتا۔ چنانچہ اگر باندی ہبہ کی گئی تو موہوب لہٗ کیلئے ملکِ متعہ ثابت ہوگی اور اگر غلام ہبہ کیا گیا تو ملکِ متعہ ثابت نہیں ہوگی اگرچہ ملکِ رقبہ دونوں صورتوں میں ثابت ہے۔ لہٰذا ملکِ متعہ کے ثبوت کیلئے سببِ محض ہوگا اور ملکِ متعہ کا ثبوت جس کیلئے لفظِ نکاح موضوع ہے مسبب ہوگا اور سبب کا استعارہ مسبب کیلئے یعنی سبب بول کر مسبب مراد لینا چونکہ جائز ہے اس لئے لفظِ ہبہ بول کر نکاح مراد لینا جائز ہوگا۔ اسی طرح لفظِ تملیک اور لفظِ بیع نکاح کیلئے سببِ محض ہیں لہٰذا تملیک اور بیع بول کر نکاح مراد لینا بھی درست ہوگا اور چونکہ اس کا برعکس یعنی مسبب بول کر سبب مراد لینا جائز نہیں ہے اس لئے لفظ نکاح بول کر بیع اور ہبہ مراد لینا جائز نہ ہوگا چنانچہ لفظِ نکاح سے نہ بیع منعقد ہوگی اور نہ ہبہ منعقد ہوگا۔ (اجمل الحواشی)

④ متفرع علیہ اصل کی نشاندہی:۔ عبارت کی تشریح سے معلوم ہوا کہ مذکورہ مسئلہ ''سبب کا استعارہ مسبب اور حکم کے لئے جائز ہے یعنی سبب بول کر مسبب مراد لینا جائز ہے'' پر متفرع ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل..... حجیتِ اجماع کی دلیل ذکر کیجیے ''سندِ اجماع'' کسے کہتے ہیں سندِ اجماع کیا کیا ہے مثالوں کے ساتھ تحریر کیجیے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں۔ (۱) حجیتِ اجماع کی دلیل (۲) سندِ اجماع کی وضاحت (۳) سندِ اجماع کی نشاندہی مع امثلہ۔ (ص ۳۲۔ حقانیہ)

جواب..... ① حجیتِ اجماع کی دلیل:۔ ① اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدٰی**

ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولّٰی ونصله جهنم و ساء ت مصیرًا ۔اس سے معلوم ہوا کہ اجماع سبیل المؤمنین ہے اور اس سے انحراف اُس کے غیر کی اتباع ہے جس پر وعید ذکر کی گئی ہے۔ ② آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "**ان امتی لن تجتمع علی ضلالة**" (میری امت ضلالت وگمراہی پر جمع نہیں ہوسکتی)۔ اس مضمون کی متعدد روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امت غیر درست بات پر جمع نہیں ہوسکتی جب امت درست بات پر ہی جمع ہوگی تو معلوم ہوا کہ اجماع حجت ہے۔

② سندِ اجماع کی وضاحت:۔ اجماع ہمیشہ کسی دلیلِ شرعی پر مبنی ہوتا ہے اُسی دلیلِ شرعی کو ہی سندِ اجماع کہتے ہیں جس پر اجماع کی بنیاد ہوتی ہے۔

③ سندِ اجماع کی نشاندہی مع امثلہ:۔ سندِ اجماع چار ہیں: ① کتاب اللہ یعنی ایسا اجماع جس کی سند قرآن ہو اس کی مثال "**جدہ**" سے نکاح کی حرمت پر اجماع ہے۔اس کی بنیاد **حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ** ہے کہ اس میں جدات ہی امہات کی اصل ہیں۔ ② سنتِ رسول اللہ ﷺ یعنی ایسا اجماع جس کی سند حدیث ہو اس کی مثال کسی بھی طرح کی دو محرم عورتوں کو اپنے نکاح میں جمع کی ممانعت ہے۔ اس کی بنیاد یہ حدیث ہے **لاتنکح المرأة علی بنت اختها ولا تنکح المرأة علی عمتها ولا تنکح المرأة علی خالتها و لاتنکح المرأة علی ابنة اخیها**۔ ③ قیاس یعنی ایسا اجماع جس کی سند قیاس ہو اس کی مثال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامتِ کبریٰ کو امامتِ صغریٰ پر قیاس کرتے ہوئے اُن کی خلافتِ بلافصل پر متفق ہونا ہے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حدِ خمر کو حدِ قذف پر قیاس کرتے ہوئے اُس کی سزا اسّی کوڑے مقرر کرنا ہے۔ ④ مصلحت یعنی ایسا اجماع جس کی سند مصلحت ہو اس کی مثال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جمع قرآن پر اجماع واتفاق ہے یعنی وقتی مصلحت کی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جمعِ قرآن پر اجماع کیا۔

الشق الثانی ..... حکم تکلیفی کی کتنی قسمیں ہیں؟ تعریف کریں۔لفظ کی معنی پر دلالت کے اعتبار سے کتنی قسمیں ہیں؟ وضاحت سے لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں ① حکم تکلیفی کی اقسام ② معنی پر دلالت کے اعتبار سے لفظ کی اقسام۔

جواب ..... ① حکم تکلیفی کی اقسام:۔ حکمِ تکلیفی کی سات اقسام ہیں ① فرض: وہ حکم جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہو اور اُسکا کرنا ضروری ہو جیسے نماز میں قرأت کرنا۔اس پر عمل ضروری ہوتا ہے اور عمل پر ثواب، چھوڑنے پر گناہ ہوتا ہے اور مناسب تاویل کے بغیر اس کا انکار کفر ہے۔ ② واجب: وہ حکم جو دلیلِ ظنی سے ثابت ہو اور اس کا کرنا بھی ضروری ہو جیسے نماز میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت۔اس پر بھی عمل ضروری ہے اور عمل پر ثواب، چھوڑنے پر گناہ ہے مگر اس کا انکار کفر نہیں ہے۔ ③ مندوب: وہ فعل یا حکم جس کا کرنا مطلوب ہو لیکن ضروری نہ ہو اور اسکے ترک پر مذمت بھی نہ کی گئی ہو۔مندوب کی تین قسمیں ہیں: سنت مؤکدہ، سنت غیر مؤکدہ، مستحب۔ ④ حرام: وہ فعل یا حکم جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہو اور اُسکا نہ کرنا ضروری ہو جیسے زنا، چوری، سود۔اس کو ترک کرنا ضروری ہے اور قدرت کے باوجود ترک پر ثواب ہے، اضطراری کیفیت کے بغیر ارتکاب پر گناہ ہے اور مناسب تاویل کے بغیر اس کا انکار کفر ہے۔حرام کی دو قسمیں ہیں: حرام لعینہ، حرام لغیرہ۔ ⑤ مکروہ تحریمی: وہ فعل یا حکم جس کا نہ کرنا ضروری ہو مگر وہ دلیلِ قطعی ویقینی سے ثابت نہ ہو بلکہ دلیلِ ظنی سے ثابت ہو جیسے قبلہ کی طرف منہ کرکے پیشاب کرنا۔اس کو ترک کرنا واجب ہے اور قدرت کے باوجود ترک پر ثواب ہے، اضطراری کیفیت کے بغیر ارتکاب پر گناہ ہے اور اس کا انکار گمراہی تو ہے مگر کفر نہیں ہے۔ ⑥ مکروہ تنزیہی: وہ فعل یا حکم جس کے نہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو اور اُس کا ترک ضروری ولازم نہ ہو جیسے کھڑے ہوکر پیشاب کرنا۔اس کو ترک کرنے پر ثواب ہے، اس کا ارتکاب ملامت وعتاب کا باعث ہے۔ ⑦ مباح: وہ فعل یا حکم جس کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار بندے کو دیا گیا ہو جیسے کھانا پینا۔اس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے البتہ نیت پر ثواب وعذاب مرتب ہوگا، جیسے کھانا اس نیت سے کھانا کہ اس سے حاصل ہونے والی طاقت عبادات میں صرف کروں گا یہ ثواب کا باعث ہے اور اس نیت سے کھانا کہ اس سے حاصل ہونے والی طاقت سے لوگوں پر ظلم کروں گا یہ عذاب کا باعث ہے۔

② معنیٰ پر دلالت کے اعتبار سے لفظ کی اقسام:۔ لفظ کی اپنے معنی پر دلالت کے اعتبار سے چار قسمیں ہیں: ① عبارۃ النص: لفظ جس معنی کو بتلانے کے لیے لایا گیا ہو وہ عبارۃ النص ہے۔ ② اشارۃ النص: جو معنی لفظ سے معلوم ہو لیکن کلام اس کیلئے لایا نہ گیا ہو وہ اشارۃ النص ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (**و علی المولود له رزقهن و کسوتهن بالمعروف**) اس آیت کا مقصد یہ ہے

0313 0357713 maktabazahariahtan@gmail.com

کہ دودھ پلانے کی اجرت باپ پر واجب ہوگی، لیکن باپ کو مولود لہ کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ ہوگا کہ بچوں کا نسب باپ سے ثابت ہوگا ماں سے نہیں۔ پس باپ پر اجرتِ رضاعت کا وجوب اس آیت کا عبارۃ النص ہے اور بچوں کا باپ کی طرف منسوب ہونا اس آیت کا اشارۃ النص ہے۔ ③ دلالۃ النص: وہ حکم ہے جو نص میں مذکور نہ ہو، مگر وہ اس سے بلا غور وفکر سمجھ میں آجائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (فلا تقل لهما اف) اس آیت میں والدین کو اُف کہنے سے منع کیا گیا ہے لیکن گالی دینے کا کوئی ذکر نہیں، مگر ہر شخص اس بات سے سمجھ سکتا ہے کہ والدین کو گالی دینا بھی ناجائز ہے، یہ اس آیت کا دلالۃ النص ہے۔ ④ اقتضاء النص: نص میں ایسی زیادتی کو کہتے ہیں جس کے بغیر کلام درست نہ ہو سکے، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (حرمت عليكم الميتة و الدم) اس آیت میں "المیتۃ" سے پہلے "اکل" کا لفظ مقدر ماننا پڑے گا، یعنی ان چیزوں کا کھانا تم پر حرام ہے۔

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل.....فصل فی المطلق والمقید: ذهب اصحابنا الی ان المطلق من كتاب الله تعالیٰ اذا امكن العمل باطلاقه فالزيادة عليه بخبر الواحد والقياس لا يجوز مثاله فی قوله تعالیٰ (فاغسلوا وجوهكم) فالمامور به هو الغسل على الاطلاق فلايزاد عليه شرط النية والترتيب والموالاة والتسمية بالخبر. (ص۱۵۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں۔ مطلق ومقید کی تعریف ومثال ذکر کریں۔ مطلق ومقید کا حکم بیان کریں، مطلق وعام میں فرق واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مطلق ومقید کی تعریف مع امثلہ (۳) مطلق و مقید کا حکم (۴) مطلق وعام میں فرق۔

جواب..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ ہمارے اصحاب اس بات کی طرف گئے ہیں کہ کتاب اللہ کے مطلق کو مطلق رکھ کر ہی اس پر عمل کرنا ممکن ہو تو خبر واحد وقیاس کے ذریعہ اس پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے، اسکی مثال اللہ تعالیٰ کا قول (فاغسلوا وجوهكم) ہے اس میں مطلق غسل کا حکم دیا گیا ہے پس خبر کی وجہ سے اس پر نیت، ترتیب، موالات اور تسمیہ کی شرط نہیں لگائی جائے گی۔

② مطلق ومقید کی تعریف مع امثلہ:۔ مطلق: كل لفظ يدل على الذات من غير ان يلاحظ فيه الوصف یعنی مطلق ہر وہ لفظ ہے جو اس ذات پر دلالت کرے جس میں کسی وصف کا لحاظ نہ ہو جیسے آیتِ وضوء میں لفظِ غسل سے مطلق دھونا مراد ہے یعنی یہ فرض ہے۔

مقید: كل لفظ يدل على الذات مع ملاحظة الوصف فيه یعنی مقید وہ لفظ ہے جو ایسی ذات پر دال ہو جس میں کسی وصف کا لحاظ ہو جیسے کفارۂ ظہار ویمین میں رقبہ کو کفارۂ قتل پر قیاس کرتے ہوئے مؤمنہ کی قید سے مقید کرنا۔

③ مطلق ومقید کا حکم:۔ مطلق کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو مطلق رکھ کر ہی اس پر عمل کرنا ممکن ہو تو اس پر عمل کرنا واجب ہے اور اسکے معارض خبرِ واحد اور قیاس کو چھوڑ دیں گے، مطلق کو مقید نہیں کریں گے، اور اگر مطلق کو مطلق رکھ کر اس کے مقابل خبرِ واحد اور قیاس پر بھی عمل کرنا ممکن ہو تو دونوں پر عمل کریں گے۔ مقید کا حکم یہ ہے کہ اس کو تقیید پر جاری کرتے ہوئے عمل کرنا واجب ہے۔

④ مطلق وعام میں فرق:۔ حنفیہ کے نزدیک مطلق خاص میں داخل ہے لہٰذا وہ خاص کی طرح قطعی ہے اس لئے اس کو قیاس اور خبرِ واحد کے ساتھ مقید کرنا جائز نہیں کیونکہ مطلق کو مقید کرنا اس کے اطلاق کو منسوخ کرنا ہے اور نسخ کے لئے ناسخ ومنسوخ کا مساوی ہونا یا ناسخ کا اعلیٰ ہونا شرط ہے اور خبرِ واحد وقیاس ظنی ہیں لہٰذا ان کے ذریعہ مطلق کو مقید نہیں کیا جاسکتا اور عند الشوافع مطلق عام کی مانند ہے اور عام ظنی ہے لہٰذا خبرِ واحد وقیاس سے مطلق کو مقید کرنا بوجہ مساوی ہونے کے جائز ہے۔

الشق الثانی.....وَاَمَّا الْمُفَسَّرُ فَهُوَ مَا ظَهَرَ الْمُرَادُ بِهٖ مِنَ اللَّفْظِ بِبَيَانٍ مِنْ قِبَلِ الْمُتَكَلِّمِ بِحَيْثُ لَا يَبْقٰى مَعَهُ اِحْتِمَالُ التَّاوِيْلِ وَالتَّخْصِيْصِ مِثَالُهٗ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ فَاسْمُ الْمَلٰٓئِكَةِ ظَاهِرٌ فِي الْعُمُوْمِ اِلَّا اَنَّ اِحْتِمَالَ التَّخْصِيْصِ قَائِمٌ فَانْسَدَّ بَابُ التَّخْصِيْصِ بِقَوْلِهٖ كُلُّهُمْ ثُمَّ بَقِيَ اِحْتِمَالُ التَّفْرِقَةِ فِي السُّجُوْدِ فَانْسَدَّ بَابُ التَّاوِيْلِ بِقَوْلِهٖ اَجْمَعُوْنَ. (ص۴۰۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ظاہر،نص،مفسر،محکم،اور خفی،مشکل،مجمل،متشابہ کی تعریف لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں(۱)عبارت پر اعراب(۲)عبارت کا ترجمہ(۳)مذکورہ متقابلات کی تعریف۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ بہر حال مفسر وہ ہے کہ جسکی مراد اس کلام کے لفظ سے متکلم کی جانب سے بیان کی وجہ سے اسطور پر ظاہر ہو کہ تاویل اور تخصیص کا احتمال نہ رہے اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا فرمان **فسجد الملئکة کلهم اجمعون** ہے یعنی تمام فرشتوں نے سجدہ کیا اکٹھے،پس ملائکہ کا لفظ عموم میں ظاہر ہے لیکن تخصیص کا احتمال موجود ہے پس تخصیص کا دروازہ اللہ تعالیٰ کے قول "**کلهم**" کی وجہ سے بند ہو گیا پھر بھی سجدہ کے متفرق ہونے کا احتمال باقی رہا تو پس تاویل کا دروازہ اللہ تعالیٰ کے قول "**اجمعون**" کی وجہ سے بند ہو گیا۔

❸ مذکورہ متقابلات کی تعریف:۔**ظاهر: اسم لکل کلام ظهر المراد به للسامع بنفس السماع من غیر تأمّل** یعنی ظاہر وہ کلام ہے جسکی مراد سنتے ہی سامع کو معلوم ہو جائے اسکو غور و فکر کی ضرورت پیش نہ آئے جیسے یہی مذکورہ آیت حلتِ بیع اور حرمتِ بیع میں ظاہر ہے۔

نص: ماسیق الکلام لاجله ،یعنی جس کی وجہ سے کلام چلائی گئی ہو یعنی کلام سے جو چیز مقصود ہو جیسے **احل الله البیع وحرم الربوا**، یہ آیت بیع و ربوا میں فرق کرنے میں نص ہے۔

مفسّر:ماظهر المراد به من اللفظ ببیان من قبل المتکلم بحیث لا یبقی معه احتمال التاویل والتخصیص یعنی مفسر وہ کلام ہے کہ جس کی مراد لفظ سے متکلم کے بیان کی وجہ سے اس طور پر ظاہر ہو کہ نہ اس میں تخصیص کا احتمال ہو اور نہ تاویل کا احتمال ہو جیسے "**فسجد الملئکة کلهم اجمعون**" اس میں "**کلهم**" نے تخصیص کا احتمال اور "**اجمعون**" نے تاویل کا احتمال ختم کر دیا۔

مُحْکَم:ما ازدادقوةً علی المفسر بحیث لا یجوز خلافه اصلاً یعنی محکم وہ کلام ہے جس کی مراد مفسر کی بہ نسبت زیادہ قوی ہو بایں طور کہ اس کے خلاف بالکل جائز نہ ہو جیسے "**ان الله بکل شیئ علیم**"۔

ان چار اقسام کے مقابل بھی چار اقسام ہیں۔ظاہر کی ضد خفی،نص کی ضد مشکل،مفسر کی ضد مجمل اور محکم کی ضد متشابہ ہے۔

خفی:ماخفی المراد به بعارض لامن حیث الصیغة یعنی خفی وہ کلام ہے جس کی مراد صیغہ کے علاوہ کسی دوسرے عارضہ کی وجہ سے مشکل ہو جیسے آیت **السارق والسارقة فاقطعوا ایدیهما** یہ آیت جیب کترے اور کفن چور کے حق میں خفی ہے کیونکہ ان کو اھل لغت سارق نہیں کہتے،باقی صیغہ میں کوئی پوشیدگی و خفا نہیں ہے۔

مشکل:فهو مااز داد خفاءً علی الخفی کانّهٗ بعد ماخفی علی السامع حقیقةً دخل فی اشکاله یعنی مشکل وہ کلام ہے جس میں خفی کی نسبت خفاء زیادہ ہو یہاں تک کہ اسکی مراد طلب اور تامّل کے بغیر حاصل نہ ہو سکتی ہو جیسے "**والله لا یأتدم**" (بخدا وہ ادام نہیں کھائے گا) یہ کلام بھنے ہوئے گوشت انڈے اور پنیر کے حق میں مشکل ہے کیونکہ پہلے ادام کا معنی معلوم ہو پھر تامل ہو کہ ان میں وہ معنی موجود ہے یا نہیں لہٰذا ادام کا معنی وہ چیز ہے جو روٹی کے تابع ہو اور روٹی اس سے رنگ جائے یہ معنی سرکہ میں موجود ہے مگر بھنے ہوئے گوشت انڈے وغیرہ میں نہیں ہے اسلئے ان میں یہ کلام مشکل ہو گئی۔

مجمل: مااحتمل وجوها فصار بحال لا یوقف علی المراد به الّا ببیان من قبل المتکلم، یعنی مجمل وہ کلام ہے جو چند صورتوں کا احتمال رکھتی ہو اور اس کی مراد پر متکلم کے بیان کے بغیر واقفیت ممکن نہ ہو جیسے **حرّم الربوا** اس میں لفظ ربا مجمل ہے اس کا معنی مطلق زیادتی ہے،حالانکہ ہر زیادتی حرام نہیں ہے لہٰذا یہ بیانِ متکلم کا محتاج ہے۔

متشابه: کل کلام لا سبیل الی حصول مراده کہ ہر وہ کلام جس کی مراد کے حصول کا کوئی راستہ اور امید نہ ہو جیسے حروفِ مقطعات **الم، ص، طٰه**، ان کی مراد بالکل معلوم نہیں ہو سکتی۔

0313 6357913 maktabazariyamutar@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل.....الامر بالفعل لا یقتضی التکرار ولهٰذا قلنا لو قال طلّق امرأتی فطلّقها الوکیل ثم تزوّجها المؤکل لیس للوکیل ان یطلّقها بالامر الاول ثانیًا ولو قال زوّجنی امرأة لا یتناول هٰذا تزویجًا مرّةً بعد اخریٰ ، و لو قال لعبده تزوّج لا یتناول ذلك الّا مرّةً واحدةً لِانّ الامر بالفعل طلب تحقق الفعل علیٰ سبیل الاختصار۔

عبارت کا ترجمہ کریں۔عبارت کی تشریح کریں۔امر کا لغوی واصطلاحی معنی اور اس کا موجَب تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) امر کا لغوی واصطلاحی معنی اور موجَب۔

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ امر بالفعل تکرار کا تقاضا نہیں کرتا ہے اور اسی وجہ سے ہم نے کہا: اگر کسی شخص نے کہا کہ تو میری بیوی کو طلاق دیدے اور وکیل نے طلاق دیدی، پھر مؤکل نے اس عورت سے دوبارہ نکاح کرلیا تو وکیل کیلئے پہلے امر کی وجہ سے دوسری طلاق دینا جائز نہیں ہے، اور اگر کسی شخص نے کہا کہ تو کسی عورت سے میرا نکاح کروادے تو یہ حکم ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ نکاح کروانے کو شامل نہ ہوگا، اور اگر کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تو نکاح کرلے تو یہ حکم صرف ایک مرتبہ کو ہی شامل ہوگا، اسلئے کہ امر بالفعل اختصار کے طور پر فعل کے تحقق کو طلب کرتا ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ امر بالفعل تکرار کا تقاضا نہیں کرتا یعنی امر کے ذریعہ جس کام کا حکم دیا جائے امر بار بار اس کام کے کرنے کا تقاضا نہیں کرتا، بس ایک ہی مرتبہ اس کام کے کرنے سے حکم پورا ہوجائے گا۔ چنانچہ کسی شخص نے دوسرے آدمی سے کہا کہ تو میری بیوی کو طلاق دیدے اور وکیل نے طلاق دیدی، پھر مؤکل نے اس عورت سے دوبارہ نکاح کرلیا تو وکیل کیلئے پہلے امر کی وجہ سے اسکی بیوی کو دوسری مرتبہ طلاق دینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح کسی شخص نے دوسرے آدمی سے کہا کہ تو کسی عورت سے میرا نکاح کروادے تو اس حکم کی وجہ سے وکیل ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ نکاح نہیں کرواسکتا۔ اسی طرح کسی شخص نے اپنے غلام سے کہا کہ تو نکاح کرلے تو اس حکم کی وجہ سے غلام بار بار نکاح نہیں کرسکتا، اسلئے کہ امر بالفعل اختصار کے طور پر فعل کے تحقق کو طلب کرتا ہے اور جیسے اصل کلام (معنی مصدری) میں فعل کا تکرار نہیں ہے اسی طرح مختصر کلام (امر) میں بھی تکرار نہ ہوگا۔

❸ امر کا لغوی واصطلاحی معنی اور موجَب:۔ امر کا لغوی معنیٰ حکم کرنا اور اصطلاح میں کسی شخص کا اپنے آپ کو بلند مرتبہ وبزرگ سمجھ کر کسی دوسرے شخص کو کسی کام کرنے کا حکم دینا ہے جیسے اُکْرُمْ (تُو اکرام کر)، اُنْصُرْ (تُو مدد کر)۔

امر کا موجَب وجوب ہے۔ اور یہ عقلی ونقلی دلائل سے بھی ثابت ہے اور اہلِ لغت واہلِ عرف کا اس بات پر اجماع بھی ہے۔

﴿الورقة الرابعة : فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل.....وما یترك به حقیقة اللفظ خمسة انواع احدها دلالة العرف وذلك لأن ثبوت الأحکام بالالفاظ انما کان لدلالة اللفظ علی المعنی المراد للمتکلم فاذا کان المعنی متعارفا بین الناس کان ذلك المعنی المتعارف دلیلا علی أنه هو المراد به ظاهرا فیترتّب علیه الحکم۔ (ص۴۵۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں۔ "خمسة انواع" کون کون سی ہیں؟ صرف نام لکھئے۔ عبارت میں مذکور نوع اول کی تشریح کرتے ہوئے مثال کے ذریعہ واضح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں ① عبارت کا ترجمہ ② خمسة انواع کے اسماء ③ نوعِ اوّل کی تشریح مع مثال۔

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ وہ قرائن جن کی وجہ سے لفظ کے حقیقی معنیٰ کو چھوڑ دیا جاتا ہے ان میں سے پہلا قرینہ "دلالتِ عرف" ہے۔ اور یہ اسلئے کہ الفاظ سے احکام اس وجہ سے ثابت ہوتے ہیں کہ لفظ متکلم کے معنی مرادی پر دلالت کرتا ہے، پس جب معنی لوگوں کے درمیان متعارف ہوگا تو یہ معنی متعارف اس بات پر دلیل ہوگا کہ ظاہری طور پر لفظ سے یہی معنی متعارف مراد ہے، لہٰذا اسی

معنی پر حکم مرتب ہوگا۔

❷ "خمسة انواع" کے اسماء:۔ وہ قرائن جن کی وجہ سے لفظ کے حقیقی معنی کو چھوڑ دیا جاتا ہے وہ پانچ ہیں:

① دلالتِ عرف ② دلالتِ نفسِ کلام ③ دلالتِ سیاقِ کلام ④ دلالتِ من قبل المتکلم ⑤ دلالتِ محلِ کلام۔

❸ نوعِ اوّل کی تشریح مع مثال:۔ وہ قرائن جن کی وجہ سے لفظ کے حقیقی معنی کو چھوڑ دیا جاتا ہے ان میں سے پہلا قرینہ "دلالتِ عرف" ہے۔ عرف میں تعمیم ہے خواہ عرفِ عام ہو یعنی عام لوگوں کا عرف ہو یا عرفِ خاص ہو یعنی ایک خاص جماعت کا عرف ہو اور دلالتِ عرف سے مراد لوگوں کے عرف میں لفظ کا ایک معنی میں مستعمل و متعارف ہونا ہے۔

دلالتِ عرف کی وجہ سے حقیقت کو چھوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک لفظ کا ایک حقیقی معنی ہو لیکن وہ لفظ عوام یا خواص کے عرف میں غیر حقیقی معنی میں مشہور متعارف و مستعمل ہو جائے تو لفظ کے حقیقی معنی کو چھوڑ دیا جائے گا اور وہ غیر حقیقی معنی مراد لیا جائے گا جو لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسی نے قسم اٹھائی "واللہ لااشتری رأسًا" (قسم بخدا میں سر نہیں خریدوں گا) یہ قسم دلالتِ عرف کی وجہ سے ان سروں پر محمول ہوگی جن کی خرید و فروخت اور کھانا پینا لوگوں میں مشہور ہے اور وہ بھیڑ بکری کے سر ہیں اور ان سروں پر محمول نہیں ہوگی جن کی خرید و فروخت اور کھانا پینا لوگوں میں مشہور نہیں ہے جیسے چڑیا اور کبوتر کا سر۔ اب یہاں "رأس" کا حقیقی معنی مطلق سر ہے خواہ وہ کسی بھی جانور کا ہو لیکن یہاں پر دلالتِ عرف کی وجہ سے صرف وہ سر مراد لیا جائیگا جو لوگوں میں متعارف ہے لہٰذا یہ حالف بھیڑ و بکری کا سر خریدنے سے حانث ہوگا، چڑیا اور کبوتر کا سر خریدنے کی وجہ سے حانث نہ ہوگا۔

الشق الثانی.....وَعَلٰی هٰذَا قُلْنَا اِنَّ التَّيَمُّمَ يُفِيْدُ الطَّهَارَةَ لِاَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰی وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ صَرِيْحٌ فِیْ حُصُوْلِ الطَّهَارَةِ بِهٖ، وَلِلشَّافِعِیِّ فِيْهِ قَوْلَانِ اَحَدُهُمَا اَنَّهٗ طَهَارَةٌ ضَرُوْرِيَّةٌ وَالْاٰخَرُ اَنَّهٗ لَيْسَ بِطَهَارَةٍ بَلْ هُوَ سَاتِرٌ لِلْحَدَثِ وَ عَلٰی هٰذَا يُخَرَّجُ الْمَسَائِلُ عَلٰی مَذْهَبَيْنِ مِنْ جَوَازِهٖ قَبْلَ الْوَقْتِ وَ اَدَاءِ الْفَرْضَيْنِ بِتَيَمُّمٍ وَاحِدٍ وَ اِمَامَةُ الْمُتَيَمِّمِ لِلْمُتَوَضِّئِيْنَ وَ جَوَازُهٗ بِدُوْنِ خَوْفِ تَلَفِ النَّفْسِ اَوِ الْعُضْوِ بِالْوُضُوْءِ وَ جَوَازُهٗ لِلْعِيْدِ وَ الْجَنَازَةِ وَ جَوَازُهٗ بِنِيَّةِ الطَّهَارَةِ۔ (ص ۳۵۔ امدادیه)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت کی تشریح کریں اور جن مختلف فیہ مسائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان کی وضاحت کریں۔

جواب..... ❶ و ❷ عبارت پر اعراب و ترجمہ:۔ **كما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ١٤٣٦ھ۔**

❸ عبارت کی تشریح و مختلف فیہ مسائل کی وضاحت:۔ ① احنافؒ کے نزدیک تیمّم طہارتِ مطلقہ ہے اور یہ طہارتِ کاملہ کا فائدہ دیتا ہے، اسلئے نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے وضو کی طرح تیمّم کرنا بھی جائز ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تیمّم طہارتِ ضروریہ ہے اسلئے وقت سے پہلے تیمّم کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے یہ جائز نہیں ہے۔ ② احنافؒ کے نزدیک تیمّم طہارتِ مطلقہ ہے اسلئے وضو کی طرح ایک ہی تیمّم سے دو بلکہ متعدد فرض بھی ادا کئے جاسکتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تیمّم طہارتِ ضروریہ ہے اسلئے ایک تیمّم سے صرف ایک ہی فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے، کیونکہ جو چیز ضرورۃً ثابت ہو وہ بقدرِ ضرورت ہی ثابت ہوتی ہے اور ایک فرض ادا کرنے سے تیمّم کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے، اور دوسرے فرض کو ادا کرنا دوسری ضرورت ہے اس لئے دوسرے فرض کیلئے دوسرا تیمّم لازم ہے۔ ③ احنافؒ کے نزدیک تیمّم وضو کی طرح طہارتِ مطلقہ ہے اسلئے وضو کرنے والا اور تیمّم کرنے والا دونوں برابر ہیں، پس برابر ہونے کی وجہ سے جیسے وضو والا تیمّم والے کی امامت کرواسکتا ہے اسی طرح تیمّم والا بھی وضو والے کی امامت کرواسکتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تیمّم طہارتِ ضروریہ ہے اور وضو طہارتِ کاملہ واصلیہ ہے اور طہارتِ ضروریہ کی بنسبت طہارتِ کاملہ قوی ہے اور ضعیف شخص قوی کی امامت نہیں کرواسکتا۔ ④ احنافؒ کے نزدیک تیمّم وضو کی طرح طہارتِ مطلقہ ہے اسلئے اگر پانی کا استعمال نقصان دہ ہو تو تیمّم کرنا جائز ہے، خواہ نفس یا عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو یا اندیشہ نہ ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تیمّم طہارتِ ضروریہ ہے اسلئے ضرورۃً صرف نفس یا عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمّم جائز ہوگا، وگرنہ جائز نہ ہوگا۔ ⑤ احنافؒ کے نزدیک تیمّم وضو کی طرح طہارتِ مطلقہ ہے اسلئے وضو میں مشغول ہونے کی وجہ سے عید یا جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمّم کرنا جائز ہے، کیونکہ احناف کے نزدیک عید و جنازہ کی

قضاء نہیں ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تیمّم طہارتِ ضرور یہ ہے اسلئے عید یا جنازہ کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تب بھی تیمّم کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ شوافعؒ کے نزدیک عید و جنازہ کی قضاء ہوسکتی ہے، قضاء ممکن ہونے کی وجہ سے تیمّم کی ضرورت نہیں ہے۔

⑥ احنافؒ کے نزدیک تیمّم وضو کی طرح طہارتِ مطلقہ ہے اسلئے تیمّم کرتے وقت محض طہارت کی نیت کرنے سے تیمّم جائز ہوجائے گا، خواہ فرض کی ادائیگی کی نیت ہو یا نہ ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تیمّم طہارتِ ضرور یہ ہے اور ضرورت صرف فرض کی ادائیگی کی نیت کرنے سے متحقق ہوگی، لہٰذا نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد فرض کی ادائیگی کی نیت سے تیمّم ہوگا تو تیمّم سے طہارت حاصل ہوگی، وگرنہ نہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل ..... اَلْاَمْرُ بِالشَّیْئِ یَدُلُّ عَلٰی حُسْنِ الْمَامُوْرِبِہٖ اِذَا کَانَ الْاَمْرُ حَکِیْمًا اَلَّا تَرٰی اَنَّ الْمَامُوْرَبِہٖ مِمَّا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّوْجَدَ فَاقْتَضٰی ذٰلِکَ حُسْنَہٗ ثُمَّ الْمَامُوْرُ بِہٖ فِیْ حَقِّ الْحُسْنِ نَوْعَانِ حَسَنٌ بِنَفْسِہٖ وَحَسَنٌ لِغَیْرِہٖ۔ (ص ۷۳۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، حُسن کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام اور ان کا حکم مع امثلہ بیان کریں۔ حدود، قصاص اور جہاد کس قسم میں داخل ہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) حُسن کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام وحکم مع امثلہ (۴) مذکورہ اقسام کی وضاحت۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ کسی چیز کا حکم کرنا مامور بہ کے حسن اور خوبی پر دلالت کرتا ہے جبکہ آمر یعنی حکم دینے والا خوبیوں اور حسن کا مالک ہو اسلئے کہ امر اس بات کو بیان کرنے کیلئے ہوتا ہے کہ مامور بہ کا پایا جانا مناسب ہے پس اس نے (یعنی آمر کے حکیم ہونے نے) مامور بہ کی خوبی کا تقاضا کیا ہے، پھر مامور بہ کی حسن کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں ① حسن بنفسہٖ ② حسن لغیرہٖ۔

③ حُسن کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام وحکم مع امثلہ:۔ حسن کے اعتبار سے مامور بہ کی دو اقسام ہیں ① حَسَن لعینہٖ ② حَسَن لغیرہٖ۔

حَسَن لعینہٖ کا مطلب یہ ہے کہ خود اس مامور بہ کی ذات میں بغیر کسی واسطہ کے حُسن موجود ہو جیسے ایمان لانا، نماز پڑھنا، سچ بولنا، انصاف کرنا، حج وزکوٰۃ ادا کرنا۔ حکم کے اعتبار سے حَسَن لعینہٖ کی دو قسمیں ہیں: ① جو سقوط کا احتمال نہ رکھے جیسے ایمان باللہ۔ یہ قسم جب بندہ پر واجب ہوجائے تو ادائیگی کے بغیر ساقط نہ ہوگی۔ ② جو سقوط کا احتمال رکھے جیسے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، یہ قسم جب بندہ پر لازم ہوجائے تو اس کے سقوط کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کی ادائیگی کی جائے، ثانی یہ کہ شارع ساقط کردے۔

حَسَن لغیرہٖ کا مطلب یہ ہے کہ خود اس مامور بہ کی ذات میں حُسن اور خوبی نہ ہو بلکہ دوسری چیز کی وجہ سے اس میں حُسن وخوبی آئی ہو جیسے وضو کرنا بذاتِ خود حَسَن نہیں ہے اعضاء کو ٹھنڈا و پاک کرنا ہے مگر نماز کی چابی اور وسیلہ ہونیکی وجہ سے اس میں حُسن آیا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اُس واسطہ و وسیلہ کے ساقط ہونے سے وہ مامور بہ بھی ساقط ہوجائے گا۔ مثلاً مذکورہ مثال میں نماز ساقط ہونے کی صورت میں وضو بھی ساقط ہوجائے گا۔

④ حدود، قصاص اور جہاد کی وضاحت:۔ یہ تینوں اقسام حَسَن لغیرہ کے تحت داخل ہیں، بذاتہٖ ان میں حُسن نہیں ہے بلکہ یہ ظلم کے خاتمہ، انصاف کے قیام اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کا سبب ہیں اس وجہ سے ان میں حُسن پایا جاتا ہے۔

الشق الثانی .....اَلْوَاوُ لِلْجَمْعِ الْمُطْلَقِ وَقِیْلَ اِنَّ الشَّافِعِیَّ جَعَلَہٗ لِلتَّرْتِیْبِ وَ عَلٰی ھٰذَا وَجَبَ التَّرْتِیْبُ فِیْ بَابِ الْوُضُوْءِ وَقَالَ عُلَمَائُنَا ؒ اِذَا قَالَ لِاِمْرَاَتِہٖ اِنْ کَلَّمْتِ زَیْدًا وَعَمْرًوا فَاَنْتِ طَالِقٌ فَکَلَّمَتْ عَمْرًوا ثُمَّ زَیْدًا طُلِّقَتْ۔

عبارت پر اعراب لگائیں۔ واضح تشریح کریں۔ حروفِ معانی میں سے ''فاء، ثم، بل'' کا صرف معنی ومثال ذکر کریں۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب وتشریح:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۱ھ۔

② ''فاء، ثم، بل'' کا صرف معنی ومثال:۔ ''فاء'' تعقیب مع الوصل کیلئے آتا ہے یعنی فاء یہ بتاتا ہے کہ معطوف اپنے معطوف علیہ

کے فوراً بعد واقع ہوگا، دونوں کے درمیان فاصلہ نہیں ہوگا۔ جیسے **جاء زیدٌ فبکرٌ**، اس مثال میں بکر زید کے فوراً بعد آیا ہے، ان میں ترتیب بھی ہے کہ پہلے زید پھر بکر آیا ہے اور دونوں میں فاصلہ بھی نہیں ہے۔

''ثم'' تعقیب مع الفصل کیلئے آتا ہے یعنی ''ثم'' معطوف کو معطوف علیہ کے ساتھ حکم میں تاخیر و مہلت کے ساتھ شریک کرنے کیلئے آتا ہے جیسے **"جاء نی زید ثم بکر"** اس کا مطلب یہ ہے کہ آنے والے حکم میں بکر بھی زید کے ساتھ شریک ہے مگر بکر کا آنا زید کے متصل یا فوراً بعد نہیں ہے بلکہ کچھ تاخیر و مہلت کے ساتھ ہے۔

''بل''، غلطی کے ازالہ و تدارک کیلئے آتا ہے، بشرطیکہ یہ ازالہ ممکن ہو، جیسے **جاء نی زید بل بکر** (میرے پاس زید بلکہ بکر آیا ہے) اس مثال میں ''بل'' بتلا رہا ہے کہ متکلم سے زید کا تلفظ غلطی سے ہوا ہے، حایات میں زید نہیں بلکہ بکر آیا ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....سنت کسے کہتے ہیں؟ نیز سنت کا اطلاق کتنی اور کون کونسی چیزوں پر ہوتا ہے؟۔ قرآن کریم سے حدیث کے حجت ہونے کی دلیل ذکر کریں۔ تواتر لفظی و معنوی کی تعریف اور ان میں فرق واضح کیجیے۔ (ص ۲۸۔ حقانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں ① سنت کی تعریف ② حجیتِ حدیث کی دلیل ③ تواتر لفظی و معنوی کی تعریف و فرق۔

جواب ..... ① سنت کی تعریف:۔ رسول اللہ ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو ''حدیث'' یا ''سنت'' کہتے ہیں۔

قول سے مراد آپ ﷺ کے ارشادات ہیں جیسے **انما الاعمال بالنیات**۔ فعل سے مراد آپ ﷺ کے افعال و معمولات ہیں جیسے **کان النبی ﷺ یغدوالی المصلی والعنزۃ بین یدیہ تحمل و تنصب بالمصلی بین یدیہ فیصلی الیھا**۔

تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کے سامنے کسی اور نے کوئی بات یا کوئی عمل کیا یا کسی کا عمل آپ ﷺ کے سامنے نقل کیا گیا اور آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی جیسے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے **احتلمت فی لیلۃ باردۃ (وانا) فی غزوۃ ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اھلک فتیممت ثم صلیت باصحابی ثم اخبرت النبی ﷺ فضحک ولم یقل شیئا**۔

② حجیتِ حدیث کی دلیل:۔ حدیث کے حجت اور دلیل شرعی ہونے میں تمام ائمہ و مجتہدین کا اتفاق ہے اسکے متعدد دلائل ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا مستقل حکم دیا ہے جیسے **واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واحذروا**۔

② صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و ائمہ فقہاء کا اتفاق ہے۔

لہٰذا حدیث کے حجت ہونے کا انکار محض گمراہی ہے، خود رسول اللہ ﷺ سے ایسے لوگوں کی مذمت منقول ہے۔

③ تواتر لفظی و معنوی کی تعریف و فرق:۔ تواتر لفظی: یہ ہے کہ حدیث کے کسی متن کو ایسی جماعت روایت کرے جس کا عادۃً جھوٹ پر اتفاق ممکن نہ ہو جیسے **من کذب علی متعمدًا فلیتبوأ مقعدہ من النار**۔ اس حدیث کو ۹۸ صحابہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے یا جیسے مسح علی الخفین کی روایات ۴۰ صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں۔

تواتر معنوی: یہ ہے کہ حدیث کی تعبیر میں اختلاف کے باوجود کسی خاص مضمون کو عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اتنی بڑی تعداد نقل کرتی آئی ہو کہ بظاہر اُن کا جھوٹ پر اتفاق ممکن نہ ہو جیسے حضور ﷺ سے مسواک کا ثبوت۔ اس قسم کی متواتر احادیث بہت ہیں۔

متواتر احادیث قطعی الثبوت ہوتی ہیں اور عملِ یقین کا فائدہ دیتی ہیں، ان سے ثابت شدہ احکام کا مناسب تاویل کے بغیر انکار کفر ہوتا ہے۔

تواتر لفظی و معنوی کی تعریف سے ان میں فرق بھی واضح ہو گیا کہ تواتر لفظی میں متنِ حدیث پر بھی تمام روات متفق ہوتے ہیں جبکہ تواتر معنوی میں اگرچہ متنِ حدیث کے الفاظ مختلف ہوتے ہیں مگر مفہوم و مضمون میں تمام روات متفق ہوتے ہیں۔

الشق الثانی .....صحابی کی تعریف کریں، اقوالِ صحابہؓ کی کتنی اور کون کونسی اقسام ہیں؟۔ استصحاب کی تعریف و مثال تحریر کریں، نیز بتائیں کہ استصحاب کب معتبر ہوتا ہے؟ استصحاب دافع للحقوق ہے یا مثبت؟ مثال کے ذریعہ واضح کریں۔ شرائع ماقبل کا مفہوم و حکم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① صحابی کی تعریف واقوالِ صحابہ کی اقسام ② استصحاب کی تعریف، مثال واعتبار ③ استصحاب کے دافع للحقوق یا مثبت للحقوق ہونے کی وضاحت ④ شرائع ماقبل کا مفہوم وحکم۔

جواب ..... ① صحابی کی تعریف واقوالِ صحابہ کی اقسام:۔ صحابی: وہ شخص جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہو اور ایمان کی حالت میں ہی اس دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

اقوالِ صحابہ کی دو اقسام ہیں: ① وہ اقوال جن میں اجتہاد ورائے کو کوئی دخل نہ ہو، جیسے حضرت علیؓ کا ارشاد: **لا جمعة و لا تشريق الّا في مصر جامع** (جمعہ وتشریق صرف مصرِ جامع میں ہے)۔ حنفیہ واکثر فقہاء کے نزدیک یہ اقوال احادیثِ نبویہ کے حکم میں ہیں اور حجت ہیں، کیونکہ ظنِ غالب یہی ہے کہ صحابہ کرامؓ کے یہ اقوال آنحضرت ﷺ کی احادیث پر مبنی ہوں گے۔ شوافعؒ کے نزدیک یہ حجت نہیں ہیں۔

② وہ اقوال جن میں اجتہاد ورائے کی گنجائش موجود ہو۔ اگر یہ اقوال کتاب وسنت کی کسی نص سے متعارض ہوں یا صحابہ کرامؓ میں اس مسئلہ پر اختلاف رہا ہو تو یہ حجت نہیں ہیں۔ اگر یہ اقوال نص سے متعارض نہ ہوں اور کسی دوسرے صحابی سے اس کے خلاف بھی منقول نہ ہو یا اس مسئلہ میں کسی اور صحابی کی واضح رائے ہی مروی نہ ہو تو حنفیہ کے نزدیک ایسے اقوال بھی حجت ہیں۔

② استصحاب کی تعریف، مثال واعتبار:۔ کسی وجہِ تغیّر کے پیش نہ آنے کی وجہ سے کسی شیئ کی سابقہ حالت کا اعتبار کرنا اور سابقہ حکم کو برقرار رکھنا استصحاب ہے۔ مثلاً کسی نے پاک برتن میں پاک پانی بھر کر رکھ دیا، بعد میں اسکو پانی کی ضرورت پیش آئی تو اس نے اس پانی کو دیکھا کہ اس میں کوئی تبدیلی یعنی ناپاکی وغیرہ کا وقوع نہیں ہوا تو اس پانی کی اصلی حالت جو پاکی کی تھی اس کا حکم لگا دیا کہ یہ پانی پاک ہے، یہ استصحاب ہے۔ حنابلہ کے نزدیک استصحاب مستقل دلیلِ شرعی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک جب کوئی اور دلیل موجود نہ ہو تو پھر استصحاب معتبر ہے۔

③ استصحاب کے دافع للحقوق یا مثبت للحقوق ہونے کی وضاحت:۔ استصحاب حقوق کیلئے دافع بنتا ہے، مثبت نہیں بنتا۔ مثلاً کسی مفقود الخبر (گمشدہ) شخص کو موت کی دلیل متحقق ہونے تک زندہ ہی سمجھا جائے گا اور اسکے مال میں ورثہ کا حق ثابت نہ ہوگا، البتہ اگر مفقود کے کسی مورث کی موت واقع ہو جائے تو مورث کے مالِ میراث میں مفقود کا حقِ میراث بھی ثابت نہ ہوگا۔

④ شرائع ماقبل کا مفہوم وحکم:۔ شرائع ماقبل سے مراد سابقہ شریعتوں کے احکام ہیں۔ پہلی آسمانی کتابوں کے وہ احکام جو اِس وقت ان میں موجود ہیں اور قرآن وحدیث میں ان کا ذکر نہیں، ان کا تو کوئی اعتبار نہیں، اسلئے کہ یہ محرف کتابیں ہیں۔ البتہ پہلی امتوں کے جو احکام کتاب وسنت میں مذکور ہیں وہ تین طرح کے ہیں: ① جن کے منسوخ ہونے کی صراحت موجود ہے، جیسے: وعلی الذین ہادوا حرّمنا کل ذی ظفر الخ ② جن کے اس امت کیلئے باقی رہنے کی صراحت کیگئی ہے، جیسے: یا یہا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام الخ۔ یہ احکام اس امت میں بھی بالاتفاق باقی ہیں۔ ③ جن کے نہ باقی رہنے کی صراحت ہے، نہ منسوخ ہونے کی، جیسے: وکتبنا علیہم فیہا انّ النفس بالنفس الخ۔ ایسے احکام بھی جمہور کے نزدیک اس امت کیلئے باقی رہیں گے، جیسا کہ: ہٰذہ ناقۃ لہا شرب ولکم شرب یوم معلوم سے استدلال کیا جاتا ہے کہ نا قابلِ تقسیم مشترک اشیاء کی مہایاۃ کے ذریعہ تقسیم کی جاسکتی ہے، جس سے مالکان باری باری فائدہ اٹھائیں گے۔

0313 6357913 maktabazakariya@gmail.com

واللّٰہ الموفّق والمعین

○○○

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

الورقة الخامسة فی النحو

﴿الورقہ الخامسہ فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ..... علم نحو کی لغوی واصطلاحی تعریف، موضوع، مقصد اور اسلامی علوم میں اس کا مقام لکھنے کے بعد علم نحو کا تاریخی پسِ منظر بیان کریں۔ ہدایۃ النحو کے مصنف کا تعارف لکھیں۔ (ص ۷۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں پانچ امور حل طلب ہیں (۱) علم نحو کی لغوی واصطلاحی تعریف (۲) علم نحو کا موضوع ومقصد (غرض و غایت) (۳) اسلامی علوم میں علم نحو کا مقام (۴) نحو کا تاریخی پسِ منظر (۵) ہدایۃ النحو کے مصنف کا تعارف۔

جواب ..... ❶ علم نحو کی لغوی واصطلاحی تعریف:۔ نحو کا لغوی معنی طرف، مثل، قبیلہ اور قصد وغیرھا ہے اور اصطلاحی معنی "اَلنَّحْوُ عِلْمٌ بِاُصُوْلٍ یُعْرَفُ بِھَا اَحْوَالُ اَوَاخِرِ الْکَلِمِ الثَّلٰثِ مِنْ حَیْثُ الْاِعْرَابِ وَ الْبِنَاءِ وَ کَیْفِیَّۃُ تَرْکِیْبِ بَعْضِھَا مَعَ بَعْضٍ" یعنی نحو ان قواعد کے جاننے کا نام ہے جن قواعد سے تینوں کلموں کے آخر کے احوال معرب ومبنی ہونے کی حیثیت سے اور ایک کلمہ کو دوسرے کلمہ کے ساتھ جوڑنے کا طریقہ معلوم ہو۔

❷ علم نحو کا موضوع ومقصد:۔ "موضوعہ الکلمۃ والکلام" یعنی علم نحو کا موضوع کلمہ وکلام ہے اور انہی کے احوال سے اس علم میں بحث ہوتی ہے۔

غرضہ صیانۃ الذھن عن الخطاء اللفظی فی کلام العرب یعنی ذھن کو کلام عرب میں واقع ہونے والی لفظی غلطی سے بچانا نحو کی غرض ہے۔

❸ اسلامی علوم میں علم نحو کا مقام:۔ علوم کی اولاً دو قسمیں ہیں ① علوم عالی یعنی مقصودہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ وغیرھا ② علوم آلی یعنی غیر مقصودہ مراد وہ علوم جو خود مقصود تو نہیں ہیں مگر مقصودی علوم کے لئے آلہ اور ذریعہ ہیں علم نحو کا شمار بھی انہی علوم میں ہوتا ہے اور موقوف علیہ ہونے کی وجہ سے اس کا سیکھنا بھی ضروری ہے اس کے مقام ومرتبہ کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "تعلموا النحو کما تعلمون السنن والفرائض" (علم نحو کو سنن اور فرائض کی طرح سیکھو) اور ابوایوب سجستانی فرماتے ہیں تعلمو النحو فانہ جمال للوضیع و ترکہ ھجنۃ للشریف (نحو سیکھو اس لئے کہ یہ گھٹیا آدمی کے لئے باعثِ جمال ہے اور شریف کے لئے اس کا ترک کرنا عیب ہے)۔ اسی طرح علماء نے مختلف ارشادات بیان فرمائے ہیں۔

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام (نحو کلام میں ایسے ہے جیسے نمک کھانے میں) یعنی اسکے بغیر کلام بدمزہ ہوتی ہے، النحو للعلوم کالضوء للنجوم (نحو علوم کیلئے ایسے ہے جیسے روشنی ستاروں کیلئے) یعنی اس کے بغیر علوم خوبصورت واچھے نہیں لگتے، النحو فی الکلام کالضوء فی الظلام (نحو کلام میں ایسے ہے جیسے روشنی اندھیروں میں) یعنی اسکے بغیر کلام میں روشنی پیدا نہیں ہوتی، الصرف ام العلوم والنحو ابوھا (صرف علوم کی ماں اور نحو باپ ہے) یعنی نحو تمام علوم کا سرپرست اور سردار ہے۔

❹ نحو کا تاریخی پسِ منظر:۔ سب سے پہلے جن حضرات نے اس فن میں قدم رکھا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تابعی حضرت ابوالاسود دؤلیؒ ہیں، دور ثانی میں حضرت ابوالاسود دؤلیؒ کے مشہور شاگرد جو اپنے زمانہ کے علم نحو میں ستون کہلاتے تھے، عنبۃ الفیل، میمون الاقران وغیرہ تھے، تیسرا دور ابوالاسود دؤلیؒ کے دو صاحبزادے ابوالحرب، عطاء اور ان کے شاگردوں کا ہے۔ چوتھا دور لیل بن احمد النحوی، علامہ سیبویہ اور امام کسائی کا تھا اور پانچویں طبقہ میں امام اخفش اور امام فراء نے آنکھ کھولی۔ چھٹا طبقہ بکر بن عثمان مازنی کا اور ساتویں طبقہ میں امام مبرد اور امام ثعلب تشریف لائے اور اس دور میں اس فن کو عروج ہوا اور آٹھویں طبقہ میں ابواسحٰق زجاج، محمد بن سراج وغیرہ کا نام قابلِ ذکر ہے اور اس دور کو علم نحو کا زرّیں دور کہا جاتا ہے پانچویں دور میں نحات کے دو گروہ ہو گئے تھے ایک کو نحاۃِ کوفہ اور دوسرے کو نحاۃِ بصرہ کہا جاتا ہے انہوں نے علم نحو میں خوب بسط وشرح سے کام لیا۔ نویں طبقہ میں ابوعلی فارسی وغیرہ آئے اور اس دور میں

گھر گھر نحوی عالم ہوتا تھا اور مناظرے اور مباحثے ہوا کرتے تھے اور دسویں طبقہ میں مشہور نحوی عالم ابن حاجبؒ علامہ عبدالقاہر جرجانی، علامہ ابن حشام قابلِ ذکر ہیں۔ان کے بعد اس علم میں بہت وسعت آئی اور چھوٹی بڑی کتابیں لکھی جانے لگیں۔

۵ ہدایۃ النحو کے مصنف کا تعارف:۔ اس کتاب کے مصنف کے بارے میں مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں مگر قولِ صواب کے مطابق مصنف کا نام شیخ سراج الدین عثمان اودھیؒ ہے۔آپ کا نام عثمان، لقب سراج الدین، عارف باللہ اور سلسلہ چشتیہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے چشتی، شیخ نظام الدین اولیاء کی طرف نسبت کرتے ہوئے نظامی اور اودھ علاقہ کی طرف نسبت کی وجہ سے اودھی کہلائے تو پورا نسب یوں ہے، عارف باللہ شیخ کبیر سراج الدین عثمان نظامی اودھی المعروف باخی السراجؒ۔آپؒ ۶۵۶ھ کو لکھنوتی ریاست اودھ میں پیدا ہوئے ،ابتداءِ جوانی میں سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محمد ایونی کی خانقاہ دھلی میں حاضر ہوکر تربیت حاصل کی۔اس کے بعد مولانا فخر الدین زرادی سے علمِ صرف میں میزان الصرف، قواعد اور گردان ہائے صرف اور مشہور کتاب زرادی کی تعلیم حاصل کی اور اسکے بعد مولانا زرادی کے تلمیذ رشید مولانا رکن الدین اندریتی سے متفرق علم وفنون کی کتب کی تعلیم حاصل کی جن میں نحو میں کافیہ مفصل اور فقہ میں مختصر القدوری اور مجموع البحرین قابلِ ذکر ہیں اور آپ چھ ماہ کے اندر ہی اس مقام پر پہنچ گئے تھے کہ کسی دانشمند کو مباحثۂ علمی کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

چھ ماہ میں علوم ظاہرہ سے فراغت کے بعد سلطان المشائخ کی طرف سے خلافت نامہ موصول ہوا آپ نے خلافت نامہ اودھ روانہ کردیا اور خود بدستور شیخ کی خدمت میں رہے اور شیخ کی وفات کے بعد بھی تین برس تک وہیں قیام کیا اور تحصیلِ علم میں مصروف رہے تین برس کے بعد پھر اپنے علاقہ لکھنوتی (اودھ) تشریف لے گئے اور علومِ ظاہر و باطنی سے لوگوں کو مستفیض کیا حتی کہ علاقہ کے حاکم اور وزیر بھی آپ کی خدمت میں حاضری دیتے اور آپ سے فیض حاصل کرتے۔آپ کی طرف جو کتابیں منسوب ہیں ان میں پنج گنج اور ہدایۃ النحو مشہور ہیں اور ۷۵۸ میں آپؒ نے وفات پائی اور لکھنوتی قدیم میں مدفون ہوئے۔

الشق الثانی ..... **فصل فی اصناف اعراب الاسم وھی تسعة اصناف.** (ص۱۳-امدادیہ)

تسعۃ اصناف کی وضاحت کریں اور ہر ایک کی مثال بھی لکھیں۔

جواب .....اسم کے اعراب کی اقسام تسعہ کی وضاحت مع امثلہ:۔اسم کے اعراب کی کل نو قسمیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔① رفع ضمہ کے ساتھ نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ، یہ اعراب تین قسموں کو شامل ہے (① مفرد منصرف صحیح ② اسم جاری مجریٰ صحیح ③ جمع مکسر منصرف جیسے **جاء نی زیدٌ، دلوٌ، ظبیٌ، رجالٌ، رأیت زیدًا، دلوًا، ظبیًا، رجالًا، مررت بزیدٍ، دلوٍ ظبیٍ ورجالٍ**)۔② رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب وجر کسری کے ساتھ اور یہ اعراب جمع مونث کے ساتھ مختص ہے جیسے **جاء نی مسلماتٌ، رأیت مسلماتٍ، مررت بمسلماتٍ**۔③ رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب وجر فتحہ کے ساتھ اور یہ غیر منصرف کے ساتھ مختص ہے جیسے **جاء نی عُمرُ، رأیت عمرَ مررت بعمرَ**۔④ رفع واؤ کے ساتھ، نصب الف کے ساتھ اور جر یاء کے ساتھ اور یہ مختص ہے اسماءِ ستہ مکبرہ کے ساتھ جیسے **جاء نی ابوک واخوک، رأیت اباك واخاك، مررت بابیك واخیك**۔⑤ رفع الف کے ساتھ اور نصب وجر یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورہ کے ساتھ، یہ اعراب تثنیہ کی تمام اقسام (حقیقی صوری ومعنوی) کے ساتھ مختص ہے، جیسے "**جَاءَ نِي رَجُلَانِ، رأیتُ رَجُلَیْنِ، مَرَرتُ بِرَجُلَیْنِ**"۔⑥ رفع واؤ ماقبل مضموم کے ساتھ اور نصب وجر یاء ماقبل مکسور کے ساتھ اور آخر میں نون مفتوح ملا ہوا ہو یہ اعراب جمع کی تمام اقسام (حقیقی، صوری، معنوی) کے ساتھ مختص ہے جیسے **جاء نی مسلمُوْنَ، رَأیْتُ مُسْلِمِیْنَ، مررتِ بِمُسْلِمِیْنَ**۔⑦ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، نصب فتحہ تقدیری کے ساتھ، جر کسرہ تقدیری کے ساتھ، یہ اعراب اسم مقصور اور اس اسم کے ساتھ خاص ہے جو غیر صیغہ صفت ہو اور یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے **جاء نی موسٰی و غلامی رأیت موسٰی و غلامی** اور **مررت بموسٰی و غلامی**۔⑧ رفع ضمہ تقدیری کے ساتھ، نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جر کسرہ تقدیری کے ساتھ، یہ اعراب اسم منقوص کے ساتھ خاص ہے جیسے **جاء نی القاضِیُ، رأیت القاضِیَ، مررت بالقاضِیُ**۔⑨ رفع واؤ تقدیری کے ساتھ اور نصب وجر یاء لفظی کے ساتھ، یہ اعراب جمع مذکر سالم کے ساتھ مختص ہے جب کہ وہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے **جاء نی مسلِمی، رأیتُ مسلِمِیَّ و مررت بمُسْلِمِیَّ**۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ..... اَلْمَفْعُوْلُ الْمُطْلَقُ وَهُوَ مَصْدَرٌ بِمَعْنٰی فِعْلٍ مَذْکُوْرٍ قَبْلَهٗ، وَیُذْکَرُ لِلتَّاکِیْدِ کَضَرَبْتُ ضَرْبًا اَوْلِبَیَانِ النَّوْعِ نَحْوُ جَلَسْتُ جَلْسَةَ الْقَارِیْ اَوْ لِبَیَانِ الْعَدَدِ کَجَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْ جَلْسَتَیْنِ۔ (ص۳۵۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر اس کی تشریح کریں اور یہ بتائیں کہ مفعول مطلق کا فعل کہاں حذف ہوتا ہے۔ تمام منصوبات کے نام لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) مفعول مطلق کے فعل کے حذف کے مقامات (۴) تمام منصوبات کے نام۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں اولا مصنف نے مفعول مطلق کی تعریف ذکر کی ہے کہ مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو فعل مذکورہ کے معنی میں ہو خواہ وہ مصدر اس فعل کے مادہ سے ہو یا نہ ہو، مصدر فعل مذکور کے مادہ سے ہو جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا اور مصدر فعل مذکور کے مادہ سے نہ ہو فقط ہم معنی ہو جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا۔

ثانیا مفعول مطلق کی اقسام کی طرف اشارہ ہے کہ مفعول مطلق کبھی ماقبل والے فعل کی محض تاکید ہوگا جیسے "ضَرَبْتُ ضَرْبًا" دونوں کا معنی (مارنا) ایک ہی ہے اور مصدر برائے تاکید واقع ہے اور کبھی مفعول مطلق مذکور فعل کی نوعیت کو بیان کرے گا جیسے "جَلَسْتُ جَلْسَةَ الْقَارِیْ" (بیٹھا میں قاری کی طرح بیٹھنا) یہاں مفعول مطلق نے جلوس کی نوع کو بیان کیا کہ میرا بیٹھنا قاری کی طرح ہے، نہ کسی اور کی طرح اور کبھی مفعول مطلق عدد کو بیان کرنے کیلئے ہوگا جیسے "جَلَسْتُ جَلْسَةً اَوْجَلْسَتَیْنِ" (بیٹھا میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ بیٹھنا) یہاں مفعول مطلق نے عدد کو بیان کیا کہ میں ایک دفعہ بیٹھا ہوں، یا دو دفعہ بیٹھا ہوں۔

❸ مفعول مطلق کے فعل کے حذف کے مقامات:۔ مفعول مطلق کے فعل میں اصل یہ ہے کہ وہ مذکور ہو لیکن کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت اس فعل کو حذف بھی کر دیتے ہیں پھر حذف کی دو قسمیں ہیں جوازی اور وجوبی، حذف جوازی قرینہ کا محتاج ہوتا ہے جیسے مہمان سے کہا جائے "خَیْرَ مَقْدَمٍ" یہاں مفعول مطلق کا فعل قَدِمْتَ قُدُوْمًا قرینہ کی وجہ سے حذف ہے اور وہ قرینہ حال یعنی مہمان کا آنا ہے۔

حذفِ وجوبی کی دو قسمیں ہیں سماعی اور قیاسی۔ حذفِ وجوبی سماعی یہ ہے کہ کسی قاعدہ کے تحت فعل کو حذف نہ کیا گیا ہو بلکہ محض اھل عرب سے اسکا حذف سنا گیا ہو جیسے سَقْیًا، شُکْرًا، حَمْدًا، یہاں انکے افعال سَقَاکَ اللّٰہُ، شَکَرْتُ، حَمِدْتُ کا حذف سماعی ہے۔

حذفِ وجوبی قیاسی یہ ہے کہ مفعول مطلق کے فعل کو کسی قاعدہ کے تحت حذف کیا جائے تو وہ قاعدہ فعل کے حذف کا قرینہ ہوگا اور مفعول مطلق اس کا قائم مقام ہوگا۔

❸ تمام منصوبات کے نام:۔ منصوبات بارہ ہیں: مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول معہ، مفعول لہ، مفعول مطلق، حال، تمیز، مستثنیٰ، اِنَّ اور اس کے نظائر کا اسم، کان اور اس کے نظائر کی خبر، لائے نفی جنس کا اسم، ماولا مشابہ بلیس کی خبر۔

الشق الثانی ..... وَاعْلَمْ اَنَّه اِذَا کَانَ الْجَزَاءُ مَاضِیًا بِغَیْرِ قَدْ لَمْ یَجُزِ الْفَاءُ فِیْهِ وَاِنْ کَانَ مُضَارِعًا مُثْبَتًا اَوْمَنْفِیًّا بِلَا جَازَفِیْهِ الْوَجْهَانِ وَاِنْ لَمْ یَکُنِ الْجَزَاءُ اَحَدُ الْقِسْمَیْنِ الْمَذْکُوْرَیْنِ فَیَجِبُ الْفَاءُ فِیْهِ وَذٰلِکَ فِیْ اَرْبَعِ صُوَرٍ۔

عبارت پر اعراب لگا کر مثالوں سے تشریح کریں، نیز مصنف نے جو چار صورتیں ذکر کی ہیں وہ بیان کریں۔ (ص۹۱۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح مع امثلہ (۳) وجوبِ فاء کی صورِ اربعہ کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی تشریح مع امثلہ:۔ اس عبارت میں شرط کی جزاء پر فا کو داخل کرنے اور نہ کرنے کا ذکر ہے تو عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر شرط کی جزاء ماضی مثبت ہو اور قَدْ کے بغیر ہو تو اس پر فاء کا لانا جائز نہیں ہے۔ جیسے "اِنْ اَکْرَمْتَنِیْ اَکْرَمْتُكَ" اور اگر جزاء مضارع ہو تو خواہ مثبت ہو یا منفی ہو (منفی بما ولن نہ ہو) تو پھر جزاء پر فاء کو داخل کرنا اور داخل نہ کرنا دونوں طرح جائز ہے جیسے اِنْ

تَضْرِبُ بُنِيْ اَضْرِبْكَ ،فَاَ ضْرِبْكَ اوراگر جزاء مذکورہ دوصورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت ہوتو پھر وہاں فاء کا لانا واجب ہے اور اس کی چار صورتیں ہیں۔

③ وجوبِ فاء کی صورارابعہ کی وضاحت:۔ جن چار صورتوں میں جزاء پر فاء کو داخل کرنا واجب ہے وہ یہ ہیں۔

① جزاء فعل ماضی ہو اور قد کے ساتھ ہو (قد کے بغیر نہ ہو) جیسے اِنْ یَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ الخ ۔② جزاء فعل مضارع منفی ہو لَا کے بغیر (مَا یا لَنْ کے ساتھ منفی ہو) جیسے "مَنْ یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْهُ" ③ جزاء جملہ اسمیہ ہو (فعلیہ نہ ہو) جیسے "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا" ۔④ جزاء جملہ انشائیہ ہو (خبریہ نہ ہو) خواہ امر ہو یا نہی ہو جیسے امر کی مثال "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ" اور نہی کی مثال "فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ" ۔

مذکورہ چار صورتوں میں جزاء پر فاء کو داخل کرنا واجب اور ضروری ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۲۹ھ

الشق الاوّل ..... حروف المصدر ثلاثة مَاوَاَنْ وَاَنَّ ، فالاولیان لِلْجُمْلَةِ الفعلیة کقوله تعالیٰ وضاقت علیهم الارض بمارحبت ای برحبها وقول الشاعر۔

یسرالمرء ماذهب اللیالی وکان ذهابهن له ذهابا (ص۱۲۰۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ وتشریح کرنے کے بعد شعر کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) شعر کی ترکیب۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ حروفِ مصدر تین ہیں مَا اور اَنْ اور اَنَّ، پس پہلے دو حروف جملہ فعلیہ کیلئے ہیں جیسے ضاقت الخ اور شاعر کا قول یسرالمرء الخ۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں حروفِ مصدر اور ان میں فرق ذکر کررہے ہیں کہ حروفِ مصدر تین ہیں مَا ، اَنْ و اَنَّ۔ ان میں فرق یہ ہے کہ پہلے دو حروف مَا اور اَنْ جملہ فعلیہ پر ہی داخل ہوتے ہیں جیسے مَا کی مثال ضَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ اور شعر یَسُرُّ الْمَرْءَ مَاذَهَبَ اللَّیَالِیْ اور اَنْ کی مثال فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا۔

تیسرا حرف اَنَّ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے جیسے عَلِمْتُ اَنَّكَ قَائِمٌ اور اگر اَنَّ کے ساتھ مَا کافہ لاحق ہوجائے تو پھر یہ جملہ اسمیہ وفعلیہ دونوں پر داخل ہوسکتا ہے۔

③ شعر کی ترکیب:۔ "یسر" فعل "المرءَ" مفعول بہ "ما" مصدریہ "ذهب اللیالی" فعل وفاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر بتاویل مصدر ذوالحال "واؤ" حالیہ "کان" ناقصہ "ذهابهن" مضاف ومضاف الیہ ملکر کان کا اسم "له" جار مجرور ملکر متعلق مقدم ہوا "ذهابا" مصدر کا، مصدر اپنے متعلق سے ملکر کان کی خبر، کان اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر حال، ذوالحال حال ملکر فاعل ہوا فعل کا، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی .....اَمَّا الْعَدْلُ فَهُوَ تَغَیُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِیْغَةٍ اَلْاَصْلِیَّةِ اِلٰی صِیْغَةٍ اُخْرٰی تَحْقِیْقًا اَوْ تَقْدِیْرًا وَلَا یَجْتَمِعُ مَعَ وَزْنِ الْفِعْلِ اَصْلًا وَیَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِیَّةِ کَعُمَرَ وَ زُفَرَ وَ مَعَ الْوَصْفِ کَثُلٰثَ وَ مَثْلَثَ وَ اُخَرَ وَ جُمَعَ۔ (ص۱۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ بے غبار تشریح کریں، وزنِ فعل کے ساتھ عدل کیوں جمع نہیں ہوسکتا وجہ لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴) عدل کے وزنِ فعل کے ساتھ جمع نہ ہونے کی وجہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ لیکن عدل پس وہ تبدیل ہونا ہے لفظ کا اصل (قانونی) شکل سے دوسری شکل وصورت کی طرف، تحقیقی طور پر یا تقدیری طور پر اور عدل نہیں جمع ہوسکتا وزنِ فعل کے ساتھ بالکل، اور جمع ہوسکتا ہے علمیت کے ساتھ جیسے عمر اور زفر اور وصف

کے ساتھ (جمع ہوسکتا ہے) جیسے ثُلَاثٌ، مَثْلَثٌ، اُخَرُ اور جُمَعُ۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں اولاً عدل کی تعریف کی گئی ہے کہ لفظ کا ایک صورت سے نکل کر دوسری صورت میں آنا عدل ہے یعنی یہ تبدیلی مادہ میں نہ ہو بلکہ صرف شکل وصورت میں ہو۔

"تحقیقا او تقدیرا" سے عدل کی دوقسموں کی طرف اشارہ ہے کہ عدل کی دو قسمیں ہیں تحقیقی اور تقدیری۔

عدل تحقیقی: یہ ہے کہ اس کلمہ کے غیر منصرف ہونے کے علاوہ اس کلمہ کے معدول عنہ کے وجود پر مستقل دلیل موجود ہو جیسے **ثلاث** اوران میں غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ انکے معدول عنہ پر دوسری دلیل موجود ہے اور وہ انکے معنی میں تکرار کا ہونا ہے۔

عدلِ تقدیری: یہ ہے کہ اس کلمہ کے غیر منصرف ہونے کے علاوہ اس کلمہ کے معدول عنہ کے وجود پر کوئی مستقل دلیل موجود نہ ہو جیسے **عمر** اور **زفران** میں غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ ان کے معدول عنہ پر مستقل دلیل موجود نہیں ہے بلکہ محض ایک سبب مقدر یا فرض کرلیا اور کہا کہ انکی اصل **عامر** اور **زافر** تھی۔

ولا یجتمع سے عدل کے بارے میں ضابطہ کو بیان کیا کہ عدل وزنِ فعل کیساتھ جمع نہیں ہوسکتا یعنی عدل اور وصف دونوں ملکر کسی کلمہ کو غیر منصرف نہیں بنا سکتے۔ البتہ عدل علمیت کے ساتھ بھی جمع ہوسکتا ہے جیسے عُمَرُ اور زُفَرُ اور وصف کے ساتھ بھی جمع ہو سکتا ہے جیسے ثُلَاثٌ، مَثْلَثٌ، اُخَرُ، جُمَعُ۔

④ عدل کے وزنِ فعل کے ساتھ جمع نہ ہونے کی وجہ:۔ عدل کے وزنِ فعل کے ساتھ جمع نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عدل کے مخصوص چھ اوزن ہیں (مَفْعَلٌ جیسے مَثْلَثٌ، فُعَلُ جیسے عُمَرُ، فَعَلِ جیسے اَمْسِ۔ فَعَالِ جیسے قَطَامِ، فَعَلَ جیسے سَحَرَ، فُعَالٌ جیسے ثُلَاثٌ اور وزنِ فعل ان اوزان میں سے کوئی نہیں ہے۔

﴿الورقة الخامسة فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل .....و اعلم انّ المنادی علی اقسام۔ (ص۳۸۔امدادیہ)

منادی کی تعریف اور اقسام ذکر کریں، مثالوں سے وضاحت کریں، حروفِ ندا بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) منادی کی تعریف و اقسام مع امثلہ (۲) حروف ندا کی نشاندہی۔

جواب ..... ① منادی کی تعریف واقسام مع امثلہ:۔ منادی وہ اسم ہے جس پر حرفِ ندا کو داخل کر کے کسی کو پکارا جائے درانحال کہ حرفِ ندا ملفوظ ہو جیسے **یا زید، یا عبداللہ**۔

منادی کی پانچ اقسام ہیں: ① منادی مفرد معرفہ: یعنی وہ منادی جو مضاف وشبہ مضاف اور نکرہ نہ ہو جیسے یا زید۔

② منادی مستغاث باللام: یعنی وہ منادی جس میں مظلوم آدمی کسی کو مدد کے لئے پکارے اس منادی پر لام داخل ہوتا ہے جیسے **یا لزید**

③ منادی مستغاث بالالف: اس میں مظلوم آدمی کسی کو مدد کے لئے پکارتا ہے اور اس کے آخر میں الف ہوتا ہے جیسے **یا زیداہ، یا بکراہ**۔

④ منادی مضاف وشبہ مضاف: یعنی وہ منادی جو کسی دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو یا اپنے معنی کے تام ہونے میں دوسرے اسم کا محتاج ہو جیسے **یاعبداللہ، یا طالعا جبلا**۔ ⑤ نکرہ غیر معینہ: یعنی وہ منادی جو حرفِ ندا کے داخل ہونے کے بعد بھی نکرہ ہی رہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب نابینا آدمی نکرہ سے ندا کرے جیسے **یا رجلاً خذ بیدی**۔

② حروفِ ندا کی نشاندہی:۔ حروفِ ندا پانچ ہیں، یَا، اَیَا، هَیَا، اَیْ، أ (ہمزہ مفتوحہ) اَیْ اور أ (ہمزہ مفتوحہ) منادی قریب کے لئے ہیں اَیَا اور هَیَا منادی بعید کیلئے ہیں اور یَا قریب وبعید دونوں کے لئے ہے۔

الشق الثانی .....اسماء الافعال هو کل اسم بمعنی الامر والماضی۔ (ص۶۲۔امدادیہ)

اسم فعل کی تعریف اور اسکے احکام لکھیں، نیز بتائیں کہ **قطام، غلاب** اور **حضار** اسماءِ افعال میں سے ہیں یا نہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) اسم فعل کی تعریف (۲) اسم فعل کے احکام (۳) مذکورہ الفاظ کے

اسماءِ افعال ہونے کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ اسم فعل کی تعریف:۔ اسم فعل وہ اسم ہے جو فعل ماضی یا امر کا معنی ادا کرے یا اس فعالِ کے وزن پر ہو جو امر کے معنی میں ہو، جیسے هَيْهَاتَ بمعنی بَعُدَ (ماضی) رُوَيْدَ بمعنی اَمْهِلْ (امر)۔

❷ اسم فعل کے احکام:۔ اسمائے افعال کے بارہ میں جب یہ معلوم ہو چکا کہ وہ یا فعل ماضی کے معنیٰ میں ہونگے یا امر حاضر کے معنیٰ میں ہوں گے اور یہ دونوں مبنی الاصل ہیں ان کے معنیٰ میں ہونے کی وجہ سے اسمائے افعال بھی مبنی ہونگے۔

❸ مذکورہ الفاظ کی وضاحت:۔ قطام، غلاب، حضار، اسماءِ افعال میں سے ہیں یا نہیں تو اس کو جاننے سے قبل یہ بات جان لیں کہ فَعَالِ کی پانچ اقسام ہیں:

① فعال بمعنی امر حاضر جیسے نزالِ بمعنی انزل ② فعالِ بمعنی مصدر معرفہ جیسے فجار بمعنی الفجور ③ فعالِ مونث کی صفت جیسے یافساق بمعنی فاسقة ④ وہ فعالِ جو اعیانِ مونث کا علم ہو مگر آخری حرف راء نہ ہو جیسے قطام، غلاب ⑤ وہ فعالِ جو اعیانِ مونث کا علم ہو اور آخری حرف را ہو جیسے حضار، تمار، مذکورہ پانچ اقسام میں سے صرف پہلی قسم اسم فعل ہے باقی تمام اقسام اگرچہ اس کے ساتھ وزن میں لاحق ہونے کی وجہ سے مبنی ہیں مگر اسماءِ افعال نہیں ہیں، پس معلوم ہوا کہ مذکورہ تینوں کلمات بھی اسم فعل نہیں ہیں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳۰ھ

الشق الاوّل ..... افعال المدح والذم ماوضع لانشاء مدح اوذم۔ (ص۱۰۲۔امدادیہ)

افعالِ مدح وذم ذکر کریں۔ نعم کا فاعل کیسا ہوتا ہے معرفہ یا نکرہ؟ مثالوں سے وضاحت کریں، نعم رجلاً زيد کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) افعالِ مدح وذم کی نشاندہی (۲) نعم کے فاعل کی وضاحت مع امثلہ (۳) نعم رجلاً زيدٌ کی ترکیب۔

جواب ..... ❶ افعالِ مدح وذم کی نشاندہی:۔ افعالِ مدح وذم وہ افعال ہیں جن کو انشاءِ مدح یا انشاءِ ذم کے لئے وضع کیا گیا ہو اور افعالِ مدح دو ہیں نِعْمَ اور حَبَّذَا، افعالِ ذم بھی دو ہیں بِئْسَ اور سَاءَ۔

❷ نعم کے فاعل کی وضاحت مع امثلہ:۔ نِعْمَ کا فاعل کبھی اسم معرف باللام ہوتا ہے جیسے نِعْمَ الرجلُ زيدٌ کبھی فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے نِعم غلامُ الرجلِ اور کبھی فاعل ضمیر ہوتی ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ لانا لازم ہوتا ہے جیسے نعم رجلاً زيدٌ یا ما کیساتھ تمیز لانا واجب ہوتا ہے جیسے فَنِعِمَّا هِيَ۔

❸ نِعْمَ رجلاً زيد کی ترکیب:۔ "نعم" فعل مدح اس میں هو ضمیر مستتر مميّز "رجلاً" تمیز، ممیّز تمیز ملکر فاعل ہوا نعم کا "زيد" مخصوص بالمدح، فعل مدح اپنے فاعل ومخصوص بالمدح سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ..... اَمَّا الْوَصْفُ فَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ اَصْلًا وَشَرْطُهٗ اَنْ يَكُوْنَ وَصْفًا فِيْ اَصْلِ الْوَضْعِ فَاَسْوَدُ وَاَرْقَمُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَاِنْ صَارَا اِسْمَيْنِ لِلْحَيَّةِ لِاَصَالَتِهِمَا فِي الْوَصْفِيَّةِ وَ اَرْبَعُ فِيْ مَرَرْتُ بِنِسْوَةٍ اَرْبَعٍ مُنْصَرِفٌ مَعَ اَنَّهٗ صِفَةٌ وَوَزْنُ الْفِعْلِ لِعَدَمِ الْاِصَالَةِ فِي الْوَصْفِيَّةِ۔ (ص۱۸۔امدادیہ)

وصف کی تعریف ومثال بیان کرنے کے بعد بتائیں کہ وصف علمیت کے ساتھ کیوں جمع نہیں ہوسکتا، وصف کے منع صرف میں موثر ہونے کیلئے کیا شرط ہے، مررت بنسوة اربع میں اربع منصرف ہے یا غیر منصرف، منصرف ہے تو کیوں؟ اور غیر منصرف ہے تو کیوں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) وصف کی تعریف ومثال (۲) وصف کے علمیت کے ساتھ جمع نہ ہونے کی وجہ (۳) وصف کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرط (۴) مررت بنسوة اربع میں اربع کے انصرف وعدم انصراف کی وضاحت مع الوجہ

جواب ..... ❶ وصف کی تعریف ومثال:۔ وصف وہ اسم ہے جو ذاتِ مبہمہ پر دلالت کرے اور اس میں کسی نہ کسی صفت کا اعتبار ہو جیسے "مررت باسود وارقم"۔

❷ وصف کے علمیت کے ساتھ جمع نہ ہونے کی وجہ:۔ وصف اور علمیت کیساتھ ایک ہی اسم میں منع صرف کے سبب کے طور پر جمع نہیں ہو سکتے اسلئے کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں، کیونکہ علم ذاتِ معین پر دلالت کرتا ہے اور وصف ذاتِ مبہم پر دلالت کرتی ہے اور مبہم و معین ایک دوسرے کی ضدیں ہیں اور ایک ضد دوسری ضد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی، اسلئے وصف علمیت کیساتھ جمع نہیں ہو سکتی۔

❸ وصف کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرط:۔ وصف کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ اصل وضع میں وصف ہو یعنی واضع نے اس کلمہ کو وضع ہی اس معنی کے لئے کیا ہو جس میں وصفیت ہو خواہ بعد میں وہ معنی رہے یا نہ رہے جیسے **اسود** اور **ارقم** اصل وضع میں وصف ہیں اگرچہ بعد میں یہ سانپ کے اسم بن گئے ہیں۔

❹ **مررت بنسوة اربع** میں **اربع** کے انصراف وعدمِ انصراف کی وضاحت مع الوجہ:۔ لفظ **اربع** جو کہ **مررت بنسوة اربع** میں واقع ہے یہ منصرف ہے کیونکہ یہ اصل وصف کے اعتبار سے اس عدد کیلئے موضوع ہے جو تین سے اوپر اور پانچ سے نیچے ہو تو گویا اصل وضع میں یہ وصف نہیں ہے اگرچہ اس مثال میں معنی وصفی ادا کر رہا ہے لہٰذا شرط کے نہ پائے جانے کی وجہ سے منصرف ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۰ھ

الشق الاوّل.....**والنكرة اذا وصفت جاز ان تقع مبتدأ نحو قوله تعالٰى ولعبد مؤمن خير من مشرك و كذا اذا تخصصت بوجه آخر۔** (ص۳۱۔امدادیہ)

مبتداوخبر کی تعریف کریں، نکرہ جن صورتوں میں مبتدا واقع ہوتا ہے انہیں مثالوں سمیت تحریر کریں **شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ** کی نحوی ترکیب لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) مبتداء وخبر کی تعریف (۲) نکرہ کے مبتدا واقع ہونے کی صورتیں مع امثلہ (۳) **شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ** کی ترکیب۔

جواب..... ❶ مبتدا وخبر کی تعریف:۔ مبتدا وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند الیہ واقع ہو خواہ اسم حقیقی ہو یا تاویلی ہو۔

خبر: وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند واقع ہو جیسے **زيدٌ قائمٌ** میں **زيد** مبتدا اور **قائم** خبر ہے۔

❷ نکرہ کے مبتدا واقع ہونے کی صورتیں مع امثلہ:۔ مبتدا میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو مگر جب نکرہ کو موصوف بنا کر اس کی صفت ذکر کر دی جائے تو اسمیں قدرے تخصیص کے پیدا ہونے کی وجہ سے اس کا مبتدا بننا صحیح ہے، جیسے "**ولعبد مؤمن خير من مشرك**" اسی طرح اگر کسی اور وجہ سے نکرہ میں تخصیص پیدا ہو جائے تو اس کا بھی مبتدا واقع ہونا درست ہے ان مقامات میں سے ایک مقام یہ ہے کہ جب نکرہ ہمزہ استفہام اور اُمْ متصلہ کے درمیان واقع ہو تو اسمیں متکلم کے علم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ "**اَرَجُلٌ فى الدار ام امرأة**" اس میں متکلم کو اتنا علم ہے کہ دار میں **رجل و امرأة** میں سے ایک ضرور ہے فقط وہ تعیین چاہتا ہے تو تخصیص پیدا ہو گئی۔ اسی طرح نکرہ جب تحت النفی واقع ہو تو عموم افراد کا فائدہ دیتا ہے اور عموم افراد میں **تَوَحُّدْ** ہوتا ہے جیسے "**ما احد خير منك**" اے مخاطب تیرے سوا جمیع تجھ سے بہتر نہیں، تو تخصیص کیوجہ سے نکرہ کا مبتدا بننا جائز ہے۔ اسی طرح نکرہ میں تنوین تعظیم کے ذریعہ بھی تخصیص پیدا کر کے مبتدا بنایا جاتا ہے جیسے "**شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ**" شر کا لفظ شرِ حقیر اور عظیم دونوں کو شامل تھا، تنوینِ تعظیم کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو گئی یعنی "**شرٌّ عظيمٌ اهرّ ذانابٍ**" اسی طرح خبر کو مقدم کر کے بھی تخصیص پیدا کی جاتی ہے کیونکہ ضابطہ ہے "**التقديم ماحقه التاخير يفيد الحصر**" اور حصر بھی دوسرے لحاظ سے تخصیص ہی ہے جیسے "**فى الدار رجلٌ**"۔ اسی طرح وہ نکرہ جس میں متکلم کی طرف سے نسبت کرنے کی وجہ سے تخصیص آجائے جیسے "**سلام عليك**"۔

پس ان تمام صورتوں میں نکرہ کا مبتدا واقع ہونا درست ہے۔

❸ **شَرٌّ اَهَرَّ ذَانَابٍ** کی ترکیب:۔ **شَرٌّ** نکرہ مخصصہ مبتدا **اَهَرَّ** فعل وفاعل **ذَانَابٍ** مضاف ومضاف الیہ ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی.....**واعلم ان الاضافة على قسمين، معنوية ولفظية۔** (ص۴۸۔امدادیہ)

اضافتِ لفظیہ ومعنویہ کی تعریف ومثال ذکر کریں، اضافتِ معنویہ کی اقسام مع امثلہ بیان کریں، اضافتِ لفظیہ ومعنویہ کا فائدہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں (۱) اضافتِ لفظیہ ومعنویہ کی تعریف ومثال (۲) اضافتِ معنویہ کی اقسام ثلاثہ مع امثلہ (۳) اضافتِ لفظیہ ومعنویہ کا فائدہ۔

جواب ..... ① اضافتِ لفظیہ ومعنویہ کی تعریف ومثال:۔ اضافتِ لفظیہ: اگر مضاف صفت کا صیغہ ہو اور اپنے معمول (فاعل یا مفعول) کی طرف مضاف ہو تو یہ اضافت لفظیہ ہے جیسے "**ضارب زید**" میں صیغہ صفت اپنے معمول (مفعول) کی طرف مضاف ہے۔

اضافتِ معنویہ: مضاف صفت کا صیغہ نہ ہو۔ اور اگر صفت کا صیغہ ہو تو اپنے معمول کی طرف مضاف نہ ہو جیسے **غلام زیدٍ، کتابُ عمروٍ** یہاں مضاف صفت کا صیغہ نہیں ہے اور **کریم البلد** میں مضاف صفت کا صیغہ ہے مگر اپنے معمول کی طرف مضاف نہیں ہے۔

② اضافتِ معنویہ کی اقسام ثلاثہ مع امثلہ:۔ اضافتِ معنویہ کی تین اقسام ہیں۔ ① اضافت بمعنی لام جیسے **غلام زیدٍ** اصل میں "**غلامٌ لِزیدٍ**" تھا۔ ② اضافت بمعنی مِن جیسے "**خاتمُ فضة**" اصل میں "**خاتمٌ من فضةٍ**" تھا۔ ③ اضافت بمعنی فی جیسے "**صلوٰۃ اللیل**" اصل میں "**صلوۃٌ فی اللیل**" تھا۔

③ اضافتِ لفظیہ ومعنویہ کا فائدہ:۔ اضافتِ لفظیہ فقط لفظوں میں تخفیف کا فائدہ دیتی ہے، تعریف وتخصیص کا نہیں۔ اور تخفیف صرف مضاف میں بھی ہوسکتی ہے، صرف مضاف الیہ میں بھی ہوسکتی ہے، مضاف ومضاف الیہ دونوں میں بھی ہوسکتی ہے اور اضافتِ معنویہ تعریف وتخصیص کا فائدہ دیتی ہے اگر معرفہ کی طرف اضافت ہو تو تعریف کا فائدہ دیتی ہے جیسے "**غلام زیدٍ**" اور اگر نکرہ کی طرف اضافت ہو تو تخصیص کا فائدہ دیتی ہے جیسے "**غلامُ رجلٍ**"۔

﴿الورقة الخامسة فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل.....**ومَا ومَنْ واَیٌّ واَیَّةٌ وذوبمعنی الذی فی لغة بنی طے کقول الشاعر**۔(ص۶۱۔امدادیہ)

فان الماء ماء ابی وجدی وبیری ذوحفرت وذوطویت

مَا اور مَنْ کا استعمال اور ان میں فرق مثالوں سے واضح کریں۔ اَیٌّ اور اَیَّةٌ کے معرب ومبنی ہونے کی صورتیں بیان کریں، شعر کا ترجمہ وترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) مَا اور مَنْ کا استعمال (۲) مَا اور مَنْ میں فرق مع امثلہ (۳) اَیٌّ اور اَیَّةٌ کے معرب ومبنی ہونے کی صورتیں (۴) شعر کا ترجمہ (۵) شعر کی ترکیب۔

جواب ..... ① و ② مَا اور مَنْ کا استعمال اور ان میں فرق:۔ اسماءِ موصولہ میں سے مَا اور مَنْ لفظاً مفرد ہیں مگر معنی کے اعتبار سے مفرد، تثنیہ، جمع سب کیلئے مستعمل ہیں البتہ ان میں فرق یہ ہے کہ مَنْ کا استعمال ذوی العقول میں حقیقت اور غیر ذوی العقول میں مجاز ہے اور مَا کا استعمال غیر ذوی العقول میں حقیقت اور ذوی العقول میں مجاز ہے جیسے مَا وہ چیز (غیر ذوی العقول) اور مَنْ وہ شخص (ذوی العقول) ہے۔

③ اَیٌّ واَیَّةٌ کے معرب ومبنی ہونے کی صورتیں مع امثلہ:۔ اَیٌّ اور اَیَّةٌ کی کل چار حالتیں اور صورتیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ یہ دونوں ہمیشہ مضاف ہوتے ہیں اور انکا مضاف الیہ مذکور ہوگا یا محذوف ہوگا پھر ہر ایک کی دو صورتیں ہیں صدرِ صلہ مذکور ہوگا یا محذوف ہوگا تو کل یہ چار صورتیں ہوگئیں۔ ① مضاف الیہ اور صدرِ صلہ مذکور ہو جیسے "**جَاءَ نِیْ اَیُّهُمْ هُوَ قَائِمٌ**" ② مضاف الیہ اور صدرِ صلہ دونوں مذکور نہ ہوں جیسے "**جاء نی اَیٌّ قائم**" ③ مضاف الیہ محذوف اور صدرِ صلہ مذکور ہو جیسے "**جاء نی اَیٌّ هو قائمٌ**" ان تینوں صورتوں میں یہ معرب ہوگا اور عامل کے مختلف ہونے سے اس کا اعراب مختلف ہوگا۔ ④ مضاف الیہ مذکور اور صدرِ صلہ محذوف ہو جیسے "**جَاءَ نِیْ اَیُّهُمْ قَائِمٌ**" اس صورت میں یہ مبنی بر ضم ہوگا اور عامل کے مختلف ہونے سے اس کا اعراب مختلف نہ ہوگا۔

④ شعر کا ترجمہ:۔ پس بے شک (متنازع فیہ) پانی میرے باپ اور دادا کا پانی ہے اور (متنازع فیہ) کنواں میرا وہ کنواں ہے جس کو میں نے کھودا اور منڈیر بنائی۔

⑤ شعر کی ترکیب:۔ "فا" تعلیلیہ "اِنّ" حرف مشبہ بالفعل "الماء" اس کا اسم "ماء" مضاف "ابی" مضاف اور مضاف الیہ ملکر معطوف علیہ "واؤ" عاطفہ "جدی" مضاف ومضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر ماء کا مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر اِنّ کی خبر، انّ اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ ہوکر معطوف علیہ "واؤ" عاطفہ "بیری" مضاف ومضاف الیہ ملکر مبتدا "ذو" بمعنی الذی اسم موصول "حفرت" فعل وفاعل "ھا" ضمیر محذوف مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ، موصول صلہ ملکر معطوف علیہ، "واؤ" عاطفہ "ذوطویت" ذوحفرت کی طرح موصول صلہ ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوکر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ ہوکر پھر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

الشق الثانی.....المنصوب عامله خمسة احرف اَنْ و لَنْ و کَی واِذَنْ و اَنْ المقدرة۔(ص۸۷۔امدادیہ)

مذکورہ پانچ حروف کس کو نصب دیتے ہیں مثالوں سے وضاحت کریں اَنْ کہاں کہاں مقدر ہوتا ہے مثالوں سے وضاحت کریں اَنْ کے بعد فعل مضارع پر نصب ورفع کس صورت میں جائز ہے اس کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) مذکورہ حروف کے معمول کی نشاندہی مع امثلہ (۲) اَنْ مقدرہ کے مقامات کی نشاندہی مع امثلہ (۳) اَنْ کے بعد مضارع پر نصب ورفع کے جواز کی صورت۔

جواب..... ① مذکورہ حروف کے معمول کی نشاندہی مع امثلہ:۔ مذکورہ پانچ حروف فعل مضارع پر داخل ہوکر اس کو نصب دیتے ہیں جیسے "اُرِیْدُ اَنْ تُحسِنَ اِلَیَّ، اَنَالَنْ اَضْرِبَکَ، اَسْلَمْتُ کَیْ اَدْخُلَ الجَنَّةَ، اِذَنْ یَغفِرَ اللّٰهُ لَکَ، اَسْلَمْتُ حَتّٰی اَدْخُلَ الجَنَّةَ"۔

② اَنْ مقدرہ کے مقامات کی نشاندہی مع امثلہ:۔ اَنْ سات مقامات میں مقدر ہوکر فعل مضارع کو نصب دیتا ہے ① حتّٰی کے بعد جیسے "اسلمتُ حتّٰی ادخلَ الجنةَ" ② لامِ کَیْ کے بعد جیسے "قَامَ زیدٌ لیذهبَ" ③ لامِ جحد کے بعد جیسے "مَا کَانَ اللّٰهُ لِیُعذِّبَهُم" ④ وہ فاء جو امر، نہی، نفی، تمنی، عرض، استفہام کے بعد واقع ہو اسکے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جیسے "اَسلِمْ فَتَسْلَمَ، لَا تَعصِ فَتُعَذَّبَ الخ" ⑤ وہ واؤ جو مذکورہ چھ چیزوں کے بعد واقع ہو اس کے بعد بھی اَن مقدر ہوتا ہے اسکی بھی یہی مذکورہ امثلہ ہیں فاء کی جگہ واؤ کو ذکر کرنے کے ساتھ ⑥ اس اَو کے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے جو اَوْ اِلّا بِاِلٰی کے معنی میں ہو جیسے "لَاَحبِسَنَّکَ اَوْ تُعطِیَنِی حَقِّیْ" ⑦ وہ مقام جہاں عطف کی واؤ ہو اسکے بعد بھی اَنْ مقدر ہوتا ہے بشرطیکہ اسکا معطوف علیہ اسم صریح ہو تاکہ فعل کا عطف اسم صریح پر اور جملہ کا عطف مفرد پر لازم نہ آئے جیسے "اَعجَبَنِی قِیَامُکَ وَ تَخرُجَ"۔

③ اَنْ کے بعد مضارع پر نصب ورفع کے جواز کی صورت:۔ وہ اَنْ جو باب ظَنَّ اور اس سے مشتق دوسرے صیغوں کے بعد واقع ہو تو اس اَنْ کو ناصبہ مصدریہ بنا کر مضارع کو منصوب پڑھنا بھی جائز ہے جیسے "ظَنَنتُ اَنْ سَیَقُوْمَ" اور اَنْ کو مخففہ من المثقلہ بنا کر مضارع پر رفع پڑھنا بھی جائز ہے جیسے "ظَنَنْتُ اَنْ سَیَقُوْمُ"۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل.....الحروف المشبهة بالفعل ستة۔(ص۱۰۹۔امدادیہ)

حروف مشبہ بالفعل بیان کرنے کے بعد ان کا عمل اور وجہ تسمیہ ذکر کریں اِنَّ اور اَنَّ کے استعمال میں کیا فرق ہے؟ مثال سے واضح کریں۔ لَیْتَ اور لَعَلَّ کے درمیان فرق بیان کرنے کے بعد اسی شعر کی ترکیب کریں۔

0313 6357913 - mazahirzakariyaahmad@gmail.com

اُحِبُّ الصالحین و لست منهم لعلّ اللّٰه یرزقنی صَلَاحًا

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چھ امور توجہ طلب ہیں (۱) حروف مشبہ بالفعل کی نشاندہی (۲) حروف مشبہ بالفعل کا عمل (۳) وجہ تسمیہ (۴) اِنَّ اور اَنَّ کے استعمال میں فرق مع مثال (۵) لیت ولعل میں فرق (۶) شعر کی ترکیب۔

جواب..... ① حروفِ مشبہ بالفعل کی نشاندہی:۔ حروف مشبہ بالفعل چھ ہیں اِنَّ، اَنَّ، کَاَنَّ، لَیْتَ، لٰکِنَّ، لَعَلَّ۔

② حروفِ مشبہ بالفعل کا عمل:۔ یہ حروف مبتدا وخبر پر داخل ہوتے ہیں اور مبتدا کو نصب خبر کو رفع دیتے ہیں جیسے اِنَّ زیداً قائمٌ مبتدا کو انکا اسم اور خبر کو انکی خبر کہتے ہیں۔

③ حروفِ مشبہ بالفعل کی وجہ تسمیہ:۔ چونکہ یہ حروف صیغوی، معنوی اور عملی طور پر فعل کے مشابہ ہیں اس وجہ سے انکو حروفِ مشبہ بالفعل کہتے ہیں صیغوی مشابہت یہ ہے کہ یہ حروف بھی فعل کی طرح ثلاثی اور رباعی ہوتے ہیں جیسے اِنَّ ثلاثی اور لَعَلَّ رباعی ہے۔
معنوی مشابہت یہ ہے کہ یہ حروف فعل والا معنی دیتے ہیں جیسے اَنَّ بمعنی حَقَّقْتُ، کَاَنَّ بمعنی اُشَبِّہُ، لٰکِنَّ بمعنی اِستَدْرَکْتُ، لَیْتَ بمعنی تَمَنَّیْتُ اور لَعَلَّ بمعنی تَرَجَّیْتُ ہے۔
عملی مشابہت یہ ہے کہ جس طرح فعل متعدی دو اسموں پر داخل ہو کر ایک کو رفع اور دوسرے کو نصب دیتا ہے جیسے "ضرب زید عمرًوا" اسی طرح یہ حروف بھی دو اسموں پر داخل ہو کر ایک کو نصب اور دوسرے کو رفع دیتے ہیں جیسے "اِنَّ زیدًا قائمٌ"

④ اِنَّ اور اَنَّ کے استعمال میں فرق مع مثال:۔ اِنَّ (مکسورہ) جملہ کے معنی میں تبدیلی نہیں کرتا بلکہ اس کو پختہ کرتا ہے۔ اسلئے یہ قول کے بعد واقع ہو کر مقولہ بنتا ہے اور مقولہ جملہ ہوا کرتا ہے اور اَنَّ (مفتوحہ) اپنے مابعد والے اسم وخبر سے ملکر مفرد کی تاویل میں ہو کر جملہ کا جزو بن جاتا ہے اسلئے فاعل، مفعول، مبتدا، مضاف الیہ اور مجرور کی جگہ واقع ہوتا ہے کیونکہ یہ سب جملہ کا جزو بنتے ہیں۔

⑤ لَیْتَ و لَعَلَّ میں فرق:۔ لیت تمنّی (آرزو) کیلئے آتا ہے اور آرزو ممکن کی بھی ہوتی ہے جیسے لیت زیدًا قائم اور ناممکن کی بھی ہوتی ہے جیسے "لیت الشباب یعود" اور لعلّ ترجّی (امید) کیلئے آتا ہے اور امید صرف ممکن کی ہوتی ہے لہٰذا لعل الشباب یعود کہنا جائز نہیں کیونکہ یہ ناممکن ہے۔

⑥ شعر کی ترکیب:۔ "احبّ" فعل وفاعل "الصالحین" ذوالحال "واؤ" حالیہ "لست" فعل ناقص بمع اسم "منهم" جار مجرور ملکر کائنا کے متعلق ہو کر خبر، لست اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ ہو کر حال، ذوالحال حال ملکر مفعول بہ "لعل" حرف مشبہ بالفعل "الله" اسکا اسم یرزق فعل وفاعل "ن" وقایہ "ی" ضمیر مفعول بہ اوّل صلاحًا مفعول بہ ثانی، فعل اپنے فاعل ودونوں مفعولوں سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر لعل کی خبر، لعل اپنے اسم وخبر سے ملک مفعول لہ ہوا احبّ کا، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ اور مفعول لہ سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

الشق الثانی ..... التمییز هو نکرة الخ تمیز کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور مثال ذکر کریں۔ تمیز کی قسمیں مع امثلہ ذکر کریں علی التمرة مثلها زبدًا اور طاب زید نفسًا کی نحوی ترکیب کریں۔ (ص ۴۳۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) تمیز کا لغوی و اصطلاحی معنی اور مثال (۲) تمیز کی اقسام مع امثلہ (۳) مذکورہ جملوں کی ترکیب۔

جواب ..... ① تمیز کا لغوی واصطلاحی معنی اور مثال:۔ تمیز کا لغوی معنی جدا کرنا ہے اور اصطلاح میں تمیز وہ نکرہ ہے جو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے خواہ وہ مقدار عدد ہو یا کیل ہو یا مساحت ہو یا انکے علاوہ کوئی اور چیز ہو جس میں ابہام ہو اور وہ نکرہ (تمیز) اس ابہام کو رفع اور دور کردے جیسے "عندی عشرون درهما" اس میں عشرون میں ابہام تھا معلوم نہ تھا کہ کیا چیز بیس ہے تو درهمًا نے ابہام کو دور کردیا کہ میرے پاس بیس درھم ہیں۔ روپے، دینار، قلم، کتابیں وغیرھا نہیں ہیں۔

② تمیز کی اقسام مع امثلہ:۔ تمیز کی متعدد اقسام ہیں ① وہ تمیز جو مفرد عددی سے ابہام کو رفع کرے جیسے "عندی عشرون درهما" اس میں عشرون ممیّز عدد ہے درهما تمیز ہے ② وہ تمیز جو مفرد کیلی سے ابہام کو دور کرے جیسے "عندی قفیزان برًّا" اس میں قفیزان ممیّز کیلی ہے برًّا تمیز ہے ③ وہ تمیز جو مفرد وزنی سے ابہام کو دور کرے جیسے عندی منوان سمنا اس میں منوان ممیّز وزنی ہے سمنا تمیز ہے ④ وہ تمیز جو مفرد مساحتی سے ابہام کو دور کرے جیسے "عندی جریبان قطنا" اس میں جریبان مفرد مساحتی ہے اور قطنًا تمیز ہے ⑤ وہ تمیز جو مفرد مقیاسی سے ابہام کو دور کرے جیسے "علی التمرة مثلها زبدًا" اس میں مثلها مفرد مقیاسی ہے اور زبدًا تمیز نے اس سے ابہام کو رفع کیا ہے ⑥ وہ تمیز جو مفرد غیر مقداری سے ابہام کو دور کرے جیسے "هٰذا خاتم حدیدًا" اس میں حدیدًا تمیز نے خاتم میں موجود ابہام کو رفع کیا ہے ⑦ وہ تمیز جو جملہ سے ابہام کو دور کرے جیسے "طاب زید نفسا" اس میں نفسا تمیز ہے جس نے پورے جملہ طاب زید میں موجود ابہام کو دور کیا ہے۔

③ مذکورہ جملوں کی ترکیب:۔ علی التمرة مثلها زبدًا، علی التمرة، جار مجرور ملکر موجود کے متعلق ہو کر خبر مقدم،

مثلها، مضاف مضاف الیہ ملکر ممیّز، زبدًا تمییز ،ممیّز تمییز ملکر مبتداء مؤخر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

طاب زیدنفسا "طاب" فعل "زید" ممیّز "نفسا" تمییز ،ممیّز تمییز ملکر فاعل، فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۱ھ

الشق الاوّل.....وذ ولایضاف الی مضمراصلاً۔(ص۵۰۔امدادیہ)

ذو ضمیر کی طرف کیوں مضاف نہیں ہوتا، وجہ لکھیں، ذو بغیر اضافت کے استعمال ہوتا ہے یا نہیں؟ مع الوجہ تحریر کریں، انما یعرف ذاالفضل من الناس ذووہ کا جواب تحریر کرنے کے بعد اس کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) ذو کے ضمیر کی طرف مضاف نہ ہونے کی وجہ (۲) ذو کے بلا اضافت استعمال ہونے یا نہ ہونے کی وضاحت اور وجہ (۳) شعر کا جواب (۴) شعر کی ترکیب۔

جواب..... (۱) ذو کے ضمیر کی طرف مضاف نہ ہونے کی وجہ:۔ ذو کو واضع نے اس لئے وضع کیا ہے کہ یہ اسمِ جنس کی طرف مضاف ہو کر اس اسمِ جنس کو کسی نکرہ کی صفت بنائے جیسے "جاء نی رجل ذو مالٍ" اور ضمیر اسمِ جنس نہیں ہوتی اس لئے ذو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا وگرنہ خلافِ وضع لازم آئے گا۔

(۲) ذو کے بلا اضافت استعمال نہ ہونے کی وجہ:۔ ذو کا معنیٰ ہے صاحب جیسے ذو مال، صاحبِ مال، اور صاحب ہمیشہ کسی کی طرف مضاف ہوتا ہے اس لئے ذو بغیر اضافت کے استعمال نہیں ہوتا۔

(۳) شعر کا جواب:۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ شاعر کے اس شعر میں ذو ضمیر کی طرف مضاف ہے مگر یہ خلافِ قاعدہ اور شاذ ہے جس کو استدلال کے طور پر پیش کرنا درست نہیں ہے۔

(۴) شعر کی ترکیب:۔ "انّما" کلمہ حصر "یعرف" فعل "ذاالفضل" مضاف مضاف الیہ ملکر موصوف "من الناس" جار مجرور ملکر الکائن کے متعلق ہو کر صفت، موصوف صفت ملکر مفعول بہ مقدم "ذووہ" مضاف مضاف الیہ ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی.....وَمِنْهَااَیْنَ وَ اَنّٰی لِلْمَکَانِ بِمَعْنَی الِاسْتِفْهَامِ نَحْوُاَیْنَ تَمْشِیْ وَاَنّٰی تَقْعُدْ وَبِمَعْنٰی الشَّرْطِ نَحْوُاَیْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ وَاَنّٰی تَقُمْ اَقُمْ وَمِنْهَا مَتٰی لِلزَّمَانِ شَرْطًا اَوْاِسْتِفْهَامًا نَحْوُمَتٰی تَصُمْ اَصُمْ۔(ص۶۷۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں، منها کی ضمیر کا مرجع اور شرطًا واستفهامًا کے منصوب ہونے کی وجہ تحریر کریں، کیف انت کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) منها کی ضمیر کا مرجع (۴) شرطًا اور استفهامًا کے نصب کی وجہ (۵) کیف انت کی ترکیب۔

جواب..... (۱) عبارت پر اعراب:۔ کما مرّفی السوال آنفا۔

(۲) عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں ظروف مبنیہ میں سے اَیْنَ، اَنّٰی اور مَتٰی کے متعلق تفصیل بیان کر رہے ہیں کہ اَیْنَ اور اَنّٰی ظروفِ مکان میں سے ہیں اور یہ حروف استفہام کے معنیٰ کو متضمن ہوتے ہیں جیسے اَیْنَ تَمْشِیْ (تو کہاں جا رہا ہے) اَنّٰی تَقْعُدْ (تو کہاں بیٹھا ہے) اور شرط کے معنیٰ کو بھی متضمن ہوتے ہیں جیسے اَیْنَ تَجْلِسْ اَجْلِسْ (تو جہاں بیٹھے گا میں بھی وہاں بیٹھوں گا) اور مَتٰی ظروفِ زمان میں سے ہے یہ بھی حرفِ شرط واستفہام کے معنیٰ کو متضمن ہوتا ہے اسکی مثال جیسے مَتٰی تَذْهَبْ (تو کب جائیگا) اور شرط کی مثال مَتٰی تَصُمْ اَصُمْ (جب تو روزہ رکھے گا میں بھی روزہ رکھوں گا)

(۳) منها کی ضمیر کا مرجع:۔ منها کی ضمیر مجرور کا مرجع الظروف المبنیہ ہے جو شروع فصل میں گزر چکا ہے۔

(۴) شرطًا واستفهاما کے نصب کی وجہ:۔ شرطًا واستفهامًا دونوں تمیز ہونے کی بناء پر یا حال ہونے کی بناء پر منصوب ہیں۔

⑤ کیف انت کی ترکیب:۔ "کَیفَ" حرف استفہام بمعنی فی ایّ حال "فی" جارہ "آیّ حَال" مضاف ومضاف الیہ ملکر مجرور، جارمجرور ملکر کائن کے متعلق ہوکر شبہ جملہ ہوکر خبرِ مقدم "انت" مبتدا مؤخر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ انشائیہ ہوا۔

﴿الورقة الخامسة فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل.....وکان علی ثلاثة اقسام۔(ص۹۸۔امدادیہ)

کان کی تینوں اقسام کی تعریف مع امثلہ لکھیں، کان زائدہ کی مثال میں مؤلف نے جو شعر لکھا ہے وہ ترجمہ کے ساتھ تحریر کریں، کان المطر کی نحوی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) کان کی اقسامِ ثلاثہ کی تعریف مع امثلہ (۲) کان زائدہ کی مثال والا شعر مع ترجمہ (۳) کان المطر کی ترکیب۔

جواب..... ① کان کی اقسام ثلاثہ کی تعریف مع امثلہ:۔ کان کی تین اقسام ہیں۔

① **کان ناقصہ:** وہ فعل جو اپنے فاعل کے لئے زمانہ ماضی میں اپنی خبر کے ثبوت پر دلالت کرے اور یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوکر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے مبتدا کو کَانَ کا اسم خبر کو کان کی خبر کہتے ہیں اور یہ ثبوت کبھی دائمی ہوتا ہے جیسے "کَانَ اللّٰہ غَفُوْرًا رَحِیْمًا" اور کبھی دائمی نہیں بلکہ عارضی ہوتا ہے جیسے "کَانَ زَیدٌ شَابًّا"۔ ② **کان تامہ:** یہ ثَبَتَ اور حَصَلَ کے معنی میں ہوتا ہے اور اس کے مابعد والا اسم اسکا فاعل ہوتا ہے اور یہ خبر کی طرف محتاج نہیں ہوتا جیسے "کَانَ المطر" یعنی حصل المطرُ۔

③ **کان زائدہ:** جس کے حذف سے کلام میں خلل اور بگاڑ پیدا نہ ہو جیسے۔

جیاد ابنی ابی بکرتسامٰی عَلی کان المسومة العراب

اس میں کان زائدہ ہے اس کے حذف سے شعر کے معنی میں خلل پیدا نہیں ہوتا۔

② کان زائدہ کی مثال والا شعر مع ترجمہ:۔ شعر ابھی گزر چکا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ میرے بیٹے ابوبکر کے عمدہ گھوڑے اِن عربی نشان لگائے ہوئے گھوڑوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔

③ کان المطر کی ترکیب:۔ "کان تامہ" بمعنی حَصَلَ، حَصَلَ فعل "المطر" اسکا فاعل، فعل فاعل ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی.....مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ تحریر کریں۔

استثناء، حال، مفعول له، غیر منصرف، مرکب اضافی، مااضمر عامله علی شریطة التفسیر۔

جواب.....مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ:۔ استثناء: حرفِ استثناء کے ذریعہ ماقبل والے حکم سے مابعد کو خارج کرنا جیسے "جاء نی القوم الّا زیدًا" اس میں الّا کے ذریعہ زید کو مجیئت (آنا) والے حکم سے خارج کردیا گیا ہے۔

حال: وہ لفظ ہے جو صدورِ فعل یا وقوعِ فعل کے وقت فاعل یا مفعول یا دونوں کی حالت کو بیان کرے جیسے جاء زید راکبا۔

مفعول لہ: وہ مفعول ہے جس کی وجہ سے ماقبل والا فعل واقع ہو جیسے ضربتُ زیدًا تادیبًا اس میں تادیبًا مفعول لہٗ ہے جو ضربتُ فعل کی علت واقع ہے کہ میں نے ادب سکھانے کیلئے زید کو مارا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

غیر منصرف: وہ اسم جس میں اسبابِ منع صرف میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب جو دو کے قائم مقام ہو، پایا جائے جیسے مَرَرتُ بِعُمَرَ یہ عدل اور معرفہ کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

مرکب اضافی: وہ مرکب ہے جس میں ایک اسم کی دوسرے اسم کی طرف اضافت اور نسبت ہو جیسے غلامُ زید۔

مااضمر عامله علی شریطة التفسیر: مفعول بہ کے فعل کو جن چار جگہ پر حذف کرنا واجب ہے ان مقامات میں سے تیسرا مقام **مااضمر عامله علی شریطة التفسیر** ہے اور اس سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل یعنی اسم فاعل یا اسم مفعول ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم مذکور کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل نہ کر رہا ہو، بایں طور کہ اگر اس فعل یا

شبہ فعل یا اس کے کسی مناسب کو ضمیر کی بجائے خود اس اسم پر مسلط کر دیا جائے یعنی اس اسم سے پہلے ذکر کر دیا جائے تو وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کو بھی نصب ہی دے جیسے **زیدا ضربته** میں **ضربت** کو ہٗ ضمیر کی بجائے **زیدًا** سے پہلے ذکر کر دیا جائے تو وہ **زیدًا** کو نصب ہی دیگا اس وجہ سے **زیدًا** کے فعل کو حذف کر دیا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ..... **اماوزن الفعل فشرطه**۔ (ص ۲۱۔ امدادیہ)

وزنِ فعل کی تعریف کریں اور اسکے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط تحریر کریں۔ **تغلب، نرجس، یشکر** اور **یعمل** منصرف ہیں یا غیر منصرف؟ وجہ کیساتھ بیان کریں۔ نیز کسی کا نام **ضَرَبَ** رکھ دیا جائے تو یہ منصرف ہوگا یا غیر منصرف؟ وضاحت سے لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) وزنِ فعل کی تعریف (۲) غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط (۳) مذکورہ الفاظ کے انصراف وعدم انصراف کی وضاحت (۴) **ضرب (عَلَم)** کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ وزنِ فعل کی تعریف:۔ وزنِ فعل کہتے ہیں اسم کا ایسے وزن پر آنا جو وزنِ فعل کے ساتھ مختص ہے مثلاً یہی اوپر والی امثلہ **تغلب، نرجس، یشکر**۔

❷ غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط:۔ وزنِ فعل میں غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے دو شرطوں میں سے ایک شرط کا پایا جانا ضروری ہے ① وہ وزنِ فعل کے ساتھ خاص ہو اور فعل کے ساتھ دو وزن خاص ہیں ایک ثلاثی مجرد ماضی مجہول کا وزن جیسے **ضُرِبَ** اور دوسرا ثلاثی مزید فیہ ماضی معروف کا وزن جیسے **شَمَّرَ** ② دوسری شرط دو شرطوں کا مجموعہ ہے یعنی اگر وہ وزن فعل کیساتھ مختص نہیں ہے تو اسکے غیر منصرف کا سبب بننے کیلئے پہلی شرط یہ ہے کہ اسکے شروع میں حروفِ مضارع (**اتین**) میں سے کوئی ایک حرف ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے آخر میں ایسی **تاء** نہ ہو جو حالتِ وقف میں **ھاء** بن جائے۔

❸ مذکورہ الفاظ کے انصراف وعدم انصراف کی وضاحت:۔ مذکورہ الفاظ میں سے پہلے تین الفاظ (**تغلب، نرجس، یشکر**) وزنِ فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں کیونکہ یہ عَلَم ہیں اور فعل کے وزن پر ہیں اور چوتھا لفظ (**یعمل**) اگرچہ کسی کا نام ہو تب بھی منصرف ہے کیونکہ اسکے شروع میں اگرچہ ''یا'' علامتِ مضارع موجود ہے مگر یہ ایسی تاء کو قبول کرنے والا ہے جو حالتِ وقف میں ھاء بن جاتی ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ **ناقة یعملة** (مضبوط اور طاقتور اونٹنی)۔

❹ **ضَرَبَ** (عَلَم) کی وضاحت:۔ **ضَرَبَ** جب کسی کا نام رکھ دیا جائے تو یہ غیر منصرف نہیں ہوگا کیونکہ اس میں غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط نہیں پائی جاتی اور وہ یہ ہے کہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو مگر یہ وزن فعل کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

الشق الثانی ..... **اَلْفَاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ قَبْلَهٗ فِعْلٌ اَوْصِفَةٌ اُسْنِدَ اِلَيْهِ عَلٰى مَعْنٰى اَنَّهٗ قَامَ بِهٖ لَاوَقَعَ عَلَيْهِ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًوا وَمَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا وَكُلُّ فِعْلٍ لَابُدَّلَهٗ مِنْ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٍ مُظْهِرٍ كَذَهَبَ زَيْدٌ اَوْمُضْمِرٍ بَارِزٍ كَضَرَبْتُ زَيْدًا اَوْ مُسْتَتِرٍ كَزَيْدٌ ذَهَبَ۔**

عبارت کی واضح تشریح کریں۔ تنازعِ فعلین کا مطلب اور اس کی ممکنہ صورتیں مع امثلہ تحریر کریں۔ فعل کو عمل دینے میں کوفیین و بصریین کا اختلاف مدلل بیان کریں۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ چار امور ہیں ① عبارت کی تشریح ② تنازع فعلین کا مطلب ③ تنازع فعلین کی صورتیں مع امثلہ ④ کوفیین و بصریین کا مدلل اختلاف۔

جواب ..... ❶ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں فاعل کی تعریف اور امثلہ سے اسکی وضاحت کی گئی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا صفت کا صیغہ ہو اور وہ فعل یا صفت کا صیغہ اس اسم کی طرف مسند ہو بایں طور کہ وہ اس اسم کے ساتھ قائم ہو، اس اسم پر واقع نہ ہو جیسے **قام زیدٌ** یہ فاعل سے قبل فعل کی مثال ہے اور **زید ضارب ابوہ عمرًوا** فاعل سے قبل صفت کے صیغہ کی مثال ہے اور یہ فعل اور صفت کے صیغے فاعل کیساتھ قائم ہیں اس پر واقع نہیں ہیں۔

ہر فعل کیلئے فاعل کا ہونا ضروری ہے، کبھی وہ فاعل اسم ظاہر ہوگا جیسے **ذهب زيد** اور کبھی فاعل ضمیر بارز وظاہر کی صورت میں ہوگا جیسے **ضربتُ زيدا** اور کبھی فاعل ضمیر مستتر کی صورت میں ہوگا جیسے **زيد ذهب**۔

❷ تنازع فعلین کا مطلب:۔ تنازع فعلین کا مطلب یہ ہے کہ دو فعل آپس میں اس بات میں جھگڑا کریں کہ بعد میں آنے والا اسم ظاہر میرا معمول ہے جیسے **ضربني و اكر مني زيد** اس میں **ضرب** اور **اكرم** دونوں چاہتے ہیں کہ زید ہمارا فاعل ہے اور معمول ہے۔

❸ تنازع فعلین کی صورتیں مع امثلہ:۔ تنازع فعلین کی کل چار صورتیں ہیں: ① دونوں فعل اسم ظاہر کے فاعل ہونے میں جھگڑا کریں جیسے **ضربني واكر مني زيد**۔ ② دونوں فعل اسم ظاہر کے مفعول ہونے میں جھگڑا کریں جیسے **ضربت و اكرمت زيداً**۔ ③ پہلا فعل فاعل اور دوسرا فعل مفعول ہونے کا تقاضا کرے جیسے **ضربني واكر مثُ زيداً**۔ ④ پہلا فعل مفعول اور دوسرا فعل فاعل ہونے کا تقاضا کرے جیسے **ضربت واكرمني زيدٌ**۔

❹ کوفیین وبصریین کا مدلل اختلاف:۔ اس بات پر تمام کوفی وبصری متفق ہیں کہ پہلے اور دوسرے فعل کو عمل دینا اور اسم ظاہر کو انکا معمول بنانا جائز ہے البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ کس فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے، نحاتِ کوفہ کے نزدیک پہلے فعل کو عمل دینا یعنی اسم ظاہر کو پہلے فعل کا معمول بنانا اولیٰ ہے اور نحات بصرہ کے نزدیک دوسرے فعل کو عمل دینا اولیٰ اور افضل ہے۔

نحاتِ کوفہ کی دلیل: نحاتِ کوفہ کی دلیل یہ ہے کہ جو فعل پہلے آیا ہے وہ تقدم کی وجہ سے زیادہ حق رکھتا ہے لہٰذا پہلے کو عمل دینگے۔

نحاتِ بصرہ کی دلیل: نحاتِ بصرہ کہتے ہیں کہ دوسرا فعل اسم ظاہر کے قریب اور متصل ہے تو قرب وجوار کی وجہ سے وہی عمل کا زیادہ حق رکھتا ہے مصنف نے بصریوں میں سے ہونے کی وجہ سے پہلے بصریوں والی امثلہ کو ذکر کیا۔

رفعِ تنازع: عقلی طور پر رفع تنازع کے تین طریقے متصور ہوسکتے ہیں:

① دونوں عاملوں کو عمل سے لغو قرار دے دیا جائے مگر یہ باطل ہے کیونکہ عمل کے مستحق ہونے کے بعد لغو قرار نہیں دیا جاسکتا۔

② عمل ایک فعل کو دیں اور دوسرے کو لغو قرار دیں یہ ترجیح بلا مرجح ہونے کیوجہ سے باطل ہے۔

③ عمل ایک فعل کو دیں اور دوسرے فعل میں تین امور میں سے ایک امر لائیں:

① اس کا معمول حذف مانیں ② ضمیر لگائیں ③ ذکر کریں، مگر ذکر اسی جگہ کریں گے جہاں پہلی دو صورتیں نہ ہوسکتی ہوں یہ طریقہ ہی درست ہے۔

اس میں کوفیوں اور بصریوں کا پھر اختلاف ہے، کوفی کہتے ہیں کہ عمل پہلے فعل کو دینگے پھر دیکھیں گے کہ دوسرا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے یا مفعول کا، اگر فاعل کا تقاضا کرے تو ضمیر لگا دیں گے کیونکہ اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا اور اگر دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے تو دیکھیں گے کہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہیں یا نہیں، اگر افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو دوسرے فعل میں مفعول کو حذف ماننا بھی جائز ہے اور اضمار بھی جائز بلکہ افضل واولیٰ ہے اور اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں تو دوسرے فعل میں مفعول کو ذکر کرنا واجب ہے حذف کرنا اور ضمیر ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔

بصری کہتے ہیں کہ دوسرے فعل کو عمل دیکر دیکھیں گے کہ پہلا فعل فاعل کا تقاضا کرتا ہے یا مفعول کا، اگر فاعل کا تقاضا کرے تو فاعل کی ضمیر لگائیں گے اور فاعل کے عمدہ ہونے کی وجہ سے اس میں اضمار قبل الذکر جائز ہے اور عمدہ کو حذف کرنا بھی جائز نہیں ہے اور تکرار کی وجہ سے ذکر کرنا بھی درست نہیں ہے اور اگر فعل اوّل مفعول کا تقاضا کرے تو دیکھیں گے کہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہیں یا نہیں ہیں اگر افعال قلوب میں سے نہ ہوں تو مفعول کو حذف مانیں گے اور فضلہ ہونے کی وجہ سے اس کا حذف جائز ہے اور اگر دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہیں تو مفعول کو ذکر کرنا واجب ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۲ھ

الشق الاوّل ..... **الموصول اسم يصلح الخ**۔ اسم موصول کی تعریف، مثال اور صلہ کی شرطیں تحریر کریں، اسماءِ موصولہ تحریر کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں ① اسم موصول کی تعریف ومثال ② صلہ کی شرائط ③ اسماءِ موصولہ کی نشاندہی۔

جواب ..... ❶ اسم موصول کی تعریف ومثال:۔ اسم موصول وہ اسم ہے جو صلہ کے بغیر جملہ کا جزء تام نہ بن سکے اور صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے اس میں عائد (ضمیر) کا ہونا ضروری ہے جو موصول کی طرف لوٹے جیسے **جاء الذی قام ابوہ** اسمیں **الذی** اسم موصول ہے جو صلہ (**قام ابوہ**) کے بغیر **جاء** کا فاعل نہیں بن سکتا۔

❷ صلہ کی شرائط:۔ صلہ کی دو شرطیں ہیں ① یہ جملہ خبریہ ہوگا خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو ② صلہ میں ایک ضمیر ہونی چاہیے جو موصول کی طرف لوٹے تا کہ صلہ کا موصول سے رابطہ ہو جائے۔

❸ اسماء موصولہ کی نشاندہی:۔ **اَلَّذِی** واحد مذکر کیلئے۔ **اَلَّذَانِ** ، **اَلَّذَیْنِ** تثنیہ مذکر کیلئے۔ **اَلَّتِی** واحد مونث کیلئے۔ **اَلَّتَانِ**، **اَلَّتَیْنِ** تثنیہ مونث کیلئے۔ **اَلَّذِیْنَ** جمع مذکر کیلئے۔ **اَلَّا تِیْ**، **اَلَّوَاتِیْ**، **اَلَّائِی**، **اَلَاءِ**، جمع مونث کیلئے ہیں اور **مَا**، **مَنْ**، **اَیٌّ**، **اَیَّۃٌ**، **ذُو** بمعنی **الذی** ،**الف لام** بمعنی **اَلَّذِی** جب اسم فاعل واسم مفعول پر داخل ہوں۔

الشق الثانی ..... **ولایبنیان الّا ممّا یبنی منه افعل التفضیل ویتوصل فی الممتنع بمثل ما اشد استخراجًا فی الاوّل واشدد باستخراجه فی الثانی۔** (ص۱۰۱۔امدادیہ)

عبارت کی مثال دیکر وضاحت کریں، فعل تعجب کی تعریف اور اسکے صیغے ذکر کریں، فعل تعجب کو اسکے معمول پر مقدم کرنے کا حکم ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کی وضاحت مع مثال (۲) فعل تعجب کی تعریف اور صیغے (۳) فعل تعجب کو معمول پر مقدم کرنے کا حکم۔

جواب ..... ❶ عبارت کی وضاحت مع مثال:۔ اس عبارت میں مصنف فعل تعجب کے متعلق فائدہ ذکر کر رہے ہیں کہ فعل تعجب کے یہ دو صیغے (**ماافعله** ، **افعل به**) صرف ان ابواب سے بنائے جاتے ہیں جن ابواب سے اسم تفضیل بنایا جاتا ہے یعنی ثلاثی مجرد کے صرف ان ابواب سے یہ صیغے آتے ہیں جن میں لون اور عیب کا معنی نہ پایا جائے اسکے علاوہ ثلاثی مجرد کے لون وعیب والے ابواب اور ثلاثی مزید فیہ اور رباعی مجرد ومزید فیہ کے ابواب سے اگر فعل تعجب بنانا ہو تو شدت، ضعف، حسن وقبح وغیرھا سے یہ صیغے بنالو، پھر جس ممتنع باب سے فعل تعجب بنانا ہے اسکے مصدر کو پہلی صورت میں مفعول بہ بنا کر اور دوسری صورت میں باء کا مجرور بنا کر ذکر کرینگے جیسے "**مَا اَشَدَّ اِسْتِخْرَاجًا" "اَشْدِدْ بِاسْتِخْرَاجِهٖ**"۔

❷ فعل تعجب کی تعریف اور صیغے:۔ فعل تعجب وہ فعل ہے جو تعجب کے انشاء اور ایجاد کے لئے وضع کیا گیا ہو، نہ کہ تعجب کی خبر دینے کیلئے جیسے "**ما احسن زیدًا**" زید کس قدر حسین ہے۔

فعل تعجب کے دو صیغے ہیں ① **مَا اَفْعَلَهٗ** جیسے "**ماحسن زیدًا**" ② **اَفْعِلْ بِهٖ** جیسے "**اَحْسِنْ بِزَیْدٍ**"۔

❸ فعل تعجب کو معمول پر مقدم کرنے کا حکم:۔ فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں معمول کو فعل تعجب پر مقدم کرنا یعنی پہلے فعل میں مفعول بہ کو مقدم کر کے **مَا زَیْدًا اَحْسَنَ** کہنا اور دوسرے فعل میں مجرور کو مقدم کر کے **بِزَیْدٍ اَحْسِنْ** کہنا جائز اور درست نہیں ہے۔

﴿الورقة الخامسة فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ..... **وَبِمَعْنٰی عَنْ اِذَا اُسْتُعْمِلَ مَعَ الْقَوْلِ، کَقَوْلِهٖ تَعَالٰی (قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَاسَبَقُوْنَا اِلَیْهِ) وَفِیْهِ نَظْرٌ، وَ بِمَعْنٰی الوَاوِ فِیْ الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ کَقَوْلِ الْهُزَلِیِّ۔** (ص۱۰۶۔امدادیہ)

لِلّٰهِ یَبْقٰی عَلَی الْاَیَّامِ ذُوْحَیَدٍ بِمُشْمَخِرِّبِهِ الظَّیَّانُ وَ الْاٰسُ۔

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں، **فیه نظر** کی وضاحت کریں، شعر کا ترجمہ اور ترکیب تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) **فیه نظر** کی وضاحت (۴) شعر کا ترجمہ (۵) شعر کی ترکیب۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مّر فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ صاحبِ ھدایۃ النحو نے فرمایا کہ لام جارہ عن کے معنی میں ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان "و قال الذین کفروا للذین آمنوا لو کان خیرًا ماسبقونا الیه"۔

(فائدہ) اس آیت میں لام کو عن کے معنی میں کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قال کا صلہ لام آجائے تو قال خطاب کیلئے ہوتا ہے اگر آیت میں لام اپنے معنیٰ میں ہوتا تو آگے سبقتمونا ہوتا جبکہ سبقونا ہے۔ معلوم ہوا کہ لام بمعنی عَنْ ہے۔

③ فیه نظر کی وضاحت:۔ صاحبِ ہدایۃ النحو نے فرمایا کہ آیت میں لام کو عن کے معنیٰ میں کرنا محلِ نظر ہے۔

وجہ نظر یہ ہے کہ قال کے بعد لام بمعنیٰ عن یا خود عن آجائے تو وہ رَوٰی کے معنیٰ میں ہوتا ہے اور اس سے آیت کا معنی یہ ہوگا کہ کفار نے ایمان والوں سے لو کان خیرًا ما سبقونا الیه روایت کیا ہے حالانکہ کفار نے لو کان الخ کا قول کیا ہے مومنین کے لئے، نہ کہ ان سے روایت کیا ہے۔

آیت کے صحیح معنیٰ میں مفسرین کے تین قول ہیں:

①لام فی کے معنیٰ میں ہے ②لام اجلیہ ہے اور مضاف مقدر ہے تقدیر عبارت یہ ہے لاجل ایمان الذین آمنوا ③لام خطاب کیلئے ہے کفار نے بعض مومنین سے خطاب کیا اور دوسرے بعض کے متعلق کہا یعنی عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھی اَسد، اُسَید رضی اللہ عنہما نے جو دین اختیار کیا ہے اگر یہ بہتر ہوتا تو وہ ہم سے سبقت نہ لے جاتے کیونکہ ہم ان سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ خطاب اور غیبت اپنی اپنی جگہ پر برقرار ہے اور درست ہے۔

④ شعر کا ترجمہ:۔ (اس شعر میں یبقی سے پہلے لا حرفِ نفی مقدر ہے) ترجمہ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی قسم زمانہ کے گزرنے پر سینگ والا پہاڑی بکرا نہیں رہے گا ایسے اونچے پہاڑ پر جہاں چنبیلی اور ریحان ہیں۔

⑤ شعر کی ترکیب:۔ "لِلّٰهِ" جار مجرور ملکر اقسم فعل محذوف کا متعلق بن کر جملہ فعلیہ ہو کر قسم "لَایَبقٰی" فعل "عَلَی الْاَیَّامِ" جار مجرور ملکر متعلق ہوا لایبقی کے "ذُوحَیَدٍ" مضاف مضاف الیہ ملکر لایبقی کا فاعل "بَا" جارہ "مُشمَخِرٌّ" موصوف "بِهٖ" جار مجرور ملکر کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم "اَلظَّبْیَانُ وَ الاسُ" معطوف معطوف علیہ ملکر مبتدا موخر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر صفت، موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور ملکر لایبقی کا متعلق ثانی، فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جوابِ قسم، قسم اپنے جوابِ قسم سے ملکر جملہ قسمیہ انشائیہ ہوا۔

الشق الثانی ..... مندرجہ ذیل اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ تحریر کریں۔ (ص۱۲۔ امدادیہ)

اعراب، معرب مبنی، منصرف، متمکن، جمع مذکر سالم، حال، مستثنیٰ، مبتدا۔

جواب ..... مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ:۔ اعراب: وہ حروف یا حرکت جس سے معرب کا آخر تبدیل ہو جیسے زید کی دال پر ضمہ، فتحہ، کسرہ جاء زیدٌ، رأیتُ زیدًا، مررتُ بزیدٍ اور "جاء نی ابوك، رأیت اباك، مررت بابیك" میں واؤ، الف اور یاء۔

معرب: وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ ملا ہوا ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو جیسے لفظ زید، قَامَ زَیدٌ میں۔

مبنی: وہ اسم جو غیر کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو یا غیر کے ساتھ ملا ہوا ہو مگر مبنی الاصل کے مشابہ ہو جیسے صرف لفظِ زید۔

منصرف: وہ اسم ہے جس میں اسبابِ منع صرف میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب نہ پایا جائے جو دو سبب کے قائم مقام ہو جیسے زید جو قَامَ زیدٌ میں واقع ہے اس کو اسم متمکن بھی کہتے ہیں۔

حال: وہ لفظ ہے جو صدورِ فعل یا وقوعِ فعل کے وقت فاعل یا مفعول یا دونوں کی حالت کو بیان کرے جیسے جاء زید راکبا۔ ضرب زید بکرا مشدودًا۔

جمع مذکر سالم: وہ جمع ہے جس میں واحد کا صیغہ سلامت رہے جیسے عَالِمُونَ اس میں مفرد کا صیغہ عَالِمٌ سلامت ہے۔

مستثنیٰ: وہ لفظ ہے جو اِلَّا اور اس کے مشابہات کے بعد ذکر کیا جائے جس سے مقصود یہ بتلانا ہو کہ جو حکم اِلَّا کے ماقبل کی طرف منسوب ہے اِلَّا کا مابعد اس سے خارج ہے جیسے جاء نی القوم اِلَّا زیدًا اس میں زید مستثنیٰ ہے یعنی جاء کی جو نسبت قوم کی طرف

ہے زید اس سے خارج ہے۔

مبتدا: وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند الیہ واقع ہو جیسے زَیدٌ عَالِمٌ اس مثال میں لفظ زید مبتدا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل .....اما بعد فهذا مختصر مضبوط فی النحو جمعت فیه مهمات النحو علی ترتیب الکافیة مبوبا ومفصلاً بعبارة واضحة مع ایراد الا مثلة فی جمیع مسائلها من غیر تعرض للادلة والعلل۔ (ص۶۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں۔ جمعت فیه مهمات النحو علی ترتیب الکافیة کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) جمعت فیه کی ترکیب۔

جواب ..... (۱) عبارت کا ترجمہ:۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ کتاب (ہدایۃ النحو) مختصر ہے اور علمِ نحو میں مضبوط ہے اس میں کافیہ کی ترتیب پر میں نے نحو کے مسائل مقصودہ کو جمع کیا درآنحالیکہ باب باندھنے والا اور فصول بنانے والا تھا واضح عبارت کے ساتھ ان کے تمام مسائل میں مثالوں کے لانے کے ساتھ دلائل اور علتوں کے درپے ہونے کے بغیر۔

(۲) جمعت فیه الخ کی ترکیب:۔ "جَمَعْتُ" فعل فاعل "فی" جارہ "ہ" مجرور، جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق جمعت فعل کے، "مُهِمَّات" مضاف النحو مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مفعول بہ ہوا جمعت فعل کا "علی" حرف جار "ترتیب" مضاف "الکافیة" مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ثانی ہوا جمعت فعل کے، فعل اپنے فاعل اور مفعول دونوں متعلقوں سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ..... "اَلْفَاعِلُ كُلُّ اِسْمٍ قَبْلَهٗ فِعْلٌ اَوْصِفَةٌ اُسْنِدَ اِلَيْهِ عَلٰى مَعْنٰى اَنَّهٗ قَامَ بِهٖ لَاوَقَعَ عَلَيْهِ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًوا وَمَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا وَكُلُّ فِعْلٍ لَابُدَّلَهٗ مِنْ فَاعِلٍ مَرْفُوْعٍ مُظْهِرٍ كَذَ هَبَ زَيْدٌ أَوْمُضْمِرٍ بَارِزٍ كَضَرَبْتُ زَيْدًا اَوْ مُسْتَتِرٍ كَزَيْدٌ ذَهَبَ" وَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ مُتَعَدِّيًا كَانَ لَهٗ مَفْعُوْلٌ بِهٖ اَيْضًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا۔

عبارت کا ترجمہ کریں۔ مرفوعات کی تعداد اور نام ذکر کریں۔ درج ذیل امثلہ میں فرق بیان کریں قام زید وزید ضارب ابوہ عمرًوا و ماضرب زید عمرًوا۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مرفوعات کی تعداد واسماء (۳) امثلہ میں فرق۔

جواب ..... (۱) عبارت کا ترجمہ:۔ فاعل ہر وہ اسم ہے کہ اس سے پہلے فعل یا صفت کا صیغہ ہو جس کی اس اسم کی طرف نسبت کی گئی ہو اس طور پر کہ وہ فعل یا صفت کا صیغہ اس اسم کے ساتھ قائم ہو اس پر واقع نہ ہو جیسے "قام زید" "زید ضارب ابوہ عمرًوا، ما ضرب زید عمرًوا اور ہر فعل کیلئے فاعل مرفوع ظاہر یا ضمیر ظاہر یا ضمیر مستتر ضروری ہے جیسے "ذهب زید، ضربت زیدا، زید ذهب" اور اگر فعل متعدی ہو تو اُس کے لئے مفعول بہ کا ہونا بھی ضروری ہے جیسے "ضرب زید عمرًوا"۔

(۲) مرفوعات کی تعداد واسماء:۔ مرفوعات کی کل آٹھ اقسام ہیں ① فاعل جیسے ضَرَبَ زیدٌ ② مفعول مالم یسم فاعلہٗ جیسے ضُرِب زیدٌ ③ مبتداء ④ خبر جیسے زید قائمٌ ⑤ اِنَّ اور اسکے اخوات کی خبر جیسے اِنَّ زیدًا قائمٌ ⑥ کان اور اسکے اخوات کا اسم جیسے کَان زیدٌ قائمًا ⑦ ماولامشابہ بلیس اسم جیسے مازیدٌ افضل منك ⑧ لائے نفی جنس کی خبر جیسے لارجلَ ظَرِیفٌ فی الدار۔

(۳) امثلہ میں فرق:۔ قَامَ زَیْدٌ یہ فعل لازمی مثبت کی مثال ہے اور اس میں قیام کی نسبت زید کی طرف ہو رہی ہے اور یہی اس کا فاعل ہے اور قیام (کھڑے ہونا) اس کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں ہے۔

زَیْدٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ عَمْرًوا یہ صیغۂ صفت کی مثال ہے اس مثال میں ضارب اسم فاعل ہے ابوہ اس کا فاعل ہے اور مارنے والی وصف ابوہ کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں ہے۔

مَاضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا یہ فعل متعدی منفی کی مثال ہے اور اس میں ضرب کی نسبت زید کی طرف ہے اور یہ زیدٌ اُس کا فاعل ہے اور یہ فعل اُس کے ساتھ قائم ہے اُس پر واقع نہیں ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۳ھ

الشق الاوّل ..... اَلْمَفْعُوْلُ بِهٖ هُوَ اِسْمٌ مَاوَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ كَضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفَاعِلِ كَضَرَبَ عَمْرًوا زَيْدٌ وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهٗ لِقِيَامِ قَرِيْنَةٍ جَوَازًا نَحْوُ زَيْدًا فِيْ جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ اَضْرِبُ۔ (ص ۳۶۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، ترجمہ کریں، وقد يحذف فعله لقيام قرينة کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی ترکیب۔

جواب ..... (۱) عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ في السوال آنفا۔

(۲) عبارت کا ترجمہ:۔ مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو جیسے ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًوا اور کبھی مفعول بہ کو فاعل پر مقدم بھی کر دیتے ہیں جیسے ضَرَبَ عَمْرًوا زَيْدٌ اور کبھی مفعول بہ کے فعل ناصب کو قرینے کے پائے جانے کی وجہ سے جواز اً حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے زَيْدًا اس شخص کے جواب میں جو کہے مَنْ اَضْرِبُ۔

(۳) عبارت کی ترکیب:۔ "قد" برائے تقلیل "يحذف" فعل مجہول "فعل" مضاف "ہ" ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے ملکر نائب فاعل "ل" حرف جار "قيام" مضاف "قرينة" مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل مجہول کے، فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی .....واعلم انك اذا اضفت الاسم الصحيح اوالجارى مجرى الصحيح الى ياء المتكلم كسرت اخره واسكنت الياء او فتحتها كغلامى ودلوى وظبيى وان كان اخر الاسم الفاتثبت كعصاى ورحاى خلافا للهذيل۔ (ص ۴۹۔ امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کریں، اسم صحیح و جاری مجری صحیح کی تعریف و مثالیں ذکر کریں، قبیلہ ھذیل کا مذہب وضاحت کیساتھ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) اسم صحیح اور قائم مقام صحیح کی تعریف مع امثلہ (۳) قبیلہ ھذیل کے مذہب کی وضاحت۔

جواب ..... (۱) عبارت کا ترجمہ:۔ اور جان تو کہ جب تو اسم صحیح یا قائم مقام صحیح کو یاء متکلم کی طرف مضاف کرے تو اس کے آخر کو کسرہ دے دے اور یاء کو ساکن کر دے اور یاء کو فتحہ دے دے جیسے غُلَامِیْ ، دَلْوِیْ، ظَبْيِیْ اور اگر اسم کا آخری حرف الف ہو تو اس کو باقی رکھ جیسے عَصَایَ اور رَحَایَ اور قبیلہ ھذیل کا اس میں اختلاف ہے۔

(۲) اسم صحیح اور قائم مقام صحیح کی تعریف مع امثلہ:۔ اسم صحیح وہ ہے کہ جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو یہ تعریف نحات کے نزدیک ہے اور صرفیوں کے ہاں اسم صحیح وہ ہے کہ جسکے حروف اصلی کے مقابلے میں حرف علت نہ ہو، ہمزہ بھی نہ ہو اور دو حرف ایک جنس کے بھی نہ ہوں جیسے غلام اور قائم مقام صحیح کی تعریف یہ ہے کہ اسکے ل کلمہ کے مقابلے میں حرف علت "واؤ" "یا" ہو اور اُس کا ماقبل ساکن ہو جیسے دلوٌ، ظَبْيٌ۔

(۳) قبیلہ ھذیل کے مذہب کی وضاحت:۔ جس اسم کے آخر میں الف ہو جب اس کو یاء متکلم کی طرف مضاف کریں تو اس کے آخر کو یعنی یاء کو ساکن کر دو یا فتحہ دیدو جیسے عَصَایْ رَحَایْ اور عَصَایَ رَحَایَ یہ جمہور کا مذہب ہے۔ لیکن قبیلہ بنو ہذیل کا اس میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ جس اسم کے آخر میں الف ہو جب اس کو یاء متکلم کی طرف مضاف کریں گے تو اس الف کو یاء سے بدل کر یاء کا یاء میں ادغام کر دیں گے اور یاء کی مناسبت سے ماقبل کے فتحہ کو کسرہ سے بدل دیں گے۔ جیسے عَصِيَّ اور رَحِيَّ۔

﴿الورقة الخامسة فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل.....اَلْفِعْلُ اِمَّا مُتَعَدٍّ وَاِمَّا لَازِمٌ وَالْمُتَعَدِّیْ قَدْ یَکُوْنُ اِلٰی مَفْعُوْلٍ وَاحِدٍ وَاِلٰی مَفْعُوْلَیْنِ وَاِلٰی ثَلٰثَةِ مَفَاعِیْل۔(ص۹۵۔امدادیہ) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، فعل متعدی اور فعل لازم کی تعریف کریں اور ہر ایک کے لئے کم از کم تین مثالیں پیش کریں۔ متعدی الی مفعول واحد، الی مفعولین، الی ثلٰثة مفاعیل کی مثالیں دیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) فعل متعدی اور لازمی کی تعریف مع امثلہ (۴) متعدی بیک مفعول وبدو مفعول وبسہ مفعول کی مثالیں۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ فعل کی دو قسمیں ہیں متعدی اور لازمی اور فعل کبھی ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتا ہے کبھی دو کی طرف اور کبھی تین کی طرف۔

❸ فعل متعدی اور لازمی کی تعریف مع امثلہ:۔ فعل متعدی وہ فعل ہے جو فاعل پر تام نہ ہو بلکہ مفعول کی طرف محتاج ہو اور لازمی وہ ہے جو فقط فاعل پر پورا ہو جائے اسکو مفعول کی طرف احتیاج نہ ہو، فعل لازمی کی مثال قَعَدَ زَیْدٌ، قَامَ بَکْرٌ، جَلَسَ عَمْرٌو ، فعل متعدی کی مثالیں ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا اَعْطٰی زَیْدٌ عَمْرًا دِرْهَمًا، اکل زَیْدٌ طَعَامًا۔

❹ متعدی بیک مفعول وبدو مفعول وبسہ مفعول کی مثالیں:۔ متعدی بیک مفعول کی مثال ضَرَبَ زَیْدٌ عَمْرًا۔

متعدی بدو مفعول کی مثال اَعْطٰی زَیْدٌ عَمْرًا دِرْهَمًا۔

متعدی بسہ مفعول کی مثال اَعْلَمْتُ زَیْدًا عَمْرًا فَاضِلًا۔

الشق الثانی.....اَلسَّادِسُ اَنْ یَکُوْنَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ الْمَضْمُوْمِ مَا قَبْلَهَا وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْیَاءِ الْمَکْسُوْرِ مَا قَبْلَهَا وَیَخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُذَکَّرِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمُوْنَ وَاُولُوْ وَعِشْرُوْنَ مَعَ اَخَوَاتِهَا تَقُوْلُ جَاءَنِیْ مُسْلِمُوْنَ وَعِشْرُوْنَ وَاُولُوْ مَالٍ وَرَاَیْتُ مُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ وَ مَرَرْتُ بِمُسْلِمِیْنَ وَعِشْرِیْنَ وَاُولِیْ مَالٍ۔(ص۱۵۔امدادیہ) عبارت پر اعراب لگا کر مقصد بیان کریں۔(جمع مکسر، غیر منصرف، اسماءِ ستہ مکبرہ) کا اعراب بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا مقصد (۳) جمع مکسر، غیر منصرف، اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا مقصد:۔ اس عبارت میں جمع مذکر سالم، اولو اور عشرون کا اعراب بیان کیا گیا ہیکہ رفع واؤ ماقبل مضموم سے ہو، نصب اور جر یاء ماقبل مکسور سے ہو مثلاً مسلمون، عشرون، اولو مال۔ جیسے جاء نی مسلمون وعشرون و اولو مال، رأیت مسلمین وعشرین واولی مال، مررت بمسلمین وعشرین واولی مال۔

❸ جمع مکسر، غیر منصرف، اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب:۔ جمع مکسر کا اعراب: حالتِ رفع میں ضمہ، حالتِ نصب میں فتحہ اور حالتِ جر میں کسرہ جیسے هُمْ رِجَالٌ رأیت رجالًا مررت برجالٍ۔

غیر منصرف کا اعراب: حالتِ رفع میں ضمہ، حالتِ نصب وجر میں فتحہ جیسے جاء نی عمرُ، رأیتُ عمرَ، مررت بعمرَ

اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب: اگر ان اسماء میں یہ چار شرائط پائی جائیں ① یہ اسماء مکبرہ ہوں مصغرہ نہ ہوں ② واحد ہوں، تثنیہ و جمع نہ ہوں ③ مضاف ہوں، غیر مضاف نہ ہوں ④ یاءِ متکلم کی طرف مضاف نہ ہوں غیر کی طرف مضاف ہوں تو ان کی حالتِ رفعی واؤ کیساتھ، حالتِ نصبی الف کیساتھ اور حالتِ جری یاء کے ساتھ ہوگی جیسے جاء نی ابوك، رأیت اباك ، مررت بابیك۔

اگر یہ اسماء مکبرہ نہ ہوں مصغرہ ہوں تو ان کا اعراب جاری مجریٰ صحیح والا ہوگا یعنی حالتِ رفعی ضمہ کے ساتھ، حالتِ نصبی فتحہ

کے ساتھ، حالتِ جری کسرہ کے ساتھ جیسے جاء نی أخَیُّ رأیت أخَیًّا، مَرَرت بِأخَیِّ۔ اور اگر یہ اسماء مفرد نہ ہوں تثنیہ ہوں تو تثنیہ والا اعراب جاری ہوگا یعنی حالتِ رفعی الف کے ساتھ حالتِ نصبی وجری یاء ماقبل مفتوح کے ساتھ جیسے جاء نی اخوان، رأیت اخوَین، مررت باخوین۔ اور اگر یہ اسماء مفرد نہ ہوں جمع ہوں تو جمع مکسر منصرف والا اعراب جاری ہوگا یعنی حالتِ رفعی ضمہ کے ساتھ، حالتِ نصبی فتحہ کے ساتھ، حالتِ جری کسرہ کے ساتھ جیسے جاء نی آباءٌ رأیت آباءً مررت بآباءٍ۔ اور اگر یہ اسماء مضاف نہ ہوں تو بھی یہی مذکورہ اعراب آئے گا جیسے جاء نی ابٌ رأیت ابا مررت بأبٍ۔ اور اگر یہ اسماء یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہوں تو غلامی والا اعراب جاری ہوگا یعنی حالتِ رفعی ضمہ تقدیری کے ساتھ، حالتِ نصبی فتحہ تقدیری اور حالتِ جری کسرہ تقدیری کے ساتھ جیسے جاء نی ابی رأیت ابی مررت بأبی۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل..... اَلْاِسْمُ الْمُعْرَبُ عَلٰی نَوْعَیْنِ مُنْصَرِفٌ وَهُوَ مَالَیْسَ فِیْهِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ یَقُوْمُ مَقَامَهُمَا مِنَ الْاَسْبَابِ التِّسْعَةِ کَزَیْدٌ وَیُسَمّٰی الْاِسْمَ الْمُتَمَکِّنَ وَحُکْمُهٗ اَنْ یَدْخُلَهُ الْحَرَکَاتُ الثَّلٰثُ مَعَ التَّنْوِیْنِ تَقُوْلُ جَاءَ نِیْ زَیْدٌ وَرَاَیْتُ زَیْدًا وَمَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَغَیْرُ مُنْصَرِفٍ وَهُوَ مَا فِیْهِ سَبَبَانِ اَوْ وَاحِدٌ مِنْهَا یَقُوْمُ مَقَامَهُمَا۔ (ص ۱۷۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر مقصد بیان کریں، منع صرف کے اسباب بیان کریں اور غیر منصرف کا حکم بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا مقصد (۳) اسبابِ منع صرف کی وضاحت (۴) غیر منصرف کا حکم۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا مقصد:۔ وہ اسم جس کا آخر عامل کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا رہے اس کو معرب کہتے ہیں، اسم معرب کی دو قسمیں ہیں۔ منصرف اور غیر منصرف۔

منصرف: وہ اسم معرب ہے جس میں اسبابِ منع صرف میں سے دو سبب نہ پائے جائیں یا ایک ایسا سبب نہ پایا جائے جو دو اسباب کے قائم مقام ہو اس اسم کو اسم متمکن بھی کہتے ہیں جیسے زَیْدٌ۔

غیر منصرف: وہ اسم معرب ہے جس میں اسبابِ منع صرف میں سے دو سبب یا ایک ایسا سبب پایا جائے جو دو سببوں کے قائم مقام ہو جیسے عُمَر۔

❸ اسبابِ منع صرف کی وضاحت:۔ اسبابِ منع صرف نو ہیں ① عدل جیسے عمر ② وصف جیسے ثلاث ③ تانیث جیسے طلحة ④ معرفہ جیسے زینب ⑤ عجمہ جیسے ابراهیم ⑥ جمع جیسے مساجد ⑦ ترکیب جیسے بعلبك ⑧ وزن فعل جیسے احمد ⑨ الف نون زائدتان جیسے سکران۔

❹ غیر منصرف کا حکم:۔ غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر کسرہ اور تنوین نہیں آتی جبکہ منصرف پر تینوں حرکات اور تنوین آسکتی ہے جیسے "جاء نی عمرُ، رأیت عمرَ، مررت بعمرَ"۔

الشق الثانی..... خَبَرُ اِنَّ وَاَخَوَاتِهَا وَهِیَ اَنَّ وَکَاَنَّ وَلٰکِنَّ وَلَیْتَ وَلَعَلَّ فَهٰذِهِ الْحُرُوْفُ تَدْخُلُ عَلَی الْمُبْتَدَاِ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُ الْمُبْتَدَاَ وَیُسَمّٰی اِسْمَ اِنَّ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ وَیُسَمّٰی خَبَرَ اِنَّ فَخَبَرُ اِنَّ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهَا نَحْوُ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ وَحُکْمُهٗ فِیْ کَوْنِهٖ مُفْرَدًا وَجُمْلَةً اَوْ مَعْرِفَةً اَوْ نَکِرَةً کَحُکْمِ خَبَرِ الْمُبْتَدَاِ وَلَا یَجُوْزُ تَقْدِیْمُ اَخْبَارِهَا عَلٰی اَسْمَائِهَا اِلَّا اِذَا کَانَ ظَرْفًا لِمَجَالِ التَّوَسُّعِ فِی الظُّرُوْفِ۔ (ص ۳۳۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر مقصد بیان کریں۔ "اَنَّ" اور اس کے اخوات کی خبر کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا کیوں جائز نہیں؟ وجہ لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا مقصد (۳) حروفِ مشبہ بالفعل کی خبر کو اسم پر مقدم نہ کرنے کی وجہ۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا مقصد:۔ اس عبارت سے مصنفؒ کا مقصود حروفِ مشبہ بالفعل اور ان کے عمل کو بیان کرنا ہے کہ وہ حروف جو فعل کے مشابہ ہوتے ہیں وہ یہ ہیں، اِنَّ، اَنَّ، کَاَنَّ، لَیْتَ، لٰکِنَّ، لَعَلَّ ۔

حرف مشبہ بالفعل کا عمل یہ ہے کہ مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، مبتدا جو کہ ان کا اسم بنتا ہے اس کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں۔ باقی ان حروف کے اسم اور خبر کے مفرد و جملہ اور معرفہ و نکرہ ہونے کا معاملہ مبتدا اور خبر کے معاملے کی طرح ہے البتہ تھوڑا سا فرق ضرور ہوگا کہ مبتدا کی خبر کو مبتدا پر مقدم کر سکتے ہیں لیکن ان حروف کی خبر کو ان کے اسموں پر مقدم کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر خبر ظرف ہو تو پھر مقدم کر سکتے ہیں کیونکہ ظرف میں جو وسعت اور گنجائش ہوتی ہے وہ غیر ظرف میں نہیں ہوتی۔

❸ حروفِ مشبہ بالفعل کی خبر کو اسم پر مقدم نہ کرنے کی وجہ:۔ انَّ اور اس کے اخوات کی خبر کو ان کے اسماء پر مقدم کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ عمل میں ضعیف ہیں اور عامل ضعیف اس وقت تو عمل کر سکتا ہے جب اس کے معمول میں ترتیب ہو، جب ترتیب بدل جائے تو ضعف کی وجہ سے عمل نہیں کرتے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۴ھ

الشق الاوّل ..... اَلرَّابِعُ الْمُنَادٰی وَهُوَاِسْمٌ مَدْعُوٌّ بِحَرْفِ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُيَا عَبْدَاللّٰهِ اَیْ اُدْعُوْ عَبْدَاللّٰهِ وَحَرْفُ النِّدَاءِ قَائِمٌ مَقَامَ اَدْعُوْ، وَقَدْ یُحْذَفُ حَرْفُ النِّدَاءِ لَفْظًا نَحْوُ یُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا۔ (ص۳۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر مقصد بیان کریں۔ اعراب کے اعتبار سے منادیٰ کی اقسام بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا مقصد (۳) اعراب کے اعتبار سے منادیٰ کی اقسام

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا مقصد:۔ اس عبارت میں مصنفؒ کا مقصود منادیٰ کی تعریف اور ایک تنبیہ کو بیان کرنا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ منادیٰ وہ اسم ہے جسکو حرف نداء کے ذریعے پکارا گیا ہو اور وہ حرف نداء اُدعو فعل کے قائمقام ہوتا ہے اور تنبیہ کا حاصل یہ ہے کہ کبھی حرفِ نداء کو قرینے کی وجہ سے حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے یوسف اعرض عن هٰذا اصل میں یا یوسف تھا حرف نداء یا کو حذف کر دیا۔

❸ اعراب کے اعتبار سے منادیٰ کی اقسام:۔ منادیٰ کی پانچ اقسام ہیں ① منادیٰ مفرد معرفہ، یہ علامت رفع پر مبنی ہوتا ہے جیسے یا زیدُ، یا زیدان، یا زیدون ② منادیٰ مستغاث باللام، یہ منادیٰ مجرور ہوتا ہے جیسے یا لزیدٍ ③ منادیٰ مستغاث بالالف، یہ منادیٰ منصوب ہوتا ہے جیسے یا زیداہ ④ منادیٰ مضاف وشبہ مضاف، یہ منادیٰ بھی منصوب ہوتا ہے جیسے یا عبداللّٰہ، یا طالعاجبلًا ⑤ نکرہ غیر معینہ، یہ منادیٰ بھی منصوب ہوتا ہے جیسے یا رجلا خذ بیدی۔

الشق الثانی ..... اَلْمُسْتَثْنٰی لَفْظٌ یُذْکَرُ بَعْدَ اِلَّا وَاَخَوَاتِهَا لِیُعْلَمَ اَنَّهٗ لَا یُنْسَبُ اِلَیْهِ مَا نُسِبَ اِلٰی مَاقَبْلَهَا وَهُوَ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَا اُخْرِجَ عَنْ مُتَعَدِّدٍ بِاِلَّا وَاَخَوَاتِهَا نَحْوُجَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا وَ مُنْقَطِعٌ وَهُوَالْمَذْکُوْرُ بَعْدَاِلَّا وَاَخَوَاتِهَا غَیْرَ مُخْرَجٍ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لِعَدَمِ دُخُوْلِهٖ فِی الْمُسْتَثْنٰی مِنْهُ۔ (ص۴۳۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، مقصد بیان کریں، مستثنیٰ کا اعراب واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کا مقصد (۴) مستثنیٰ کے اعراب کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو "اِلّا" اور اس کے اخوات کے بعد ذکر کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس کی طرف وہ حکم منسوب نہیں ہے جو اس کے ماقبل کی طرف منسوب ہے۔ مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں ① متصل: وہ ہے جو "اِلّا" وغیرہ کے ذریعے متعدد سے نکالا جائے جیسے جاء نی القوم الا زیدًا ② منقطع: وہ ہے جو "اِلّا" وغیرہ کے بعد مذکور ہو مگر متعدد سے نہ نکالا گیا ہو اس

کے مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے جیسے جاء نی القوم الا حمارًا۔

③ عبارت کا مقصد:۔ مصنفؒ کا مقصد مستثنیٰ کی تعریف اور اس کی اقسام کو بیان کرنا ہے، مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو الّا اور اُس کے اخوات کے بعد ذکر کیا جائے تا کہ معلوم ہو کہ جو حکم اس کے ماقبل کی طرف منسوب ہے یہ اُس حکم سے خارج ہے وہ حکم اس کی طرف منسوب نہیں ہے۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں:

① مستثنیٰ متصل وہ اسم ہے جو الّا اور اس کے اخوات کے ذریعہ مستثنیٰ منہ سے نکالا گیا ہو اور استثناء سے پہلے وہ مستثنیٰ منہ میں داخل ہو جیسے جاء نی القومُ الّا زیدًا پہلے زید قوم میں داخل تھا پھر الّا کے ذریعہ اسے نکال دیا گیا۔

② مستثنیٰ منقطع وہ اسم ہے جو الّا اور اسکے اخوات کے بعد مذکور ہو مگر مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہو جیسے جاء نی القومُ الّا حمارًا اس میں حمارًا الّا کے بعد واقع ہے مگر قوم میں داخل نہیں ہے۔

④ مستثنیٰ کے اعراب کی وضاحت:۔ مستثنیٰ کا اعراب چار قسم پر ہے۔

① مستثنیٰ منصوب: یہ نو مقامات میں ہوتا ہے (۱) مستثنیٰ متصل الّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو جیسے جاء نی القوم الّا زیدًا (۲) مستثنیٰ منقطع الّا کے بعد واقع ہو جیسے جاء نی القوم الّا حمارًا (۳) مستثنیٰ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو جیسے ما جاء نی الّا زیدًا احدٌ (۴) مستثنیٰ لفظ خلا کے بعد واقع ہو جیسے جاء نی القوم خلا زیدًا (۵) تا (۹) مستثنیٰ لفظِ عدا کے بعد، ما خلا کے بعد، ماعدا کے بعد، لیس کے بعد، لایکون کے بعد واقع ہو جیسے جاء نی القوم عدا زیدًا ، جاء نی القوم ما خلا زیدًا، جاء نی القوم ما عدا زیدًا، جاء نی القوم لیس زیدًا، جاء نی القوم لا یکون زیدًا۔

② منصوب یا ماقبل سے بدل: یہ ایک مقام پر ہوتا ہے وہ یہ کہ مستثنیٰ الّا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو جیسے ماجاء نی احدًا الّا زیدًا و زیدٌ۔

③ عامل کے مطابق: یہ بھی ایک مقام میں ہوتا ہے وہ یہ کہ مستثنیٰ "الّا" کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو جیسے ما جاء نی الّا زیدٌ، مارأیت الّا زیدًا، ما مررت الّا بزیدٍ۔

④ مجرور: یہ چار مقام میں ہوتا ہے (۱) تا (۴) مستثنیٰ غیر، سواء، سویٰ، حاشا کے بعد واقع ہو جیسے جاء نی القوم غیر زیدٍ، سواء زیدٍ، سویٰ زیدٍ، حاشا زیدٍ۔

﴿الورقة الخامسة فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل.....اَفْعَالُ الْقُلُوْبِ عَلِمْتُ وَظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخِلْتُ وَرَأَیْتُ وَوَجَدْتُ وَزَعَمْتُ وَهِیَ اَفْعَالٌ تَدْخُلُ عَلَی الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُهُمَا عَلَی الْمَفْعُوْلِیَّةِ نَحْوُ عَلِمْتُ زَیْدًا فَاضِلًا وَظَنَنْتُ بَکْرًا شَاعِرًا وَخِلْتُ عَمْرًوا کَاتِبًا۔ (ص ۹۶۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و مقصد بیان کریں، افعالِ قلوب کے خواص اربعہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کا مقصد (۴) افعالِ قلوب کے خواص اربعہ۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ:۔ افعال قلوب علمت، ظننت، حسبت، خلت، رأیت، وجدت، زعمت ہیں یہ افعال مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں کو مفعولیت کی بناء پر نصب دیتے ہیں جیسے علمت زیدًا فاضلًا، ظننت بکرًا شاعرًا ، خلت عمروا کاتبًا۔

③ عبارت کا مقصد:۔ مصنفؒ کا مقصود اس عبارت سے افعالِ قلوب کی تعداد، تعریف اور ان کے عمل کو مثالوں کے ذریعے سے واضح کرنا ہے جو کہ ترجمہ میں درج کر دیا گیا ہے۔

❹ افعالِ قلوب کے خواصِ اربعہ:۔ پہلا خاصہ یہ ہے کہ افعالِ قلوب کے دو مفعولوں میں سے ایک مفعول پر اکتفاء کرنا یعنی ایک کو حذف کرنا اور ایک کو ذکر کرنا جائز نہیں ہے دونوں کو ذکر کرنا یا دونوں کو حذف کرنا جائز ہے۔

دوسرا خاصہ یہ ہے کہ جب یہ افعال دونوں مفعولوں کے درمیان یا آخر میں واقع ہوں تو ان کے عمل کو باطل کرنا جائز ہے یعنی جیسے زَیْدٌ ظَنَنْتُ قائم اور زَیْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ۔

تیسرا خاصہ یہ ہے کہ جب یہ حرفِ نفی یا لامِ ابتداء سے قبل واقع ہوں تو ان کا عمل لفظاً باطل ہو جاتا ہے اور معناً عمل باقی رہتا ہے جیسے عَلِمْتُ مَازَیْدٌ فِی الدَّار۔

چوتھا خاصہ یہ ہے کہ ان افعال میں یہ بھی جائز ہے کہ فاعل کی ضمیر اور مفعولِ اول کی ضمیر ایک ہی شخص کی طرف لوٹ رہی ہو یعنی دونوں ضمیروں کا مرجع ایک ہی ہو جبکہ دوسرے افعال میں یہ جائز نہیں ہے جیسے عَلِمْتُنِی مُنْطَلِقًا (میں نے اپنے آپ کو چلنے والا جانا) اور عَلِمْتَکَ فَاضِلًا (تو نے اپنے آپ کو فاضل جانا) جبکہ ضَرَبْتَکَ (تو نے اپنے آپ کو مارا) کہنا درست نہیں ہے۔

الشق الثانی.....فَصْلٌ فِیْ تَعْرِیْفِ الْاِسْمِ الْمُعْرَبِ: وَهُوَكُلُّ اِسْمٍ رُكِّبَ مَعَ غَیْرِهٖ وَلَایُشْبِهُ مَبْنِیَّ الْاَصْلِ اَعْنِی الْحَرْفَ وَالْاَمْرَ الْحَاضِرَ وَالْمَاضِیَ نَحْوُ "زَیْدٌ" فِیْ قَامَ زَیْدٌ لَازَیْدٌ وَحْدَهٗ لِعَدَمِ التَّرْكِیْبِ وَلَا "هٰؤُلَاءِ" فِیْ قَامَ هٰؤُلَاءِ لِوُجُوْدِ الشِّبْهِ وَیُسَمّٰی مُتَمَكِّنًا۔ (ص۱۲۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں۔ عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔ درج ذیل اصطلاحات کی وضاحت کریں، اعراب، عامل، معرب، محلِ اعراب، رفع، نصب، جر۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) مذکورہ اصطلاحات کی وضاحت۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے اسم معرب کی تعریف بمع مثال ذکر کی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ "معرب" ہر وہ اسم ہے جو ترکیب میں واقع ہو یعنی اپنے غیر کے ساتھ ملا ہوا ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو جیسے زیدٌ جو کہ قَامَ زَیْدٌ میں واقع ہے یہ ترکیب میں واقع ہے یعنی غیر کے ساتھ ملا ہوا بھی ہے اور مبنی الاصل کے مشابہ بھی نہیں ہے، لہٰذا یہ معرب ہے۔ جبکہ اکیلا زید ترکیب میں واقع نہ ہونے کی وجہ سے معرب نہیں ہے، اور هٰؤلاء جو قام هٰؤلاء میں واقع ہے وہ بھی مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہونے کی وجہ سے معرب نہیں ہے۔ اور اسم معرب کا نام متمکن بھی ہے۔ اور درمیان میں مصنفؒ نے مبنی الاصل کی وضاحت بھی کر دی کہ مبنی الاصل تین ہیں، تمام حروف، امر حاضر اور فعل ماضی۔ (معرب کا حکم یہ ہے کہ اس کا آخر عوامل کے مختلف ہونے سے تبدیل ہوتا رہتا ہے خواہ وہ تبدیلی لفظی ہو جیسے "جَاءَنِیْ زَیْدٌ ، رَأَیْتُ زَیْدًا ، مَرَرْتُ بِزَیْدٍ" خواہ وہ تبدیلی تقدیری ہو جیسے "جَاءَنِیْ مُوْسٰی ، رَأَیْتُ مُوْسٰی ، مَرَرْتُ بِمُوْسٰی")

❸ مذکورہ اصطلاحات کی وضاحت:۔ "اعراب" وہ حرف یا حرکت جس سے معرب کا آخر تبدیل ہو جیسے رفع، نصب، جر۔

"عامل" وہ چیز جس کی وجہ سے معرب کا آخر (رفع، نصب، جر) تبدیل ہو جیسے اِنَّ زیدًا قائمٌ میں اِنَّ عامل ہے۔

"معرب" اس کی تعریف خلاصہ میں گزر چکی ہے۔

"محلِ اعراب" معرب کا آخری حرف جس پر اعراب آئے۔

"رفع" پیش کو کہتے ہیں۔ "نصب" زبر کو کہتے ہیں۔ "جر" زیر کو کہتے ہیں۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل.....اَلْمُبْتَدَأُ وَالْخَبَرُ هُمَا اِسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِیَّةِ اَحَدُهُمَا مُسْنَدٌ اِلَیْهِ وَیُسَمّٰی الْمُبْتَدَأَ وَالثَّانِیْ مُسْنَدٌ بِهٖ وَیُسَمّٰی الْخَبَرَ نَحْوُ زَیْدٌ قَائِمٌ وَالْعَامِلُ فِیْهِمَا مَعْنَوِیٌّ وَهُوَ الْاِبْتِدَاءُ وَاَصْلُ الْمُبْتَدَأِ اَنْ یَّكُوْنَ مَعْرِفَةً وَاَصْلُ الْخَبَرِ اَنْ یَّكُوْنَ نَكِرَةً۔

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا خلاصہ بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ۔ (ص ۳۰۔ امدادیہ)

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ اس عبارت میں مبتداء اور خبر کا ذکر کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مبتداء اور خبر دونوں عامل لفظی سے خالی ہوتے ہیں ان میں عامل معنوی ہوتا ہے جو کہ ابتداء ہے۔ ان میں سے ایک مسندالیہ اور دوسرا مسند ہوتا ہے۔ مبتداء کو اصطلاح میں مسندالیہ اور خبر کو مسند کہتے ہیں جیسے **زید قائم**۔ عبارت میں مجرد ان کی قید لگائی اس سے مقصود کَانَ اور اِنَّ وغیرہ اسی طرح بابِ علمت کے مفعول اوّل وغیرہ کو خارج کرنا ہے۔ مبتدا عموماً معرفہ اور خبر عموماً نکرہ ہوتی ہے، کبھی اس کے خلاف بھی واقع ہوتے ہیں۔

الشق الثانی .....**وَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا اُرِيْدَ اِضَافَةُ مُثَنّٰى اِلَى الْمُثَنّٰى يُعَبَّرُ عَنِ الْاَوَّلِ بِلَفْظِ الْجَمْعِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَفَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا وَذٰلِكَ لِكَرَاهَةِ اِجْتِمَاعِ تَثْنِيَتَيْنِ فِيْمَا تَاَكَّدَ الْاِتِّصَالُ بَيْنَهُمَا لَفْظًا وَمَعْنًى۔** (ص ۷۵۔ امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر خلاصہ بیان کریں، جمع کی تعریف کریں، جمع کی قسمیں بیان کریں اور مثالیں دیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) جمع کی تعریف اور اقسام مع امثلہ۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جب کسی تثنیہ والے لفظ کی تثنیہ والے لفظ کی طرف اضافت کی جائے تو ایسی صورت میں پہلے تثنیہ والے لفظ کو تثنیہ کی بجائے جمع کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے جیسے **فقد صغت قلوبکما** اور **فاقطعوا ایدیھما**۔ ان دونوں مثالوں میں **کما** اور **ھما** کی طرف تثنیہ کی اضافت کرتے وقت **قلوب** اور **ایدی** کو جمع کے لفظ سے ذکر کیا، نہ کہ تثنیہ کے صیغہ سے۔ اور تثنیہ کو جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ مضاف ومضاف الیہ میں لفظی ومعنوی اتصال ہوتا ہے، لفظاً اتصال تو واضح ہے اور معنیً اس طرح کہ مضاف مضاف الیہ کا جزو ہوتا ہے اور ایسی دو چیزیں جن میں لفظاً اور معنیً اتصال ہو اور وہ دونوں متماثل اور مساوی ہوں تو انکا جمع ہونا مکروہ ہے اس وجہ سے ان میں سے پہلے تثنیہ کو جمع سے تعبیر کرتے ہیں۔

❸ جمع کی تعریف اور اقسام مع امثلہ:۔ جمع وہ اسم ہے جو ایسے افراد پر دلالت جو حروفِ مفردات سے مقصود ہوتے ہیں کچھ تغیر کے ساتھ پھر تغیر میں تعمیم ہے خواہ لفظی ہو یا معنوی۔ تغیر لفظی جیسے **رجل** کی جمع **رجال**۔ تغیر معنوی ہو جیسے **فُلْكٌ** بروزن **اُسُدٌ** جمع ہے۔

جمع کی دو قسمیں ہیں۔ ① جمع صحیح یعنی سالم: وہ جمع ہے جس کی جمع میں واحد کا صیغہ تبدیل نہ ہوا ہو جیسے **مُسْلِمٌ** کی جمع **مسلمون**۔ ② جمع مکسر صحیح: وہ جمع ہے جس کے واحد کا صیغہ تبدیل ہو گیا ہو جیسے **رَجُلٌ** کی جمع **رجال**۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۵ھ

الشق الاوّل .....**وَحَدُّ الْحَرْفِ كَلِمَةٌ لَاتَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ نَفْسِهَا بَلْ تَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ غَيْرِهَا، نَحْوُ مِنْ فَاِنَّ مَعْنَاهَا الْاِبْتِدَاءُ وَهِيَ لَاتَدُلُّ عَلَيْهِ اِلَّا بَعْدَ ذِكْرِ مَا مِنْهُ الْاِبْتِدَآءُ كَالْبَصْرَةِ وَالْكُوْفَةِ مَثَلًا تَقُوْلُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَى الْكُوْفَةِ، وَعَلَامَتُهٗ اَنْ لَّايَصِحَّ الْاِخْبَارُ بِهٖ وَلَاعَنْهُ، وَاَنْ لَّايَقْبَلَ عَلَامَاتِ الْاَسْمَاءِ وَلَا عَلَامَاتِ الْاَفْعَالِ۔**

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا خلاصہ بیان کریں، کلامِ عرب میں حرف کے فوائد بیان فرمائیں۔ (ص ۹۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) کلامِ عرب میں حرف کے فوائد۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا خلاصہ:۔ اس عبارت میں حرف کی تعریف بیان کی گئی ہے، حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر دلالت نہ کرے بلکہ غیر کے معنی پر دلالت کرے مثلاً لفظ "مِنْ" اس کا معنی ہے ابتداء، لیکن یہ لفظ ابتداء پر دلالت نہیں کرتا جب تک مبدأ کا ذکر نہ ہو یعنی جہاں سے ابتداء ہوئی ہے مثلاً "**سرت من البصرة الی الکوفة**" اس مثال میں بصرہ سے ابتداء ہے لہٰذا اس کو ذکر کرنے کے بعد ہی

"مِـــنْ" ابتداء پر دلالت کرتا ہے اور حرف کی علامت یہ ہے کہ نہ تو حرف مخبر عنہ مسند الیہ اور نہ ہی یہ مخبر بہ مسند بہ اور نہ ہی حرف اسم کی علامتوں کو قبول کرتا ہے اور نہ ہی فعل کی علامتوں کو قبول کرتا ہے۔

③ کلام عرب میں حرف کے فوائد:۔ کلام عرب میں حرف ربط کا فائدہ دیتا ہے یعنی دو کلموں کو آپس میں جوڑنا اور یہ ربط کبھی دو اسموں میں ہوتا ہے جیسے زید فی الدار اور کبھی دو فعلوں میں جیسے اُرِیدُان اُصَلِّیَ اور کبھی ایک اسم اور ایک فعل کے درمیان جیسے کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ اور کبھی دو جملوں کے درمیان جیسے اِنْ تضرب اضرب۔

الشق الثانی ..... اَلْمَفْعُوْلُ مَعَهٗ هُوَ مَايُذْكَرُ بَعْدَالْوَاوِ بِمَعْنٰى مَعَ لِمُصَاحَبَةِ مَعْمُوْلِ الْفِعْلِ نَحْوُ جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَّاتِ وَجِئْتُ اَنَا وَزَيْدًا اَىْ مَعَ الْجُبَّاتِ وَمَعَ زَيْدٍ فَاِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَجَازَ الْعَطْفُ يَجُوْزُ فِيْهِ الْوَجْهَانِ اَلنَّصْبُ وَالرَّفْعُ نَحْوُ جِئْتُ اَنَا وَ زَيْدًا وَزَيْدٌ وَاِنْ لَمْ يَجُزِ الْعَطْفُ تَعَيَّنَ النَّصْبُ نَحْوُ جِئْتُ وَزَيْدًا۔ (ص ۴۱۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا خلاصہ بیان کریں، حال کی تعریف کریں اور اسکی اقسام ثلاثہ کی مثالیں تحریر فرمائیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) حال کی تعریف اور اقسام ثلاثہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا خلاصہ:۔ اس عبارت میں مفعول معہ کی تعریف ذکر کی گئی ہے کہ مفعول معہ وہ اسم ہے جو "واؤ" بمعنی مَعَ کے بعد ذکر ہو فعل کے معمول کی مصاحبت کی وجہ سے، مثلاً "جاء البرد والجباتِ ، جئتُ انا وزیدًا" یعنی مع الجبات و مع زید، اب اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو پھر مفعول معہ پر دو اعراب پڑھنا جائز ہے، اوّل نصب، دوم رفع مثلاً "جئت انا وزیدًا، وزیدٌ" اگر عطف جائز نہ ہو تو پھر نصب ہی متعین ہے، رفع نہیں پڑھ سکتے مثلاً "جئت وزیدًا"۔

③ حال کی تعریف اور اقسام ثلاثہ مع امثلہ:۔ حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی وقوعِ فعل اور صدورِ فعل کی حالت اور کیفیت کو بیان کرے جیسے جاء نی زیدٌ راکبا، وضربتُ زیدًا مشدودًا، ولقیت عمرًوا راکبین، پہلی مثال میں "راکبا" زید یعنی فاعل سے حال ہے۔ دوسری مثال میں "مشدودًا" زیدًا یعنی مفعول سے حال ہے۔ تیسری مثال میں "راکبین" فاعل یعنی تُ ضمیر اور "مفعول" یعنی عمرًوا سے حال ہے۔ اور حال کی یہی تین اقسام ہیں۔

﴿الورقة الخامسة فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... اَلْمَقْصَدُ الثَّالِثُ فِيْ الْمَجْرُوْرَاتِ اَلْاَسْمَاءُ الْمَجْرُوْرَةُ هِيَ الْمُضَافُ اِلَيْهِ فَقَطْ وَهُوَكُلُّ اِسْمٍ نُسِبَ اِلَيْهِ شَيْئٌ بِوَاسِطَةِ حَرْفِ الْجَرِّ لَفْظًا نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَيُعَبَّرُ عَنْ هٰذَا التَّرْكِيْبِ فِيْ الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهٗ جَارٌّ وَمَجْرُوْرٌ اَوْ تَقْدِيْرًا نَحْوُ غُلَامُ زَيْدٍ تَقْدِيْرُهٗ غُلَامٌ لزيدٍ وَيُعَبَّرُعَنْهُ فِي الْاِصْطِلَاحِ بِاَنَّهٗ مُضَافٌ وَمُضَافٌ اِلَيْهِ۔ (ص ۴۸۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا خلاصہ بیان کریں، اضافت کی اقسام بیان کریں، ہر ایک قسم کی تعریف کریں اور مثال دیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) اضافت کی اقسام مع امثلہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا خلاصہ:۔ تیسرا مقصد مجرورات کے بیان میں ہے، اسماء مجرورہ صرف مضاف الیہ ہے اور مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی شئ کی بواسطۂ حرفِ جر لفظی یا تقریری اضافت کی گئی ہو، اوّل کی مثال "مررت بزید" دوم کی مثال "غلام زید" (یعنی غلام لزید) پہلی والی صورت کو اصطلاح میں جار مجرور سے تعبیر کیا جاتا ہے اور دوسری صورت کو اصطلاح میں مضاف مضاف الیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

③ اضافت کی اقسام مع امثلہ:۔ اضافت کی دو قسمیں ہیں ① اضافتِ لفظیہ ② اضافتِ معنویہ۔

تفصیله کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱٤۳۰ھ۔

الشق الثانی ..... اَلْقِسْمُ الثَّانِیْ فِی الْفِعْلِ وَقَدْ سَبَقَ تَعْرِیْفُهٗ وَاَقْسَامُهٗ ثَلٰثَةٌ مَاضٍ وَ مُضَارِعٌ وَاَمْرٌ اَلْاَوَّلُ اَلْمَاضِیْ وَهُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلٰی زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِكَ وَهُوَ مَبْنِیٌّ عَلَی الْفَتْحِ اِنْ لَمْ یَكُنْ مَعَهٗ ضَمِیْرٌ مَرْفُوْعٌ مُتَحَرِّكٌ وَلَاوَاوٌ كَضَرَبَ وَمَعَ الضَّمِیْرِ اَلْمَرْفُوْعِ الْمُتَحَرِّكِ عَلَی السُّكُوْنِ كَضَرَبْتُ وَعَلَی الضَّمِّ مَعَ الْوَاوِ كَضَرَبُوْا ۔(ص۸۴۔امدادیہ) عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا خلاصہ بیان کریں، فعل مضارع کی تعریف کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا خلاصہ (۳) فعل مضارع کی تعریف۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا خلاصہ:۔ اس عبارت میں کلمہ کی قسم ثانی فعل کے متعلق بیان کر رہے ہیں اور فعل کی تعریف گزر گئی ہے (کلمة تدل علی معنی فی نفسها مقترنة باحدالازمنة الثلٰثة)۔ اور فعل کی تین قسمیں ہیں، ماضی، مضارع اور امر۔ پہلی قسم ماضی ہے، اور ماضی وہ فعل ہے جو تیرے زمانے سے پہلے والے زمانے (سابقہ زمانہ) پر دلالت کرے اور یہ فعل مبنی بر فتحہ ہوتا ہے بشرطیکہ اسکے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک اور واؤ نہ ہو جیسے ضَرَبَ اگر اس کے ساتھ ضمیر مرفوع متحرک ہو تو یہ مبنی بر سکون ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتُ اور اگر اس کے ساتھ واؤ ہو تو یہ مبنی بر ضمہ ہوتا ہے جیسے ضَرَبُوْا۔

③ فعل مضارع کی تعریف:۔ وہ فعل جس کے واقع ہونے کی نسبت زمانہ حال یا استقبال میں فاعل کی طرف کی جاتی ہو جیسے یضرب وہ مارتا ہے موجودہ زمانہ میں یا مارے گا آئندہ زمانہ میں۔ اس میں مارنے کی نسبت زمانہ حال واستقبال کی طرف کی گئی ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤۳٦ھ

الشق الاوّل ..... اَمَّا التَّانِیْثُ بِالتَّاءِ فَشَرْطُهٗ اَنْ یَكُوْنَ عَلَمًا كَطَلْحَةَ وَكَذٰلِكَ الْمَعْنَوِیُّ ثُمَّ الْمَعْنَوِیُّ اِنْ كَانَ ثُلَاثِیًّا سَاكِنَ الْاَوْسَطِ غَیْرَ اَعْجَمِیٍّ یَجُوْزُ صَرْفُهٗ وَتَرْكُهٗ لِاَجْلِ الْخِفَّةِ وَوُجُوْدِ السَّبَبَیْنِ كَهِنْدٍ وَاِلَّا یَجِبُ مَنْعُهٗ كَزَیْنَبَ وَسَقَرَ وَمَاهَ وَجُوْرَ وَالتَّانِیْثُ بِالْاَلِفِ الْمَقْصُوْرَةِ كَحُبْلٰی وَالْمَمْدُوْدَةِ كَحَمْرَاءَ مُمْتَنِعٌ صَرْفُهُمَا اَلْبَتَّةَ لِاَنَّ الْاَلِفَ قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبَیْنِ اَلتَّانِیْثُ وَلُزُوْمُهٗ۔ عبارت مذکورہ پر اعراب لگا کر ترجمہ وتشریح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ وتشریح۔ (ص۱۹۔امدادیہ)

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا ترجمہ وتشریح:۔ اس عبارت میں تانیث بالتاء کے منع صرف میں مؤثر ہونے کی وضاحت کی گئی ہے، اس بحث کو سمجھنے سے قبل تانیث کی جملہ اقسام ذہن نشین کرلیں کہ تانیث کی کل چار اقسام ہیں:

① تانیثِ لفظی: وہ مونث کا صیغہ جس میں تاءِ تانیث لفظوں میں موجود ہو جیسے طلحة۔

② تانیثِ معنوی: وہ مونث کا صیغہ جس میں تاء لفظوں میں موجود نہ ہو جیسے هند۔

③ تانیث بالالف المقصورہ: وہ تانیث جو الف مقصورہ سے حاصل ہو جیسے حبلیٰ۔

④ تانیث بالالف الممدودہ: وہ تانیث جو الف ممدودہ سے حاصل ہو جیسے حمراء۔

تانیث بالتاء کی شرط یہ ہے کہ وہ عَلَم ہو جیسے طلحة، کیونکہ تاءِ تانیث محلِ زوال میں ہے اور جب کوئی کلمہ عَلَم بن جاتا ہے تو وہ تغیر وزوال سے محفوظ ہو جاتا ہے اور اس میں کلمہ کو منصرف ہونے سے روکنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔

جس طرح تانیثِ لفظی میں علمیت شرط ہے اسی طرح تانیثِ معنوی میں بھی علمیت شرط ہے۔ پھر تانیثِ معنوی کے وجوبِ تاثیر کیلئے علمیت کے علاوہ تین شرطوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے وہ یہ کہ یا تو تین حرفوں سے زائد ہو جیسے زینب یا اگر تین حرفی ہے تو متحرک الاوسط ہو جیسے "سقر" اور اگر ساکن الاوسط ہو تو وہ عجمی ہو جیسے "ماه، جور"۔ ان چاروں کلمات کا غیر منصرف پڑھنا واجب

ہے اور اگر وجوب تاثیر کی تین شرطوں میں سے کوئی شرط نہیں ہے تو اس کو دونوں طرح پڑھنا درست ہے، خفۃ کی وجہ سے منصرف بھی اور دوسببوں کے پائے جانے کی وجہ سے غیر منصرف بھی۔ اور جو تانیث الف مقصورہ یا ممدودہ کے ساتھ ہو وہ قطعی طور پر غیر منصرف کا سبب ہے کیونکہ اس میں الف دوسببوں کے قائم مقام ہے ایک تانیث اور دوسرا لزوم تانیث اسلئے کہ الف مقصورہ وممدودہ باعتبار وضع کے کلمہ کو لازم ہے لہٰذا لزوم کی وجہ سے یہ بمنزلِ دوسری تانیث کے ہیں گویا کہ اسمیں تانیث مکرر ہے اس وجہ سے یہ غیر منصرف ہے۔

الشق الثانی ..... وَيَجُوْزُ تَرْخِيْمُ الْمُنَادٰى ..... وَيَجُوْزُ فِيْ اٰخِرِ الْمُنَادَى الْمُرَخَّمِ اَلضَّمُّ وَالْحَرْكَةُ الْاَصْلِيَّةُ كَمَا تَقُوْلُ فِيْ يَاحَارِثُ يَا حَارُ وَ يَا حَارِ۔ (ص۳۹۔امدادیہ)

ترخیم منادی کی تعریف کر کے مثال سے واضح کیجئے، عبارت مذکورہ پر اعراب لگا کر ترجمہ اور وضاحت کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں: ① ترخیم منادی کی تعریف ② عبارت پر اعراب ③ عبارت کا ترجمہ ④ عبارت کی وضاحت۔

جواب ..... ① ترخیم منادی کی تعریف:۔ منادی کے آخری حرف کو تخفیف کی غرض سے حذف کرنا ترخیم کہلاتا ہے جیسے "یامالك" سے "یامال"، "یا حارث" سے "یَاحَارُ"۔

② عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ في السوال آنفا۔**

③ عبارت کا ترجمہ:۔ منادی کی ترخیم جائز ہے ..... اور منادی مرخم کے آخر میں ضمہ اور حرکتِ اصلیہ دونوں جائز ہیں جیسے تو کہے: "یاحارثُ" میں یاحارُ، یاحارِ۔

④ عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں منادی مرخم کے اعراب کا بیان ہے کہ منادی مرخم کے آخر میں دو حرکتیں جائز ہیں ① ضمہ اس بناء پر کہ یہ منادی مستقل ہے اور جو حرف آخر سے حذف ہوا ہے وہ بمنزلِ نسیاً منسیاً ہے چونکہ اس وقت یہ منادی مفرد معرفہ ہے لہٰذا مبنی بر ضم ہوگا ② وہ حرکتِ اصلیہ جو ترخیم سے پہلے اس حرف پر تھی مثلاً یا حارث میں ثاء کی موجودگی میں راء پر کسرہ تھا تو ثاء کے حذف کرنے کے بعد بھی راء پر کسرہ ہی پڑھا جائیگا گویا کہ آخری حرف حذف ہوا ہی نہیں جیسے یامالُ میں یامالُ، یامالِ اور یاحارثُ میں یاحارُ، یاحارِ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۶ھ

الشق الاوّل ..... واعلم ان النكرة توصف بالجملة الخبرية نحو مررت برجل ابوه عالم أو قام ابوه۔

تابع کی تعریف و وجہ تسمیہ ذکر کیجئے۔ توابع کتنے اور کون سے ہیں؟ صرف نام لکھئے۔ عبارت کا مطلب بیان کیجئے اور مثال کی ترکیب کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) تابع کی تعریف اور وجہ تسمیہ (۲) تابع کی تعداد و نشاندہی (۳) عبارت کا مطلب (۴) مثال کی ترکیب۔ (ص۵۲۔امدادیہ)

جواب ..... ① تابع کی تعریف اور وجہ تسمیہ:۔ تابع ہر وہ دوسرا اسم ہے جو اپنے سے پہلے اسم کے اعراب کے ساتھ اعراب دیا گیا ہو ایک ہی وجہ سے یعنی جو اعراب پہلے اسم کا ہو وہی اعراب اسی وجہ سے اس دوسرے اسم (تابع) کا بھی ہو اور تابع کو تابع اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اعراب میں اپنے ماقبل کے تابع ہوتا ہے۔

② تابع کی تعداد و نشاندہی:۔ کل پانچ تابع ہیں: نعت، عطف بالحروف، تاکید، بدل، عطفِ بیان۔

③ عبارت کا مطلب:۔ نکرہ کی صفت جملہ خبریہ ہو سکتی ہے اگرچہ یہ خلاف قیاس ہے کیونکہ جملہ مستقل ہوتا ہے اور صفت کا موصوف کیساتھ ربط ضروری ہے مگر پھر بھی یہ نکرہ کی صفت واقع ہو جاتا ہے کیونکہ مفرد کی طرح یہ ایسے معنی پر دلالت کرتا ہے جو متبوع کے اندر پائے جاتے ہیں پھر یہ نکرہ کی صفت بن سکتا ہے معرفہ کی نہیں کیونکہ جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے۔

④ مثال کی ترکیب:۔ "مررت" فعل وفاعل "با" حرف جار "رجل" موصوف "ابوه عالم" مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ "او" حرفِ عطف "قام ابوه" جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ و معطوف ملکر صفت، موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ..... فالمصدر ان لم یکن مفعولا مطلقا یعمل عمل فعله اعنی یرفع الفاعل ان کان لازما نحو اعجبنی قیام زید وینصب مفعولا ایضا ان کان متعدیا نحو اعجبنی ضرب زید عمروا ولایجوز تقدیم معمول المصدر علیه فلا یقال اعجبنی زید ضرب عمروا ولا عمروا ضرب زید ۔(ص۷۸۔امدادیہ)

مصدر کی تعریف کیجئے، عبارت مذکورہ کی تشریح کرتے ہوئے یہ بتائیے کہ مصدر مفعول مطلق ہونے کی صورت میں اپنا عمل کیوں نہیں کرتا؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں (۱) مصدر کی تعریف (۲) عبارت کی تشریح (۳) مصدر کے مفعول مطلق ہونے کی صورت میں عمل نہ کرنے کی وجہ۔

جواب ..... ❶ مصدر کی تعریف:۔ مصدر وہ اسم ہے جو حدث (کام کے ہونے) پر دلالت کرے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصدر کے عمل کو بیان کیا گیا ہے کہ مصدر اگر مفعول مطلق نہ ہو تو فعل جیسا عمل کرتا ہے اگر فعل لازمی کا مصدر ہو تو فاعل کو رفع دے گا جیسے "اعجبنی قیامُ زیدٍ" اور اگر فعل متعدی کا مصدر ہو تو فاعل کو رفع اور مفعول کو نصب دے گا جیسے "اعجبنی ضربُ زیدٍ عمرًوا"۔

مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں خواہ معمول فاعل ہو یا مفعول بہ، وجہ یہ ہے کہ مصدر عاملِ ضعیف ہے۔ عاملِ ضعیف معمولِ مقدم میں عمل نہیں کرسکتا، لہٰذا اعجبنی زید ضرب عمروا یا عمروا ضرب زید نہیں کہا جائے گا۔

❸ مصدر کے مفعول مطلق ہونے کی صورت میں عمل نہ کرنے کی وجہ:۔ اگر مصدر مفعول مطلق ہو تو پھر وہ عمل نہیں کرتا بلکہ اس سے پہلے جو فعل واقع ہو وہ عمل کرتا ہے اس لئے کہ مصدر عامل ضعیف ہے اور فعل عامل قوی ہے اس لئے ماقبل والے فعل کو عمل دیتے ہیں اور مصدر عمل نہیں کرتا۔

﴿الورقة الخامسة فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... حروفِ تنبیہ کی تعریف لکھئے، حروفِ تنبیہ کون سے ہیں؟ یہ جملہ پر داخل ہوتے ہیں یا مفرد پر، تفصیل سے مثالوں کے ساتھ تحریر کیجئے۔(ص۱۱۷۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) حروفِ تنبیہ کی تعریف (۲) حروفِ تنبیہ کی نشاندہی (۳) حروفِ تنبیہ کا مدخول۔

جواب ..... ❶ حروفِ تنبیہ کی تعریف:۔ حروفِ تنبیہ وہ حروف ہیں جو مخاطب کو خبردار کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں تاکہ مخاطب سے کلام کا کچھ حصہ فوت نہ ہوجائے۔

❷ حروفِ تنبیہ کی نشاندہی:۔ حروفِ تنبیہ تین ہیں۔ اَلَا، اَمَا، ھَا۔

❸ حروفِ تنبیہ کا مدخول:۔ "اَلَا، اَمَا" یہ دونوں حروف صرف جملہ پر داخل ہوتے ہیں مفرد پر داخل نہیں ہوتے، جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کی مثال "الاانهم هم المفسدون" شاعر کا قول "اَمَا والذی ابکی واضحك الخ" جملہ فعلیہ پر داخل ہونے کی مثال "اَمَا لاتضرب، اَلَا تخرج"۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

"ھَا" یہ حرف جملہ اور مفرد دونوں پر داخل ہوتا ہے البتہ جملہ میں سے صرف جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے، مفرد کی مثال "ھٰذا، ھٰؤلاء"، جملہ اسمیہ پر داخل ہونے کی مثال "ھا زیدٌ قائمٌ"۔

الشق الثانی .....وَیَجِبُ تَقْدِیْمُ الْفَاعِلِ عَلَی الْمَفْعُوْلِ اِذَا کَانَ مَقْصُوْرَیْنِ وَخَفَتِ اللَّبْسَ نَحْوُ ضَرَبَ مُوْسٰی عِیْسٰی وَیَجُوْزُ تَقْدِیْمُ الْمَفْعَوْلِ عَلَی الْفَاعِلِ اِنْ لَمْ تَخْفِ اللَّبْسَ نَحْوُ اَکَلَ الْکُمَّثْرٰی یَحْیٰی وَ ضَرَبَ عَمْرًوا زَیْدٌ۔(ص۲۴۔امدادیہ)

مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں اور عبارت کی واضح تشریح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور واجب ہے مفعول پر فاعل کو مقدم کرنا جبکہ وہ دونوں اسم مقصور ہوں اور التباس کا اندیشہ ہو جیسے **ضَرَبَ مُوْسٰی عَیْسٰی** اور جائز ہے مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا اگر اُن میں التباس کا اندیشہ نہ ہو جیسے **اَکَلَ الْکُمَّثْرٰی یَحْیٰی ، ضَرَبَ عَمْرًوا زَیْدٌ۔**

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں فاعل کی مفعول پر وجوبی طور پر تقدیم کی صورت کو ذکر کیا گیا ہے کہ چونکہ فاعل جملہ فعلیہ کا قوی واہم رکن ہے اس لئے اس کا فعل کے متصل ہونا یعنی مفعول پر مقدم ہونا ہی اصل ہے مگر اس کا مفعول سے مؤخر ہونا بھی جائز ہے البتہ اگر فاعل ومفعول دونوں اسم مقصور ہوں اور التباس کا خوف بھی ہو یعنی دونوں میں فاعل ومفعول بننے کی صلاحیت ہو اور انکے فاعل ومفعول ہونے پر کوئی لفظی ومعنوی قرینہ موجود نہ ہو تو پھر فاعل کو مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے جیسے "**ضرب موسٰی عیسٰی**"۔ اگر فاعل ومفعول میں قرینہ کی وجہ سے التباس کا خوف نہ ہو تو پھر مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا بھی جائز ہے، لفظی قرینہ کی مثال "**ضرب عمرًوا زیدٌ**" ہے اس میں لفظی اعراب فاعل ومفعول کی تعیین پر دلالت کر رہا ہے اور معنوی قرینہ کی مثال "**اکل الکمثرٰی یحیٰی**" ہے اس میں معنوی قرینہ موجود ہے کہ "**کمثرٰی**" فاعل نہیں بن سکتا، پس ان دونوں مثالوں میں التباس کا خوف نہ ہونے کی وجہ سے مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جائز ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل .....**البدل تابع ینسب الیه ما نسب الی متبوعه وهوا لمقصود بالنسبة د ون متبوعه۔**

بدل اور اس کی اقسامِ اربعہ کی تعریف ومثال بیان کریں۔ بدل ومبدل منہ میں تعریف وتنکیر میں مطابقت ضروری ہے یا نہیں؟۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال میں تین امور کا حل مطلوب ہے (۱) بدل کی تعریف (۲) بدل کی اقسامِ اربعہ کی تعریف مع امثلہ (۳) بدل اور مبدل منہ میں تعریف وتنکیر میں مطابقت۔

جواب ..... ❶ بدل کی تعریف:۔ بدل وہ تابع ہے کہ جو حکم اسکے متبوع کی طرف منسوب ہو بعینہٖ وہی حکم تابع کی طرف منسوب ہو اور اس نسبت سے وہ تابع ہی مقصود ہو متبوع مقصود نہ ہو جیسے **جاء نی زید اخوك** اس میں **زید** متبوع اور **اخوك** تابع ہے اور اس میں جو فعل کی نسبت **زید** کی طرف ہے وہی نسبت **اخوك** کی طرف بھی ہے مگر مقصود بالنسبت اخوک ہے زید نہیں ہے۔

❷ بدل کی اقسامِ اربعہ کی تعریف مع امثلہ:۔ بدل کی کل چار اقسام ہیں:

① **بدل الکل من الکل** وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول اور مبدل منہ کا مدلول بعینہٖ ایک ہی ہو جیسے **جاء نی زید اخوك** اس میں **زید** اور **اخوك** کا مدلول ایک ہی شخص ہے۔

② **بدل البعض من الکل** وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کے مدلول کا عین نہ ہو بلکہ جز اور بعض ہو جیسے **ضربتُ زیدا رأسه** اس میں **راسه** کا مدلول زید کا کل نہیں بلکہ ایک جزء اور حصہ ہے۔

③ **بدل الاشتمال** وہ تابع ہے کہ اس کا مدلول مبدل منہ کا کل بھی نہ ہو اور جزء بھی نہ ہو بلکہ اس کا متعلق ہو جیسے **سُلِبَ زیدٌ ثوبه** اس میں **ثوبه** زید کا کل بھی نہیں ہے اور جز بھی نہیں ہے بلکہ محض اس کا متعلق ہے۔

④ **بدل الغلط** وہ تابع ہے جو غلطی کے بعد واقع ہو جیسے **جاء نی زیدٌ بکرٌ** اس میں متکلم **جاء نی بکرٌ** کہنا چاہتا تھا مگر متکلم نے پہلے غلطی سے **زید** کا لفظ بولا پھر فوراً اس کے تدارک کیلئے **بکر** کا لفظ ذکر کر دیا کہ **بکر** آیا ہے **زید** نہیں۔

❸ بدل اور مبدل منہ میں تعریف وتنکیر میں مطابقت:۔ اس مطابقت کو سمجھنے سے قبل یہ بات سمجھ لیں کہ بدل اور مبدل منہ میں سے اصل اور مقصود بالذات بدل ہوتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ مقصود کو غیر مقصود سے اعلیٰ یا برابر ہونا چاہیے تیسری بات یہ ہے کہ معرفہ نکرہ سے اعلیٰ وافضل ہے اب بدل اور مبدل منہ کے معرفہ ونکرہ ہونے کے اعتبار سے چار صورتیں بنتی ہیں:

① بدل اور مبدل منہ دونوں معرفہ ہوں جیسے جَاءَنِي زَيْدٌ أَخُوكَ۔
② دونوں نکرہ ہوں جیسے جَاءَنِي رَجُلٌ غُلَامٌ لَكَ۔
③ مبدل منہ نکرہ اور بدل معرفہ ہو جیسے جَاءَنِي أَخٌ لَكَ زَيْدٌ۔
یہ تینوں صورتیں درست ہیں اس لئے کہ پہلی دو مثالوں میں بدل اور مبدل منہ مساوی ہیں اور تیسری صورت میں بدل مبدل منہ سے اعلیٰ و افضل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مبدل منہ و بدل میں تعریف و تنکیر میں مطابقت ضروری نہیں ہے۔
④ مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ ہو یہ ترکیب اس وقت درست ہوگی جب نکرہ کی کوئی صفت لائی جائے گی کیونکہ صفت نکرہ کو معرفہ کے قریب پہنچا دیتی ہے لہٰذا بدل جو مبدل منہ سے انقص تھا وہ صفت کی وجہ سے مبدل منہ کے مساوی ہو گیا لہذا مقصود اور غیر مقصود دونوں مساوی ہو گئے اور ترکیب درست ہوگئی، جیسے لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ۔

الشق الثانی ..... علاماتِ فعل واسم کو مثالوں کے ذریعہ بیان کیجئے (ص ۹۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) فعل کی علامات مع امثلہ (۲) اسم کی علامات مع امثلہ۔

جواب ..... **(۱)** فعل کی علامات مع امثلہ:۔ ① اس کا اخبار بہ بننا صحیح ہو اور اخبار عنہ بننا صحیح نہ ہو جیسے زَيْدٌ ضَرَبَ، زَيْدٌ جَاءَ ② حرفِ "قَدْ" کا داخل ہونا بھی فعل کی علامت ہے جیسے قَدْ جَاءَ زَيْدٌ ③ "سین" کا داخل ہونا بھی فعل کی علامت ہے جیسے سَيَضْرِبُ ④ "سَوْفَ" کا داخل ہونا بھی فعل کی علامت ہے جیسے سَوْفَ يَعُوْدُ ۔ ⑤ جزم کا داخل ہونا یا کلمہ کا آخر سے مجزوم ہونا بھی فعل کی علامت ہے جیسے اِنْ تَضْرِبْ اَضْرِبْ، لَمْ يَضْرِبْ۔ ⑥ کلمہ کا ماضی و مضارع ہونا بھی فعل کی علامت ہے جیسے ضَرَبَ، يَضْرِبُ ⑦ کلمہ کا امر و نہی ہونا بھی فعل کی علامت ہے جیسے اِضْرِبْ، لَاتَضْرِبْ ۔ ⑧ ضمائرِ بارزہ مرفوعہ کا متصل ہونا بھی فعل کی علامت ہے جیسے كَتَبْتُ، نَصَرْتُ ۔ ⑨ تاءِ تانیث ساکنہ کا آخر میں متصل ہونا بھی فعل کی علامت ہے جیسے ضَرَبَتْ، اَكَلَتْ ۔ ⑩ تاکید کے دونوں یعنی نون ثقیلہ و خفیفہ کا کلمہ کے آخر میں متصل ہونا جیسے اُنْصُرَنَّ، اُنْصُرَنْ ۔

(۲) اسم کی علامات مع امثلہ:۔ اسم کی مشہور علامات دس ہیں: ① اس کے متعلق خبر دینا صحیح ہو: یعنی اس میں اس بات کی صلاحیت ہو کہ وہ محکوم علیہ اور مسند الیہ بن سکے جیسے زَيْدٌ کا لفظ زَيْدٌ قَائِمٌ کے جملہ میں محکوم علیہ و مسند الیہ ہے۔ ② مضاف ہونا: یعنی ایک اسم کا دوسرے کی طرف حرفِ جر کی تقدیر کے ساتھ مضاف ہونا جیسے غُلَامُ زَيْدٍ اصل میں غُلَامٌ لِزَيْدٍ تھا تو غلام کا مضاف ہونا اسم ہونے کی علامت ہے۔
③ لامِ تعریف کا داخل ہونا: لامِ تعریف کا داخل ہونا بھی اسم کی علامت ہے جیسے الرجل میں رجل پر لامِ تعریف کا داخل ہونا اس کے اسم ہونے کی علامت ہے۔ ④ جر کا داخل ہونا: یعنی کسی کلمہ کا مجرور ہونا اس کے اسم ہونے کی علامت ہے جیسے بِزَيْدٍ ۔ ⑤ تنوین کا داخل ہونا: یعنی کلمہ کے آخر میں دو زبر دو زیر دو پیش کا آنا یا ان الفاظِ دیگر تنوینِ تمکن (نون ساکن) کا آنا بھی اسم ہونے کی علامت ہے جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ۔
⑥ تثنیہ ہونا: بھی اسم ہونے کی علامت ہے جیسے رجلان، عالمان، مسلمان وغیرہ اور فعل میں فاعل تثنیہ و جمع ہوتا ہے، نہ کہ فعل۔ ⑦ جمع ہونا: بھی اسم کی علامت ہے جیسے رِجَالٌ كُتُبٌ وغیرہ۔ ⑧ صفت ہونا: بھی اسم کی علامت ہے جیسے رَجُلٌ عَالِمٌ اور جہاں فعل صفت واقع ہوتا ہے وہ بتاویلِ مفرد ہوتا ہے۔ ⑨ مصغّر ہونا: یعنی یاءِ تصغیر کا کلمہ میں ہونا اسم کی علامت ہے کیونکہ یہ حقارت یا محبت اور پیار پر دلالت کرتی ہے اور فعل و حرف اس قابل نہیں، لہٰذا مصغّر ہونا بھی اسم کی علامت ہے جیسے رُجَيْلٌ۔ ⑩ منادیٰ ہونا: یعنی کسی کلمہ پر حرفِ نداء کا داخل ہونا بھی اسم کی علامت ہے کیونکہ حرفِ نداء ادواتِ تعریف میں سے ہے اور معرفہ اسم ہوتا ہے نہ کہ فعل جیسے يَا زَيْدُ، يَارَجُلُ ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۷ھ

الشق الاوّل ..... فَإِنْ كَانَ ذُوالْحَالِ نَكِرَةً يَجِبُ تَقْدِيْمُ الْحَالِ عَلَيْهِ لِئَلَّا تَلْتَبِسَ بِالصِّفَةِ فِيْ حَالَةِ النَّصْبِ ..... وَقَدْ تَكُوْنُ الْحَالُ جُمْلَةً خَبَرِيَّةً۔ (ص ۴۲۔ امدادیہ)
عبارت پر اعراب لگائیے، عبارت کی تشریح کر کے مثالوں سے واضح کیجئے۔
﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح مع امثلہ۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح مع امثلہ:۔ ذوالحال میں اصل یہ ہے کہ وہ معرفہ ہو اور حال میں اصل یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو، اس صورت میں حال ذوالحال پر مقدم ہوسکتا ہے جیسے "**جاء نی زید راکبا**" میں "**جاء نی راکبا زیدٌ**" کہنا درست ہے۔

البتہ اگر ذوالحال نکرہ ہو تو پھر حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے وگرنہ حالتِ نصبی میں حال کا صفت کے ساتھ التباس واشتباہ پیدا ہوتا ہے جیسے "**رَأَیْتُ رَجُلًا رَاکِبًا**" یہاں **راکبًا** میں حال وصفت ہونے کے دونوں احتمال موجود ہیں لہٰذا حال ہونے کی صورت میں **رَاکِبًا** کو **رَجُلًا** پر مقدم کرنا واجب ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ حال ہے صفت نہیں ہے کیونکہ صفت کو موصوف پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے۔

دوسری بات اس عبارت میں یہ بتلائی کہ حال عموماً مفرد ہوتا ہے مگر کبھی حال جملہ (اسمیہ وفعلیہ) بھی ہوسکتا ہے کیونکہ حال حقیقت میں خبر ہے اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ مفرد ہو، حال کے جملہ اسمیہ ہونے کی مثال "**جاء نی زید وغلامه راکبٌ**" حال کے جملہ فعلیہ ہونے کی مثال "**جاء نی زید ویرکب غلامه**"۔

الشق الثانی ..... **وَاعْلَمْ أَنَّ الْمَعْطُوْفَ فِيْ حُكْمِ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ أَعْنِيْ إِذَا كَانَ الْأَوَّلُ صِفَةً لِشَيْئٍ أَوْ خَبَرًا لِأَمْرٍ أَوْصِلَةً أَوْ حَالَةً فَالثَّانِيْ كَذٰلِكَ أَيْضًا وَالضَّابِطَةُ فِيْهِ أَنَّهٗ حَيْثُ يَجُوْزُ أَنْ يُقَامَ الْمَعْطُوْفُ مَقَامَ الْمَعْطُوْفِ عَلَيْهِ جَازَ الْعَطْفُ وَ حَيْثُ لَافَلَا۔** (ص۵۳۔امدادیہ)

عطف بالحرف کی تعریف اور شرط ذکر کیجئے، عبارت پر اعراب لگا کر مکمل تشریح کیجئے اور مثالیں ذکر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور توجہ طلب ہیں۔(۱) عطف بالحرف کی تعریف مع شرط (۲) عبارت پر اعراب (۳) عبارت کی تشریح مع امثلہ۔

جواب ..... ① عطف بالحرف کی تعریف مع شرط:۔ عطف بالحرف وہ تابع ہے کہ اس کی طرف وہی چیز (یا حکم) منسوب کی گئی ہو جو اس کے ماقبل کی طرف منسوب کی گئی ہو اور اس نسبت سے متبوع وتابع دونوں مقصود ہوں جیسے "**جاء نی زید وبکرٌ**" اس مثال میں **مجیئ** یعنی آنے کی نسبت جس طرح زید کی طرف کی گئی ہے اسی طرح بکر کی طرف بھی کی گئی ہے اور اس کلام وعطف سے متکلم کا مقصود زید وبکر دونوں کے متعلق آنے کی خبر دینا ہے۔

عطف بالحرف کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ تابع ومتبوع دونوں کے درمیان کوئی حرفِ عطف موجود ہو۔

② عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

③ عبارت کی تشریح مع امثلہ:۔ اس عبارت میں دو مسائل ذکر کئے گئے ہیں۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ معطوف (تابع) معطوف علیہ (متبوع) کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جب معطوف علیہ کسی چیز کی صفت واقع ہو یا کسی امر کی خبر واقع ہو یا کسی موصول کا صلہ واقع ہو یا کسی ذوالحال کا حال واقع ہو تو معطوف بھی اُسی چیز کی صفت، خبر، صلہ اور حال واقع ہوگا۔

صفت کی مثال "**جاء نی زید العالم والعاقل**" اس میں معطوف علیہ (**العالم**) زید کی صفت ہے لہٰذا معطوف (**العاقل**) بھی زید کی صفت ہوگا۔

حال کی مثال "**جاء نی زید مشدودا ومضروبا**" اس میں معطوف علیہ (**مشدودًا**) زید سے حال ہے لہٰذا معطوف (**مضروبا**) بھی زید سے حال ہوگا۔

خبر کی مثال "**زید عاقل وشاعر**" اس میں معطوف علیہ (**عاقل**) زید کی خبر ہے لہٰذا معطوف (**شاعر**) بھی زید کی خبر ہوگا۔

صلہ کی مثال "**قام الذی صلّی وصام**" اس میں معطوف علیہ (**صلّی**) **الّذی** کا صلہ ہے لہٰذا معطوف (**صام**) بھی **الّذی** کا صلہ ہوگا۔

دوسرا مسئلہ عطف کے جواز وعدمِ جواز کے متعلق ایک ضابطہ ہے کہ جہاں پر معطوف علیہ کو حذف کر کے معطوف کو اسکی جگہ پر رکھنا جائز ہو وہاں پر عطف بھی جائز ہوگا اور جہاں پر معطوف علیہ کو حذف کر کے معطوف کو اسکی جگہ رکھنا جائز نہ ہو وہاں عطف بھی جائز نہ ہوگا جیسے اوپر ذکر کردہ تمام مثالوں میں معطوف علیہ کو حذف کر کے معطوف کو اسکے قائمقام کرنا جائز ہے اور اسکے برعکس کی مثال

"مازید قائما ولاذاهب عمرٌو" ہے اس میں ذاهب کا عطف قائمًا پر کرنا درست نہیں ہے کیونکہ قائمًا میں ضمیر ہے جو مَا کے اسم (زید) کی طرف لوٹ رہی ہے جبکہ ذاهب میں ضمیر نہیں ہے بلکہ اس کا فاعل اسم ظاہر کی صورت میں مابعد میں عمرو موجود ہے۔

﴿الورقة الخامسة فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل.....اسم فاعل کی تعریف کیجئے اور یہ بتایئے کہ اسم فاعل ثلاثی مجرد اور غیر ثلاثی مجرد سے کس وزن پر آتا ہے؟ اسم فاعل کیا عمل کرتا ہے اور اس کے عمل کے لئے کیا شرائط ہیں؟ وضاحت کے ساتھ لکھئے۔ (ص ۷۹۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) اسم فاعل کی تعریف (۲) اسم فاعل کا وزن (۳) اسم فاعل کا عمل مع شرائط۔

جواب..... ❶ اسم فاعل کی تعریف:۔ "اِسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلٰى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الْحُدُوْثِ" (وہ اسم جو فعل سے مشتق ہو اور اس ذات پر دلالت کرے جسکے ساتھ فعل بطریق حدوث قائم ہو) جیسے ضَارِبٌ، نَاصِرٌ، مُخْرِجٌ۔

❷ ثلاثی مجرد دو دیگر ابواب سے اسم فاعل کا وزن:۔ ثلاثی مجرد کے تمام ابواب سے اسم فاعل "فَاعِلٌ" کے وزن پر آتا ہے جیسے ضَارِبٌ، نَاصِرٌ، سَامِعٌ، فَاتِحٌ وغیرہ۔

ثلاثی مجرد کے علاوہ دیگر تمام ابواب سے اس باب کے فعل مضارع کے وزن پر آتا ہے بایں طور کہ علامتِ مضارع کی جگہ میم مضموم لگا دو اور آخر کے ماقبل کو کسرہ دیدو جیسے يُدْخِلُ سے مُدْخِلٌ، يَسْتَنْصِرُ سے مُسْتَنْصِرٌ، يُصَرِّفُ سے مُصَرِّفٌ۔

❸ اسم فاعل کا عمل مع شرائط:۔ اسم فاعل اپنے فعل معروف جیسا عمل کرتا ہے یعنی اگر فعل لازم سے ہے تو فقط فاعل کو رفع دے گا اور اگر فعل متعدی سے ہے تو مفعول بہ کو نصب بھی دے گا۔

اسم فاعل کے عمل کی دو شرطیں ہیں:

① اگر نکرہ ہو تو حال یا استقبال کا معنی دے اور اگر ماضی کے معنی میں ہو تو پھر اضافتِ معنوی لازم ہے جیسے زَيْدٌ ضَارِبُ عَمْرٍو اَمْسِ۔ اور اگر اسم فاعل معرف باللام ہو تو پھر تمام زمانے بھی برابر ہیں اور دوسری شرط (چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد) بھی ضروری نہیں ہے۔

② مبتداء، ذوالحال، موصول، موصوف، ہمزۂ استفہام، حرفِ نفی پر اعتماد کرنے والا ہو یعنی اگر ماقبل مبتدا ہے تو اسم فاعل خبر واقع ہو جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ اَبُوْهُ۔ اگر ماقبل ذوالحال ہے تو یہ حال واقع ہو جیسے جَاءَنِيْ زَيْدٌ ضَارِبًا اَبُوْهُ بَكْرًا۔ اگر ماقبل موصول ہے تو یہ اس کا صلہ ہو جیسے مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ اَبُوْهُ بَكْرًا۔ اگر ماقبل موصوف ہے تو یہ صفت ہو جیسے عِنْدِيْ رَجُلٌ ضَارِبٌ اَبُوْهُ بَكْرًا۔ اسی طرح ہمزۂ استفہام و حرفِ نفی پر اعتماد کرے یعنی اسکا مدخول ہو جیسے اَقَائِمٌ زَيْدٌ، مَاقَائِمٌ زَيْدٌ۔

الشق الثانی.....حروف الایجاب ستة۔ حروفِ ایجاب کون کون سے ہیں؟ ہر ایک کا موقع استعمال اور مثال تحریر کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) حروفِ ایجاب کی نشاندہی (۲) موقعِ استعمال مع امثلہ۔ (ص ۱۱۷۔ امدادیہ)

جواب..... ❶ حروفِ ایجاب کی نشاندہی:۔ حروفِ ایجاب چھ ہیں نَعَمْ، بَلٰى، اِيْ، اَجَلْ، جَيْرِ، اِنَّ۔

❷ موقعِ استعمال مع امثلہ:۔ نَعَمْ: یہ سابقہ کلام (خواہ مثبت ہو یا منفی ہو، انشاء ہو یا خبر ہو) کو پختہ کرنے کے لئے آتا ہے جیسے اَقَامَ زَيْدٌ؟ نَعَمْ اَيْ قَامَ زَيْدٌ۔ اَمَا جَاءَ زَيْدٌ؟ نَعَمْ اَيْ مَاجَاءَ زَيْدٌ۔

بَلٰى: یہ کلامِ منفی استفہام کے بعد آتا ہے اور اس کلام کو مثبت بنا دیتا ہے جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ؟ قَالُوْا بَلٰى یعنی جب رَبّ نہ ہونے کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب ارواح نے جواب دیا بَلٰى (کیوں نہیں) یعنی آپ ہی ہمارے رب ہیں تو کلام مثبت ہو گئی، یا خبرًا جس چیز کی نفی کی گئی ہو اس کے اثبات کے لئے بھی آتا ہے جیسے لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ (زید کھڑا نہیں ہوا) کے جواب میں کہیں بَلٰى اَيْ قَامَ زَيْدٌ (کیوں نہیں یعنی زید کھڑا ہے)۔

اِيْ: یہ استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے اور اس کو قسم لازم ہے جیسے کہا جائے هَلْ كَانَ كَذَا؟ (کیا ایسے ہوا؟) تو اس

کے جواب میں کہا جائے اِیْ واللّٰہ (ہاں! اللہ کی قسم)۔

اَجَلْ، جَیْرِ، اِنَّ: یہ تینوں حروف خبر کی تصدیق کیلئے آتے ہیں خواہ خبر مثبت ہو یا منفی ہو جیسے کہا جائے جَاءَ زَیْدٌ یا مَاقَامَ زَیْدٌ تو اس کے جواب میں یہ الفاظ استعمال کئے جائیں اَجَلْ ، جَیْرِ، اِنَّ یعنی جی ہاں میں تیری تصدیق کرتا ہوں۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل.....اما الجمع فشرطه ان یکون علی صیغة منتهی الجموع۔(ص۲۰۔امدادیہ)

"جمع منتهی الجموع" کسے کہتے ہیں؟ مثالوں سے واضح کیجئے نیز یہ بتایئے کہ "جمع منتهی الجموع" غیر منصرف کیوں ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) جمع منتہی الجموع کی تعریف مع امثلہ (۲) جمع منتہی الجموع کے غیر منصرف ہونے کی وجہ۔

جواب..... ❶ جمع منتہی الجموع کی تعریف مع امثلہ:۔ مُنتهٰی بمعنی انتہاء وآخر اور جموع جَمْعٌ کی جمع ہے مطلب یہ کہ جمع کی انتہاء وآخر۔ جمع منتہی الجموع وہ جمع کا صیغہ ہے جس کے بعد کوئی دوسری جمع تکسیر نہ بنائی جاسکے یہ آخری جمع ہو جیسے مِصْبَاحٌ کی جمع مَصَابِیْحُ، مِفْتَاحٌ کی جمع مَفَاتِیْحُ، مَسْجِدٌ کی جمع مَسَاجِدُ ہے۔

❷ جمع منتہی الجموع کے غیر منصرف ہونے کی وجہ:۔ مصنفؒ فرماتے ہیں کہ الف مقصورہ والف ممدودہ کی طرح جمع منتہی الجموع بھی ایک ہی سبب دو سبب کے قائمقام ہے، ایک جمع اور دوسرا لزوم جمع۔ لزوم جمع کا مطلب یہ ہے کہ وہ لفظ ایسا ہو کہ دوسری مرتبہ اس کی جمع تکسیر ممتنع ہو جب جمع تکسیر ممتنع ہوگی تو اس میں موجود جمع اس کو لازم ہو جائے گی، بایں طور کہ اب اس کو دوبارہ مفرد فرض کر کے جمع تکسیر نہیں لاسکتے، گویا وہ ایسا اسم ہے جو دوبارہ جمع بنایا گیا ہے۔ نیز جمع منتہی الجموع میں جمع کا تکرار ہوتا ہے اور یہ تکرار کبھی حقیقتاً ہوتا ہے جیسے اَکَالِبُ یہ اکلب کی جمع ہے اور اکلب ،کلب کی جمع ہے اور کبھی یہ تکرار حکمًا ہوتا ہے یعنی وہ کلمہ ایسے کلمہ کے وزن پر ہوتا ہے جس میں جمع کا تکرار ہوتا ہے جیسے مَسَاجِدُ میں حقیقتاً تکرار نہیں ہے مگر یہ اکالب کے وزن پر ہے جس میں جمع کا تکرار ہے۔

الغرض جمع منتہی الجموع میں جمع کا تکرار (حقیقتاً یا حکمًا) ہوتا ہے اور ہر جمع بمنزلِ سببِ واحد کے ہے اور تکرارِ جمع، تکرارِ سبب کے حکم میں ہونے کی وجہ سے ایک ہی سبب دو کے قائمقام ہوا اور اس کی وجہ سے کلمہ غیر منصرف ہوا۔

الشق الثانی.....اِعْلَمْ اَنَّ لَهُمْ قِسْمًا آخَرَ مِنَ الْمُبْتَدَأِ لَیْسَ مُسْنَدًا اِلَیْهِ وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْیِ اَوْ بَعْدَ حَرْفِ الْاِسْتِفْهَامِ بِشَرْطِ اَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةُ اِسْمًا ظَاهِرًا نَحْوُ مَاقَائِمُ الزَّیْدَانِ وَاَقَائِمُ الزَّیْدَانِ بِخِلَافِ مَا قَائِمَانِ الزَّیْدَانِ۔(ص۳۲۔امدادیہ)

مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر مثالوں کے ذریعہ تشریح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح مع امثلہ۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی تشریح مع امثلہ:۔ اس عبارت میں مبتدا کی قسم ثانی کا ذکر ہے کہ مبتدا کی ایک دوسری قسم ہے جو کہ مسند الیہ نہیں ہوتی اور وہ صفت کا صیغہ ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے مَا قَائِمٌ زَیْدٌ یا حرف استفہام کے بعد واقع ہوتا ہے جیسے اقائمٌ زید، اور وہ مابعد والے اسم ظاہر کو رفع دیتا ہے جیسے ما قائمٌ الزیدان بخلاف مَا قائمان الزیدان کے۔ ماقائم الزیدان اور ما قائمان الزیدان دونوں میں قائم اور قائمان صفت کے صیغے ہیں مگر پہلی مثال میں صفت کا صیغہ قائم مبتدا واقع ہو رہا ہے اور دوسری مثال میں قائمان مبتدا واقع نہیں ہو رہا۔ وجہ فرق یہ ہے کہ مبتدا کی قسم ثانی کی شرط یہ تھی کہ وہ اسم ظاہر میں عمل کرے اور اس کو رفع دے یہ شرط قائم میں موجود ہے وہ الزیدان کو رفع دے رہا ہے اور یہ شرط قائمان میں موجود نہیں، کیونکہ وہ اسم ظاہر کی بجائے ضمیر تثنیہ میں عمل کر رہا ہے۔

(فائدہ) مبتدا کی قسم اوّل وثانی میں تین فرق بیان کئے جاتے ہیں ① مبتدا کی قسم اوّل معمول ہے اور قسم ثانی خود عامل ہے

② مبتدا کی قسم اوّل مسندالیہ ہوتی ہے اور قسم ثانی مسند ہوتی ہے ③ مبتدا کی قسم اوّل کا عامل معنوی ہوتا ہے اور قسم ثانی خود عامل ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... اَلْمَفْعُوْلُ لَهٗ ..... وَيُنْصَبُ بِتَقْدِيْرِ اللَّامِ نَحْوُ ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا اَیْ لِلتَّادِيْبِ وَقَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا اَیْ لِلْجُبْنِ وَعِنْدَ الزَّجَاجِ هُوَ مَصْدَرٌ تَقْدِيْرُهٗ اَدَّبْتُهٗ تَادِيْبًا وَجَبَنْتُ جُبْنًا۔ (ص۴۰۔امدادیہ)

مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر مطلب بیان کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا مطلب۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں مصنفؒ نے اولاً مفعول لہ کا اعراب بیان کیا کہ یہ لام مقدّر کی بناء پر منصوب ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتُهٗ تَادِيْبًا یعنی لِلتَّادِيْبِ (میں نے اس کو ادب سکھلانے کے لئے مارا) اور قَعَدْتُ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا یعنی لِلْجُبْنِ (میں بزدلی کی وجہ سے جنگ سے بیٹھ گیا) اور اگر لام مقدر نہ ہو بلکہ ملفوظ ہو تو پھر مفعول لہ لام جارہ کی وجہ سے مجرور ہوگا اور ترکیب جار مجرور کے طور پر ہوگی، نہ کہ مفعول لہ ہونے کی بناء پر۔

ثانیاً مصنفؒ نے ایک اختلاف کی طرف اشارہ کیا کہ جمہور کے نزدیک مفعول لہ منصوبات کی مستقل قسم ہے جبکہ علامہ زجاجؒ کا قول یہ ہے کہ مفعول لہ مستقل طور پر منصوبات کی کوئی قسم نہیں ہے بلکہ یہ درحقیقت فعل محذوف کا مفعول مطلق ہوتا ہے چنانچہ ان کے نزدیک تقدیر عبارت اَدَّبْتُهٗ تَادِيْبًا، جَبَنْتُ جُبْنًا ہے۔

مگر یہ قول درست نہیں ہے اسلئے کہ تاویل کے ذریعہ ایک قسم کو دوسری قسم و چیز بنادینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پہلی قسم بالکل ختم و معدوم ہوجائے وگرنہ بہت سی اقسام اسم کو معدوم ماننا پڑے گا۔

الشق الثانی ..... فصل الاسم امّا مذکر و امّا مؤنث..... الخ مذکر و مؤنث کی تعریف کریں۔ مؤنث کی علامات مثالوں کے ساتھ لکھیں۔ مؤنث حقیقی و لفظی کی تعریف اور مثالیں تحریر کریں۔ اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل کی تعریف و مثال تحریر کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① مذکر و مؤنث کی تعریف ② مؤنث کی علامات مع امثلہ ③ مؤنث حقیقی و لفظی کی تعریف مع امثلہ ④ اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل کی تعریف و مثال۔

جواب ..... ① مذکر و مؤنث کی تعریف:۔ مؤنث: وہ اسم جس میں تانیث کی علامت ہو، خواہ علامت لفظا ہو یا تقدیرًا ہو، حقیقۃً ہو یا حکماً ہو، جیسے امرأة، ناقة، عقرب۔

مذکر: وہ اسم جس میں تانیث کی کوئی علامت نہ ہو، جیسے رجلٌ۔

② مؤنث کی علامات مع امثلہ:۔ مؤنث کی تین علامات ہیں:

① تاء جو حالتِ وقف میں ہاء بن جاتی ہے، جیسے طلحة ② الف مقصورہ، جیسے حبلٰی ③ الف ممدودہ، جیسے حمراء۔

③ مؤنث حقیقی و لفظی کی تعریف و امثلہ:۔ مؤنث لفظی: جس کے مقابلہ میں جاندار مذکر نہ ہو جیسے ظلمة، عینة، شمس، ارض

مؤنث حقیقی: وہ مؤنث جس کے مقابلہ میں اُسی کی جنس سے مذکر حیوان ہو، خواہ اس میں علامتِ تانیث ہو یا نہ ہو جیسے امرأة، ناقة۔

0315-8537519 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الخامسة فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... ويدخل بين المبتدأ والخبر صيغة مرفوع منفصل مطابق للمبتدأ اذا كان الخبر معرفة او افعل من كذا ويسمى فصلا لانه يفصل بين الخبر والصفة نحو زيد هو القائم وكان زيد هو افضل من عمرو وقال الله تعالى : كنت انت الرقيب عليهم ۔ (ص۶۰۔امدادیہ)

ضمیرِ شان اور ضمیرِ قصہ کی تعریف و مثالیں ذکر کیجئے، عبارت کا مطلب تحریر کیجئے، عبارت میں مذکورہ آیت کی نحوی ترکیب لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) ضمیرِ شان وضمیرِ قصہ کی تعریف (۲) عبارت کا مطلب (۳) آیت کی ترکیب

جواب ..... (۱) ضمیرِ شان وضمیرِ قصہ کی تعریف مع امثلہ:۔ وہ ضمیرِ غائب جو کسی جملہ سے پہلے واقع ہو اور اس کا مرجع ماقبل میں مذکور نہ ہو اور مابعد والا جملہ اس کی تفسیر کر رہا ہو، اگر وہ ضمیر مذکر کی ہو تو اس کو ضمیرِ شان اور اگر مؤنث کی ہو تو اس کو ضمیرِ قصہ کہتے ہیں۔ ضمیرِ شان کی مثال "**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ**" اور ضمیرِ قصہ کی مثال "**اِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ**"۔

(۲) عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں ضمیرِ فصل کے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ بسا اوقات مبتدا وخبر کے درمیان مرفوع منفصل کا صیغہ (ضمیر) لایا جاتا ہے جو کہ مذکر ومؤنث اور مفرد تثنیہ وجمع ہونے میں مبتدا کے مطابق ہوتا ہے اسکو ضمیرِ فصل کہتے ہیں مگر اس کیلئے ایک شرط ضروری ہے وہ یہ کہ خبر معرفہ ہو یا **افعل من كذا** ہو یعنی ایسا اسم تفضیل کا صیغہ ہو جو **اَفْعَلُ** کے وزن پر ہو اور حرفِ **مِنْ** کے ساتھ استعمال ہو۔ اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ ضمیرِ فصل کا مقصد مبتدا وخبر اور موصوف وصفت کے درمیان فصل وفرق کرنا ہے کہ ان میں التباس پیدا نہ ہو اور یہ التباس اُسی صورت میں پیدا ہوتا ہے جب خبر معرفہ ہو یا **اَفْعَلُ مِنْ كَذَا** ہو کیونکہ یہ بھی معرفہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اگر یہ شرط نہ پائی جائے تو پھر خبر کے نکرہ ہونے کی وجہ سے التباس کا اندیشہ نہ ہوگا اور ضمیرِ فصل کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ موصوف وصفت میں تعریف وتنکیر میں مطابقت ضروری ہے اور یہاں مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے التباس نہیں ہے جیسے **زيدٌ هو القائم، كان زيدٌ هو افضل من عمرو، كنت انت الرقيب عليهم**۔

(۳) آیت کی ترکیب:۔ **كنت** فعل ناقص **ت** ضمیر اس کا اسم **انت** ضمیرِ فصل **الرقيب** صیغۂ صفت اپنے فاعل ومتعلق (**عليهم**) سے ملکر شبہ جملہ ہو کر خبر، **كان** اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی.....**حرفا التفسير أى وأن كقوله تعالىٰ:﴿واسئل القرية﴾اى اهل القرية كانك تفسره اهل القرية،وأن انمايفسر بها فعل بمعنى القول كقوله تعالى:﴿ونا دينه ان يا ابراهيم﴾فلايقال: قلت له ان اكتب، اذهو لفظ القول لا معناه۔** (ص۱۱۹۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ کر کے مکمل وضاحت کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی وضاحت۔

جواب ..... (۱) عبارت کا ترجمہ:۔ تفسیر کے دو حرف ہیں **اى** اور **أن** جیسے اللہ تعالیٰ کا قول **واسئل القرية** (آپ اہل قریہ سے سوال کریں) اور **أن** کے ذریعے اُس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو قول کے معنیٰ میں ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول **ونادينه ان يا ابراهيم** (اور آواز دی ہم نے اُسے کہ اے ابراہیم) پس نہیں کہا جائیگا **قلت له ان اكتب** اسلئے کہ **قلت** خود لفظِ قول ہے نہ کہ اسکا معنیٰ۔

(۲) عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں اُن حروف کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو کلام میں سے ابہام کو دور کرتے ہیں یعنی بسا اوقات کلام میں ابہام ہوتا ہے اور اُس کی تفسیر کرنا ضروری ہوتا ہے تو اس تفسیر کے لئے دو حرف مقرر ہیں **اى** اور **أن**۔

اى ہر مبہم چیز کی تفسیر کیلئے آتا ہے خواہ وہ مفرد ہو جیسے **واسئل القرية** اس میں لفظِ **قرية** مفرد ہے اور اس میں ابہام تھا کہ اس سے کیا مراد ہے تو **اى اهل القرية** کہہ کر اُس کی تفسیر کر دی کہ آپ بستی سے نہیں بلکہ بستی والوں سے سوال کریں۔ خواہ وہ مبہم چیز جملہ ہو جیسے **قطع رزقه اى مات** (اُس کا رزق ختم ہو گیا یعنی وہ مر گیا)۔ یہاں پر **قطع رزقه** مبہم جملہ ہے اور **اى مات** کے ذریعے اس کی تفسیر کی گئی ہے۔

دوسرا حرفِ تفسیر **أن** ہے۔ اِس کے ذریعے اُس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو قول کے معنیٰ میں ہو جیسے امر، ندا، کتابت وغیرہ۔ لہٰذا کلمہ **أن** نہ تو خود لفظِ قول کے بعد واقع ہوگا اور نہ ہی اس فعل کے بعد واقع ہوگا جو قول کے معنیٰ میں نہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول **ونادينه ان يا ابراهيم**، یہاں پر **نادينه** بمعنیٰ **قلناه** ہے یعنی ہم نے ابراہیمؑ کو ندا دی ایک لفظ کے ساتھ اور وہ لفظ **يا ابراهيم** ہے۔ چونکہ لفظِ **أن** خود قول کی تفسیر نہیں کرتا اسلئے **قلت لهٗ ان اكتب** کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ **قلت** خود لفظِ قول ہے نہ کہ قول کا معنیٰ۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٣٩ھ

الشق الاوّل ..... وَاِنْ كَانَ مُفَرَّغًا بِاَنْ يَكُوْنَ بَعْدَ اِلَّا فِيْ كَلَامٍ غَيْرِ مُوْجَبٍ وَالْمُسْتَثْنٰى مِنْهُ غَيْرُ مَذْكُوْرٍ كَانَ اِعْرَابُهٗ بِحَسْبِ الْعَوَامِلِ تَقُوْلُ مَاجَاءَنِيْ اِلَّا زَيْدٌ وَمَا رَاَيْتُ اِلَّا زَيْدًا وَمَا مَرَرْتُ اِلَّا بِزَيْدٍ۔

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کیجئے اور یہ بتائیے کہ کلام غیر موجب کسے کہتے ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) کلام غیر موجب کی تعریف۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مستثنیٰ کی ایک خاص قسم کا اعراب ذکر کیا جارہا ہے کہ جب مستثنیٰ مفرغ ہو یعنی اس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اور وہ کلام غیر موجب ہو یعنی نفی نہی استفہام والی کلام ہو تو مستثنیٰ کا اعراب عامل کے مطابق ہوگا یعنی اگر عامل رافع ہوگا تو مستثنیٰ پر رفع آئے گا جیسے **ماجاء نی الّا زیدٌ** اور اگر عام ناصب ہوگا تو مستثنیٰ پر نصب آئے گا جیسے **مارأیت الّا زیدًا** اور اگر عامل جارہ ہوگا تو مستثنیٰ پر جر ہوگا جیسے **مامرمت الّا بزید۔**

❸ کلام غیر موجب کی تعریف:۔ وہ کلام جس میں نفی نہی استفہام موجود نہ ہو۔

الشق الثانی ..... **ولایؤکد بکل واجمع الا ما له اجزاء وابعاض یصح افتراقها حسا کالقوم او حکما کما تقول اشتریت العبد کله ولا تقول اکرمت العبد کله۔** عبارت کا ترجمہ کرکے بے غبار تشریح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح۔

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور نہیں تاکید لائی جائے گی **کُل** اور **اجمع** کے ساتھ مگر اس چیز کی جس کے لئے ایسے اجزاء اور حصے ہوں جن کا حسی طور پر جدا ہونا صحیح ہو جیسے **القوم** یا حکم کے اعتبار سے جدا ہونا صحیح ہو جیسے تو کہے **اشتریت العبد کله** (خریدا میں نے کُل غلام کو) اور نہیں کہے گا تو **اکرمت العبد کله** (عزت کی میں نے کُل غلام کی)۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ لفظ **کل** اور **اجمع** سے اس چیز کی تاکید لائی جاتی ہے جس کے ایسے اجزاء اور ابعاض یعنی حصے ہوں جو باعتبار حس اور مشاہدہ کے ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہوں جیسے قوم اور رجال وغیرہ، ان کے اجزاء اور افراد زید عمر و بکر وغیرہ باعتبار حس اور مشاہدہ کے جدا ہیں لہٰذا ان کی تاکید **کل** اور **اجمع** سے آسکتی ہے جیسے **جاء نی القوم کلهم اجمعون، اکرمت القوم کلهم، اکرمت الرجال کلهم** یا باعتبار حکم کے ایک دوسرے سے جدا ہو سکیں جیسے عبد کے اجزاء اگرچہ حسًا تو جدا نہیں ہو سکتے لیکن جب شراء یا بیع وغیرہ والا حکم اس پر لگائیں گے تو اس حکم کے اعتبار سے اسکے اجزاء و ابعاض جدا ہو سکتے ہیں کہ نصف غلام کسی ایک نے خریدا ہو نصف کسی دوسرے نے خریدا ہو اگر کسی ایک شخص نے سارا غلام خریدا تو وہ اس کی تاکید **کل** اور **اجمع** کے ساتھ لاسکتا ہے چنانچہ یوں کہے گا **اشتریت العبد کله** (میں نے پورا غلام خریدا) لیکن **اکرمت العبد کله** کہنا جائز نہیں کیونکہ اکرام والے حکم کے اعتبار سے عبد کے اجزاء نہیں ہو سکتے آدھے غلام کا اکرام کیا ہو اور آدھے کا نہ کیا ہو، یہ نہیں ہو سکتا لہٰذا اس حکم کے اعتبار سے **کل** اور **اجمع** کے ساتھ تاکید لانا درست نہیں، اسی طرح **جاء زید کله** کہنا درست نہیں کیونکہ آنے والے حکم اور جانے والے حکم کے اعتبار سے زید کے اجزاء جدا نہیں ہو سکتے۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٣٩ھ

الشق الاوّل ..... **افعال المقاربة هی افعال وضعت .....**

افعال مقاربہ کی تعریف کیجئے۔ افعال مقاربہ کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟ مثالوں کے ذریعہ واضح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) افعال مقاربہ کی تعریف (۲) افعال مقاربہ کی تعداد و نشاندہی مع وضاحت۔

جواب ..... ❶ افعال مقاربہ کی تعریف:۔ افعال مقاربہ وہ افعال ہیں جو اپنے فاعل کیلئے خبر کے قریب ہونے پر دلالت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں اور افعال مقاربہ افعال ناقصہ کی طرح اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور ان کی خبر فعل مضارع اَنْ کے ساتھ اور کبھی بغیر اَنْ کے ہوتی ہے۔

❷ افعال مقاربہ کی تعداد ونشاندہی مع وضاحت:۔ افعال مقاربہ چار ہیں: اَوْشَكَ، كَادَ، كَرُبَ، عَسٰى ۔

① حصول کیلئے یعنی اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کہ متکلم یہ خبر دیتا ہے کہ فاعل کے لئے خبر کا حصول یقیناً قریب ہے نہ کہ بطور امید کے۔اس کے لئے کاد فعل مستعمل ہوتا ہے جو اسم اور خبر کو چاہتا ہے جیسے کاد زیدٌ یقوم ۔اس میں زیدٌ مرفوع ہے اس بناء پر کہ یہ کاد کا فاعل ہے اور یقوم محل نصب میں کاد کی خبر ہے۔

② رجاء (امید) کیلئے یعنی متکلم یہ امید کرتا ہے کہ فاعل کیلئے خبر کا حصول قریب ہے اس کیلئے عسٰی مستعمل ہوتا ہے اور وہ فعل جامد ہے اس سے ماضی کے علاوہ اور کوئی صیغہ مستعمل نہیں ہوتا اور عسٰی یہ کاد کی طرح عمل کرتا ہے جیسے عسٰی زیدان یقوم اس میں زید مرفوع ہے اس بناء پر کہ عسٰی کا فاعل ہے اور ان یقوم محل نصب میں عسٰی کی خبر ہے

③ فعل میں اخذ اور شروع کیلئے یعنی اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کہ متکلم فاعل کیلئے خبر کے حصول کی خبر دیتا ہے اس لئے کہ اس کے شروع ہونے کا یقین ہے اس کیلئے پانچ فعل مستعمل ہوتے ہیں۔طفق، جعل، کرب، اخذ، اوشك ۔ان میں سے طفق ، جعل، کرب، اخذ یہ كَادَ کی طرح مستعمل ہوتے ہیں جیسے طفق زید یکتب، اوشك یہ عسٰی کی طرح مستعمل ہوتا ہے جیسے اوشك زیدٌ ان یقوم اور کبھی خبر کو نہیں چاہتا جیسے اوشك ان یقوم زیدٌ ۔اور کبھی کاد کی طرح مستعمل ہوتا ہے جیسے اوشك زید یقوم۔

الشق الثانی ..... وَاِنْ كَانَ الْفَاعِلُ مُؤَنَّثًا حَقِيْقِيًّا اَنِّثِ الْفِعْلَ اَبَدًا اِنْ لَّمْ تَفْصِلْ بَيْنَ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ وَاِنْ فَصَلْتَ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي التَّذْكِيْرِ وَالتَّانِيْثِ وَكَذٰلِكَ فِي الْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ هٰذَا اِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُسْنَدًا اِلَى الْمُظْهَرِ وَاِنْ كَانَ مُسْنَدًا اِلَى الْمُضْمَرِ اَنِّثْ اَبَدًا ، وَجَمْعُ التَّكْسِيْرِ كَالْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيْقِيِّ (ص۲۳:امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کی تشریح کرتے ہوئے مثالوں سے واضح کریں۔مؤنث حقیقی کسے کہتے ہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) مؤنث حقیقی کی تعریف۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں فعل کو مذکر ومؤنث لانے کی تفصیل بیان کر رہے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تین صورتوں میں فاعل کے فعل کو مؤنث لانا واجب ہے۔ ① فاعل مؤنث حقیقی مظہر ہو اور فعل فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو جیسے قامت هند ② فاعل مؤنث حقیقی مضمر ہو جیسے هندقامت ③ فاعل مؤنث غیر حقیقی مضمر ہو جیسے الشمس كورت ۔

چھ صورتوں میں فاعل کے فعل کو مذکر ومؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے ① فاعل مؤنث حقیقی مظہر ہو اور فعل فاعل کے درمیان فاصلہ ہو جیسے ضرب اليوم هند، ضربت اليوم هند ② فاعل مؤنث غیر حقیقی مظہر ہو اور فعل فاعل کے درمیان فاصلہ ہو جیسے طلع اليوم شمس، طلعت اليوم شمس ③ فاعل مؤنث غیر حقیقی مظہر ہو اور فعل فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو جیسے طلع الشمس، طلعت الشمس ④ فاعل جمع تکسیر مضمر ہو جیسے الرجال قامت، الرجال قاموا ⑤ فاعل جمع تکسیر مظہر ہو اور فعل فاعل کے درمیان فاصلہ ہو جیسے قام اليوم رجال، قامت اليوم رجال ⑥ فاعل جمع تکسیر مظہر ہو اور فعل فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو جیسے قامت الرجال، قام الرجال۔

❸ مؤنث حقیقی کی تعریف:۔ وہ مؤنث جس کے مقابلہ میں اُسی کی جنس سے مذکر حیوان ہو، خواہ اس میں علامتِ تانیث ہو یا نہ ہو۔

﴿الورقة الخامسة فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل ..... حُرُوْفُ الْجَرِّ حُرُوْفٌ وُضِعَتْ لِاِفْضَاءِ الْفِعْلِ اَوْشِبْهِهٖ اَوْمَعْنَى الْفِعْلِ اِلٰى مَاتَلِيْهِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَاَنَا مَارٌّ بِزَيْدٍ وَهٰذَا فِي الدَّارِ اَبُوْكَ۔ (ص۱۰۳:امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیں، عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں۔حروفِ جر کتنے اور کون کونسے ہیں واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور کا حل مطلوب ہے (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح

(۴) حروفِ جر کی تعداد و نشاندہی۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ حروفِ جر وہ حروف ہیں جو وضع کئے گئے ہوں فعل یا شبہ فعل یا معنیٰ فعل کو اس چیز تک پہنچانے کیلئے جو ان سے ملی ہوئی ہو جیسے **مررت بزید۔ انا ماربزید۔ هٰذا فی الدارابوك۔**

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں حروفِ جر کی تعریف بیان کی ہے کہ حروفِ جر وہ حروف ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا معنیٰ فعل کو کھینچ کر اپنے مدخول تک پہنچانے کیلئے وضع کیے گئے ہوں یعنی وہ انکے آپس میں ملنے کو واضح کریں جیسے **مررت بزید** فعل کی مثال ہے **انا ماربزید** شبہ فعل کی مثال ہے **هذا فی الدارابوك** معنیٰ فعل کی مثال ہے۔ ان امثلہ میں سے اوّل اور ثانی میں باء نے مرور کو زید کے ساتھ ملا دیا اور تیسری مثال میں فی نے **هٰذا** کو **الدار** کے ساتھ ملا دیا۔

④ حروفِ جر کی تعداد و نشاندہی:۔ حروفِ جارہ کی تعداد سترہ ہے جن کو شاعر نے اس شعر میں ذکر کیا ہے۔

باء وتاء و كاف ولام وواوٌ،منذ،مذ،خلا رب، حاشا، من، عدا، فی، عن، علٰی، حتی، الٰی

الشق الثانی ..... **اَلْكَلَامُ لَفْظٌ تَضَمَّنَ كَلِمَتَيْنِ بِالْاِسْنَادِ، وَالْاِسْنَادُ نِسْبَةُ اِحْدَى الْكَلِمَتَيْنِ اِلَى الْاُخْرٰى بِحَيْثُ تُفِيْدُ الْمُخَاطَبَ فَائِدَةً تَامَّةً يَصِحُّ السُّكُوْتُ عَلَيْهَا،نَحْوُ: زَيْدٌ قَائِمٌ وَ قَامَ زَيْدٌ وَ يُسَمّٰى جُمْلَةً. فَعُلِمَ اَنَّ الْكَلَامَ لَا يَحْصُلُ اِلَّا مِنْ اِسْمَيْنِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَ يُسَمّٰى جُمْلَةً اِسْمِيَّةً اَوْ مِنْ فِعْلٍ وَ اِسْمٍ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَيُسَمّٰى جُمْلَةً فِعْلِيَّةً ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ اور تشریح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ تین امور ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مر فی السوال آنفا**

② عبارت کا ترجمہ:۔ کلام وہ لفظ ہے جو دو کلموں کو اسناد کے ساتھ متضمن ہو، اور اسناد دو کلموں میں سے ایک کلمے کی دوسرے کی طرف اس طور پر نسبت کرنا ہے کہ وہ مخاطب کو فائدہ تامہ دے، کہ اس پر سکوت کرنا صحیح ہو جیسے "**زید قائم**" اور "**قام زید**"۔ اور کلام کا نام جملہ رکھا جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ کلام دو اسموں سے حاصل ہوگی، جیسے "**زید قائم**" اس کا نام جملہ اسمیہ رکھا جاتا ہے۔ یا کلام ایک فعل اور ایک اسم سے حاصل ہوگی جیسے "**قام زید**" اس کا نام جملہ فعلیہ رکھا جاتا ہے۔

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کی تعریف کی ہے کہ کلام وہ لفظ ہے جو ایسے دو کلموں پر مشتمل ہو جن میں باہم اسناد کا تعلق ہو یعنی ان دو کلموں میں سے ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ ہو جیسے "**زید قائم**" اس میں زید مسند الیہ اور قائم مسند ہے، اور "**قام زید**" اس میں قام مسند اور زید مسند الیہ ہے۔ اس کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے کلام کی تعریف میں موجود لفظ اسناد کی تعریف کی ہے کہ اسناد دو کلموں میں سے ایک کلمہ کی دوسرے کلمے کی طرف ایسی نسبت ہے جو مخاطب کو فائدہ تامہ پہنچائے اور متکلم کا اس پر خاموش ہونا صحیح ہو یعنی مخاطب کو اس کلام سے خبر یا طلب کا فائدہ حاصل ہو، اس کے بعد نہ مخاطب کو پوچھنے کی ضرورت ہو اور نہ متکلم کو بتانے کی ضرورت ہو جیسے "**زید قائم**" اور "**قام زید**" سے مخاطب کو قیامِ زید کی خبر حاصل ہوئی ہے۔ آخر میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ بطورِ فائدہ کلام کا دوسرا نام ذکر کرتے ہیں کہ کلام کو جملہ بھی کہتے ہیں۔ (کلام کے مزید نام مرکب تام، مرکب مفید اور مرکب اسنادی ہیں)

جب کلام کی تعریف میں اسناد کا اعتبار ہے اور اسناد مسند و مسند الیہ کے بغیر ممکن نہیں تو معلوم ہوا کہ کلام دو ہی طریقوں سے حاصل سکتی ہے: ① دو اسموں سے حاصل ہوگی، ان میں سے ایک اسم مسند الیہ ہوگا اور دوسرا اسم مسند ہوگا، جیسے "**زید قائم**" اس کو جملہ اسمیہ کہتے ہیں۔ ② یا کلام ایک فعل اور ایک اسم سے حاصل ہوگی، ان میں سے فعل مسند اور اسم مسند الیہ ہوگا، جیسے "**قام زید**" اس کو جملہ فعلیہ کہتے ہیں۔ ان دو صورتوں کے علاوہ کلام کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے، اسلئے کہ حرف مسند و مسند الیہ دونوں نہیں بن سکتا اور فعل صرف مسند بن سکتا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل ..... **الثالث: ما اضمر عامله علی شریطة التفسیر، و هو کل اسم بعده فعل او شبهه یشتغل ذلك الفعل عن ذلك الاسم بضمیره او متعلقه بحیث لو سلط علیه هو او مناسبه لنصبه، نحو زیدا ضربته.**

عبارت کی وضاحت کریں۔مفعول فیہ وعطفِ بیان کی وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دوامور کا حل مطلوب ہے ① عبارت کی تشریح ② مفعول فیہ وعطفِ بیان کی تعریف۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ مفعول بہ کے فعل کو جن چار جگہ پر حذف کرنا واجب ہے ان مقامات میں سے تیسرے مقام **مااضمر عامله علی شریطة التفسیر** کو بیان کررہے ہیں کہ اس سے مراد ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ فعل یعنی اسم فاعل یا اسم مفعول ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم مذکور کی ضمیر میں عمل کرنے کی وجہ سے خود اس اسم میں عمل نہ کررہا ہو، بایں طور کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل یا اس کے کسی مناسب کو ضمیر کی بجائے خود اس اسم پر مسلط کردیا جائے یعنی اس اسم سے پہلے ذکر کردیا جائے تو وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کو بھی نصب ہی دے جیسے **زیدا ضربته** میں **ضربت** کو ہٗ ضمیر کی بجائے **زیدًا** سے پہلے ذکر کردیا جائے تو وہ **زیدًا** کو نصب ہی دیگا اس وجہ سے **زیدًا** کے فعل کو حذف کردیا۔

② مفعول فیہ وعطفِ بیان کی تعریف:۔ مفعول فیہ اس زمان یا مکان کا نام ہے کہ جس میں فاعل کا فعل واقع ہو، جیسے **صَلَّیْتُ الْمَسْجِدَ، جَلَسْتُ خَلْفَكَ، صُمْتُ رَمَضَانَ** ان مثالوں میں **مسجد، خلف** اور **رمضان** کے الفاظ مفعول فیہ ہیں، کیوں کہ ان میں فاعل کا فعل واقع ہوا ہے۔

عطفِ بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہو بلکہ اسم ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے، اور شیئ (متبوع) کے دو ناموں (علم و کنیت) میں سے زیادہ مشہور نام ہو۔جیسے "**قام ابو حفص عمر**" اس میں ''عمر'' نام ہے جو کنیت ''ابوحفص'' کی نسبت زیادہ مشہور ہے۔اور "**قال عبد الله بن عمر**" اس میں ''ابن عمر'' کنیت ہے جو نام ''عبداللہ'' کی نسبت زیادہ معروف ہے۔

الشق الثانی ..... **الافعال الناقصة: هی افعال وضعت ..... الخ**

افعال ناقصہ کی تعریف اور عمل کو مثالوں سے واضح کریں۔افعال ناقصہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟۔اسم اشارہ کی تعریف کریں، اسماء اشارہ کتنے ہیں؟ وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے ① افعال ناقصہ کی تعریف وعمل ② افعال ناقصہ کی تعداد ③ اسم اشارہ کی تعریف وتعداد۔

جواب ..... ① افعال ناقصہ کی تعریف وعمل:۔ افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو ایسی صفت پر ثابت کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہوں جو صفت ان کے مصدری معنیٰ والی صفت کے علاوہ ہو۔افعال ناقصہ جملہ اسمیہ یعنی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، لفظی طور پر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور معنوی طور پر جملہ اسمیہ کی نسبت میں اپنے معنیٰ کا اثر عطاء کرتے ہیں۔جیسے **زَیْدٌ عَالِمٌ** مبتدا اور خبر ہیں **صَارَ** کے داخل ہونے کے بعد **صَارَ زَیْدٌ عَالِمًا** میں **زَیْدٌ** مرفوع اور **عَالِمًا** منصوب ہوگیا اور معنوی طور پر **صَارَ** نے اپنے معنیٰ کا اثر (انتقال والا معنیٰ) جملہ اسمیہ کو عطاء کردیا چنانچہ پہلے ترجمہ تھا ''زید عالم ہے'' اور اب ترجمہ ہے ''زید عالم ہوگیا'' یعنی زید جہل سے علم کی طرف منتقل ہوگیا۔

② افعال ناقصہ کی تعداد:۔ افعالِ ناقصہ سترہ ہیں۔**كَانَ، صَارَ، ظَلَّ، بَاتَ، اَصْبَحَ، اَضْحٰی، اَمْسٰی، عَادَ، آضَ، غَدَا، رَاحَ، مَا زَالَ، مَا انْفَكَّ، مَا بَرِحَ، مَا فَتِئَ، مَا دَامَ، لَیْسَ.**

③ اسم اشارہ کی تعریف وتعداد:۔ وہ اسم جو مشار الیہ پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

اسماءِ اشارہ پانچ الفاظ ہیں جو چھ معانی کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔**ذا** (واحد مذکر کیلئے) **ذان، ذَیْن** (تثنیہ مذکر کیلئے) **تَا، تِیْ، ذِیْ، ذِهْ، تِهِیْ، ذِهِیْ** (واحد مؤنث کیلئے) **تَانِ، تَیْن** (تثنیہ مؤنث کیلئے) **اُولَاءِ** (جمع مذکر ومؤنث کیلئے)۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل ..... وَاَمْ عَلٰی قِسْمَیْنِ مُتَّصِلَةٌ وَهِیَ مَا یُسْأَلُ بِهَا عَنْ تَعْیِیْنِ اَحَدِ الْاَمْرَیْنِ وَالسَّائِلُ بِهَا یَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِهِمَا مُبْهَمًا بِخِلَافِ اَوْ وَاِمَّا ۔فَاِنَّ السَّائِلَ بِهِمَا لَا یَعْلَمُ ثُبُوْتَ اَحَدِهِمَا اَصْلًا وَتَسْتَعْمَلُ بِثَلَاثَةِ شَرَائِطَ.
(ص۱۱۴:امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں، اُم متصلہ کی شرائطِ استعمال کتنے ہیں؟ مثالوں کے ساتھ لکھیں، اُم منقطعہ کی تعریف مع مثال لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) اُم متصلہ کی شرائطِ استعمال مع امثلہ (۴) اُم منقطعہ کی تعریف مع مثال۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں مصنف نے اُم کی دو قسموں (اُم متصلہ اور منقطعہ) میں سے اَمْ متصلہ کو بیان کیا ہے۔

اَمْ متصلہ وہ اُم ہے جس کے ذریعے سے دو چیزوں میں سے کسی ایک کی تعیین کا سوال کیا جائے اور اِس اُم کے ذریعے سوال کرنے والا اُن دو چیزوں میں سے کسی ایک کے ثبوت کو مبہم طور پر جانتا ہو جیسے أَزَیْدٌ عِنْدَكَ اَمْ بَكْرٌ اس مثال میں سائل یہ تو جانتا ہے کہ تیرے پاس زید و بکر میں سے کوئی ایک ضرور ہے البتہ وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ وہ زید ہے یا بکر ہے۔ بخلاف أو اور أما کے، کہ ان میں سائل دو چیزوں میں سے کسی ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا۔

❸ اُم متصلہ کی شرائطِ استعمال مع امثلہ:۔ اس کے استعمال کی تین شرطیں ہیں ① اس سے پہلے ہمزۂ استفہام ہو خواہ لفظاً ہو یا معنًا ہو جیسے أَزَیْدٌ عِنْدَكَ اَمْ بَكْرٌ ۔اگر أم سے پہلے ہمزۂ استفہام نہیں ہوگا تو وہ اُم متصلہ نہیں ہوگا ② اُم متصلہ کے بعد وہ کلمہ واقع ہو جو کہ ہمزۂ استفہام کے بعد واقع ہوا ہے یعنی اگر ہمزۂ استفہام کے بعد اسم ہے تو اُم کے بعد بھی اسم ہی ہو جیسے أَزَیْدٌ عِنْدَكَ اَمْ بَكْرٌ اور اگر ہمزۂ استفہام کے بعد فعل ہو تو اُم کے بعد بھی فعل ہی ہو جیسے أَقَامَ زَیْدٌ أَمْ قَعَدَ ۔چنانچہ أَرَأَیْتَ زَیْدًا أَمْ بَكْرًا کہنا درست نہیں ہے اسلئے کہ ہمزۂ استفہام کے بعد فعل ہے اور اُم کے بعد اسم ہے ③ امرین مستوبین میں سے کوئی ایک امر محقق و ثابت ہو یعنی معطوف و معطوف علیہ میں سے کوئی ایک امر ضرور واقع ہو جن کی تعیین کے متعلق سائل سوال کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُم متصلہ کا جواب تعیین کے ساتھ دینا واجب ہے نَعم یالَا کے ساتھ جواب دینا صحیح نہیں ہے جیسے أَزَیْدٌ عِنْدَكَ اَمْ بَكْرٌ اس کا جواب لفظِ زید یا بکر سے دینا ضروری ہے نَعم یالَا کے ساتھ جواب دینا صحیح نہیں ہے۔

❹ اُم منقطعہ کی تعریف مع مثال:۔ اُم منقطعہ وہ اُم ہے جو بَلْ کے معنی میں ہو اور اُس سے پہلے ہمزہ واقع ہو یعنی أم کے ذریعے پہلی کلام سے اعراض ہو اور بعد والی کلام سے استفہام ہو جیسے آپ نے دور سے ایک شکل دیکھی اور یقین کر لیا کہ یہ اونٹ ہے تو آپ نے کہا اِنَّهَا لَاِبِلٌ پھر تھوڑی دیر بعد جب قریب سے آپ نے اُسے دیکھا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ یہ اونٹ نہیں ہے، شک ہوا کہ شاید بکری ہو تو آپ نے کہہ دیا أَمْ هِیَ شَاةٌ تو اس کلام کے ذریعے آپ کا مقصود پہلی خبر سے اعراض کرنا ہے کہ میری پہلی بات ٹھیک نہیں ہے اور دوسرے سوال کی ابتداء کرنا مقصود ہے کہ شاید یہ بکری ہے۔

﴿الورقة الخامسة فی النحو﴾

0313 6357913 ...@gmail.com

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل ..... اَلْكَلِمَةُ لَفْظٌ وُضِعَ لِمَعْنًى مُفْرَدٍ وَهِیَ مُنْحَصِرَةٌ فِیْ ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ اِسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ لِاَنَّهَا اِمَّا اَنْ لَاتَدُلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهَا وَهُوَالْحَرْفُ أَوْ تَدُلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهَا وَیَقْتَرِنُ مَعْنَاهَا بِأَحَدِ الْاَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ وَهُوَالْفِعْلُ أَوْ تَدُلَّ عَلٰی مَعْنًی فِیْ نَفْسِهَا وَلَمْ یَقْتَرِنْ مَعْنَاهَا بِهٖ وَهُوَ الْاِسْمُ ۔ (ص۷:امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و تشریح کریں۔ کلمہ کی اقسام ثلاثہ کی وجہ تسمیہ ذکر کیجئے، خط کشیدہ جملہ کی نحوی ترکیب کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح مع

وجہ تسمیہ (۴) خط کشیدہ جملہ کی نحوی ترکیب۔

جواب ..... (۱) عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

(۲) عبارت کا ترجمہ:۔ کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو اور یہ تین اقسام میں منحصر ہے: اسم فعل و حرف۔ اسلئے کہ کلمہ اگر اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت نہ کرے تو حرف ہوگا، یا اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت کرے گا اور اس کا معنی تینوں زمانوں (ماضی، حال، استقبال) میں سے کسی ایک سے ملا ہوا ہو تو وہ فعل ہوگا، یا اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت کرے گا اور اس کا معنی تینوں زمانوں میں سے کسی ایک سے ملا ہوا نہ ہو تو وہ اسم ہے۔

(۳) عبارت کی تشریح:۔ یہاں مصنف رحمۃ اللہ علیہ علم نحو کے موضوع کلمہ اور کلام میں سے کلمہ کی تفصیل بیان فرمارہے ہیں۔

کلمہ کی تعریف: **الکلمة لفظ وضع لمعنی مفرد** کہ کلمہ وہ لفظ ہے جو معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

کلمہ کی تعریف کرنے کے بعد مصنف رحمۃ اللہ علیہ کلمہ کی اقسام بیان فرمارہے ہیں۔ کلمہ کی تین اقسام ہیں، تین اقسام ہونے کی وجہ حصر یہ ہے کہ کلمہ یا تو اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت کرے گا یا نہیں؟ اگر نہ کرے تو حرف ہوگا، اور اگر اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت کرے گا تو پھر دیکھیں گے کہ اس کے معنی میں تینوں زمانوں (ماضی، حال، استقبال) میں سے کوئی زمانہ پایا جارہا ہے یا نہیں؟ اگر زمانہ کا معنی پایا جائے تو وہ فعل ہوگا اور اگر تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ نہ پایا جائے تو وہ اسم کہلائے گا۔

اسم: هو کلمة تدل علی معنی فی نفسها لایقترن باحدالازمنة الثلاثة اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر خود دلالت کرے یعنی اسکا معنی دوسرے کلمہ کے ملائے بغیر خود بخود سمجھ میں آجائے اور تینوں زمانوں میں سے کسی زمانہ کے ساتھ ملا ہوا نہ ہو جیسے زیدٌ یہ معین شخص پر خود دلالت کر رہا ہے اور اس میں کوئی زمانہ بھی نہیں پایا جاتا۔

اسم کو اسم کہنے کی وجہ میں اختلاف ہے بصری کہتے ہیں کہ اسم سِمْوٌ بمعنی بلندی سے مشتق ہے اور اس کو اسم اسلئے کہتے ہیں کہ یہ بھی اپنے دونوں مقابل یعنی فعل و حرف سے بلند ہے بایں طور کہ مسند اور مسندالیہ دونوں بنتا ہے یعنی صرف دو اسموں سے کلام بن جاتی ہے اور فعل صرف مسند بنتا ہے اور حرف کچھ بھی نہیں بنتا گویا ان دونوں سے کلام نہیں بنتی اسلئے اس کو اسم کہتے ہیں اور کوفی کہتے ہیں کہ یہ وِسْمٌ بمعنی علامت سے مشتق ہے اور اس کو اسم اسلئے کہتے ہیں کہ یہ بھی اپنے مُسمّٰی پر علامت اور نشانی ہوتا ہے چونکہ مصنف کا تعلق نحاۃِ بصرہ سے ہے اس لئے وہ فرماتے ہیں کہ اس کو اسم اسلئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے دونوں قسیم (مدمقابل) پر برتری رکھتا ہے۔

فعل: هو کلمة تدل علی معنی فی نفسها ویقترن باحدالازمنة الثلاثة فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر خود دلالت کرے اور تینوں زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ ملا ہوا ہو جیسے ضَرَبَ (اس نے مارا) یہ اپنے معنی پر خود دال ہے اور اس میں زمانہ ماضی پایا جاتا ہے اور فعل اصل میں مصدر کا نام ہے پھر اس سے منتقل ہو کر اس کلمہ کو کہتے ہیں جس میں معنی مصدری، زمانہ اور نسبت الی الفاعل پائی جائے تو گویا یہ **تسمیة الکل باسم الجزء** ہے۔

حرف: هو کلمة لا تدلّ علی معنی فی نفسها بل تدل علی معنی فی غیرها حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں غیر کا محتاج ہو جیسے فِیْ اسکا معنی اس وقت تک واضح نہیں ہوگا جب تک اسکے ساتھ اسم یا فعل کو نہ ملائیں۔

حرف کو حرف اس لئے کہتے ہیں کہ حرف کا معنی طرف اور کنارہ ہے یہ بھی مسند اور مسندالیہ نہ بننے کی وجہ سے غیر مقصود ہے اور غیر مقصود چیز طرف اور کنارہ میں ہوتی ہے اس لئے اس کو حرف کہتے ہیں۔

(۴) خط کشیدہ جملہ کی نحوی ترکیب:۔ **الکلمة** مبتداء **لفظ** موصوف **وضع** فعل **هو** ضمیر اس میں نائب فاعل **لام** حرفِ جر **معنی** موصوف **مفرد** صفت، موصوف صفت مل کر مجرور، جار مجرور مل کر **وضع** فعل سے متعلق، **وضع** فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر صفت، موصوف صفت ملکر خبر، مبتداء خبر مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

الشق الثانی ..... **وَاعْلَمْ اَنَّ کُلَّ مَا شُرِطَ فِیْهِ الْعَلَمِیَّةُ وَهُوَ الْمُؤَنَّثُ بِالتَّاءِ وَ الْمَعْنَوِیُّ وَالْعُجْمَةُ وَ التَّرْکِیْبُ وَالْاِسْمُ الَّذِیْ فِیْهِ الالِفُ وَ الْنونُ الزَّائِدَتَانِ، اَوْلَمْ یُشْتَرَطْ فِیْهِ ذٰلِکَ وَ اجْتَمَعَ مَعَ سَبَبٍ وَاحِدٍ**

فَقَطُ وَ هُوَ العَلَمُ المَعْدُوْلُ وَ وَزْنُ الفِعْلِ اِذَا نُكِّرَصُرِفَ۔ (ص۲۱۔امدادیہ)

عبارت پراعراب لگا کرترجمہ کریں۔عبارت کی تشریح کرتے ہوئے قسم اوّل وقسم ثانی میں منصرف ہونے کی وجہ تحریر کریں۔ اسباب منع صرف میں سے کون کون سے اسباب دوسبب کے قائم مقام ہیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں(۱) عبارت پر اعراب (۲)عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی تشریح (۴)قسم اوّل وثانی کے منصرف ہونے کی وجہ(۵)دواسباب کے قائم مقام ہونے والے اسباب منع صرف کی نشاندہی مع امثلہ۔

جواب..... ❶ عبارت پراعراب:۔**کما مرّفی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔اور جان لو یہ بات کہ ہر وہ غیر منصرف جس میں علمیت کی شرط لگائی گئی ہے اور وہ مونث بالتاء اور تانیث معنوی اور عجمہ اور ترکیب اور وہ اسم ''جس میں الف ونون زائدتان ہوں'' ہیں یا نہ شرط لگائی گئی ہو اس اسم غیر منصرف میں علمیت کی بلکہ فقط ایک سبب کیساتھ جمع ہوتی ہو اور وہ علم المعدول اور وزنِ فعل ہے جب اس غیر منصرف کو نکرہ بنایا جائے تو یہ منصرف ہوجائے گا۔

❸ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف غیر منصرف کے متعلق ایک فائدہ ذکر فرمارہے ہیں کہ ہر وہ غیر منصرف جس میں علمیت موثرہ مع شرط ہے یا سببِ محض ہے دوسرے سبب کے لئے شرط نہیں ہے(جن کی تفصیل سوال میں موجود ہے) تو جب اس غیر منصرف کو نکرہ بنائیں گے تو یہ اسم منصرف بن جائے گا۔

❹ قسم اول وثانی کے منصرف ہونے کی وجہ:۔ وہ غیر منصرف جس میں علمیت موثرہ مع شرط ہے جب اس اسم کو نکرہ بنائیں گے تو وہ اسم منصرف ہوجائیگا کیونکہ جب نکرہ بنایا تو علمیت ختم ہوگئی اور علمیت کے ختم ہونے کی وجہ سے دوسرا سبب بھی ختم ہوگیا کیونکہ اس کے موثر ہونے کے لئے علمیت شرط تھی جب شرط ختم ہوگئی تو مشروط بھی ختم ہوگیا کیونکہ ضابطہ ہے(**اذا فات الشرط فات المشروط**) جب کوئی سبب باقی نہ رہا تو وہ اسم منصرف ہوگیا اور ایسے اسباب چار ہیں تانیث لفظی ومعنوی، عجمہ، ترکیب اور وہ اسم جس میں الف ونون زائدہ ہوں۔اور غیر منصرف کی دوسری قسم جس میں علمیت سبب محض کے طور پر مؤثرہ ہو اس کو بھی جب نکرہ بنائیں گے تو وہ بھی منصرف ہوجائے گا کیونکہ علمیت کے ختم ہونے کے بعد صرف ایک سبب ہی باقی رہ گیا اور ایک سبب سے اسم غیر منصرف نہیں بنتا،اور ایسے سبب دو ہیں علَمِ معدول اور وزنِ فعل۔

❺ دواسباب کے قائم مقام ہونے والے اسبابِ منع صرف کی نشاندہی مع امثلہ:۔ اسبابِ منع صرف میں سے دو اسباب ایسے ہیں جو دو سببوں کے قائم مقام ہیں یعنی جو تنِ تنہا کسی اسم کو غیر منصرف بنا سکتے ہیں ① تانیث بالالف المقصورہ والممدودہ جیسے **حبلٰی و حمرآء** ② جمع منتہی الجموع جیسے **مصابیح ومفاتیح**۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل.....**الحال لفظ یدل علی هیأة الفاعل اوالمفعول به او کلیهما نحو جاء نی زیدٌ راکبًا و ضربتُ زیدا مشدودًا و لقیتُ عمرًوا راکبین۔وقد یکون الفاعل معنویًا نحو زیدٌ فی الدار قائمًا ،لانّ معناه زید استقرّ فی الدار قائمًا و کذا المفعول به۔**

عبارت کا ترجمہ کریں۔عبارت کی واضح تشریح کریں۔عبارت میں مذکورہ مثالوں کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں(۱) عبارت کا ترجمہ(۲) عبارت کی تشریح (۳) مثالوں کی ترکیب۔

جواب..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی حالت کو بیان کرے کہ کس حالت میں یہ فعل فاعل سے صادر ہوا یا مفعول بہ پر واقع ہوا ہے جیسے **جاء نی زیدٌ راکبًا، ضربت زیدا مشدودًا ، لقیت عمرًوا راکبین**۔اور کبھی فاعل معنوی بھی ہوتا ہے جیسے **زیدٌ فی الدار قائمًا** اسلئے کہ اس کا معنی **زید استقرَّ فی الدار قائمًا** ہے اور اسی طرح مفعول بہ بھی معنوی ہوتا ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ حال وہ لفظ ہے جو فاعل یا مفعول یا دونوں کی صدورِ فعل یا وقوعِ فعل کے وقت والی حالت کو بیان کرے کہ

کس حالت میں یہ فعل فاعل سے صادر ہوا یا مفعول بہ پر واقع ہوا ہے جیسے جاء نی زیدٌ راکبًا میں راکبًا زیدٌ فاعل سے حال ہے اور ضربت زیدا مشدودًا میں مشدودًا زیدا مفعول بہ سے حال ہے اور لقیت عمرًوا راکبین میں راکبین فاعل و مفعول بہ دونوں سے حال ہے۔ اور کبھی فاعل معنوی بھی ہوتا ہے یعنی لفظوں میں موجود نہیں ہوتا جیسے زیدٌ فی الدار قائمًا اسلئے کہ اس کا معنی زید استقرّ فی الدار قائمًا ہے اور اسی طرح مفعول بہ بھی معنوی ہوتا ہے جیسے ھٰذا زیدٌ قائمًا اس کا معنی اُشیر الی زیدٍ و اُنبّہ علی زیدٍ قائمًا ہے۔

③ مثالوں کی ترکیب:۔ جاء نی زیدٌ راکبًا: جاء فعل نون وقایہ ی ضمیر مفعول بہ زیدٌ راکبًا ذوالحال وحال ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

ضربت زیدا مشدودًا: ضربت فعل وفاعل زیدا مشدودًا ذوالحال وحال ملکر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

لقیت عمرًوا راکبین: لقیت فعل وفاعل عمرًوا مفعول بہ (فاعل ومفعول بہ دونوں ذوالحال ہیں) راکبین حال، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

"زید فی الدار قائما" زیدٌ مبتدا فی الدار جار مجرور ملکر متعلق ہوا استقر فعل مقدر کے استقر فعل ھُوَ ضمیر مستتر ذوالحال قائما حال، ذوالحال حال ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ..... التاکید تابع یدلّ علی تقریر المتبوع فی ما نسب الیہ او علی شمول الحکم لکل فرد من افراد المتبوع والتاکید علی قسمین:

عبارت کا ترجمہ کریں۔ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے تاکید کی اقسام واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) تاکید کی اقسام۔

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کی تقریر پر دلالت کرے اس چیز کے بارے میں جو متبوع کی طرف منسوب ہے یا متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کیلئے حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے۔ تاکید کی دو قسمیں ہیں:

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں تاکید کی تعریف کی گئی ہے کہ تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے حال کو ثابت اور پختہ کردے اس چیز کے بارے میں جو متبوع کی طرف منسوب ہے تاکہ سامع کے نزدیک یہ امر ثابت ہو جائے کہ وہ چیز متبوع ہی کی طرف منسوب ہے نہ کہ کسی اور چیز کی طرف یا متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کیلئے حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے جاء نی زیدٌ زیدٌ، اس میں اگر صرف جاء نی زیدٌ کہا جاتا تو احتمال موجود تھا کہ شاید زید نہ آیا ہو، متکلم کو بھول یا سہو ہو گیا ہو تو دوسرے زید نے اس احتمال کو ختم کر دیا کہ آنے کی نسبت زید کی طرف حقیقی ہے مجازی نہیں ہے۔

③ تاکید کی اقسام:۔ تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ لفظی و معنوی۔ تاکید لفظی وہ تابع ہے جس میں لفظ کو مکرر ذکر کیا جائے جیسے جَاءَ زَیْدٌ زَیْدٌ۔

تاکید معنوی میں لفظ کا تکرار نہیں ہوتا بلکہ یہ آٹھ لفظوں کے ذریعے ہوتی ہے ①و②نفسٌ، عَیْنٌ: یہ دونوں لفظ واحد تثنیہ جمع تینوں کی تاکید کیلئے آتے ہیں بشرطیکہ ان کے صیغے اور ضمیروں کو بدل دیا جائے جیسے جَآءَ زَیْدٌ نَفْسُہٗ، جَآءَ الزَّیْدُوْنَ اَنْفُسُھُمْ، جَآءَ زَیْدٌ عَیْنُہٗ۔ ③کِلَا: یہ تثنیہ مذکر کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے جَآءَ الرَّجُلَانِ کِلَا ھُمَا۔ ④کِلْتَا: یہ تثنیہ مؤنث کی تاکید کے لئے آتا ہے جیسے جَاءَ تِ الْمَرْأَتَانِ کِلْتَاھُمَا۔ ⑤و⑥کُلٌّ، اَجْمَعُ: یہ دونوں واحد اور جمع کی تاکید کے لئے آتے ہیں جیسے قَرَءْ تُ الْکِتَابَ کُلَّہٗ، جَآءَ الْقَوْمُ کُلُّھُمْ، اِشْتَرَیْتُ الْفَرَسَ اَجْمَعَہٗ، جَآءَ النَّاسُ اَجْمَعُوْنَ۔ ⑦و⑧اَکْتَعُ، اَبْتَعُ، اَبْصَعُ: یہ سب اَجْمَعُ کے تابع ہوتے ہیں یعنی اَجْمَعُ کے بغیر استعمال نہیں ہوتے اور نہ ہی اَجْمَعُ پر مقدم ہوتے ہیں جیسے جَآءَ الْقَوْمُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ، اَکْتَعُوْنَ، اَبْتَعُوْنَ، اَبْصَعُوْنَ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل.....اِعْلَمْ اَنَّ الْاِسْمَ عَلٰی قِسْمَیْنِ مَعْرِفَۃٌ وَنَکِرَۃٌ اَلْمَعْرِفَۃُ اِسْمٌ وُضِعَ لِشَیْئٍ مُعَیَّنٍ وَالنَّکِرَۃُ مَا وُضِعَ لِشَیْئٍ غَیْرِ مُعَیَّنٍ کَرَجُلٍ وَفَرَسٍ۔ (ص۶۹۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر معرفہ ونکرہ کی تعریف کریں، معرفہ کی قسمیں مع مثال ذکر کریں، معرفہ کی قسموں میں اعرف المعارف کی وضاحت کریں۔ مؤنث کی تعریف کر کے مؤنث حقیقی ولفظی کی تعریف مع مثال تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) معرفہ ونکرہ کی تعریف (۳) معرفہ کی اقسام مع امثلہ (۴) اعرف المعارف کی ترتیب (۵) مؤنث اور مؤنث حقیقی ولفظی کی تعریف مع مثال۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا۔**

② معرفہ ونکرہ کی تعریف:۔ اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ اور نکرہ، معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے **زیدٌ** مخصوص فرد کیلئے وضع کیا گیا ہے اور نکرہ وہ اسم ہے جو کسی غیر معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے **رَجُلٌ، فَرَسٌ**، اسمیں رجل وفرس کا کوئی فرد معیّن نہیں ہے۔

③ معرفہ کی اقسام مع امثلہ:۔ اسم معرفہ کی سات قسمیں ہیں ① **عَلَمْ** جیسے **زید، دھلی، زمزم** ② اسمائے موصولہ **الذی التی** ③ اسمائے اشارہ **ھٰذا، ذلك** ④ ضمائر جیسے **ھو، ھما، ھم** ⑤ معرف باللام جیسے **الرجل** ⑥ وہ اسم جو ان پانچ قسموں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہو ⑦ معرفہ بنداء جیسے **یارجل۔**

④ **اعرف المعارف** کی ترتیب:۔ **اعرف المعارف** میں سے سب سے پہلے ضمیر متکلم ہے جیسے **انا، نحن**، پھر مخاطب جیسے **انت** وغیرہ پھر غائب جیسے **ھو** وغیرہ اس کے بعد **عَلَم**، پھر اسمائے اشارہ پھر معرف باللام پھر معرفہ بہ نداء۔

⑤ مؤنث اور مؤنث حقیقی ولفظی کی تعریف مع مثال:۔ مؤنث: وہ اسم جس میں تانیث کی علامت ہو، خواہ علامت لفظا ہو یا تقدیرًا ہو۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں:

① مؤنث لفظی: وہ مؤنث جس کے مقابلہ میں جاندار مذکر نہ ہو جیسے **ظلمة، عینة، الشمس** اور **الارض۔**

② مؤنث حقیقی: وہ مؤنث جس کے مقابلہ میں اُسی کی جنس سے مذکر حیوان ہو، خواہ اس میں علامتِ تانیث ہو یا نہ ہو جیسے **امرأة، ناقة۔**

الشق الثانی.....**اسم التفضیل اسم مشتق من فعل لیدل علی الموصوف بزیادة علی غیرہ و صیغته افعل فلا یبنی الّا من الثلاثی المجرد الذی لیس بلون و لا عیب نحو زید افضل الناس۔**

عبارت کی وضاحت کریں۔ غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل کس طرح آتا ہے؟ اسم تفضیل کے استعمال کے طریقے وضاحت سے تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور حل طلب ہیں (۱) عبارت کی وضاحت (۲) غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل کی وضاحت (۳) اسم تفضیل کے استعمال کے طریقے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

جواب..... ① عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں اسم تفضیل کی تعریف اور وزن کو بیان کیا گیا ہے کہ اسم تفضیل وہ اسم ہے جو دوسرے کی بہ نسبت معنی فاعلیت یا معنی مفعولیت کی زیادتی پر دلالت کرے۔ یہ **اَفْعَلُ** کے وزن پر صرف اس ثلاثی مجرد سے آتا ہے جس میں لون وعیب کا معنی نہ پایا جائے، جیسے **زید افضل القوم** زید قوم میں سے زیادہ فضل والا ہے **زید اشھر القوم** زید قوم میں سے مشہور تر ہے۔

② غیر ثلاثی مجرد سے اسم تفضیل کی وضاحت:۔ غیر ثلاثی مجرد اور وہ ثلاثی مجرد جس میں لون وعیب کا معنی پایا جائے اس سے اسم تفضیل بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ثلاثی مجرد کے افعال (شدّت وکثرت، قوّت وضعف، حسن وقبح) میں سے جو فعل معنی مقصود کے

موافق ہواس سے اسم تفضیل کا صیغہ بنایا جائے تا کہ وہ مبالغہ اور شدّت وکثرت وغیرہ پر دلالت کرے اور اسکے بعد مطلوبہ معنی والے مصدر کو تمییز ہونے کی بناء پر منصوب ذکر کر دیا جائے، جیسے **هو اشدّ منه استخراجًا، هو اقوى منه حمرةً وغيره.**

③ اسم تفضیل کے استعمال کے طریقے:۔ اسم تفضیل تین طریقہ پر ہوتا ہے ① اضافت کے ساتھ جیسے **زيدٌ افضل القوم** ۔اس میں اسم تفضیل کو صرف مفرد اور موصوف کے مطابق مفرد، تثنیہ، جمع ومؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے۔ ② معرّف باللام ہوکر جیسے **زيدٌن الافضل** ۔ اس میں اسم تفضیل کو موصوف کے مطابق مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر ومؤنث لانا ضروری ہے۔ ③ مِنْ کے ساتھ جیسے **زيدٌ افضل من عمرو**۔ اس میں اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانا ضروری ہے۔

﴿الورقة الخامسة : في النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل.....**المنصوب بلا الّتی لنفی الجنس: هو المسند اليه بعد دخولها يليها نكرةً مضافةً نحو لاغلام رجلٍ فى الدار او مشابها لها نحو لاعشرين درهما فى الكيس . فان كان بعد لا نكرة مفردة تبنى على الفتح نحو لا رجل فى الدار و ان كان معرفةً او نكرةً مفصولا بينه و بين لا كان مرفوعا و يجب تكرير لا مع اسم آخر .**

عبارت کی وضاحت کریں اور عبارت میں مذکور مثالوں کی ترکیب کریں۔ **لاحول ولاقوة الّا بالله** میں کتنی وجوہ جائز ہیں؟ وضاحت سے لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① عبارت کی وضاحت ② امثلہ کی ترکیب ③ **لاحول ولاقوة الّا بالله** کی وجوہ کی تعداد ونشاندہی۔

جواب..... ① عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں منصوبات کی ایک قسم کا ذکر ہے جو کہ لائے نفیِ جنس کا اسم ہے۔ (چونکہ لائے نفیِ جنس کا اسم ہر حال میں منصوب نہیں ہوتا اسلئے مصنفؒ نے لائے نفیِ جنس کے اسم کی بجائے فرمایا کہ وہ اسم جو لائے نفیِ جنس کی وجہ سے منصوب ہو۔) یہ اسم منصوب لائے نفیِ جنس کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے۔ لائے نفیِ جنس کا اسم منصوب ہونے کی تین شرطیں ہیں: ① لا کا اسم لا کے ساتھ ملا ہوا ہو، درمیان میں فاصلہ نہ ہو ② لا کا اسم نکرہ ہو، معرفہ نہ ہو ③ لا کا اسم مضاف یا شبہ مضاف ہو، جیسے **لا غلام رجل فى الدار۔ لا عشرين درهما فى الكيس.**

اگر لَا کے بعد نکرہ مفرد ہو یعنی مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو تو وہ مبنی بر فتحہ ہوگا جیسے **لَا رجلَ فى الدار.** اگر لَا کے بعد معرفہ ہو یا مابعد اسم نکرہ ہو مگر اسکے اور لَا کے درمیان فاصلہ ہو تو اگر لَا کا اسم مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور لَا کا دوسرے اسم کے ساتھ تکرار لازم ہوگا۔ جیسے **لا زيدٌ فى الدار ولا عمرٌو، لَا فيها رجلٌ و لا امرأةٌ .**

② امثلہ کی ترکیب:۔ **لاغلام رجل فى الدار:** لائے نفیِ جنس کیلئے **غلام رجل** مضاف ومضاف الیہ ملکر اسم **فى الدار** جارو مجرور ملکر **ثابت** اسم فاعل کے متعلق ہوکر شبہ جملہ ہوکر خبر، لَا اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

لاعشرين درهما فى الكيس: لائے نفیِ جنس کیلئے **عشرين** مبہم ممیّز **درهما** تمییز ممیّز وتمییز ملکر اسم **فى الكيس** جارو مجرور ملکر **ثابت** اسم فاعل کے متعلق ہوکر شبہ جملہ ہوکر خبر، لَا اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

لا رجل فى الدار: لائے نفیِ جنس کیلئے **رجلٍ** اس کا اسم **فى الدار** جارو مجرور ملکر **ثابت** اسم فاعل کے متعلق ہوکر شبہ جملہ ہوکر خبر، لَا اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

③ **لاحول ولاقوة الّا بالله** کی وجوہ کی تعداد ونشاندہی:۔ **لاحول ولاقوة الّا بالله** کو پانچ طرح پڑھنا جائز ہے: ① دونوں اسم مبنی بر فتحہ ہوں اس بناء پر کہ دونوں جگہ لائے نفیِ جنس کا ہو جیسے **لاحولَ ولاقوةَ الابالله** ② دونوں اسموں کا رفع مبتدا ہونے کی وجہ سے ہو اور لا دونوں جگہ زائدہ ہو جیسے **لاحولٌ ولاقوةٌ الّا بالله** ③ پہلا اسم مبنی بر فتحہ ہو اس بناء پر کہ لائے نفیِ جنس کا

ہواور دوسرے اسم پر نصب مع التنوین ہواور لا زائدہ ہونفی کی تاکید کیلئے اور **قوۃ** کا عطف ہو **حول** کے لفظ پر جیسے **لاحولَ ولاقوۃَ الا باللّٰہ**۔ ④ پہلا اسم مبنی برفتحہ ہواس بناء پر کہ لائے نفی جنس کا ہواور دوسرا اسم مرفوع مع التنوین ہواور **لا** زائدہ ہونفی کی تاکید کیلئے اور **قوۃٌ** کا عطف ہو **حول** کے محل پر جیسے **لاحولَ ولاقوۃٌ الّا باللّٰہ** ⑤ پہلا اسم مرفوع مع التنوین ہواس بناپر کہ **لا** بمعنی **لیس** ہواور دوسرا اسم مبنی برفتحہ ہواس بناپر کہ لائے نفی جنس کا ہو جیسے **لاحولٌ ولاقوۃَ الّا باللّٰہ**۔ مگر پہلے اسم کا رفع ضعیف ہے اسلئے کہ **لا** بمعنی **لیس** قلیل ہے۔

الشق الثانی.....**الصفة المشبهة اسم مشتق من فعل لازم ليدل على من قام به الفعل بمعنى الثبوت و صيغتها على خلاف صيغة اسم الفاعل و المفعول وانما تعرف بالسماع كحسن و صعب و ظريف و هى تعمل عمل فعلها مطلقا بشرط الاعتماد المذكور.**

عبارت کا ترجمہ اور تشریح کیجئے۔ اسم مفعول کی تعریف اور مثال لکھیں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح ③ اسم مفعول کی تعریف ومثال۔

جواب..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہوتا کہ وہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل بطور ثبوت و پائیداری کے قائم ہو۔ اور اس کے صیغے اسم فاعل اسم مفعول کے صیغوں کے وزن کے علاوہ ہوتے ہیں اور ان کو صرف سماع سے پہچانا جاتا ہے، جیسے **حَسَنٌ صَعْبٌ ظَرِيْفٌ** اور یہ مطلقا اپنے فعل والا عمل کرتا ہے اعتمادِ مذکور کی شرط کے ساتھ۔

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں صفت مشبہ کی تعریف صیغہ وعمل کا ذکر ہے۔ صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازمی یعنی مصدر سے مشتق ہو، تاکہ وہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ یہ فعل بطریقِ دوام وثبوت قائم ہے جیسے **جَاءَنِیْ زَيْدٌ الْحَسَنُ وَجْهُهٗ**۔

صفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل اسم مفعول کے صیغوں کے وزن کے علاوہ ہوتے ہیں اور ان کو صرف سماع سے پہچانا جاتا ہے ان کا کوئی قانون وقاعدہ نہیں ہے۔

صفت مشبہ اپنے فعل معروف والا عمل کرتا ہے بلکہ اس سے بھی زائد عمل کرتا ہے کہ اپنے فاعل کو رفع دیتا ہے اور کوئی شبیہ مفعول ہو تو اس کو نصب بھی دیتا ہے۔ اور صفت مشبہ کے عمل کی شرط یہ ہے کہ ان چھ چیزوں میں سے کسی ایک چیز پر اعتماد کرنے والا ہو۔ ① مبتدا ② ذوالحال ③ موصول ④ موصوف ⑤ ہمزۂ استفہام ⑥ حرفِ نفی۔ اعتماد کا مطلب یہ ہے کہ صفت مشبہ سے قبل ان چھ چیزوں میں سے کوئی ایک چیز واقع ہو اور صفت مشبہ کا اس سے کوئی تعلق ہو۔ یعنی اگر پہلے مبتدا ہے تو صفت مشبہ خبر بنے، اگر پہلے ذوالحال ہے تو صفت مشبہ حال بنے، اگر پہلے موصول ہے تو صفت مشبہ صلہ بنے الخ

③ اسم مفعول کی تعریف ومثال:۔ ہر وہ اسم جو فعل سے مشتق ہو اور ایسی ذات پر دلالت کرنے والا ہو جس پر فعل واقع ہوا ہو جیسے **زید مضروب** مضروب نے اس ذات پر دلالت کی جس پر ضرب والا فعل واقع ہوا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٤٢ھ

الشق الاوّل.....**ورُبَّ وهى للتقليل كما انّ كم الخبرية للتكثير وتستحق صدر الكلام ولا تدخل الّا على نكرة موصوفة نحو ربّ رجل كريم لقيته او مضمر مبهم مفرد مذكر ابدًا مميز بنكرة منصوبة.**

عبارت کی وضاحت کریں۔ حروفِ عطف کل کتنے اور کون کون سے ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں ① عبارت کی تشریح ② حروفِ عطف کی تعداد ونشاندہی۔

جواب..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں حروفِ جارہ میں سے رُبَّ کا ذکر ہے۔ رُبَّ قلتِ تعلق بتلاتا ہے یعنی اپنے مدخول کے افراد میں تقلیل کا معنی پیدا کرتا ہے، جیسا کہ کم خبریہ کثرتِ تعلق کو بیان کرتا ہے۔ اور رُبَّ صدارتِ کلام (کلام کے شروع میں آنے) کا تقاضا کرتا ہے تاکہ یہ شروع میں ہی انشاءِ تقلیل پر دلالت کرے اور اس کا مدخول ہمیشہ نکرہ موصوفہ ہوتا ہے (اور اسکا متعلق ہمیشہ فعل ماضی ہوتا ہے) جیسے **رُبَّ رجُلٍ كريمٍ لقيتُه** (میں بہت کم کریم آدمی سے ملا ہوں)۔ یہاں پر رُبَّ نے متکلم کی رجلِ کریم

کے ساتھ قلتِ ملاقات کو بیان کیا ہے۔

رُبَّ کبھی اسم ظاہر کی بجائے ضمیرِ مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہی ہوگی اور اِس صورت میں اس کی تمیز صرف نکرہ منصوبہ ہوتی ہے جو ضمیر کے ابہام کو ختم کرتی ہے جیسے رُبّه رجلا جوادا لقيته (میری کبھی آدمی سے بہت کم ملاقات ہوئی ہے)۔اس مثال میں رُبَّ ضمیر پر داخل ہے اور پھر اُس ضمیر کے ابہام کو ختم کرنے کے لئے اُس کی تمیز نکرہ منصوبہ کی صورت میں لائی گئی ہے۔

❷ حروفِ عطف کی تعداد دو نشاندہی:۔ حروف عطف دس ہیں: واؤ، فاء، ثم، حتّٰی، اَو، اِمّا ، اَم ، بَل ، لا ، لٰكن ۔

﴿الورقة الخامسة : فی النحو﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل.....السابع ان يكون الرفع بتقدير الضمة و النصب بتقدير الفتحة و الجر بتقدير الكسرة و يختص بالمقصور و بالمضاف الى ياء المتكلم غير جمع المذكر السالم۔ (ص۱۶:امدادیه)

اسم مقصور ومنقوص کی تعریف کر کے عبارت میں مذکورہ اقسام کا اعراب مع امثلہ ذکر کریں اور مثالیں کتاب کی مثالوں کے علاوہ دیں۔''غیر جمع مذکر سالم'' کی قید کا فائدہ لکھ کر بتائیں کہ مذکورہ اقسام کا اعراب تقدیری کیوں ہے؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں: ① اسم مقصور ومنقوص کی تعریف مع مثال ② مذکورہ اقسام کا اعراب مع امثلہ ③ ''غیر جمع مذکر سالم'' کی قید کا فائدہ ④ مذکورہ اقسام کا اعراب تقدیری ہونے کی وجہ۔

جواب..... ❶ اسم مقصور ومنقوص کی تعریف مع مثال:۔ اسم مقصور: وہ اسم جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو، خواہ الف مقصورہ لفظوں میں ہو یا محذوف ہو جیسے العصا وعصًا، موسٰی۔

اسم منقوص: وہ اسم جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو جیسے القاضی، جاء نی القاضی، رأيت القاضی، مررت بالقاضی۔

❷ مذکورہ اقسام کا اعراب مع امثلہ:۔ اسم مقصور واسم مضاف الی یاء المتکلم کا اعراب: رفع ضمہ تقدیری کیساتھ، نصب فتحہ تقدیری کیساتھ، جر کسرہ تقدیری کے ساتھ جیسے جاء موسٰی وهٰذا قلمی ، رأيت موسٰی وقلمی، مررت بموسٰی وقلمی۔

اسم منقوص کا اعراب: رفع ضمہ تقدیری کیساتھ، نصب فتحہ لفظی کیساتھ، جر کسرہ تقدیری کیساتھ جیسے جَاءَ نِی الْقَاضِیْ، رَأَیْتُ الْقَاضِیَ، مَرَرْتُ بِالْقَاضِیْ۔

❸ ''غیر جمع مذکر سالم'' کی قید کا فائدہ:۔ وہ اسم جو یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہے اگر وہ جمع مذکر سالم کا صیغہ ہو تو اس کا رفع واؤ تقدیری کے ساتھ اور نصب وجر یاء لفظی کے ساتھ ہوتا ہے، جیسے جاء مُسلِمِیَّ، رأيت مسلِمِیَّ ، مررت بمسلِمِیَّ ۔تو ''غیر جمع مذکر سالم'' کی قید لگا کر جمع مذکر سالم کے اس اعراب سے احتراز کیا گیا ہے۔

❹ مذکورہ اقسام کا اعراب تقدیری ہونے کی وجہ:۔ اسم مقصور کے آخر میں الف مقصورہ ہونے کی وجہ سے وہ اعراب کو قبول ہی نہیں کرتا۔اور جو اسم یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو اس کے آخر میں یاء ہوتی ہے اور وہ تقاضا کرتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہی ہو، اسلئے یاء کے ماقبل پر کسرہ ہی رہے گا اور اس کا اعراب تقدیری ہوگا۔

الشق الثانی.....و قد يكون الخبر جملة اسمية او فعلية او شرطية او ظرفية و الظرف متعلق بجملة عند الاكثر و لا بدّ فی الجملة من ضمير يعود الى المبتدا ويجوز حذفه عند قرينة۔

خبر کے جملہ اسمیہ، فعلیہ، شرطیہ وظرفیہ ہونے کی مثالیں تحریر کریں۔خبر اگر جملہ ہو تو اس میں ضمیر کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ نیز اس ضمیر کو حذف کرنا کب جائز ہے؟ مثال دے کر وضاحت کریں۔مبتدا وخبر کی تعریف کریں۔ (ص۳۲۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① خبر کے جملہ اسمیہ، فعلیہ، شرطیہ وظرفیہ ہونے کی مثالیں ② خبر جملہ ہو تو اس میں ضمیر کے ضروری ہونے کی وجہ ③ جملہ میں سے ضمیر کو حذف کرنے کا جواز ④ مبتدا وخبر کی تعریف۔

جواب..... ❶ خبر کے جملہ اسمیہ، فعلیہ، شرطیہ وظرفیہ ہونے کی مثالیں:۔ خبر جملہ اسمیہ ہو جیسے زيدٌ ابوه قائمٌ ۔خبر جملہ

فعلیہ ہوجیسے زیدٌ قام ابوہ ۔خبر جملہ شرطیہ ہوجیسے زیدٌ اِنْ جائنی فَاَکْرمتُہ۔خبر جملہ ظرفیہ ہوجیسے زیدٌ خلفك وبکرٌ فی الدار۔

❷ خبر جملہ ہوتو اس میں ضمیر کے ضروری ہونے کی وجہ:۔ خبر جب جملہ ہوتو اس میں مبتدا کی طرف لوٹنے والی ضمیر کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ جملہ بذاتہ ایک مستقل چیز ہے جبکہ خبر کا مبتدا کے ساتھ ربط ضروری ہے،اور یہ ربط دینے کیلئے خبر میں ضمیر ضروری قرار دی گئی ہے۔

❸ جملہ میں سے ضمیر کو حذف کرنے کا جواز:۔ مبتدا کی خبر جملہ ہوتو کبھی قرینہ کے پائے جانے کے وقت خبر سے ضمیر کو حذف کرنا جائز ہے جیسے السمن منوان بدرهم اور البر الکر بستین درهما ان دونوں مثالوں میں خبر جملہ واقع ہورہی ہے اس لئے اس میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے مگر قرینہ کیوجہ سے اس ضمیر کو حذف کردیا گیا ہے وہ قرینہ یہ ہے کہ جو آدمی السمن اور البر کی آواز لگارہا ہے وہ منوان بدرهم اور الکر بستین درهما کے ذریعہ بھاؤ بھی اسی چیز کا بتلارہا ہے، نہ کہ کسی اور چیز کا۔تو تقدیرِ عبارت تھی السمن منوان منه بدرهم اور البرّ الکرّ منه بستین درهما، تو قرینہ کی وجہ سے منه ضمیر کو حذف کردیا۔

❹ مبتداوخبر کی تعریف:۔ مبتداوہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہواور مسند الیہ واقع ہوخواہ اسم حقیقی ہو یا تاویلی ہو۔

خبر:وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہواور مسند واقع ہوجیسے زیدٌ قائمٌ میں زید مبتدااور قائم خبر ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل.....خَبِّرْمَا وَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُوْلِهِمَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ حَاضِرًا وَاِنْ وَقَعَ الْخَبَرُ بَعْدَ اِلَّا نَحْوُ مَا زَيْدٌ اِلَّا قَائِمٌ اَوْتَقَدَّمَ الْخَبَرُ عَلَى الْاِسْمِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ اَوْزِيْدَتْ اِنْ بَعْدَمَا نَحْوُ مَااِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ بَطَلَ الْعَمَلُ وَهٰذَا لُغَةُ اَهْلِ الْحِجَازِ وَاَمَّا بَنُوْ تَمِيْمٍ فَلَا يَعْمَلُوْنَهُمَا اَصْلًا (ص ۴۷:امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔مذکورہ صورتوں میں مَاولَا کا عمل باطل ہونے کی وجہ تحریر کریں۔اہلِ حجاز وبنوتمیم کا اختلاف واضح کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں:①عبارت پر اعراب ②عبارت کا ترجمہ ③مذکورہ صورتوں میں مَاولَا کا عمل باطل ہونے کی وجہ ④ اہلِ حجاز وبنوتمیم کے اختلاف کی وضاحت۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔کمامرّ فی السوال آنِفًا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔مَاولا مشابه بلیس کی خبر اُن کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے مَازید قائمًا ، لارجلٌ حاضرًا اور اگر خبر اِلّا کے بعد واقع ہوجیسے ما زید الا قائم یا خبر مقدم ہوجائے اسم پر جیسے ما قائمٌ زید یا مَا کے بعد لفظِ اِنْ زائد ہوجائے جیسے ما اِن زید قائم تو ان کا عمل باطل ہوجائے گا۔یہ اہلِ حجاز کی لغت ہے اور بنوتمیم تو ان کو عمل ہی نہیں دیتے۔

❸ مذکورہ صورتوں میں مَاولَا کا عمل باطل ہونے کی وجہ:۔ تین صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں اہلِ حجاز کے نزدیک بھی ما ولا کا عمل باطل ہوجاتا ہے:①جب ان کی خبر اِلّا کے بعد واقع ہوجیسے ما زیدٌ اِلّا قائمٌ۔ اس صورت میں عمل باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مَا و لَا کا عمل لَیْسَ کے ساتھ نفی والے معنی میں مشابہت کی وجہ سے تھا، اِلّا کے ذریعہ جب نفی والا معنی ختم ہوگیا تو عمل بھی باطل ہوجائے گا۔②جب ما ولا کی خبر ان کے اسم پر مقدم ہوجیسے ما قائمٌ زیدٌ۔اس صورت میں عمل باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مَا و لَا کا عمل محض مشابہت کی وجہ سے تھا، گویا بذاتہ یہ ضعیف عامل ہیں، پس یہ اسی وقت عمل کریں گے جب یہ ترتیب کے مطابق ہوں گے، جب ترتیب ختم ہوجائے گی تو ان کا عمل بھی باطل ہوجائے گا۔③ما کے بعد لفظ اِنْ (بکسر الہمزہ) کو زائد کیا گیا ہوجیسے مَا اِنْ زیدٌ قائمٌ ۔اس صورت میں عمل باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مَا و لَا ضعیف عامل ہیں، پس جب ان کے اور معمول کے درمیان فاصلہ آگیا تو ضعف کی وجہ سے ان کا عمل بھی باطل ہوگیا۔

❹ اہلِ حجاز وبنوتمیم کے اختلاف کی وضاحت:۔ما ولا مشبهتین بلیس کے عمل کے بارے میں اہلِ حجاز اور بنوتمیم کا اختلاف ہے: بنوتمیم تو ان کو عمل ہی نہیں دیتے ان کے نزدیک ان کی خبر ابتداءِ عامل کی وجہ سے مرفوع ہی ہوتی ہے، اور اہلِ حجاز ان کو عمل دیتے ہیں ان کے نزدیک ما ولا کے بعد دو اسموں میں سے پہلا اسم ما ولا کا اسم ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوگا اور دوسرا اسم ما ولا کی خبر

ہونے کی بناپر منصوب ہوگا۔البتہ مذکورہ تین صورتوں میں اہلِ حجاز کے نزدیک بھی ما و لا کا عمل باطل ہوجاتا ہے۔

الشق الثانی .....اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَوْفِيْ مُتَعَلَّقِ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ وَيُسَمّٰى صِفَةً اَيْضًا وَالْقِسْمُ الْاَوَّلُ يَتْبَعُ مَتْبُوْعَهٗ فِيْ عَشَرَةِ اَشْيَاءَ

عبارت پراعراب لگا کرتشریح کیجئے،قسم اوّل اپنے متبوع کی جن دس چیزوں میں تابع ہوتی ہے وہ کون سی ہیں؟ واضح کیجئے۔ نعت کے فوائد مع امثلہ تحریر کریں۔ (ص۵۱۔امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور توجہ طلب ہیں ① عبارت پراعراب ② عبارت کی تشریح ③ نعت کی قسم اوّل جن دس اشیاء میں اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے ان کی نشاندہی مع امثلہ ④ نعت کے فوائد مع امثلہ۔

جواب ..... ① عبارت پراعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں نعت کی تعریف ذکر کی گئی ہے کہ نعت وہ تابع ہے جو اپنے متبوع سے ملکر اس معنی پر دلالت کرے جو متبوع یا متعلق متبوع میں ہے اور یہ دلالت کسی مادہ کے ساتھ خاص نہ ہو اور اس کا دوسرا نام صفت بھی ہے۔اس تعریف سے معلوم ہوا کہ نعت یا صفت کی دو قسمیں ہیں:①نعت بحال المنعوت:وہ تابع جو اپنے متبوع سے مل کر اس معنی پر دلالت کرے جو اس کے متبوع میں پایا جاتا ہے اس کو نعت بحالہ بھی کہتے ہیں جیسے **جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ** (میرے پاس عالم مرد آیا) اس مثال میں **رَجُلٌ** متبوع یعنی موصوف ہے اور **عالم** تابع یعنی صفت ہے اور اس **عَالِم** نے اُس معنی پر دلالت کی جو کہ خود **رَجُلٌ** یعنی متبوع میں ہے۔ ② نعت بحالِ متعلق المنعوت:وہ تابع جو اپنے متبوع سے ملکر اس معنی پر دلالت کرے جو اس متبوع کے متعلق میں پایا جائے اس کو نعت بحال متعلقہٖ بھی کہتے ہیں جیسے **جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ** (میرے پاس ایسا مرد آیا جس کا باپ عالم ہے) اس مثال میں **رَجُلٌ** متبوع یعنی موصوف ہے اور **عالمٌ اَبُوْهُ** شبہ جملہ ہوکر تابع یعنی صفت ہے اور **عالم** نے اس معنی پر دلالت کی ہے جو کہ **رجل** متبوع کے متعلق یعنی **اَبٌ** میں پائے جاتے ہیں۔

③ نعت کی قسم اوّل جن دس اشیاء میں اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے ان کی نشاندہی مع امثلہ:۔

نعت بحالِ متبوع اپنے متبوع کے دس چیزوں میں موافق ہوتی ہے ① تا ③ اعراب یعنی رفع،نصب، جر ④ و ⑤ تعریف وتنکیر ⑥ تا ⑧ افراد تثنیہ جمع ⑨ و ⑩ تذکیر وتانیث۔مگر بیک وقت چار چیزوں میں مطابقت ہوگی، رفع نصب جر میں سے ایک، افراد تثنیہ جمع میں سے ایک،تعریف وتنکیر میں سے ایک،تذکیر وتانیث میں سے ایک،جیسے **جاء نی رجل عالم ، رجلان عالمان، رجال عالمون، رأیت رجلا عالما،مررت برجل عالم، جاء نی زید العالم، جاء تنی امرأة عالمة۔**

④ نعت کے فوائد مع امثلہ:۔ اگر نعت اور منعوت دونوں نکرہ ہوں تو نعت منعوت کی تخصیص کا فائدہ دیتی ہے کمامرّ یعنی اشتراک یعنی منعوت نعت سے پہلے جن افراد پر صادق آتا تھا نعت کے بعد ان تمام افراد پر صادق نہ آئے بلکہ ان میں سے بعض افراد پر صادق آئے جیسے **جاء نی رجل عالمٌ** اس میں **رجلٌ** منعوت اور **عالمٌ** نعت ہے اور منعوت (**رجلٌ**) نعت سے پہلے عام تھا خواہ رجل عالم ہو یا جاہل ہو لیکن نعت (**عالمٌ**) کے بعد اس میں تخصیص پیدا ہوگئی اور رجل جاہل اس سے خارج ہوگیا اور اگر نعت اور منعوت دونوں معرفہ ہوں تو نعت منعوت کی توضیح کا فائدہ دیتی ہے۔توضیح کا مطلب ہے کہ **رفع الاحتمال عن المعارف** جیسے **جاء نی زید الفاضل** اس میں زید منعوت اور فاضل نعت ہے،نعت سے پہلے زید میں احتمال تھا کہ زید فاضل ہے یا غیر فاضل،نعت کے بعد یہ احتمال دور ہوگیا،پس معلوم ہوا کہ زید فاضل ہے اور کبھی نعت منعوت کی محض تعریف اور مدح کیلئے ہوتی ہے تخصیص وتوضیح کیلئے نہیں ہوتی جیسے **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم**،اس میں لفظ **اللّٰہ** منعوت ہے اور **الرحمٰن**،**الرحیم** نعتیں ہیں جو محض منعوت کی تعریف اور مدح کیلئے ہیں،نہ کہ تخصیص وتوضیح کیلئے اور کبھی نعت منعوت کی مذمت کیلئے ہوتی ہے جیسے **اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم**،اس میں **الشیطٰن** منعوت اور **الرجیم** نعت ہے جو منعوت کی مذمت کیلئے ہے اور کبھی نعت منعوت کی تاکید کیلئے ہوتی ہے جیسے **نفخة واحدة**، اس میں **نفخة** منعوت اور **واحدة** نعت ہے چونکہ وحدت **نفخة** کی ۃ سے مفہوم ہوگئی تھی اسلئے **واحدة** اسکی تاکید کیلئے ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....(فعل مالم یسمّ فاعلہ وتحذیر) کی تشریح کریں اور مثالیں دیں۔ وہ کون کون سے حروف ہیں جن کا اسم منصوب وخبر مرفوع ہوتی ہے اور وہ کون کون سے حروف ہیں جن کا اسم مرفوع وخبر منصوب ہوتی ہے ؟ مثالوں سے واضح کریں۔

جواب .....فعل مالم یسمّ فاعلہ وتحذیر کی تشریح مع امثلہ:۔ فعل مالم یسمّ فاعلہ: ہر وہ فعل (یا شبہ فعل) جس کا فاعل ذکر نہ کیا گیا ہو، بلکہ اسکے مفعول کو اسکے فاعل کے قائم مقام کیا گیا ہو، جیسے ضُرِبَ زَیْدٌ (زید کو مارا گیا) اس میں ضرب کے فاعل کو ذکر نہیں کیا گیا بلکہ جس پر ضرب والا فعل واقع ہوا ہے اس کو فاعل کے قائم مقام کرتے ہوئے ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مرفوعات کی ایک قسم ہے۔

تحذیر: یعنی کسی چیز سے ڈرانا: مفعول بہ کے فعل کو جہاں پر حذف کرنا واجب ہے ان مقامات میں سے دوسرا مقام تحذیر ہے کہ جب کسی کو کسی چیز سے ڈرانا مقصود ہوتا ہے وہاں فقط محذر منہ (مفعول بہ) کو ذکر کر دیا جاتا ہے اور اسکے فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور وہ فعل عموما اتق امر حاضر کا صیغہ ہوتا ہے جیسے ایاك والاسد اصل میں اتق نفسك من الاسد والاسد من نفسك تھا۔ تحذیر کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ محذر منہ کو مکرر ذکر کر دیا جائے جیسے الطریق الطریق اصل میں اتق الطریق اتق الطریق تھا۔ دونوں جگہ پر فعل کو حذف کر دیا اور فقط مفعول بہ کو ذکر کر دیا گیا۔

(نوٹ: بقیہ مکمل جواب کما مرّ فی السوال الثانی ۱۴۳۱، ۱۴۳۴ھ)

الشق الثانی .....① درج ذیل جملوں میں اگر کوئی نحوی غلطی ہو تو غلطی کی وجہ بتائیں اور غلطی کو صحیح کریں: اِنّ فی بیتی غرفتان۔ الطّالبُ العلمِ مَن یطلُبُ العلمِ۔ ایّها الطّالبَاتُ اجتهدی فی دراستِکُمْ۔ حدیقَتِی فیها ازهارٌ احمرَ۔ طلعَ الشمسُ اصفرَ۔

② درج ذیل عبارت میں جہاں غلطی ہو اسے صحیح کریں: بیتِی واقعةٌ فی وسطِ البلدَ و قریبٌ منها الحدیقةٍ الثمراتِ فَاَنا یذهب الیه و امشی بین الازهار مع صدیقةٍ مخلصٍ و نحن ساکتٌ و نتکلّم کلامٌ جیّدة ماشین علی الارض الطّیّبِ۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے: ① جملوں کی درستگی مع الوجہ ② عبارت کی درستگی۔

جواب ..... ❶ جملوں کی درستگی مع الوجہ:۔ اِنّ فی بیتی غرفتان (غرفتین، انّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب آئے گا)۔

الطّالبُ العلمِ مَن یطلُبُ العلمِ (طالب پر مضاف ہونے کی وجہ سے الف لام نہیں آئے گا۔ دوسرے العلمَ پر مفعول ہونے کی وجہ سے نصب آئے گا)۔

ایّها الطّالبَاتُ اجتهدی فی دراستِکُمْ (جمع مؤنث کے صیغے ایّتها، اِجْتَهِدْنَ، دراستکُنَّ آئیں گے)۔

حدیقَتِی فیها ازهارٌ احمرُ۔ (حمراء۔ جمع غیر ذوی العقول کی صفت واحد مؤنث آتی ہے)۔

طلعَ الشمسُ اصفرَ (صفراء۔ شمس مؤنث ہونے کی وجہ سے اس کی صفت واحد مؤنث آئے گی)۔

❷ عبارت کی درستگی:۔ بیتِی واقعة (واقع) فی وَسَطِ البلدَ (وَسْطِ البلدِ) و قریبٌ (قریبة) منها الحدیقةٍ (حدیقةٌ) الثمراتِ فَاَنا یذهب الیه (اذهب الیها) و امشی بین الازهار مع صدیقةٍ (صدیقٍ) مخلصٍ و نحن ساکتٌ (ساکتین) و نتکلّم کلامٌ جیّدة (کلاماً جیّدًا) ماشین (مَاشِیَیْنِ) علی الارضِ الطّیّبِ (اَلطیّبة)۔

﴿جزی اللّٰه عنّا سیّدنا و مولٰنا محمدا ما هو اهلهٗ﴾

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

﴿الورقة السادسة فی النحو والمنطق﴾

﴿الورقة السادسة فی النحو والمنطق﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... حروفِ جارہ کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں، کیا عمل کرتے ہیں۔ نیز درج ذیل عبارت کا مطلب اور ترکیب ذکر کریں: **وحتی لانتهاء الغاية فی الزمان نحو نمت البارحة حتی الصباح و فی المكان نحو سرت البلد حتی السوق و للمصاحبة نحو قرأت وردی حتی الدعاء وما بعدها قديكون داخلا فی حكم ماقبلها۔**

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور حل طلب ہیں (۱) حروفِ جارہ کی تعداد و نشاندہی (۲) حروفِ جارہ کا عمل (۳) عبارت کا مطلب (۴) عبارت کی ترکیب۔ (ص ۷، ۹۔ رحمانیہ)

جواب ..... ❶ حروفِ جارہ کی تعداد و نشاندہی:۔ حروفِ جارہ کی تعداد سترہ ہے جن کو شاعر نے اس شعر میں ذکر کیا ہے۔

باء وتاء و كاف ولام وواؤ، منذ، مذ، خلا رب، حاشا، من، عدا، فی، عن، علی، حتی، الی

جیسے **زيدٌ فی الدّار، عمروٌ كَالاسدِ، كتبتُ بِالقلمِ** ۔ان تینوں مثالوں میں حروف جارہ اپنے مابعد والے اسم کو جر دے رہے ہیں۔

❷ حروفِ جارہ کا عمل:۔ یہ حروف جس اسم پر داخل ہوتے ہیں اس کو جر دے دیتے ہیں جیسے **مَرَرْتُ بِزَيْدٍ۔**

❸ عبارت کا مطلب:۔ حرفِ جر **حتّی** زمان یعنی وقت میں کسی فعل کی انتہاء وغایت کو بیان کرنے کیلئے آتا ہے جیسے **نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ** (سویا میں گزشتہ رات کو صبح تک) یعنی گزشتہ رات کو میرے سونے کی انتہاء صبح کے وقت تھی اور مکان میں بھی کسی فعل کی انتہاء وغایت کو بیان کرنے کیلئے آتا ہے جیسے **سِرْتُ الْبَلَدَ حَتَّى السُّوْقِ** (سیر کی میں نے شہر کی بازار تک) یعنی میرے شہر میں سیر کی انتہاء بازار تک تھی اور مصاحبت کیلئے بھی آتا ہے جیسے **قَرَأْتُ وِرْدِیْ حَتَّى الدُّعَاءِ** (پڑھا میں نے اپنا وظیفہ دعا سمیت) یعنی میرے وظیفہ کی پڑھائی میں دعا بھی شامل ہے۔ اور اس کا مابعد کبھی اس کے ماقبل کے حکم میں داخل ہوتا ہے اور کبھی اس کے ماقبل کے حکم میں داخل نہیں ہوتا، جیسا **اكلت السمكة حتّی رأسها** اس میں دونوں احتمال ہیں۔

❸ عبارت کی ترکیب:۔ **واؤ** استینافیہ **حتی** بتاویل ھذا اللفظ مبتدا **لام** جارہ **انتهاء** مصدر مضاف **الغاية** مضاف الیہ **فی الزمان** جار مجرور ملکر معطوف علیہ **واؤ** عاطفہ **فی المكان** جار مجرور ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر متعلق ہوا مصدر کے، مصدر اپنے مضاف الیہ اور متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر مجرور، جار مجرور ملکر **ثابتة** کے متعلق ہوکر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نحو مضاف **نمت** فعل وفاعل **البارحة** مفعول فیہ **حتی الصباح** جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول فیہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر **نحوه** مبتدا محذوف کی خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

"**نحو سرت البلد حتی السوق**" اسکی ترکیب بھی **نمت البارحة حتی الصباح** کی طرح ہی ہے۔

"**وللمصاحبة**" **واؤ** عاطفہ **للمصاحبة** جار مجرور ملکر **ثابتة** کے متعلق ہوکر مبتدا محذوف **ھی** کی خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نحو مضاف **قرأت** فعل وفاعل **وردی** مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول بہ **حتی الدعاء** جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے ملکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر **نحوه** مبتدا محذوف کی خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

"**ومابعدها قديكون داخلا فی حكم ماقبلها**" **واؤ** عاطفہ **ما** موصولہ یا موصوفہ **بعد** ظرف مضاف **ها** ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ ہے **ثبت** فعل محذوف کا، **ثبت** فعل اپنے فاعل ومفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ ہوا **ما** موصول کا یا صفت ہوئی **ما** موصوفہ کی، موصول اپنے صلہ سے ملکر یا موصوف اپنی صفت سے ملکر مبتداء **قد** برائے تقلیل **يكون** فعل ناقصہ **هو** ضمیر اسم **داخلا** صیغہ صفت مع فاعل **فی** جار **حكم** مضاف **ما** موصولہ **قبلها** مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول فیہ ہے فعل محذوف **ثبت** کا، فعل اپنے فاعل ومفعول فیہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر صلہ، موصول اپنے صلہ سے ملکر مضاف الیہ، مضاف اپنے

مضاف الیہ سے ملکر مجرور فی جار کا، جار اپنے مجرور سے ملکر ظرف لغو متعلق داخلا کے، داخلا صیغۂ صفت اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر خبر، یکون اپنے اسم اور خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر خبر، مبتداء اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

الشق الثانی ..... وَعَنْ لِلْبُعْدِ وَ الْمُجَاوَزَةِ نَحْوُ رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ و فِیْ لِلظَّرْفِيَّةِ نَحْوُ الْمَالُ فِی الْكِيْسِ و نَظَرْتُ فِی الْكِتَابِ و لِلِاسْتِعْلَاءِ نَحْوُقوله تَعَالٰی وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَالْكَافُ لِلتَّشْبِيْهِ نَحْوُ زَيْدٌ كَالْاَسَدِ وَقَدْ تَكُوْنُ زَائِدَةً نَحْوُ قَوْلِهٖ تعالٰی لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ ۔ (ص۱۰۔رحمانیہ)

عبارت مذکورہ کا ترجمہ کر کے تشریح کریں، صرف مثالوں کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) امثلہ کی ترکیب۔

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ عن بُعد اور مجاوزت کیلئے آتا ہے جیسے رميت السهم عن القوس اور فی ظرفیت کیلئے آتا ہے جیسے المال فی الكيس اور نظرت فی الكتاب اور استعلاء کیلئے بھی آتا ہے جیسے وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ اور کاف تشبیہ کیلئے آتا ہے جیسے زيد كالاسد اور کبھی زائدہ ہوتا ہے جیسے ليس كمثله شيئ ۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف ؒ بعض حروفِ جارہ کا مقصد بتلا رہے ہیں تو فرمایا کہ عن بُعد اور مجاوزت کیلئے آتا ہے یعنی عن یہ بتلاتا ہے کہ کوئی چیز میرے مدخول سے گزر کر دور چلی گئی ہے جیسے رميت السهم عن القوس (پھینکا میں نے تیر کمان سے) یعنی تیر عن کے مدخول (کمان) سے گزر کر دور جا گرا ہے۔ فی ظرفیت کیلئے آتا ہے یعنی فی یہ بتلاتا ہے کہ میرا مدخول کسی چیز کیلئے محل اور ٹھہرنے کی جگہ ہے جیسے المال فی الكيس (مال جیب میں ہے) یعنی مال فی کے مدخول جیب کے اندر (محل میں) ہے اور نظرت فی الكتاب (دیکھا میں نے کتاب میں) یعنی میرے دیکھنے کا محل فی کا مدخول یعنی کتاب ہے اور فی کبھی علٰی کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے ولاصلبنكم فی جذوع النخل (میں تمہیں کھجور کی شاخوں میں سولی دوں گا) یعنی کھجور کی شاخوں پر سولی دوں گا۔ کاف تشبیہ کیلئے آتا ہے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ میرے مدخول کے ساتھ کسی چیز کو تشبیہ دی گئی ہے جیسے زيد كالاسد کہ زید شیر کی طرح ہے اس میں زید کو کاف کے مدخول کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور کبھی کاف زائدہ ہوتا ہے یعنی تشبیہ کے لئے نہیں ہوتا جیسے ليس كمثله شيئ کہ نہیں ہے اس کی مثل (اللہ کی مثل) کوئی چیز، اس میں کاف زائدہ ہے کیونکہ مثل کا بھی وہی معنی ہے جو کاف کا ہے اب معنی ہوگا کہ نہیں ہے اللہ کی مثل کی مثل کوئی چیز، مطلب یہ ہوگا کہ اسکی مثل کوئی چیز ہے مگر مثل کی مثل نہیں ہے حالانکہ اسکی مثل بھی کچھ نہیں ہے تو کاف کو زائدہ بنایا جائے گا کہ نہیں ہے اس کی مثل کوئی چیز۔

❸ امثلہ کی ترکیب:۔ "رميت السهم عن القوس" رميت فعل وفاعل السهم مفعول بہ عن القوس جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوا۔

"المال فی الكيس و نظرت فی الكتاب" المال مبتدا فی الكيس جار مجرور ملکر ثابت کے متعلق ہو کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ نظرت فعل وفاعل فی الكتاب جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جملہ معطوفہ ہوا۔

"قوله تعالٰی وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ" قول مضاف "ہ" ضمیر ذوالحال تعالٰی فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر حال، ذوالحال حال مل کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر قول، واؤ استینافیہ لاصلبن فعل وفاعل کم ضمیر مفعول بہ فی جار جذوع النخل مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل و مفعول بہ و متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبر یہ ہو کر مقولہ ہوا، قول مقولہ مل کر جملہ قولیہ ہوا۔

"زيد كالاسد" زيد مبتدا كالاسد جار مجرور مل کر ثابت کے متعلق شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

"قوله تعالٰی ليس كمثله شئ" قوله تعالٰی كما مر، ليس ناقصہ كاف جارہ زائدہ مثله مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا ثابتًا کے، ثابتا اسم فاعل اپنے فاعل و متعلق سے مل کر شبہ جملہ ہو کر ليس کی خبر مقدم شئ ليس کا اسم مؤخر، ليس اپنے اسم و خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ ہو کر مقولہ ہوا قول کا، قول مقولہ ملکر جملہ قولیہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل .....درج ذیل اصطلاحات کی تعریف اور مثال تحریر کریں (قیاس، استقراء، تمثیل، دلیل لمی، دلیل انی) نیز بتائیں کہ استقراء وتمثیل مفیدِ یقین ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ وجہ تحریر کریں۔ (ص ۴۰ و ۴۱۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) مذکورہ اصطلاحات کی تعریف ومثال (۲) استقراء وتمثیل کے مفیدِ یقین ہونے کی وضاحت اور وجہ۔

جواب ..... (۱) مذکورہ اصطلاحات کی تعریف ومثال:۔ قیاس: دو یا زیادہ قضیوں کا وہ قولِ مرکب ہے کہ اگر اس کو مان لیا جائے تو ایک اور قضیہ ماننا ضروری ہو جیسے ہر انسان جاندار ہے، ہر جاندار جسم والا ہے اس قیاس سے ہمیں تیسرا قضیہ ماننا پڑا کہ ہر انسان جسم والا ہے۔

استقراء: کسی کلی کی بہت ساری جزئیات میں کوئی خاص بات دیکھ کر اس خاص بات کا حکم کلی کے تمام افراد پر لگا دینا استقراء کہلاتا ہے جیسے مثلاً ملتانی ایک کلی ہے آپ نے بہت سے ملتانیوں سے ملاقات کی تو انہیں خوش اخلاق پایا تو آپ نے پوری کلی یعنی تمام ملتانیوں پر حکم لگا دیا کہ ملتانی خوش اخلاق ہیں۔

تمثیل: ایک جزئی کے حکم کو دو جزئیوں کے درمیان کسی علتِ مشترکہ کی بناء پر دوسری جزئی میں ثابت کرنا یعنی کسی خاص جزئی میں کسی علت کی وجہ سے کوئی حکم پایا گیا پھر وہی علت کسی دوسری جزئی میں بھی پائی گئی تو اس علتِ مشترکہ کی بناء پر پہلی جزئی کا حکم دوسری جزئی میں ثابت کرنا تمثیل کہلاتا ہے۔ مثلاً شراب حرام ہے، آپ نے اسکی حرمت کی وجہ تلاش کی تو معلوم ہوا کہ حرمت کی علت نشہ ہے پھر یہی علت آپ کو بھنگ میں بھی ملی تو آپ نے علتِ مشترکہ (نشہ) کی بناء پر حرمت کا حکم بھنگ میں بھی لگا دیا۔

دلیل لمّی: قیاس کے ذریعہ سے ہمیں جو نتیجہ کا علم ہوتا ہے اس کی وجہ اور علت حدِ اوسط ہوتی ہے، پھر حدِ اوسط حقیقت میں اس علم کی علت بھی ہے یا نہیں، تو اگر حدِ اوسط حقیقت میں بھی اس علم کی علت ہو تو اسے دلیلِ لمّی کہتے ہیں جیسے زمین دھوپ والی ہے اور ہر دھوپ والی چیز روشن ہوتی ہے نتیجہ زمین روشن ہے، تو اس مثال میں ہم نے زمین کے روشن ہونے کی علت ''دھوپ والی ہونا'' نکالی ہے جو کہ حقیقت میں بھی اس کی علت ہے اسے **دلیل لمّی** کہتے ہیں۔

دلیلِ انّی: اگر حدِ اوسط حقیقت میں علت نہ ہو بلکہ صرف ہمارے علم میں علت ہو تو اس کو دلیلِ انی کہتے ہیں جیسے کمرہ روشن ہے اور ہر روشن چیز دھوپ والی ہوتی ہے نتیجہ کمرہ دھوپ والا ہے۔ اس مثال میں ہم نے کمرہ کے دھوپ والا ہونے کی علت اس کا روشن ہونا بنائی حالانکہ حقیقت میں یہ علت نہیں بلکہ معاملہ برعکس ہے کہ روشن ہونے کی علت دھوپ والا ہونا ہے تو اسے **دلیل انّی** کہتے ہیں۔

(۲) استقراء وتمثیل کے مفیدِ یقین ہونے کی وضاحت اور وجہ:۔ استقراء مفیدِ یقین نہیں ہے اسلئے کہ استقراء میں ممکن ہے کہ کلی کا کوئی ایسا فرد ہو جس میں آپ کا لگایا گیا حکم موجود نہ ہو اور وہ آپ کی تتبع وجستجو میں بھی نہ آیا ہو۔

تمثیل بھی مفیدِ یقین نہیں ہے اسلئے کہ حکم کی جو وجہ آپ نے تلاش کی ہے ممکن ہے کہ حقیقت میں حکم کی وہ وجہ نہ ہو کوئی اور وجہ ہو مگر آپ کو اس کا علم نہ ہو سکا ہو۔

الشق الثانی .....معرف وقولِ شارح کی تعریف کرتے ہوئے اسکی اقسام مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔ قضیہ شرطیہ کی تعریف کریں، قضیہ متصلہ ومنفصلہ کسے کہتے ہیں؟ مکمل وضاحت کریں۔ (ص ۲۴۔ امدادیہ)

0313 6357913 maktabzakariyamultan@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) معرف وقولِ شارح کی تعریف (۲) معرف کی اقسامِ اربعہ کی تعریف وامثلہ (۳) قضیہ شرطیہ کی تعریف (۴) قضیہ متصلہ ومنفصلہ کی وضاحت مع مثال۔

جواب ..... (۱) معرف کی تعریف:۔ دو یا زیادہ معلوم شدہ تصورات کو ترتیب دے کر جب کسی نامعلوم تصور کو معلوم کریں تو ان پہلے سے معلوم شدہ تصورات کو معرِف اور قولِ شارح کہتے ہیں جیسے تمہیں حیوان اور ناطق کا علم ہے ان کو ملانے سے تمہیں انسان کا علم ہوا تو حیوان اور ناطق کو انسان کا معرِف اور قولِ شارح کہیں گے۔

(۲) معرف کی اقسامِ اربعہ کی تعریف مع امثلہ:۔ قولِ شارح ومعرِّف کی چار اقسام ہیں:

① حدِ تام ② حدِ ناقص ③ رسمِ تام ④ رسمِ ناقص۔

حدِ تام: کسی شئ کا وہ معرف ہے جو اس شئ کی جنسِ قریب اور فصلِ قریب سے مرکب ہو جیسے حیوان ناطق انسان کی حد تام ہے جو انسان کی جنسِ قریب یعنی حیوان اور فصلِ قریب یعنی ناطق سے مرکب ہے۔

حدِ ناقص: کسی شئ کا وہ معرِف ہے جو اس شئ کی جنسِ بعید اور فصلِ قریب سے مرکب ہو یا صرف فصلِ قریب ہو جیسے جسم ناطق یا صرف ناطق انسان کی حدِ ناقص ہے اس لئے کہ جسم انسان کے لئے جنسِ بعید اور ناطق فصلِ قریب ہے۔

رسمِ تام: کسی شئ کا وہ معرِف ہے جو اس شئ کی جنسِ قریب اور خاصہ سے مرکب ہو جیسے حیوان ضاحک انسان کی رسمِ تام ہے اس لئے کہ یہ انسان کی جنسِ قریب یعنی حیوان اور خاصہ یعنی ضاحک سے مرکب ہے۔

رسمِ ناقص: کسی شئ کا وہ معرِف ہے جو اس شئ کی جنسِ بعید اور خاصہ سے مرکب ہو جیسے جسم ضاحک انسان کی رسم ناقص ہے اس لئے کہ یہ جنسِ بعید یعنی جسم اور خاصہ یعنی ضاحک سے مرکب ہے۔

③ قضیہ شرطیہ کی تعریف:۔ قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ جس میں ثبوت شئ لشئ یا نفی شئ عن شئ کا حکم نہ ہو بلکہ وہ دو قضیوں سے ملکر بنے جیسے **ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود۔**

④ قضیہ متصلہ ومنفصلہ کی وضاحت مع مثال:۔ قضیہ متصلہ: وہ قضیہ شرطیہ جس میں دو قضیوں اور نسبتوں کے درمیان اتصال یا عدمِ اتصال کا حکم ہو، پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔

متصلہ موجبہ: وہ قضیہ ہے کہ جس میں ایک قضیہ کے تسلیم کر لینے پر دوسرے قضیہ کے ثبوت کا حکم ہو جیسے اگر علم حاصل کرو گے تو کامیاب ہو گے، یہاں قضیہ اولیٰ کے موجود ہونے پر قضیہ ثانیہ (نجات کے ثبوت) کا حکم لگایا گیا ہے۔

متصلہ سالبہ: وہ قضیہ ہے جس میں ایک قضیہ کے تسلیم کر لینے پر دوسرے قضیہ کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو جیسے اگر زید نمازی ہے تو جھوٹا نہیں ہے یہاں قضیہ اولیٰ (زید کا نمازی ہونا) کے پائے جانے پر قضیہ ثانیہ (جھوٹا ہونا) کی نفی کی گئی ہے۔

قضیہ منفصلہ: وہ قضیہ شرطیہ جس میں دو نسبتوں کے درمیان جدائی کے ثبوت یا جدائی کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو جیسے انسان نیک بخت ہے یا بد بخت اس میں دو نسبتوں کے درمیان جدائی کے ثبوت کا حکم ہے اسے موجبہ منفصلہ کہتے ہیں۔ اور ایسا نہیں کہ زید یا تو انسان ہے یا ناطق ہے اس میں زید کے انسان ہونے اور ناطق ہونے کے درمیان جدائی کی نفی کا حکم ہے اسے سالبہ منفصلہ کہتے ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۸ھ

الشق الاوّل ..... تساوی، تباین، عموم وخصوص مطلق، عموم وخصوص من وجہ کی تعریف کر کے مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔

جواب ..... نسبت کی اقسام اربعہ کی تعریف مع امثلہ:۔ نسبت کی چار اقسام ہیں: تساوی، تباین، عموم وخصوص مطلق، عموم وخصوص من وجہ۔

تساوی: دو کلیوں کے درمیان وہ نسبت ہے کہ دونوں کلیوں میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے جیسے انسان و ناطق کہ ان میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق ہے جن دو کلیوں کے درمیان یہ نسبت ہو ان کو متساویین کہتے ہیں۔

تباین: دو کلیوں کے درمیان وہ نسبت ہے کہ دونوں کلیوں میں سے کوئی کلی بھی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہ آئے جیسے انسان و پتھر کہ ان میں سے کوئی کلی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہیں ہے جن دو کلیوں کے درمیان یہ نسبت ہو ان کو متباینین کہتے ہیں۔

عموم وخصوص مطلق: دو کلیوں کے درمیان وہ نسبت ہے کہ ان میں سے ایک کلی تو دوسری کلی کے تمام افراد پر صادق ہو مگر دوسری پہلی کے بعض افراد پر صادق ہو اور بعض پر صادق نہ ہو جیسے حیوان اور انسان۔ کہ حیوان انسان کے تمام افراد پر صادق ہے مگر انسان حیوان کے بعض افراد پر صادق ہے اور بعض پر صادق نہیں ہے ان میں سے جو کلی دوسری کلی کے تمام افراد پر صادق ہو اس کو اعم مطلق اور جو دوسری کے بعض افراد پر صادق ہو اس کو اخص مطلق کہتے ہیں۔

عموم وخصوص من وجہ: دو کلیوں میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے بعض افراد پر صادق ہو اور بعض پر نہ ہو۔ جیسے حیوان اور ابیض کہ ان میں سے ہر ایک کلی دوسری کلی کے بعض افراد پر صادق ہے اور بعض پر نہیں۔ جہاں یہ نسبت ہو وہاں تین مادے ہوتے ہیں:

① جس میں ہر کلی صادق ہو، جیسے بطخ۔ ② جس میں صرف ایک کلی صادق ہو، جیسے کالی بھینس، اس میں صرف حیوان صادق ہے۔ ③ اس میں بھی صرف ایک کلی صادق ہوتی ہے، جیسے سفید پتھر، اس میں صرف ابیض صادق ہے۔ ان میں سے ہر ایک کلی اعم من وجہ اور اخص من وجہ کہلاتی ہے۔

الشق الثانی ..... عکس مستوی کی تعریف ومثال لکھیں، موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ کا عکس کیا ہوگا (ص ۳۲۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں دو امر مطلوب ہیں (۱) عکسِ مستوی کی تعریف ومثال (۲) مذکورہ قضایا کا عکس۔

جواب ..... ① عکسِ مستوی کی تعریف ومثال:۔ کسی قضیہ کا عکسِ مستوی یہ ہے کہ اسکے جزء اول کو جزءِ ثانی اور جزءِ ثانی کو جزءِ اول کر دیا جائے بشرطیکہ وہ قضیہ صدق وکذب اور ایجاب وسلب میں اپنی حالت پر برقرار رہے جیسے "کل انسان حیوان" اس کا عکس "بعض الحیوان انسان" ہے اس میں پہلا قضیہ سچا ہے اور موجبہ ہے تو اس کا عکس بھی سچا اور موجبہ ہے۔

② مذکورہ قضایا کا عکس:۔ موجبہ جزئیہ: کا عکسِ مستوی بھی موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے جیسے بعض الانسان حیوان کا عکسِ مستوی بعض الحیوان انسان آتا ہے۔

موجبہ کلیہ: کا عکسِ مستوی موجبہ جزئیہ آتا ہے جیسے کل انسان حیوان کا عکسِ مستوی بعض الحیوان انسان ہے۔

سالبہ کلیہ: کا عکسِ مستوی سالبہ کلیہ ہی آتا ہے جیسے کوئی انسان پتھر نہیں اس کا عکس مستوی کوئی پتھر انسان نہیں آتا ہے۔

سالبہ جزئیہ: کا عکسِ مستوی لازمی طور پر نہیں آتا کیونکہ اس میں صدق وکذب کے لحاظ سے اختلاف واقع ہو جاتا ہے۔

﴿الورقة السادسة: فی النحو والمنطق﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل .....والی لانتهاء الغاية فی المكان نحو سرت من البصرة الی الكوفة وللمصاحبة نحو قوله تعالی ولاتاكلوا اموالهم الی اموالكم ۔ وقد يكون مابعدها داخلا فی ماقبلها وقد لايكون مابعدها داخلا فی ماقبلها۔

عبارت کی تشریح کر کے صرف خط کشیدہ حصہ کی ترکیب کریں۔ نیز بتائیں کہ الیٰ کا مابعد الیٰ کے ماقبل میں کب داخل ہوتا ہے اور کب داخل نہیں ہوتا، مثال سے واضح کریں۔ (ص ۸۔ رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت کی تشریح (۲) عبارت مخطوطہ کی ترکیب (۳) الیٰ کے مابعد کا ضابطہ مع امثلہ

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں حروفِ جارہ میں سے الیٰ کے متعلق کچھ تفصیل بیان فرمارہے ہیں تو فرمایا کہ الیٰ کبھی انتہاءِ غایت یعنی اس بات کو بتلانے کے لئے آتا ہے کہ میرے مابعد پر میرے ماقبل کی انتہا ہو رہی ہے جیسے سرت من البصرة الی الكوفه (چلا میں بصرہ سے کوفہ تک) اس میں الیٰ نے یہ بتلایا کہ میرے ماقبل والے فعلِ سیر (چلنا) کی انتہاء میرے مابعد کوفہ پر ہو رہی ہے۔ اور کبھی الیٰ مصاحبۃ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ میرا مدخول میرے ماقبل کیساتھ صدورِ فعل یا وقوعِ فعل میں مصاحب (ساتھی) اور شریک ہے یہ اس وقت ہوتا ہے جب الیٰ کی جگہ مع کو استعمال کرنا درست ہو۔ جیسے لاتاكلوا اموالهم الی اموالكم اب یہاں الیٰ مصاحبت کیلئے ہے، اسکی جگہ پر مع کو ذکر کرنا بھی درست ہے کہ لاتاكلوا اموالهم مع اموالكم یعنی نہ کھاؤ ان یتامیٰ کے اموال کو اپنے مال کے ساتھ۔ کبھی الیٰ کا مابعد ماقبل میں داخل ہوتا ہے جیسے فاغسلوا وجوهكم وايديكم الی المرافق اس میں مرافق ایدیکم میں داخل ہے اور کبھی الیٰ کا مابعد ماقبل میں داخل نہیں ہوتا جیسے ثم اتموا الصيام الی الليل اس میں لیل صوم کے حکم میں داخل نہیں ہے۔

② عبارت مخطوطہ کی ترکیب:۔ لاتاكلوا فعل وفاعل اموالهم مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بہ الیٰ جارہ اموالكم مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل، مفعول بہ ومتعلق سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

③ الیٰ کے مابعد کا ماقبل میں داخل ہونے کا ضابطہ مع امثلہ:۔ اگر الیٰ کا مابعد الیٰ کے ماقبل کی جنس سے ہو تو وہ الیٰ کے ماقبل میں

داخل ہوگا اور اگر الیٰ کا مابعد ماقبل کی جنس سے نہ ہو تو ماقبل میں داخل نہ ہوگا جیسے فاغسلوا وجوهكم وايديكم الى المرافق اس میں چونکہ کہنیاں ہاتھ کی جنس سے ہیں اس وجہ سے وہ غسل والے حکم میں داخل ہیں اور اتموا الصيام الى الليل میں چونکہ رات دن کی جنس میں سے نہیں ہے اس وجہ سے روزہ کے اتمام والے حکم میں بھی داخل نہیں ہے۔

الشق الثانی.....وَعَلٰى لِلْاِسْتِعْلَاءِ نَحْوُ زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ وَعَلَيْهِ دَيْنٌ وَقَدْ تَكُوْنُ بِمَعْنَى الْبَاءِ نَحْوُ مَرَرْتُ عَلَيْهِ وَقَدْ تَكُوْنُ بِمَعْنٰى فِيْ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَعَنْ لِلْبُعْدِ وَالْمُجَاوَزَةِ نَحْوُ رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ ۔ (ص۹۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے اور یہ بتائیے کہ مصنف نے استعلاء کی دو مثالیں کیوں ذکر کی ہیں، وعن للبعد والمجاوزة میں بعد اور مجاوزت کا مطلب واضح کیجئے اور عبارت میں مذکورہ مثالوں کی ترکیب لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں پانچ امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) استعلاء کی دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ (۴) بعد و مجاوزة کا مطلب (۵) مثالوں کی ترکیب۔

جواب..... (۱) عبارت پر اعراب:۔ كما مرّ فی السوال آنفا۔

(۲) عبارت کا ترجمہ:۔ اور علیٰ استعلاء کیلئے آتا ہے جیسے زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ (زید چھت پر ہے) عَلَيْهِ دَيْنٌ (اس پر دین ہے) کبھی علیٰ باء کے معنی میں ہوتا ہے جیسے مَرَرْتُ عَلَيْهِ (گزرا میں اس کے ساتھ) اور کبھی علیٰ فی کے معنی میں ہوگا جیسے اِن كنتم على سفر (اگر تم سفر میں ہو) اور عَنْ بعد و مجاوزت کیلئے آتا ہے جیسے رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ تیر پھینکا میں نے کمان سے۔

(۳) استعلاء کی دو مثالیں ذکر کرنے کی وجہ:۔ اس کی دو مثالیں اس لئے دی ہیں کہ استعلاء کی دو قسمیں ہیں۔

① جس میں بلندی حقیقت کے اعتبار سے ہو جیسے زيدٌ على السطح میں ہے۔

② جس میں بلندی مجازاً ہو جیسے عليه دينٌ (اس پر قرض ہے) یعنی اس کے ذمے قرض ہے۔

(۴) بُعد و مجاوزة کا مطلب:۔ بُعد دوری کو کہتے ہیں اور مجاوزت ایک حد سے گزر جانے کو کہتے ہیں جیسے رميت السهم عن القوس (میں نے تیر کمان سے پھینکا) یعنی میرا تیر کمان سے گزر کر دور چلا گیا ہے۔

(۵) مثالوں کی ترکیب:۔ "زيدٌ على السطح" زيدٌ مبتداء علیٰ جارہ السطح مجرور، جار مجرور ملکر موجود کے متعلق ہو کر شبہ جملہ ہو کر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ "عليه دينٌ" علیٰ جارہ "ہٗ" ضمیر مجرور، جار مجرور ملکر کائن کے متعلق ہو کر خبر مقدم دينٌ مبتداء موخر، مبتدا موخر خبر مقدم سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

"مررت عليه" مررت فعل وفاعل عليه جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

"ان كنتم على سفر" ان شرطیہ كنتم فعل ازافعالِ ناقصہ تُم ضمیر اس کا اسم علیٰ جارہ سفر مجرور، جار مجرور ملکر موجودا کے متعلق ہو کر خبر ہوئی كان فعل ناقص کی، فعل ناقص اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر شرط ہوا۔

"رميت السهم عن القوس" رميت فعل بافاعل السهم مفعول بہ عن القوس جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، رميت فعل اپنے فاعل ومفعول بہ و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل.....تصور و تصدیق کی تعریف کریں اور دونوں کی اقسام مع امثلہ تحریر کریں۔ حقیقت و ماہیتِ شئی کی تعریف مع مثال بیان کریں۔ کلی و جزئی کی تعریف مع امثلہ تحریر کریں

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) تصور و تصدیق کی تعریف اور اقسام مع امثلہ (۲) حقیقت و ماہیتِ شئی کی تعریف (۳) کلی جزئی کی تعریف۔ (ص۱۲، ۱۳)

جواب..... (۱) تصور و تصدیق کی تعریف اور اقسام مع امثلہ:۔ تصور: کسی چیز کا ایسا علم جس میں ثبوتاً یا سلباً کوئی حکم نہ لگایا گیا ہو، جیسے

زید کا علم یا کتاب کا علم کہ جب ہم ان چیزوں کا تصور کرتے ہیں تو ان کی اکیلی صورت ہی ذہن میں آتی ہے اور کوئی چیز ذہن میں نہیں آتی۔

تصدیق: کسی چیز کا ایسا علم جس میں ثبوتاً یا سلباً کوئی حکم لگایا گیا ہو، جیسے **زیدٌ عالمٌ** (زید عالم ہے) اس میں زید پر عالم ہونے کا حکم لگایا گیا ہے اور یہی تصدیق ہے۔

تصور و تصدیق میں سے ہر ایک کی دو دو اقسام ہیں:

تصور بدیہی: ایسی شئ کا علم ہے کہ اس کی تعریف بتانے کی ضرورت نہ ہو بدوں تعریف کے سمجھ میں آجائے جیسے پانی، آگ، گرمی، سردی، کہ سنتے ہی یہ چیزیں ہماری سمجھ میں آجاتی ہیں تعریف کی ضرورت نہیں۔

تصور نظری: اس شئ کا علم ہے کہ بدوں تعریف کئے وہ ہماری سمجھ میں نہ آئے جیسے اسم، فعل، حرف، معرب، مبنی، جن، فرشتہ، دیو۔

تصدیق بدیہی: وہ تصدیق ہے جس کیلئے دلیل بتانے کی ضرورت نہ ہو جیسے دو چار کا آدھا ہے اور ایک چار کا چوتھائی ہے۔

تصدیق نظری: وہ تصدیق ہے جس کے لئے دلیل بتانے کی ضرورت ہو جیسے پریاں موجود ہیں، عالم بنانے والی اور تصرف کرنے والی ایک ذات پاک ہے۔

۲ حقیقت و ماہیت شئ کی تعریف مع مثال:۔ حقیقت و ماہیت کسی شئ کی وہ چیزیں ہیں کہ جن سے وہ شئ مل کر بنے اور اگر ان میں سے ایک چیز نہ ہو تو وہ شئ موجود نہ ہو جیسے انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے اور جو چیزیں حقیقت کے سوا ہیں وہ عوارض کہلاتے ہیں جیسے انسان کے اندر کالا، گورا، عالم یا جاہل ہونا عوارض ہیں کہ ان پر انسان کا وجود موقوف نہیں ہے۔

۳ کلی جزئی کی تعریف:۔ مفرد کی دو قسمیں ہیں: ① کلی ② جزئی۔

کلی: وہ مفہوم ہے کہ اس کا نفسِ تصور اس میں شرکت کے واقع ہونے سے مانع نہ ہو جیسے انسان، اس کا تصور اس میں شرکت سے مانع نہیں ہے۔ یہ متعدد افراد کو شامل ہے۔

جزئی: وہ مفہوم ہے کہ اسکا نفسِ تصور اس میں شرکت سے مانع ہو جیسے زید، اس کا تصور اس میں شرکت سے مانع ہے۔

الشق الثانی ..... قیاس کی تعریف اور مثال لکھیں، قیاس کی کتنی اقسام ہیں؟ صرف نام لکھیں۔ بعض مسلمان نمازی ہیں، ہر نمازی اللہ کا پیارا ہے مثال مذکورہ میں اصغر، اکبر، حد اوسط، صغری، کبری کو پہچان کر لکھیں۔ (ص ۳۴: امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) قیاس کی تعریف و مثال (۲) اقسامِ قیاس کے نام (۳) مذکورہ مثال میں اصطلاحات کی نشاندہی۔

جواب ..... **۱** قیاس کی تعریف و مثال:۔ قیاس دو یا زیادہ قضیوں کا وہ قولِ مرکب ہے کہ اگر اس کو مان لیا جائے تو ایک اور قضیہ ماننا ضروری ہو جیسے ہر انسان جاندار ہے، ہر جاندار جسم والا ہے۔ اس قیاس سے ہمیں تیسرا قضیہ ماننا پڑا کہ ہر انسان جسم والا ہے۔

۲ اقسامِ قیاس کے نام:۔ قیاس کی دو قسمیں ہیں: ① قیاس استثنائی ② قیاس اقترانی۔

۳ مذکورہ مثال میں اصطلاحات کی نشاندہی:۔ بعض مسلمان نمازی ہیں، ہر نمازی اللہ کا پیارا ہے، اس مثال میں ''نمازی، نمازی'' حد اوسط ہے ''بعض مسلمان نمازی ہیں'' صغریٰ ہے ''ہر نمازی اللہ کا پیارا ہے'' کبری ہے ''مسلمان'' اصغر ہے اور ''پیارا'' اکبر ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۳۹ھ

الشق الاوّل ..... مندرجہ ذیل قضایا کا عکس تحریر کیجئے: کوئی علم بے فائدہ نہیں ہے، بعض طلباء محنت نہیں کرتے، ہر محنتی طالب علم محبوب ہے، کچھ طلباء لاپرواہ ہیں، کوئی قلم خراب نہیں ہے، ہر مسلمان نمازی ہے، کچھ کتابیں مضر ہیں، بعض مشینیں کارآمد نہیں ہیں، ہر انسان مسلمان ہے، کوئی گاڑی ٹھیک نہیں ہے۔

درج ذیل اصطلاحات کی تعریف کر کے مثالوں سے وضاحت کیجئے: شرطیہ منفصلہ عنادیہ، شرطیہ منفصلہ اتفاقیہ۔ (ص ۲۴۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) مذکورہ قضایا کا عکس (۲) مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ۔

جواب ..... ① مذکورہ قضایا کا عکس:۔

قضیہ	عکس
کوئی علم بے فائدہ نہیں ہے	کوئی بے فائدہ چیز علم نہیں
بعض طلباء محنت نہیں کرتے	بعض محنت کرنیوالے طلباء نہیں
ہر محنتی طالبعلم محبوب ہے	بعض محبوب محنتی طالبعلم ہیں
کچھ طلباء لاپرواہ ہیں	بعض لاپرواہ طلباء ہیں
کوئی قلم خراب نہیں ہے	کوئی خراب قلم نہیں ہے

قضیہ	عکس
ہر مسلمان نمازی ہے	بعض نمازی مسلمان ہیں
کچھ کتابیں مضر ہیں	بعض مضر کتابیں ہیں
بعض مشینیں کارآمد نہیں ہیں	بعض کارآمد چیزیں مشینیں نہیں
ہر انسان مسلمان ہے	بعض مسلمان انسان ہیں
کوئی گاڑی ٹھیک نہیں ہے	ہر ٹھیک چیز گاڑی نہیں

② مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ:۔ شرطیہ منفصلہ عنادیہ: وہ قضیہ منفصلہ جس کے مقدم اور تالی کے درمیان جدائی ذاتی ہو یعنی ان کی ذات ہی ان کے درمیان جدائی کو چاہتی ہو جیسے یہ عدد طاق ہے یا جفت ہے۔ طاق اور جفت ایسے مقدم اور تالی ہیں کہ ان کی ذات ہی جدائی کو چاہتی ہے یہ دونوں کبھی ایک شیئ میں جمع نہیں ہو سکتے۔

شرطیہ منفصلہ اتفاقیہ: وہ قضیہ منفصلہ جس کے مقدم اور تالی کے درمیان جدائی ذاتی نہ ہو بلکہ اتفاقاً ہوگئی ہو جیسے زید لکھنا جانتا ہو اور شعر کہنا نہ جانتا ہو تو یہ کہنا صحیح ہوگا کہ زید لکھنے والا ہے یا شاعر ہے یعنی ان دونوں میں سے ایک بات ہے۔ یہاں شاعر ہونے اور کاتب ہونے میں جدائی ذات کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ ان میں جمع ہونا ممکن ہے کہ کوئی شخص کاتب بھی ہو اور شاعر بھی ہو۔

الشق الثانی ..... جنس قریب، جنس بعید، فصل قریب، فصل بعید میں سے ہر ایک کی تعریف کریں اور مثالوں سے واضح کریں۔

جواب ..... جنس قریب و بعید، فصلِ قریب و بعید کی تعریف مع امثلہ:۔ جنس کی دو قسمیں ہیں:

① جنسِ قریب: کسی ماہیت کی وہ جنس ہے کہ اس کی جزئیات میں سے جس جزئی کو بھی اس ماہیت کے ساتھ ملا کر لفظ **ماھو** سے سوال کریں تو جواب میں وہی جنس واقع ہو جیسے حیوان، انسان کی جنس قریب ہے کہ حیوان کی جزئیات میں سے جس جزئی کو بھی انسان کیساتھ ملا کر **ماھو** سے سوال کریں تو جواب میں حیوان ہی آتا ہے مثلاً **الانسان والفرس ماھما یا الانسان والبقر والغنم ماھم** تو جواب میں حیوان ہی آئے گا۔

② جنسِ بعید: کسی ماہیت کی وہ جنس ہے کہ اس کی جزئیات میں سے کسی جزئی کو اس ماہیت کے ساتھ ملا کر **ماھو** سے سوال کریں تو کبھی تو جواب میں واقع ہو اور کبھی واقع نہ ہو جیسے جسمِ نامی انسان کی جنس بعید ہے کہ جسم نامی کی جزئیات میں سے کسی جزئی مثلاً درخت کو ہم انسان کے ساتھ ملا کر **ماھو** سے سوال کریں تو جواب میں جسمِ نامی آتا ہے مگر انسان کے ساتھ جب فرس کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں جسم نامی نہیں بلکہ حیوان آتا ہے۔

فصل کی دو قسمیں ہیں:

① فصلِ قریب: کسی ماہیت کی وہ فصل ہے جو اسے جنسِ قریب کے مشارکات سے ممتاز کردے مثلاً ناطق انسان کیلئے فصلِ قریب ہے کہ جنسِ قریب یعنی حیوان ہونے میں انسان کے ساتھ فرس، بقر، غنم وغیرہ جتنے بھی شریک تھے ناطق نے ان سب سے انسان کو علیحدہ اور ممتاز کردیا۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

② فصلِ بعید: کسی ماہیت کی وہ فصل ہے جو اسے جنسِ بعید کے مشارکات سے ممتاز کردے جیسے حساس انسان کیلئے فصلِ بعید ہے کہ جنسِ بعید یعنی جسمِ نامی ہونے میں جتنی بھی چیزیں انسان کے ساتھ شریک تھیں حساس نے ان سب سے انسان کو علیحدہ و ممتاز کردیا۔

﴿الورقة السادسة: فی النحو والمنطق﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل ..... وَمِنْ وَهِیَ لِابْتِدَاءِ الْغَایَةِ نَحْوُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَی الْکُوْفَةِ وَلِلتَّبْعِیْضِ نَحْوُ اَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَلِلتَّبْیِیْنِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَلِلزِّیَادَةِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی یَغْفِرْلَکُمْ

مِنْ ذُنُوْبِكُمْ ۔ (ص۸۔رحمانیہ) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے، مفہوم واضح کیجئے، مثالوں کی ترکیب کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کا مفہوم (۴) مثالوں کی ترکیب

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ مِنْ ابتداءِ غایت کیلئے آتا ہے جیسے **سِرْتُ من البصرۃِ الی الکوفۃِ** (چلا میں بصرہ سے کوفہ تک) اور تبعیض کیلئے جیسے **اخذتُ من الدراھم** (لیا میں نے بعض درھموں کو) اور تبیین کیلئے جیسے **فاجتنبوا الرجس من الاوثان** (بچو تم گندگی سے وہ جو بت ہیں) اور کبھی زیادت کیلئے آتا ہے جیسے **یغفرلکم من ذنوبکم** (وہ بخش دے گا تمہارے گناہوں کو)۔

❸ عبارت کا مفہوم:۔ اس عبارت میں مِنْ کے معانی بتلائے گئے ہیں۔ یہ متعدد معانی کے لئے آتا ہے۔

① ابتداءِ غایۃ کے لئے ہوتا ہے جیسے **سِرْت من البصرۃ الی الکوفۃ** یعنی میرے چلنے کی ابتداء بصرہ سے ہوئی۔

② تبعیض کیلئے جیسے **اخذتُ من الدراھم** یعنی میں نے بعض دراہم لئے۔

③ تبیین کیلئے جیسے قولہ تعالیٰ **فاجتنبوا الرجس من الاوثان ای الذی ھو الاوثان** تم گندگی یعنی بتوں سے بچو۔

④ زائدہ ہوتا ہے جیسے **یغفرلکم من ذنوبکم** ۔ (اصلی معنی یعنی اس کی خصوصیت ابتداءِ غایت ہے)۔

❹ مثالوں کی ترکیب:۔ "**سرت من البصرۃ الی الکوفۃ**" **سِرْتُ** فعل بافاعل من جارہ **البصرۃ** مجرور، جار مجرور ملکر متعلق اوّل ہوا **سِرْتُ** فعل کے **الی** حرف جارہ اور **الکوفۃ** مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ثانی ہوا **سِرْتُ** فعل کا، **سِرْتُ** فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

"**اخذت من الدراھم**" **اخذت** فعل بافاعل من جارہ **الدراھم** مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا **اخذت** فعل کے، فعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

"**فاجتنبوا الرجس من الاوثان**" **فا** عاطفہ **اجتنبوا** فعل امر انتم ضمیر اسکا فاعل **الرجس** مفعول بہٖ من جارہ **الاوثان** مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا **فاجتنبوا** کے، فعل امر اپنے فاعل مفعول بہٖ و متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

"**یغفرلکم من ذنوبکم**" **یغفر** فعل **ھو** ضمیر فاعل **لکم** جار مجرور ملکر متعلق اوّل **من** زائدۃ جارہ **ذنوبکم** مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ثانی، فعل اپنے فاعل و دونوں متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی ..... **وَالْوَاوُ لِلْقَسَمِ وَھِیَ لَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلَی الْاِسْمِ الظَّاھِرِ لَا عَلَی الْمُضْمَرِ نَحْوُ: وَاللّٰہِ لَاَشْرَبَنَّ اللَّبَنَ وَقَدْ تَکُوْنُ بِمَعْنٰی رُبَّ نَحْوُ وَعَالِمٍ یَعْمَلُ بِعِلْمِہٖ اَیْ رُبَّ عَالِمٍ یَعْمَلُ بِعِلْمِہٖ وَالتَّاءُ لِلْقَسَمِ وَھِیَ لَا تَدْخُلُ اِلَّا عَلٰی اِسْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی نَحْوُ تَاللّٰہِ لَاَضْرِبَنَّ زَیْدًا۔**

عبارت پر اعراب لگا کر وضاحت کریں۔ عبارت کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں۔ (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی وضاحت (۳) عبارت کی ترکیب۔

جواب ..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کی وضاحت:۔ اس عبارت میں حروفِ جارہ میں سے واؤ کے معانی کو بیان کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا کہ واؤ قسم کا معنیٰ ادا کرتا ہے، پس جب یہ قسم والا معنیٰ ادا کرے تو اس وقت یہ اسم ظاہر پر داخل ہوگا ضمیر پر داخل نہیں ہوگا جیسے **وَاللّٰہِ لَاَشْرَبَنَّ اللَّبَنَ** (قسم بخدا میں دودھ ضرور پیوں گا) اور واؤ کبھی رُبَّ یعنی قلّت والا معنیٰ بھی ادا کرتا ہے جیسے **وَعَالِمٍ یَعْمَلُ بِعِلْمِہٖ** (بہت کم عالم ایسے ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں) یہاں پر واؤ جارہ نے رُبَّ والا معنیٰ ادا کیا ہے۔

حروفِ جارہ میں سے تاء قسم والا معنیٰ ادا کرتا ہے اور اِس وقت یہ صرف اللہ تعالیٰ کے نام پر داخل ہوتا ہے اسکے علاوہ کسی اسم ظاہر اور اسم ضمیر پر بھی داخل نہیں ہوتا جیسے **تاللّٰہ لاضربنّ زیدًا** (قسم بخدا میں زید کو ضرور ماروں گا) یہاں پر تاء نے قسم والا معنیٰ ادا کیا ہے۔

❸ عبارت کی ترکیب:۔ **واؤ** عاطفہ **الواو** مبتداء **للقسم** جار مجرور ملکر ظرفِ مستقر ہو کر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبر ہو کر معطوف علیہ **واؤ** عاطفہ **ھی** مبتداء **لاتدخل** فعل مع فاعل **الّا** حرفِ استثنیٰ **علی** جارہ **الاسم الظاھر** موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور

ملکر معطوف علیہ **لا** عاطفہ **علی المضمر** جارمجرور ملکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر مستثنیٰ مفرغ ہوکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔

واؤ عاطفہ **قد** تقلیلیہ **تکون** فعل ناقص، اس میں ضمیر اس کا اسم **ب** جارہ **معنی ربّ** مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جارمجرور ملکر طرف مستقر ہوکر خبر، **تکون** اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

واؤ عاطفہ **التاء** مبتداء **للقسم** جارمجرور ملکر ظرفِ مستقر ہوکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبر ہوکر معطوف علیہ **واؤ** عاطفہ **ھی** مبتداء **لاتدخل** فعل مع فاعل **الّا** حرفِ استثنیٰ **علی** جارہ **اسم** مضاف **اللّٰہ** موصوف **تعالیٰ** صفت، موصوف صفت ملکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جارمجرور ملکر مستثنیٰ مفرغ ہوکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ معطوفہ ہوا۔ (**نوٹ**: مثالوں کی ترکیب ماقبل میں گزر چکی ہے۔)

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل ..... قضیہ شرطیہ کی کتنی اقسام ہیں؟ نام لکھیں۔ قضیہ شرطیہ منفصلہ کی اقسام (حقیقیہ، مانعۃ الجمع، مانعۃ الخلو) کی تعریف وامثلہ ذکر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) قضیہ شرطیہ کی اقسام کی تعداد واسماء (۲) قضیہ (حقیقیہ، مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو) کی تعریف ومثال۔

جواب ..... ① قضیہ شرطیہ کی اقسام کی تعداد واسماء:۔ قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں ① قضیہ شرطیہ متصلہ ② قضیہ شرطیہ منفصلہ۔

② **حقیقیہ، مانعۃ الجمع ومانعۃ الخلو کی تعریف وامثلہ:۔ حقیقیہ**: وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ کہ جس کے دونوں قضیوں کے درمیان اس قسم کی جدائی ہو کہ وہ دونوں نہ تو ایک شئ میں جمع ہوسکیں اور نہ ہی معدوم ہوسکیں جیسے یہ عدد جفت ہے یا طاق ہے۔ اب یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی عدد جفت بھی ہو اور طاق بھی ہو اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی عدد نہ جفت ہو اور نہ طاق ہو۔

مانعۃ الجمع: وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے کہ جس کے دونوں قضیوں میں اس قسم کی جدائی ہو کہ وہ دونوں ایک شئ میں جمع تو نہ ہوسکیں مگر معدوم ہونا ممکن ہو جیسے وہ شئ درخت ہے یا پتھر ہے، اب یہ ممکن نہیں کہ کوئی شئ درخت بھی ہو اور پتھر بھی ہو البتہ دونوں معدوم ہوسکتے ہیں کہ وہ شئ نہ درخت ہو اور نہ پتھر ہو بلکہ لوہا ہو۔

مانعۃ الخلو: وہ قضیہ شرطیہ منفصلہ ہے کہ جس کے دونوں قضیوں کے درمیان اس قسم کی جدائی ہو کہ دونوں ایک شئ سے معدوم تو نہ ہوسکیں البتہ دونوں کا جمع ہونا ممکن ہو جیسے زید پانی میں ہے یا ڈوبنے والا نہیں، یہ دونوں قضیے جمع ہوسکتے ہیں کہ زید پانی میں بھی ہو اور ڈوبنے والا بھی نہ ہو (تیر رہا ہو) البتہ دونوں معدوم نہیں ہوسکتے کہ زید پانی میں نہ ہو اور ڈوبنے والا ہو۔

الشق الثانی ..... شرطیہ متصلہ، شرطیہ منفصلہ، متصلہ لزومیہ، متصلہ اتفاقیہ کی تعریف کرکے مثالوں سے واضح کریں۔ (ص ۲۴۔ امدادیہ)

جواب ..... مذکورہ قضایا کی تعریف مع امثلہ:۔ قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ ہے جس میں ثبوت شیئ لشیئ یا نفی شیئ عن شیئ کا حکم نہ ہو بلکہ وہ دو قضیوں سے ملکر بنے جیسے **ان کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود**۔ قضیہ شرطیہ کی دو قسمیں ہیں، متصلہ ومنفصلہ۔

قضیہ متصلہ: وہ قضیہ شرطیہ جس میں دو قضیوں اور نسبتوں کے درمیان اتصال یا عدمِ اتصال کا حکم ہو جیسے ''اگر سورج نکلا ہے تو دن موجود ہے'' اس میں طلوعِ شمس اور وجودِ نہار کے درمیان اتصال کا حکم ہے اسے موجبہ متصلہ کہتے ہیں اور ''ایسی بات نہیں کہ اگر سورج نکلا ہے تو رات موجود ہے'' اس میں طلوعِ شمس اور وجودِ لیل کے درمیان عدمِ اتصال کا حکم ہے اسے سالبہ متصلہ کہتے ہیں۔

قضیہ منفصلہ: وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دو نسبتوں کے درمیان جدائی کے ثبوت یا جدائی کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو جیسے ''انسان نیک بخت ہے یا بد بخت'' اس میں دو نسبتوں کے درمیان جدائی کے ثبوت کا حکم ہے اسے موجبہ منفصلہ کہتے ہیں۔ اور ''ایسا نہیں کہ زید یا تو انسان ہے یا ناطق ہے'' اس میں زید کے انسان ہونے اور ناطق ہونے کے درمیان جدائی کی نفی کا حکم ہے اسے سالبہ منفصلہ کہتے ہیں۔

03137335791 maktabazakariyamurad@gmail.com

متصلہ لزومیہ: وہ قضیہ متصلہ ہے جس میں دونسبتوں کے درمیان اتصال یا عدم اتصال کا حکم ان دونوں کے درمیان کسی علاقہ اور تعلق کی وجہ سے ہو جیسے ''اگر سورج نکلا ہے تو دن موجود ہے'' اس میں وجودِ نہار کا حکم طلوعِ شمس کی وجہ سے ہے کیونکہ وجودِ نہار کی علت طلوعِ شمس ہے تو ان دونوں میں اتصال ہوا۔

متصلہ اتفاقیہ: وہ قضیہ متصلہ ہے جس میں دونسبتوں کے درمیان اتصال یا عدم اتصال کا حکم کسی علاقہ کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اتفاقاً ہو جیسے ''اگر انسان ناطق ہے تو گدھا ناطق ہے'' اس میں دونوں قضیوں کے درمیان کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اتفاقاً دونوں جمع ہوگئے ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۰ھ

الشق الاوّل ..... حجت، قضیہ، موضوع، محمول، مقدم، تالی۔ (ص ۱۹، ۲۲، ۲۴۔ امدادیہ)

مذکورہ اصطلاحات میں سے ہر ایک کی تعریف و مثال ذکر کریں۔

جواب ..... مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ:۔

حجت: وہ معلوم شدہ تصدیقات جن کو ترتیب دینے سے کسی نامعلوم تصدیق کا علم ہو مثلاً **العالم متغیر وکل متغیر حادث، فالعالم حادث** اس میں اول دو تصدیقات کو ترتیب دیا تو تیسری نامعلوم تصدیق کا علم ہوا۔

قضیہ: وہ قول جس میں صدق و کذب کا احتمال ہو جیسے **جاء زید** اس میں صدق و کذب دونوں احتمال ہیں ممکن ہے کہ زید آیا ہو اور ممکن ہے کہ زید نہ آیا ہو۔

موضوع: قضیہ حملیہ کے جزءِ اول کو موضوع کہتے ہیں جیسے **زید عالم** میں زید موضوع ہے۔

محمول: قضیہ حملیہ کے جزءِ ثانی کو محمول کہتے ہیں جیسے **زید عالم** میں عالم محمول ہے۔

مقدم، تالی: قضیہ شرطیہ جن دو قضیوں سے ملکر بنتا ہے ان میں سے اوّل کو مقدم اور ثانی کو تالی کہتے ہیں جیسے **ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود** میں **ان کانت الشمس طالعة** مقدم اور **فالنهار موجود** تالی ہے۔

الشق الثانی ..... کلی ذاتی و کلی عرضی کی تعریف کریں اور دونوں میں فرق مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔ قضیہ موجبہ وسالبہ کی وضاحت کریں۔ نیز عرضِ لازم و عرضِ مفارق کی تعریف مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) کلی ذاتی و عرضی کی تعریف (۲) کلی ذاتی و عرضی میں فرق مع امثلہ (۳) قضیہ موجبہ وسالبہ کی وضاحت (۴) عرض لازم و عرض مفارق کی تعریف مع امثلہ۔

جواب ..... ❶ کلی ذاتی و عرضی کی تعریف:۔ کلی کی دو قسمیں ہیں: ① کلی ذاتی: وہ کلی جو اپنی جزئیات کی عینِ حقیقت ہو یا حقیقت کا جزء ہو۔ اوّل کی مثال انسان ہے کہ وہ اپنی جزئیات زید، بکر، خالد کی پوری حقیقت ہے اور ثانی کی مثال حیوان ہے کہ وہ اپنی جزئیات انسان، فرس، بقر کی حقیقت کا جزء ہے۔ ② کلی عرضی: وہ کلی جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو کر ان کو لاحق ہو جیسے ضاحک اپنے افراد زید بکر خالد کی حقیقت سے خارج ہو کر ان کو لاحق ہے کیونکہ انسان کی حقیقت صرف حیوان ناطق ہے، ضاحک حقیقت سے خارج ہے۔

❷ کلی ذاتی و عرضی میں فرق بالامثلہ:۔ اس تعریف سے فرق واضح ہو گیا کہ کلی ذاتی اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہوتی ہے اور کلی عرضی اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو کر اس کو لاحق ہوتی ہے جیسے انسان، یہ اپنے افراد زید بکر کی حقیقت میں داخل ہے اور ضاحک اپنے افراد زید بکر خالد کی حقیقت سے خارج ہو کر ان کو لاحق ہے۔

❸ قضیہ موجبہ وسالبہ کی وضاحت:۔ موجبہ: وہ قضیہ حملیہ جس میں ایک شیئ کو دوسری شیئ کیلئے ثابت کرنے کا حکم لگایا گیا ہو جیسے **زید قائم** اس میں قیام کو زید کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔

سالبہ: وہ قضیہ حملیہ جس میں ایک شئ کی دوسری شئ سے نفی کا حکم لگایا گیا ہو جیسے **زید لیس بقائم** اس میں قیام کی زید سے نفی کی گئی ہے۔

❹ عرضِ لازم و مفارق کی تعریف و امثلہ:۔ اگر کلی عرضی کا اپنی ماہیت سے جدا ہونا ممتنع ہو اور وہ بالکل اپنی ماہیت سے جدا نہ ہو تو یہ عرض لازم ہے جیسے زوجیت اربعہ کو لازم ہے اس سے بالکل جدا نہیں ہو سکتی اور اگر کلی عرضی کا اپنی ماہیت سے جدا ہونا ممتنع نہ ہو بلکہ وہ اپنی ماہیت

سے جدا ہوسکتی ہو تو یہ عرض مفارق ہے جیسے چہرے پر غصہ کی سرخی۔ یہ چہرہ کو لازم نہیں ہے اس سے جدا بھی ہوتی ہے۔

﴿الورقة السادسة: فی النحو والمنطق﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل.....**الوا وللقسم نحو:واللّٰہ لأشربن اللبن وقد تکون بمعنی رُبَّ نحو وعالم یعمل بعلمه، والتاء للقسم وهی لاتدخل الاعلی اسم اللّٰہ تعالی نحو: تاللّٰہ لأضربن زیدًا** ۔ (ص۱۰۔رحمانیہ)

مذکورہ عبارت کا ترجمہ کر کے صرف مثالوں کی ترکیب کیجئے، **واوِ قسم، باءِ قسم** اور **تاءِ قسم** کے درمیان فرق واضح کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) مثالوں کی ترکیب (۳) **واؤ قسم، تاءِ قسم** اور **باءِ قسم** کے درمیان فرق۔

جواب.....(۱) عبارت کا ترجمہ:۔ اور واؤ قسم کیلئے آتا ہے جیسے کسی کا قول **واللّٰہ لاشربن اللبن** اور کبھی یہ واؤ رُبَّ کے معنی میں ہوتا ہے جیسے **وعالم یعمل بعلمه** اور ت بھی قسم کیلئے آتا ہے اور یہ ت نہیں داخل ہوتا مگر اللہ تعالیٰ کے نام پر جیسے **تاللّٰہ لاضربنّ زیدًا** ۔

(۲) مثالوں کی ترکیب:۔ **نحو** مضاف **واؤ** قسمیہ جار **اللّٰہ** مجرور، جار مجرور ملکر **اقسم** فعل کے متعلق ہو کر قسم **لاشربن** فعل مع فاعل **اللبن** مفعول بہٖ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جوابِ قسم، قسم اپنے جوابِ قسم سے ملکر جملہ قسمیہ انشائیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے ملکر خبر ہے مبتداء محذوف **نحوہٗ** کی، مبتداء اپنے خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نحو مضاف **واؤ** جارہ **عالم** مضاف الیہ **عالم** موصوف **یعمل** فعل مع فاعل ب جارہ **علمه** مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صفت، موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور ملکر مفسّر، **ای** حرفِ تفسیر **ربّ** جارہ **عالم یعمل بعلمه** مجرور، جار مجرور ملکر تفسیر، مفسّر تفسیر ملکر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر خبر ہوئی مبتداء محذوف **مثالهٗ** کی، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

نحو مضاف **تاء** قسمیہ جارہ **اللّٰہ** مجرور، جار مجرور ملکر **اُقسم** فعل کے متعلق ہو کر قسم **لاضربنّ** فعل مع فاعل **زیدًا** مفعول بہٖ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہٖ سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر جوابِ قسم، قسم اپنے جواب قسم سے ملکر جملہ قسمیہ انشائیہ ہو کر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر خبر ہوئی مبتداء محذوف **نحوہٗ** کی، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(۳) واؤ قسم، تاءِ قسم اور باءِ قسم کے درمیان فرق:۔ باء مطلق قسم کے معنی میں آتی ہے جیسے **باللّٰہ لافعلنّ کذا**۔

واؤ مطلق قسم کے لئے آتی ہے اور اسم ظاہر پر داخل ہوتی ہے جیسے **واللّٰہ لاشربنّ اللبن و عالم یعمل بعلمه**۔

تاءِ قسم لفظ اللہ کے ساتھ خاص ہے اس کے علاوہ مستعمل نہیں ہے جیسے **تاللّٰہ لاشربنّ اللبن**۔

الشق الثانی.....**وَالْكَافُ لِلتَّشْبِيْهِ نَحْوُ زَيْدٌ كَالْاَسَدِ وَقَدْ تَكُوْنُ زَائِدَةً نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْئٌ وَمُذْ وَمُنْذُ لِابْتِدَاءِ الْغَايَةِ فِي الزَّمَانِ الْمَاضِي نَحْوُ مَارَأَيْتُهٗ مُذْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَمَاذَهَبْتُ اِلَيْهِ مُنْذُ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ وَقَدْ تَكُوْنَانِ بِمَعْنٰى جَمِيْعِ الْمُدَّةِ نَحْوُ مَارَأَيْتُهٗ مُذْ يَوْمَيْنِ** ۔ (ص۱۰۔رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگائیے، تشریح کیجئے، تمام مثالوں کی ترکیب کیجئے۔

0313 6357913 maktabazakariyamurad@gmail.com

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کی تشریح (۳) مثالوں کی ترکیب۔

جواب.....(۱) عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفا**۔

(۲) عبارت کی تشریح:۔ یہاں مصنفؒ حروفِ جارہ میں سے تین حروف (کاف، مذ، منذ) کا ذکر فرما رہے ہیں۔

کاف بھی حروفِ جارہ میں سے ایک حرف ہے، لفظی اعتبار سے اسم کو جر دیتا ہے اور معنوی اعتبار سے اکثر احوال میں کلام میں تشبیہ اور مشابہت کا معنی پیدا کر دیتا ہے، مثلاً اگر متکلم زید کو شیر سے تشبیہ دینا چاہے تو اسے کاف کا استعمال کر کے **زیدٌ کالأسد** کہنا چاہیے یعنی زید شیر کی طرح ہے۔ یہاں زید کو شیر کے مشابہ کیا گیا ہے۔

کاف بعض اوقات زائدہ بھی ہوتا ہے، زائد کا مطلب یہ ہے کہ معناً کوئی فائدہ نہیں دیتا البتہ لفظاً عمل کرتا ہے، جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے **لیس کمثله شیئ** یہاں کاف زائدہ ہے اگر کاف کو یہاں زائدہ نہ سمجھا جائے تو معنی فاسد ہو جاتا ہے۔

حروفِ جارہ میں سے **مذ** اور **منذ** بھی ہیں یہ دو حرفوں کا ایک گروپ ہے ہم معنی ہونے کی بناء پر ان دونوں کا ذکر ساتھ کیا گیا، یہ دونوں لفظاً اسم کو جر دیتے ہیں اور معنیً دو معنوں کے لئے آتے ہیں۔

پہلا معنی جو اصل اور کثیر ہے وہ یہ ہے کہ یہ دونوں کسی بھی کام کے زمانہ ماضی میں شروع ہونے کے وقت کی اطلاع دیتے ہیں یعنی زمانہ ماضی میں ابتداءِ غایت کے لئے آتے ہیں، کام کے ختم ہونے یعنی انتہاءِ غایت نہیں بتلاتے۔

مذ کی مثال: **مارأیته مذیوم الجمعة** میں نے اسے جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا، یعنی میرے اسے نہ دیکھنے کا آغاز جمعہ کے دن ہوا اور کب تک ایسا ہوگا؟ یہ معلوم نہیں ہے۔

منذ کی مثال: **ماذهبت اليه منذ يوم الاثنين** میں اس کے پاس پیر کے دن سے نہیں گیا یعنی میرے اس کے پاس نہ جانے کا آغاز پیر کے دن سے ہوا اور کب تک رہے گا؟ معلوم نہیں۔

لیکن **مذ** اور **منذ** کا ایک معنی اور بھی ہے جو قلیل ہے وہ یہ کہ یہ دونوں بعض اوقات کام کی مکمل مدت بتلاتے ہیں۔ اس معنی اور ماقبل کے معنی میں فرق یہ ہے کہ اوّل معنی میں ابتداءِ غایت کا تو ذکر ہوتا ہے لیکن انتہاء کا علم نہیں ہوتا جبکہ اس ثانی الذکر معنی میں ابتداء اور انتہاء دونوں کا بیان ہوتا ہے۔ جیسے **مارأیته مذ یومین** میں نے اسے دو دن سے نہیں دیکھا، یعنی میرے اسے نہ دیکھنے کی کل مدت دو دن ہے۔

③ مثالوں کی ترکیب:۔ "**زید کالأسد**" **زید** مبتداء **کاف** جارہ **الأسد** مجرور، جار مجرور ملکر **کائن** اسم فاعل کے متعلق ہو کر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

"**لیس کمثله شیئ**" **لیس** فعل ناقص **کاف** جارہ **مثل** مضاف "ہ" ضمیر مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر **کاف** جارہ کیلئے مجرور، جار مجرور ملکر **ثابتا** کے متعلق ہو کر خبرِ مقدم **شیئ** اسم مؤخر، **لیس** اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

"**مارأیته مذ یوم الجمعة**" **مارأیت** فعل "تُ" ضمیر اس میں فاعل "ہ" ضمیر منصوب مفعول بہ **مذ** جارہ **یوم الجمعة** مرکبِ اضافی مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

"**ماذهبت اليه منذ يوم الاثنين**" **ماذهبت** فعل مع الفاعل **اليه** جار مجرور ملکر متعلقِ اوّل **منذ** جارہ **یوم الاثنین** مرکبِ اضافی ہو کر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ثانی **ماذهبت** فعل اپنے فاعل اور دونوں متعلقوں سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

"**مارأیته مذیومین**" **مارأیت** فعل مع الفاعل "ہ" ضمیر منصوب مفعول بہ **مذ** جارہ **یومین** مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، **مارأیته** فعل اپنے فاعل مفعول بہ اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل ..... دلالتِ لفظیہ وضعیہ کی تعریف کر کے مثال سے واضح کریں، نیز دلالت لفظیہ وضعیہ کی اقسام مع امثلہ تحریر کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال کا حل دو امر ہیں (۱) دلالتِ لفظیہ وضعیہ کی تعریف مع مثال (۲) دلالت لفظیہ وضعیہ کی اقسام مع امثلہ۔

جواب ..... ① دلالت لفظیہ وضعیہ کی تعریف ومثال:۔ دلالت لفظیہ وضعیہ وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ ہو اور دلالت وضع کی وجہ سے ہو جیسے لفظِ زید کی دلالت ذاتِ زید پر، اگر وضع نہ ہوتی تو لفظ زید ذاتِ زید پر دلالت نہ کرتا۔

② دلالت لفظیہ وضعیہ کی اقسام مع امثلہ:۔ دلالتِ لفظیہ وضعیہ کی تین اقسام ہیں۔ ① دلالتِ مطابقی: وہ دلالتِ لفظیہ وضعیہ جس میں لفظ اپنے پورے معنی موضوع لہ پر دلالت کرے جیسے لفظِ انسان کی دلالت حیوان ناطق کے مجموعہ پر مطابقی ہے۔

② دلالتِ تضمنی: وہ دلالتِ لفظیہ جس میں لفظ اپنے معنی موضوع لہ کے جزء پر دلالت کرے جیسے لفظِ انسان کی دلالت فقط حیوان یا فقط ناطق پر تضمنی ہے ③ دلالتِ التزامی: وہ دلالتِ لفظیہ وضعیہ جس میں لفظ ایسے معنی خارج پر دلالت کرے جو معنی موضوع لہ کو لازم ہو جیسے لفظ عمی کی دلالت بصر پر التزامی ہے۔

الشق الثانی ..... معرّف وتعریف، دلیل وحجت اور فکر ونظر کسے کہتے ہیں؟ مثالوں کے ذریعہ واضح کریں۔ (ص ۶۔ امدادیہ)

جواب ..... معرف وتعریف، دلیل وحجت، فکر ونظر کی تعریفات مع امثلہ:۔ دو یا زیادہ تصور کو آپس میں ملا کر کسی نامعلوم تصور کو حاصل کرتے ہیں مثلاً تم کو حیوان کا علم ہے اور ناطق کا بھی علم ہے دونوں کو ملایا تو حیوان ناطق ہوا، ان دو تصوروں سے تم کو انسان نامعلوم کا علم ہو گیا اور ان دو تصور معلوم کو جن سے نامعلوم تصور کا علم ہوا ہے تعریف اور معرِف کہتے ہیں۔

اسی طرح دو تصدیق یا زیادہ کو ملا کر کسی نامعلوم تصدیق کو معلوم کرتے ہیں جیسے تم کو یہ بات معلوم ہے کہ انسان جاندار ہے اور یہ بھی علم ہے کہ ہر جاندار جسم والا ہے ان دونوں باتوں کو تم نے ملایا تو تم کو اس بات کا علم ہوا کہ انسان جسم والا ہے اور ان دونوں تصدیق معلوم کو جن سے نامعلوم تصدیق حاصل کرتے ہیں دلیل وحجت کہتے ہیں۔

اسی طرح دو علموں یا زیادہ کو ملا کر کسی شئ نامعلوم کے معلوم کرنے کو فکر ونظر کہتے ہیں یعنی جس طرح حیوان ناطق کو اور انسان جاندار ہے اور ہر جاندار جسم والا ہے کو ملایا ہے اس طرح کہ ایک پہلے ہو ایک بعد میں اور مجموعہ واحد ہو جائے اس ملانے اور ترتیب دینے کو فکر ونظر کہتے ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۱ھ

الشق الاوّل ..... اصطلاح "ماھو" سے کیا مراد ہے؟ تفصیل سے تحریر کریں۔ (ص ۱۵۔ امدادیہ)

جواب ..... اصطلاحِ مَاھُوَ کی مراد:۔ منطقی لوگوں کی اصطلاح ہے کہ وہ لفظِ مَاھُوَ کے ذریعہ کسی چیز کی حقیقت کا سوال کرتے ہیں جیسے **الانسان ماھو؟** (انسان کیا ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی حقیقت کیا ہے۔

اگر یہ سوال کسی ایک چیز کے متعلق ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کی ایسی حقیقت بتاؤ جو اس کے ساتھ مخصوص ہو پس "**الانسان ماھو؟**" کا جواب "حیوان ناطق" ہوگا۔ اگر یہ سوال متعدد چیزوں کے متعلق ہو تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ انکی ایسی حقیقت بتاؤ جو ان سب میں مشترک ہو پس **الانسان والبقر والغنم ماھم؟** کے جواب میں "حیوان" آئے گا جو ان سب میں مشترک ہے اور **شجر** کے اضافہ کے ساتھ **الانسان والبقر والغنم والشجر ماھم؟** کے جواب میں "جسم نامی" آئے گا جو ان سب میں مشترک ہے اور پتھر کے اضافہ کے ساتھ **الانسان والبقر والشجر والحجر ماھم؟** کے جواب میں "جسم" آئے گا کیونکہ یہی ان تمام کی حقیقتِ مشترکہ ہے۔

الشق الثانی ..... درج ذیل اصطلاحات کی تعریف کریں اور مثالوں کے ذریعہ وضاحت کریں۔

قضیہ شرطیہ، موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، متصلہ موجبہ، متصلہ سالبہ۔ (ص ۲۲: امدادیہ)

جواب ..... مذکورہ اصطلاحات کی تعریف مع امثلہ:۔ قضیہ شرطیہ: وہ قضیہ جو دو قضیوں سے ملکر بنے جیسے اگر علم حاصل کرو گے تو کامیاب ہو گے یہاں اگر علم حاصل کرو گے ایک قضیہ ہے اور کامیاب ہو گے الگ مستقل قضیہ ہے ان دونوں کے ملانے سے قضیہ شرطیہ بن گیا ہے۔

موجبہ کلیہ: وہ قضیہ جس میں محمول کو موضوع کے ہر فرد کے لئے ثابت کیا گیا ہو جیسے ہر نبی معصوم ہے یہاں معصوم ہونا موضوع یعنی نبی کے ہر فرد کے لئے ثابت ہے جو بھی نبی ہوگا وہ معصوم ہوگا۔

موجبہ جزئیہ: وہ قضیہ جس میں محمول کو موضوع کے بعض افراد کیلئے ثابت کیا گیا ہو بعض کیلئے نہیں، جیسے کچھ ممالک میں عربی زبان سرکاری زبان ہے، یہاں محمول یعنی عربی کا سرکاری زبان ہونا موضوع یعنی ممالک کے بعض افراد کیلئے ثابت ہے۔

متصلہ موجبہ: وہ قضیہ جس میں ایک قضیہ کے تسلیم کر لینے پر دوسرے قضیہ کے ثبوت کا حکم ہو جیسے ماقبل میں ذکر کی گئی مثال اگر علم حاصل کرو گے تو کامیاب ہو گے، یہاں قضیہ اولیٰ کے موجود ہونے پر قضیہ ثانیہ "نجات" کے ثبوت کا حکم لگایا گیا ہے۔

متصلہ سالبہ: وہ قضیہ جس میں ایک قضیہ کے تسلیم کر لینے پر دوسرے قضیہ کی نفی کا حکم لگایا گیا ہو جیسے اگر زید نمازی ہے تو جھوٹا نہیں ہے یہاں قضیہ اولیٰ (زید کا نمازی ہونا) کے پائے جانے پر قضیہ ثانیہ (جھوٹا ہونا) کی نفی کی گئی ہے۔

﴿الورقة السادسة: فی النحو والمنطق﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل ..... وَحَتّٰی لِاِنْتِهَاءِ الْغَايَةِ فِی الزَّمَانِ نَحْوُ نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّی الصَّبَاحِ وَفِی الْمَكَانِ نَحْوُ

سِرْتُ الْبَلَدَ حَتَّى السُّوْقِ وَلِلْمُصَاحَبَةِ نَحْوُ قَرَأْتُ وِرْدِیْ حَتَّى الدُّعَاءِ وَمَا بَعْدَهَا قَدْ یَکُوْنُ دَاخِلًا فِیْ حُکْمِ مَا قَبْلَهَا

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، استعطاف، ظرفیت اور زیادت کے معانی بتا کر مثالوں سے واضح کریں۔ (ص ۹۔ رحمانیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) مذکورہ الفاظ کے معانی۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور حتی زمان میں انتہاءِ غایت کے لئے ثابت ہے جیسے نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ (سویا میں گزشتہ رات کو صبح تک) اور مکان میں بھی انتہاءِ غایت کے لئے ثابت ہے جیسے سِرْتُ الْبَلَدَ حَتَّى السُّوْقِ (سیر کی میں نے شہر کی بازار تک) اور مصاحبت کے لئے بھی ثابت ہے جیسے قَرَأْتُ وِرْدِیْ حَتَّى الدُّعَاءِ (پڑھا میں نے اپنا وظیفہ دعا سمیت) اور اس کا مابعد کبھی اس کے ماقبل کے حکم میں داخل ہوتا ہے۔

❸ مذکورہ الفاظ کے معانی مع امثلہ:۔ استعطاف: اس کا معنی نرمی طلب کرنا ہے یعنی باء یہ بتلاتی ہے کہ میرے مابعد کے لئے مخاطب سے نرمی طلب کی گئی ہے جیسے اِرْحَمْ بِزَیْدٍ (زید پر رحم کر)۔

ظرفیت: اس کا معنی جگہ اور برتن کا ہے یعنی باء یہ بتلاتی ہے کہ میرا مدخول ماقبل کے لئے ظرف ہے اس وقت باء، فی کے معنی میں ہوگی جیسے زید بالبلد (زید شہر میں ہے)۔

زیادت: بمعنی زائد ہونا یعنی کبھی باء زائدہ ہوتی ہے، اگر کلام سے اسے حذف کر دیا جائے تو معنی میں خلل واقع نہ ہو جیسے لاتلقوا بایدیکم الی التهلكة (اپنے ہاتھوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو) اس میں باء زائدہ ہے اس کا کوئی معنی نہیں ہے۔

الشق الثانی..... حُرُوْفٌ تَجُرُّ الْاِسْمَ فَقَطْ وَهِیَ سَبْعَةَ عَشَرَ حَرْفًا اَلْبَاءُ لِلْاِلْصَاقِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَیْدٍ وَلِلْاِسْتِعَانَةِ نَحْوُ کَتَبْتُ بِالْقَلَمِ وَلِلتَّعْلِیْلِ نَحْوُ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ وَلِلْمُصَاحَبَةِ نَحْوُ اِشْتَرَیْتُ الْفَرَسَ بِسَرْجِهٖ وَلِلتَّعْدِیَةِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَذَهَبْتُ بِزَیْدٍ۔ (ص ۷۔ رحمانیہ)

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و مطلب واضح کریں اور خط کشیدہ عبارت و مثالوں کی ترکیب کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں چار امور مطلوب ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کا مطلب (۴) عبارتِ مخطوطہ و امثلہ کی ترکیب۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ وہ حروف جو صرف اسم کو جر دیتے ہیں وہ سترہ ہیں، باء الصاق کے لئے آتی ہے جیسے "مررت بزید" اور استعانت کیلئے آتی ہے جیسے کتبت بالقلم اور تعلیل کیلئے آتی ہے جیسے انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل اور مصاحبۃ کیلئے آتی ہے جیسے اشتریت الفرس بسرجه اور تعدیہ کیلئے آتی ہے جیسے ذهب الله بنورهم، ذهبت بزید۔

❸ عبارت کا مطلب:۔ اس عبارت میں حروف جارہ میں سے باء کی وضاحت ہے کہ یہ کتنے معانی کیلئے مستعمل ہے تو فرمایا کہ باء الصاق کیلئے مستعمل ہوتی ہے یعنی باء یہ بتلاتی ہے کہ کوئی چیز میرے مدخول کے ساتھ چمٹی ہوئی ہے جیسے مررت بزید اس میں باء نے یہ بتلایا کہ متکلم کا مرور (گزرنا) چمٹا ہوا ہے زید کے ساتھ۔ اور کبھی باء استعانت کیلئے استعمال ہوتی ہے یعنی باء یہ بتلاتی ہے کہ میرے مدخول سے مدد لی گئی ہے جیسے کتبت بالقلم اس میں باء نے یہ ظاہر کیا کہ متکلم نے کتابت (لکھنا) میں قلم سے مدد لی ہے۔ اور کبھی باء تعلیل کیلئے آتی ہے یعنی یہ بتلاتی ہے کہ میرا مدخول ماقبل والے فعل کی علت اور سبب بن رہا ہے جیسے ارشادِ باری ہے انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل کہ تم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا بچھڑے کو معبود بنانے کی وجہ سے۔ اس میں باء نے ظلم والے فعل کی علت کو بیان کیا کہ ظلم کی علت بچھڑے کی عبادت اور اس کو معبود بنانا تھا۔ اور کبھی باء مصاحبۃ کیلئے آتی ہے یعنی یہ بتلاتی ہے کہ میرا مدخول صدورِ فعل یا وقوعِ فعل میں میرے ماقبل والے فعل کے معمول کا ساتھی ہے جیسے اشتریت الفرس بسرجه کہ خریدا میں نے گھوڑا اسکی زین سمیت، اس میں باء نے بتلایا کہ اشتراء میں فرس کے ساتھ زین بھی شریک ہے اور اسکے ساتھ متصل ہے۔ اور

کبھی باء لازمی فعل کو متعدی بنانے کیلئے بھی آتی ہے جیسے **ذهب الله بنورهم** کہ لے گیا اللہ تعالیٰ ان کے نور کو اور **ذهبت بزيد** کہ لے گیا میں زید کو، تو **ذهب** کا اصل معنی جانا (لازمی) ہے یہاں باء کی وجہ سے **ذهب** متعدی ہو گیا اب معنی لیکر جانا ہے۔

❹ عبارت مخطوطہ وامثلہ کی ترکیب:۔ **"حروف"** موصوف **تَجُرُّ** فعل وفاعل **الاسم** مفعول بہ، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت، موصوف صفت مل کر خبر ہے مبتدا مقدم **النوع الاول** کی، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

فقط میں **فا** فصیحیہ **قط** اسم فعل بمعنی **انته** فعل امر اس میں ضمیر اس کا فاعل، فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر جزا ہے شرط محذوف **اذا جررت بها الاسم** کی، شرط وجزا مل کر جملہ شرطیہ ہوا۔

واؤ استینافیہ **هی** ضمیر مبتدا **سبعة عشر** عدد مبہم ممیّز **حرفا** تمیز، ممیّز تمیز مل کر خبر، مبتدا خبر مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

"مررت بزيد" **مررت** فعل وفاعل **بزيد** جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

"كتبت بالقلم" یہ بھی **مررت بزيد** کی طرح ہے۔

"انكم ظلمتم انفسكم باتخاذكم العجل" **اِنَّ** حرف از حروف مشبہ بالفعل **كم** ضمیر اس کا اسم **ظلمتم** فعل وفاعل **انفسكم** مضاف مضاف الیہ ملکر مفعول بہ **باجارہ اتخاذ** مصدر مضاف **كم** ضمیر مضاف الیہ فاعل **العجل** مفعول بہ اول **المعبود** مفعول بہ ثانی محذوف، مصدر مضاف اپنے فاعل ودونوں مفعولوں سے ملکر شبہ جملہ ہو کر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر **اِنَّ** کی خبر، **اِنَّ** اپنے اسم وخبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

"اشتريت الفرس بسرجه" **اشتريت** فعل وفاعل **الفرس** مفعول بہ **با جارہ سرجه** مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومفعول بہ ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

"ذهب الله بنورهم وذهبت بزيد" **ذهب** فعل **الله** فاعل **باجارہ نورهم** مضاف مضاف الیہ ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف علیہ **واؤ** عاطفہ **ذهبت** فعل وفاعل **بـزيد** جار مجرور ملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر جملہ فعلیہ معطوفہ ہوا۔

الشق الثانی..... **وَاِلٰی لِاِنْتِهَاءِ الْغَايَةِ فِی الْمَكَانِ نَحْوُ: سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَی الْكُوْفَةِ وَلِلْمُصَاحَبَةِ نَحْوُ: قَوْلِهٖ تَعَالٰی: وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ اِلٰی اَمْوَالِكُمْ اَیْ مَعَ اَمْوَالِكُمْ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے، پوری عبارت کی ترکیب کیجیے

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) عبارت پر اعراب (۲) عبارت کا ترجمہ (۳) عبارت کی ترکیب۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **كمامرّ فی السوال آنفا۔**

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور **الی** مکان میں مسافت کی انتہاء کو بیان کرنے کیلئے آتا ہے جیسے **"سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ اِلَی الْكُوْفَةِ"** (چلا میں بصرہ سے کوفہ تک) اور مصاحبت (ساتھ ہونا) کے لئے بھی آتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول **"وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ اِلٰی اَمْوَالِكُمْ اَیْ مَعَ اَمْوَالِكُمْ"** (اور نہ کھاؤ تم یتیموں کے اموال اپنے اموال کے ساتھ ملا کر)۔

❸ عبارت کی ترکیب:۔ **واؤ** عاطفہ **الٰی** مبتداء **لام** جارہ **انتهاء** مصدر مضاف **الغاية** مضاف الیہ **فی المكان** جار مجرور ملکر متعلق ہوا مصدر کے، مصدر اپنے مضاف الیہ ومتعلق سے ملکر مجرور، جار مجرور ملکر معطوف علیہ **واؤ** عاطفہ **للمصاحبة** جار مجرور مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر ظرف مستقر ہو کر خبر، مبتداء خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

(**نوٹ**: مثالوں کی ترکیب ماقبل میں گزر چکی ہے۔)

﴿السوال الثانی﴾ ۱٤٤۲ھ

الشق الاوّل..... بدیہیات کی کل کتنی قسمیں ہیں؟ سب کو مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔ قیاسِ برہانی، قیاسِ جدلی، قیاسِ خطابی، قیاسِ شعری اور قیاسِ سفسطی میں سے ہر ایک کی تعریف کریں اور مثال لکھیں۔ (ص ۴۳ و ۴۵۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امور مطلوب ہیں: (۱) بدیہیات کی تمام اقسام کی وضاحت مع امثلہ (۲) قیاس کی اقسامِ خمسہ کی تعریف مع امثلہ۔

جواب ..... (۱) بدیہیات کی تمام اقسام کی وضاحت مع امثلہ:۔ بدیہیات کی چھ اقسام ہیں:

① اولیات: وہ قضایا ہیں کہ موضوع ومحمول کے ذہن میں آنے سے ہی عقل ان کو تسلیم کرلے کسی دلیل کی ضرورت نہ ہو جیسے کُل اپنے جزء سے بڑا ہوتا ہے۔ ② فطریات: وہ قضایا ہیں کہ جب وہ ذہن میں آئیں تو ان کی دلیل ذہن سے غائب نہ ہو جیسے چار جفت ہے اور تین طاق ہے، چار کے جفت ہونے کی دلیل اس کے ساتھ ہی ذہن میں آتی ہے کہ یہ دو برابر حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

③ حدسیات: وہ قضایا ہیں کہ جنکی دلیلوں کی طرف ذہن جاوے مگر صغری کبری کو ترتیب دینے کی ضرورت نہ ہو جیسے کسی نے مفتی سے پوچھا کہ چوہا کنویں میں گر پڑا ہے تو کتنے ڈول نکالیں تو اس نے بغیر صغری کبری کو ملائے فوراً کہا کہ تیس ڈول نکالے جائیں۔

④ مشاہدات: وہ قضایا ہیں کہ جن میں حکم حواس ظاہرہ یا باطنہ کے ذریعہ سے لگایا جاوے جیسے سورج روشن ہے، سورج پر روشن ہونے کا حکم آنکھ کے ذریعہ سے لگایا گیا ہے۔ ⑤ تجربیات: وہ قضایا ہیں کہ جن میں بار بار تجربہ کے بعد عقل حکم لگائے جیسے تم نے گل بنفشہ کو کئی بار دیکھا کہ وہ زکام کیلئے نافع ہے تو تم نے کلی طور پر حکم لگادیا کہ گل بنفشہ زکام کیلئے نافع ہے۔ ⑥ متواترات: وہ قضایا ہیں کہ جن میں حکم اتنی بڑی جماعت کے کہنے یا خبر دینے کیوجہ سے لگایا گیا ہو کہ عقل ان کے جھوٹ پر متفق ہونے کو محال سمجھے جیسے مکہ مکرمہ موجود ہے۔

② قیاس کی اقسامِ خمسہ کی تعریف مع امثلہ:۔ قیاسِ برھانی: وہ قیاس جو مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو خواہ وہ مقدمات بدیہی ہوں یا نظری جیسے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور ہر اللہ کا رسول واجب الاطاعت ہے پس محمد ﷺ واجب الاطاعت ہیں۔

قیاسِ جدلی: وہ قیاس جو مقدمات مشہورہ یا کسی فریق کے مانے ہوئے مقدمات سے بنا ہو خواہ وہ صحیح ہوں یا غلط جیسے ہندوؤں کا قول ہے کہ جاندار ذبح کرنا بُرا ہے اور ہر بُرا کام واجب الترک ہے پس جاندار کا ذبح کرنا واجب الترک ہے۔

قیاسِ خطابی: وہ قیاس جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو کہ ان کے متعلق غالب گمان صحیح ہونے کا ہو جیسے زراعت نفع کی شیٔ ہے اور ہر نفع کی شیٔ قابلِ اختیار ہے پس زراعت قابلِ اختیار ہے۔

قیاسِ شعری: وہ قیاس جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جن کا منشاء خیالِ محض ہو خواہ واقع میں صادق ہوں یا کاذب جیسے زید چاند ہے اور ہر چاند روشن ہے پس زید روشن ہے۔

قیاسِ سفسطی: وہ قیاس جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جو محض وہمی اور جھوٹے ہوں جیسے ہر موجود شیٔ اشارہ کے قابل ہے اور جو اشارہ کے قابل ہے وہ جسم والا ہے پس ہر موجود جسم والا ہے یا جیسے گھوڑے کی تصویر کے متعلق کہیں کہ یہ گھوڑا ہے اور ہر گھوڑا ہنہنانے والا ہے پس یہ ہنہنانے والا ہے۔ (**نوٹ**: ان میں سے صرف قیاسِ برہانی معتبر ہے)

الشق الثانی ..... دلالت لفظیہ اور غیر لفظیہ کی تعریف کرکے ان کی اقسام کو مثالوں کے ساتھ واضح کریں۔ (ص ۸۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دو امور ہیں (۱) دلالتِ لفظیہ وغیر لفظیہ کی تعریف (۲) دلالتِ لفظیہ وغیر لفظیہ کی اقسام مع امثلہ

جواب ..... (۱) دلالتِ لفظیہ وغیر لفظیہ کی تعریف:۔ دلالت کی ابتداءً دو قسمیں ہیں: لفظیہ وغیر لفظیہ۔

① دلالتِ لفظیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ ہو جیسے لفظ زید کی دلالت ذاتِ زید پر۔

② دلالتِ غیر لفظیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ نہ ہو جیسے دھویں کی دلالت آگ پر۔

② دلالتِ لفظیہ وغیر لفظیہ کی اقسام مع امثلہ:۔ ان میں سے ہر ایک کی تین تین اقسام ہیں۔

① دلالتِ لفظیہ وضعیہ: وہ ہے جس میں دلالت کرنے والا کوئی لفظ ہو اور دلالت کرنے کی وجہ واضع کی وضع ہو، یعنی واضع نے کوئی لفظ مدلول پر دلالت کرنے کیلئے وضع کردیا ہو، جیسے زید کا نام جو اسکے والد نے زید پر دلالت کرنے کیلئے رکھا ہے۔ ② دلالتِ لفظیہ طبعیہ: وہ ہے جس میں دال کوئی لفظ ہو اور دلالت کرنے کی وجہ طبیعت کا تقاضا ہو یعنی کوئی لفظ کسی طبعی تقاضے کی وجہ سے دلالت کرے جیسے آہ آہ کا لفظ تکلیف پر دلالت کرتا ہے۔ ③ دلالتِ لفظیہ عقلیہ: وہ ہے جس میں دال کوئی لفظ ہو اور دلالت عقلی تقاضے کی بناء پر ہو یعنی دال کا کسی مدلول پر دلالت کرنا عقل کے

ذریعہ معلوم ہو جیسے کوئی بھی آواز اگر دیوار کے پیچھے سے سنائی دے تو سننے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی بولنے والا موجود ہیں۔

دلالتِ غیر لفظیہ کی تین اقسام ہیں ① دلالتِ غیر لفظیہ وضعیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ نہ ہو اور دلالت وضع کی وجہ سے ہو جیسے سرخ جھنڈی کی دلالت خطرے کے وجود پر۔ ② دلالتِ غیر لفظیہ طبعیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ نہ ہو اور دلالت طبیعت کے تقاضے کی وجہ سے ہو جیسے آنسو بہنے کی دلالت غم پر۔ ③ دلالتِ غیر لفظیہ عقلیہ: وہ دلالت ہے جس میں دال لفظ نہ ہو اور دلالت محض عقل کی وجہ سے ہو جیسے دھویں کی دلالت آگ پر۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۲ھ

الشق الاوّل ..... حقیقت اور عوارض کسے کہتے ہیں؟ دونوں کے درمیان فرق کی وضاحت کریں۔ درج ذیل مثالوں میں غور کر کے محصورات اربعہ میں سے ہر ایک کی نشاندہی کیجئے۔ (ص ۱۳۔ امدادیہ)

ہر ستارہ روشن ہے، بعض پھول خوشبودار نہیں ہیں، کوئی بھی قلم خراب نہیں ہے، کچھ طلباء لاپرواہ ہیں، بعض کپڑے صاف نہیں ہیں، ہر کتاب مفید ہے، محنت کبھی ضائع نہیں جاتی، بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾ ..... اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) حقیقت اور عوارض کی تعریف (۲) حقیقت اور عوارض کے درمیان فرق (۳) مذکورہ مثالوں میں محصورات اربعہ کی نشاندہی۔

جواب ..... ① حقیقت اور عوارض کی تعریف:۔ حقیقت: وہ چیزیں حقیقت کہلاتی ہیں جن سے ملکر کوئی شیئ، کوئی چیز وجود میں آئے۔ اگر کوئی چیز بھی کم ہو تو شیئ مکمل نہیں ہوگی اور وجود میں نہیں آئے گی جیسے انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے۔ ان دونوں سے ملکر انسان بنتا ہے، اگر فقط حیوان ہو تو انسان نہیں بنے گا اسی طرح فقط ناطق سے بھی انسان نہیں بنے گا۔ انسان کے وجود میں آنے کے لئے دونوں کا ہونا ضروری ہے، اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی حقیقت حیوان ناطق ہے۔

عوارض: وہ ہیں جو حقیقت کے علاوہ ہوں یعنی ان کے ہونے پر چیز کا وجود موقوف نہ ہو جیسے کالا ہونا، گورا ہونا، موٹا ہونا، کمزور ہونا، یہ سب انسان کے لئے عوارض ہیں ان کے ہونے نہ ہونے سے انسان کے وجود پر فرق نہیں پڑتا۔

② حقیقت اور عوارض کے درمیان فرق:۔ جیسا کہ تعریف سے معلوم ہو چکا کہ حقیقت اور عوارض کے درمیان واضح فرق ہے اور وہ یہ کہ حقیقت پر کسی شیئ کا وجود موقوف ہوتا ہے۔ حقیقت کے نہ ہونے سے شیئ بھی نہیں ہوگی جبکہ عوارض پر شیئ کا وجود موقوف نہیں ہوتا، عوارض پائے جائیں یا نہ پائے جائیں شیئ موجود ہوگی۔

③ مذکورہ مثالوں میں محصورات اربعہ کی نشاندہی:۔ ① بعض پھول خوشبودار نہیں ہیں: یہ سالبہ جزئیہ ہے کیونکہ اس میں محمول (خوشبودار ہونا) کا موضوع یعنی پھول کے بعض افراد سے سلب کیا گیا ہے۔

② ہر ستارہ روشن ہے: یہ موجبہ کلیہ ہے کیونکہ اس میں موضوع یعنی ستارہ کے ہر فرد کے لئے محمول (روشنی) ثابت ہے۔

③ کوئی بھی قلم خراب نہیں ہے یہ قضیہ سالبہ کلیہ ہے اس میں محمول (خراب ہونا) کو موضوع (قلم) کے ہر فرد سے سلب کیا گیا ہے۔

④ کچھ طلباء لاپرواہ ہیں: یہ موجبہ جزئیہ ہے یہاں محمول (لاپرواہ) موضوع (طلباء) کے بعض افراد کے لئے ثابت ہے۔

⑤ بعض کپڑے صاف نہیں ہیں: یہ سالبہ جزئیہ ہے اس میں محمول (صاف ہونا) کا موضوع (کپڑے) کے بعض افراد سے سلب کیا گیا ہے۔

⑥ ہر کتاب مفید ہے: یہ قضیہ موجبہ کلیہ ہے یہاں محمول (مفید) کو موضوع (کتاب) کے ہر فرد کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔

⑦ محنت کبھی ضائع نہیں جاتی: یہ سالبہ کلیہ ہے کیونکہ یہاں محمول (ضائع ہونا) کو موضوع (محنت) کے ہر فرد سے سلب کیا گیا ہے۔

⑧ بعض انبیاء علیہم السلام کو بعض پر فضیلت حاصل ہے: یہ موجبہ جزئیہ ہے اس لئے کہ اس میں محمول (فضیلت حاصل ہونا) کو موضوع (انبیاء علیہم السلام) کے بعض افراد کیلئے ثابت کیا گیا ہے۔

﴿الورقة السادسة : فی النحو و المنطق﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....وَاللَّامُ لِلْاِخْتِصَاصِ نَحْوُ اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ وَلِلزِّيَادَةِ نَحْوُ رَدِفَ لَكُمْ وَلِلتَّعْلِيْلِ نَحْوُ

جِئْتُكَ لِإِكْرَامِكَ وَلِلْقَسَمِ نَحْوُلِلّٰهِ لَايُؤَخَّرُ الْاَجَلُ وَلِلْمُعَاقَبَةِ نَحْوُ لَزِمَ الشَّرَّ لِلشَّقَاوَةِ۔ (ص۸۔رحمانیہ)

عبارت پراعراب لگا کرترجمہ کریں،تشریح کیجئے، پوری عبارت کی نحوی ترکیب کیجئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں(۱)عبارت پراعراب(۲)عبارت کاترجمہ(۳)عبارت کی تشریح (۴)عبارت کی ترکیب

جواب..... ❶ عبارت پراعراب:۔کمامرّ فی السوال آنفا۔

❷ عبارت کاترجمہ:۔اورلام اختصاص کے لئے ثابت ہے جیسے اَلْجُلُّ لِلْفَرَسِ اورزائد ہوتا ہے جیسے رَدِفَ لَكُمْ یعنی رَدِفَكُمْ اورتعلیل کے لئے ثابت ہے جیسے جِئْتُكَ لِإِكْرَامِكَ اورقسم کے لئے ثابت ہے جیسے لِلّٰهِ لَايُؤَخَّرُ الْاَجَلُ اورانجام کے لئے ثابت ہے جیسے لَزِمَ الشَّرَّ لِلشَّقَاوَةِ۔

❸ عبارت کی تشریح:۔اس عبارت میں حروف جارہ میں سے لام کے چند معانی کو بیان کیا گیا ہے۔①لام اختصاص والا معنی ادا کرتا ہے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ میرا ماقبل میرے مدخول کے ساتھ خاص ہے جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ (تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ہی اس کا مستحق ہے)۔②لام کبھی زائدہ بھی ہوتا ہے یعنی اس کو حذف کردینے سے کلام میں خلل واقع نہیں ہوتا چنانچہ رَدِفَ لَكُمْ اور رَدِفَكُمْ کا ایک ہی معنی ہے کہ وہ تمہارا ردیف ہوا۔③لام کبھی تعلیل کیلئے بھی آتا ہے یعنی یہ بتلاتا ہے کہ میرا مدخول میرے ماقبل کی علت ہے جیسے جِئْتُكَ لِإِكْرَامِكَ (میں تمہارے اکرام کی وجہ سے تمہارے پاس آیا) یعنی میرے آنے کی علت تمہارا اکرام کرنا ہے۔④لام کبھی قسم والا معنی بھی ادا کرتا ہے جیسے لِلّٰهِ لَايُؤَخَّرُ الْاَجَلُ (قسم بخدا موت اپنے وقت سے مؤخر نہیں ہوگی)۔⑤لام کبھی معاقبت یعنی انجام والا معنی ومفہوم بھی ادا کرتا ہے جیسے لَزِمَ الشَّرَّ لِلشَّقَاوَةِ (اس نے شر وبرائی کو لازم پکڑا برے انجام کیلئے)۔

❹ عبارت کی ترکیب:۔واؤ استینافیہ اللام مبتدا للاختصاص جارمجرورملکر ثابتة اسم فاعل کے متعلق ہوکر معطوف علیہ وللزيادة وللتعليل وللقسم وللمعاقبة تمام کلمات جارمجرورملکر ثابتة کے متعلق ہوکر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

"نحو الجل للفرس" نحو مضاف الجل مبتدا للفرس ثابت اسم فاعل کے متعلق شبہ جملہ ہوکر خبر، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر خبر ہے مبتدا محذوف نحوہ کی، نحوہ مضاف ومضاف الیہ ملکر مبتدا، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

"نحو ردف لكم اى ردف كم" نحو مضاف ردف فعل وفاعل لكم جارومجرورملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مفسَّر اى حرفِ تفسیر ردفكم جملہ فعلیہ ہوکر تفسیر، مفسر تفسیر ملکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر خبر ہوئی مبتدا محذوف نحوہ کی، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

"نحو جئتك لاكرامك" نحو مضاف جئتك فعل فاعل ومفعول بہ لاكرامك جارومجرور (مضاف مضاف الیہ) ملکر متعلق، فعل اپنے فاعل مفعول بہ ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر نحوہ مبتدا محذوف کی خبر ہوکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

"نحو لله لايؤخَّرُ الاجلُ" نحو مضاف لِلّٰهِ جارمجرورملکر اُقسم فعل محذوف کے متعلق ہوکر جملہ فعلیہ ہوکر قسم، لايؤخر الاجل فعل مجہول ونائب فاعل ملکر جملہ فعلیہ ہوکر جوابِ قسم، قسم جوابِ قسم ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر خبر ہوئی مبتدا محذوف نحوہ کی، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

"نحو لزم الشر للشقاوة" نحو مضاف لزم فعل وفاعل الشر مفعول بہ للشقاوة جارمجرورملکر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل مفعول بہ ومتعلق سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ ملکر خبر ہوئی مبتدا محذوف نحوہ کی، مبتدا خبر ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

الشق الثانی.....وَرُبَّ لِلتَّقْلِيلِ وَلَا يَكُوْنُ مَجْرُوْرُهَا اِلَّا نَكِرَةً مَوْصُوْفَةً وَلَا يَكُوْنُ مُتَعَلِّقُهَا اِلَّا فِعْلًا

مَاضِيًا نَحْوُ رُبَّ رَجُلٍ كَرِيْمٍ لَقِيْتُهٗ ، وَقَدْ تَدْخُلُ عَلَى الضَّمِيْرِ الْمُبْهَمِ وَلَا يَكُوْنُ تَمْيِيْزُهٗ اِلَّا نَكِرَةً مَوْصُوْفَةً نَحْوُ رُبَّهٗ رَجُلًا جَوَّادًا لَقِيْتُهٗ۔

عبارت کا ترجمہ کرکے واضح تشریح کریں، عبارت میں مذکور مثالوں کی ترکیب لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہیں (۱) عبارت کا ترجمہ (۲) عبارت کی تشریح (۳) امثلہ کی ترکیب۔

جواب ..... ❶ عبارت کا ترجمہ:۔ اور رُبَّ تقلیل کے لئے آتا ہے اور اس کا مجرور ہمیشہ نکرہ موصوفہ ہوتا ہے اور اسکا متعلق ہمیشہ فعل ماضی ہوگا جیسے **رُبَّ رجُلٍ كريمٍ لقيته** ۔اور رُبَّ کبھی ضمیرِ مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے اِس صورت میں اس کی تمیز صرف نکرہ موصوفہ ہوگی جیسے **ربه رجلا جوادا لقيته**۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ رُبَّ قلتِ تعلق بتلاتا ہے یعنی اپنے مدخول کے ساتھ اپنے متعلق کے تعلق کی قلت کو بیان کرتا ہے اور اس کا مجرور و مدخول ہمیشہ نکرہ موصوفہ ہوتا ہے اور اسکا متعلق ہمیشہ فعل ماضی ہوتا ہے جیسے **رُبَّ رجُلٍ كريمٍ لقيته** (کریم آدمی سے مَیں بہت کم ملا ہوں)۔ یہاں پر رُبَّ نے متکلم کی رجلِ کریم کے ساتھ قلتِ ملاقات کو بیان کیا ہے۔

رُبَّ کبھی اسمِ ظاہر کی بجائے ضمیرِ مبہم پر بھی داخل ہوتا ہے اور اِس صورت میں اس کی تمیز صرف نکرہ موصوفہ و منصوبہ ہوتی ہے جو ضمیر کے ابہام کو ختم کرتی ہے جیسے **ربه رجلا جوادا لقيته** (میری سخی آدمی سے بہت کم ملاقات ہوئی ہے)۔اس مثال میں رُبَّ ضمیر پر داخل ہے اور پھر اُس ضمیر کے ابہام کو ختم کرنے کے لئے اُس کی تمیز نکرہ منصوبہ کی صورت میں لائی گئی ہے۔

❸ امثلہ کی ترکیب:۔ ''**رُبَّ رجُلٍ كريمٍ لقيته**'' رُبَّ حرفِ جار **رجل** موصوف **كريم** صفت، موصوف صفت ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلقِ مقدم، **لقيته** فعل اپنے فاعل و مفعول بہ و متعلقِ مقدم سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

''**ربه رجلا جوادا لقيته**'' رُبَّ حرف جار ہٗ ضمیرِ ممیّز **رجلا** موصوف **جوادا** صفت ملکر تمیز، ممیّز تمیز ملکر مجرور، جار مجرور ملکر متعلقِ مقدم ہوا، **لقيته** فعل اپنے فاعل و مفعول بہ و متعلقِ مقدم سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....علمِ منطق کی تعریف، موضوع و غرض و غایۃ تحریر کریں، نیز درج ذیل اصطلاحات کی وضاحت کریں۔

دال، مدلول، دلالت، موضوع، موضوع لہ، وضع۔ (ص ۶، ۷۔ امدادیہ ملتان)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں دو امر حل طلب ہیں (۱) علم منطق کی تعریف، موضوع، غرض و غایۃ (۲) اصطلاحات کی وضاحت۔

جواب ..... ❶ علم منطق کی تعریف، موضوع، غرض و غایۃ:۔ "**تعريف "هو علم بقوانين تعصم مراعاتها الذهن عن الخطأ فى الفكر** کہ منطق ایسے قوانین کا علم ہے جنکی رعایت کرنا ذہن کو فکر میں واقع ہونے والی غلطی سے بچاتا ہے۔

"**موضوع**" وہ معلوم شدہ تصورات و تصدیقات جن سے نامعلوم تصور و تصدیق کا علم حاصل ہو۔

"**غرض و غاية**" معلومات کو ترتیب دینے میں ذہن کو غلطی سے بچانا۔

❷ اصطلاحات کی وضاحت:۔ دال، مدلول، دلالت: کسی شئی کا اس طور پر ہونا کہ اس کے علم سے دوسری نامعلوم چیز کا علم خود بخود ہو جائے تو اسے دلالت کہتے ہیں اور جس چیز سے علم ہوا اس کو دال اور جس چیز کا علم ہوا اس کو مدلول کہتے ہیں مثلاً دھویں سے آگ کا علم ہونا دلالت ہے، دھواں دال ہے اور آگ مدلول ہے۔

موضوع، موضوع لہ، وضع: ایک شئی کو دوسری شئی کے ساتھ اس طور پر خاص کرنا کہ جب بھی پہلی چیز بولی یا محسوس کی جائے تو دوسری شئی کا علم خود بخود ہو جائے اسے وضع کہتے ہیں اور جس شئی کو خاص کیا ہے اس کو موضوع اور جس کے لیے خاص کیا گیا ہے اس کو موضوع لہ کہتے ہیں مثلاً لفظ چاقو کو پھل اور دستہ کیلئے وضع کیا گیا ہے کہ چاقو بولنے سے ذہن فوری پھل اور دستہ کی طرف منتقل ہوتا ہے، تو لفظ چاقو کو پھل اور دستہ کیلئے خاص کرنا وضع ہے، لفظ چاقو موضوع اور پھل و دستہ موضوع لہ ہے۔

الشق الثانی .....مفرد و مرکب کی تعریف کریں اور مثالوں سے واضح کریں۔ مفرد کی چار قسمیں کون سی ہیں ہر ایک کو مثالوں

کے ساتھ لکھیں۔ نیز عبدالرحمٰن، ظہر کی نماز، رمضان کا روزہ، مفرد کی کون سی قسمیں ہیں۔ (ص ۱۱۔ امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں ① مفرد و مرکب کی تعریف بالامثلہ ② مفرد کی اقسام کی وضاحت بالامثلہ ③ الفاظِ مذکورہ میں اقسامِ مفرد کی تعیین۔

جواب ..... ① مفرد و مرکب کی تعریف بالامثلہ:۔ مفرد: وہ لفظ کہ جس کے جزء سے معنی کی جزء پر دلالت کا قصد نہ کیا گیا ہو جیسے ہمزۂ استفہام۔ مرکب: وہ لفظ کہ جسکے جزء سے معنی کی جزء پر دلالت کا قصد کیا گیا ہو جیسے **زید عالم** **زید قائم**۔

مفرد کی اقسام کی وضاحت بالامثلہ:۔ مفرد کی چار اقسام ہیں ① لفظ کا جزء نہ ہو جیسے ہمزۂ استفہام، اس کا کوئی جزء نہیں ② لفظ کا جزء ہو معنی کا جزء نہ ہو جیسے لفظِ انسان کے اجزاء الف، نون، سین، الف، نون ہیں مگر معنی دار نہ ہونے کی وجہ سے انکے اجزاء نہیں ہیں ③ لفظ کا جزء ہو معنی دار بھی ہو مگر معنی مقصودی کے جزء پر دلالت نہ ہو جیسے خلیل الرحمٰن جب کسی کا نام ہو، لفظ کے اجزاء ہیں خلیل، رحمٰن، معنی دار بھی ہیں، خلیل کا معنی دوست اور رحمٰن کا معنی بہت رحم کرنے والا۔ مگر نام رکھتے وقت یہ معنی مقصود نہیں ہوتا۔ بلکہ فقط معنیٰ علمی مقصود ہوتا ہے ④ لفظ کا جزء ہو، معنی دار بھی ہو، معنی مقصودی کے جزء پر دلالت بھی کرتا ہو مگر دلالت کا قصد نہ کیا گیا ہو جیسے حیوانِ ناطق جب کسی کا نام ہو، اس لئے کہ لفظ کا جزء بھی ہے، حیوان اور ناطق۔ معنی دار بھی ہے کہ حیوان کا معنی جاندار اور ناطق کا معنی بولنے والا اور معنی مقصودی کے جزء پر دلالت بھی ہے کیونکہ اس شخص کی حقیقت حیوان ناطق ہی ہے مگر نام رکھتے وقت اس دلالت کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

② الفاظِ مذکورہ میں اقسامِ مفرد کی تعیین:۔ ان میں سے پہلی مثال میں مفرد کی تیسری قسم پائی جاتی ہے۔ کہ لفظ کا جزء ہے اور معنیٰ دار بھی ہے لفظ کا جزء معنیٰ کے جزء پر دلالت بھی کرتا ہے۔ لیکن جو معنیٰ تمہیں مقصود ہیں ان پر دلالت نہیں کرتا دوسری دو مثالیں مرکب کی ہیں۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۳ھ

الشق الاوّل .....(جنس، نوع، فصل، خاصہ، عرض عام) کی تعریف و مثالیں ذکر کریں۔ قضیہ حملیہ کی تعریف و اقسام مع امثلہ تحریر کریں۔ محصورات اربعہ سے کیا مراد ہے؟ واضح کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں (۱) (جنس، نوع، فصل، خاصہ، عرض عام) کی تعریف مع امثلہ (۲) قضیہ حملیہ کی تعریف و اقسام مع امثلہ (۳) محصورات اربعہ کی وضاحت۔

جواب ..... ① مذکورہ کلیات کی تعریف مع امثلہ:۔ جنس: وہ کلی ذاتی ہے جو ایسی جزئیات پر بولی جائے کہ ان جزئیات کی حقیقتیں الگ الگ ہوں جیسے حیوان کہ اس کی جزئیات انسان و بقر و غنم کی حقیقت جدا جدا ہے۔

نوع: وہ کلی ذاتی ہے جو ایسی جزئیات پر بولی جائے کہ ان جزئیات کی حقیقت ایک ہو جیسے انسان زید، عمرو، بکر وغیرہ کی نوع ہے اور ان کی حقیقت ایک ہے۔

فصل: وہ کلی ذاتی ہے جو ایسی جزئیات پر بولی جائے کہ ان کی حقیقت ایک ہو اور دوسری حقیقتوں سے اس حقیقت کو جدا کرے جیسے ناطق انسان کا فصل ہے کہ زید، عمرو، بکر پر بولا جاتا ہے اور یہ انسان کو دیگر حقیقتوں سے جدا کرتا ہے۔

خاصہ: وہ کلی عرضی ہے جو صرف ایک ہی حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہو کسی اور حقیقت میں نہ پائی جائے جیسے ضاحک ہونا انسان کا خاصہ ہے۔

عرضِ عام: وہ کلی عرضی ہے جو کئی حقیقتوں کے افراد پر بولی جائے کسی حقیقت کے ساتھ خاص نہ ہو جیسے متنفس ہونا، انسان کے ساتھ خاص نہیں حیوان کے بقیہ افراد پر بھی یہ کلی بولی جاتی ہے۔

② قضیہ حملیہ کی تعریف و اقسام مع امثلہ:۔ قضیہ حملیہ: وہ قضیہ جو دو مفردوں سے ملکر بنے، خواہ ایک مفرد کا دوسرے مفرد کیلئے اثبات ہو جیسے زید کھڑا ہے یا ایک مفرد کی دوسرے سے نفی کی گئی ہو جیسے زید کھڑا نہیں ہے۔ پہلے کو حملیہ موجبہ اور دوسرے کو حملیہ سالبہ کہتے ہیں۔

قضیہ حملیہ کی چار اقسام ہیں:

① شخصیہ: وہ قضیہ حملیہ جس کا موضوع شخص معین ہو جیسے **زید قائم**۔

② طبعیہ: وہ قضیہ حملیہ جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کی حقیقت پر ہو، نہ کہ افراد پر جیسے **الصبر مفتاح الفرج**۔

③ محصورہ: وہ قضیہ حملیہ جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے افراد پر ہو جنکی تعداد کلاً یا بعضاً بیان کی گئی ہو جیسے تمام انسان جاندار ہیں، یا بعض حیوان انسان ہیں۔

④ مہملہ: وہ قضیہ حملیہ جس کا موضوع کلی ہو اور حکم کلی کے افراد پر ہو جن کی تعداد کلاً یا بعضاً بیان نہ کی گئی ہو جیسے انسان مختتی ہیں اس میں یہ نہیں بتلایا کہ تمام انسان مختتی ہیں یا بعض۔

③ محصورات اربعہ کی وضاحت:۔ قضیہ محصورہ (محصوراتِ اربعہ) کی چار اقسام ہیں: موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ۔

موجبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے تمام افراد کیلئے ہو جیسے ہر انسان جاندار ہے۔

موجبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ جس میں محمول کا ثبوت موضوع کے بعض افراد کیلئے ہو جیسے بعض جاندار انسان ہیں۔

سالبہ کلیہ: وہ قضیہ محصورہ جس میں محمول کی نفی موضوع کے تمام افراد سے ہو جیسے کوئی پتھر انسان نہیں۔

سالبہ جزئیہ: وہ قضیہ محصورہ جس میں محمول کی نفی موضوع کے بعض افراد سے ہو جیسے بعض انسان مسلمان نہیں۔

الشق الثانی .....تناقض کی تعریف کر کے تناقض کی شرائط بیان کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا خلاصہ دو امور ہیں (۱) تناقض کی تعریف (۲) تناقض کی شرائط۔

جواب ..... ① تناقض کی تعریف:۔ تناقض دو قضیوں کا ایجاب وسلب کے اعتبار سے اس طور پر مختلف ہونا کہ یہ اختلاف بالذات اس بات کا تقاضا کرے کہ ان دونوں قضیوں میں سے لامحالہ ایک قضیہ سچا ہے اور دوسرا جھوٹا ہے جیسے زید عالم ہے، زید عالم نہیں، اب ان میں لامحالہ جو قضیہ واقع نفس الامر کے مطابق ہوگا وہ سچا ہوگا اور دوسرا لامحالہ جھوٹا ہوگا۔

② تناقض کی شرائط:۔ تناقض کی آٹھ شرائط ہیں: ① **موضوع**: دونوں قضیوں کا موضوع ایک ہو جیسے زید آیا ہے، زید نہیں آیا، ان میں زید موضوع ہے۔ ② **محمول**: دونوں قضیوں کا محمول ایک ہو جیسے زید آیا ہے، زید نہیں آیا، ان میں آنا محمول ہے۔ ③ **مکان**: دونوں قضیوں کا مکان (جگہ) ایک ہو جیسے زید مسجد میں ہے، زید مسجد میں نہیں، ان میں مسجد مکان ہے۔ ④ **زمان**: دونوں قضیوں کا زمان (وقت) ایک ہو جیسے زید صبح آیا، زید صبح نہیں آیا، ان میں صبح زمان ہے۔ ⑤ **شرط**: دونوں قضیوں کی شرط ایک ہو جیسے اگر زید میرے پاس آیا تو میں اسے ماروں گا، اگر زید میرے پاس آیا تو میں اسے نہیں ماروں گا، ان میں زید کا میرے پاس آنا شرط ہے۔ ⑥ **اضافت**: دونوں قضیوں کی اضافت ایک ہو جیسے زید بکر کا باپ ہے، زید بکر کا باپ نہیں، ان میں بکر کا باپ ہونا اضافت ہے۔ ⑦ **قوت و فعل**: دونوں قضیوں میں قوت وفعل ایک ہو یعنی دونوں قضیوں میں بالفعل کام کا ثبوت ونفی ہو یا بالقوۃ ثبوت ونفی ہو جیسے زید بالفعل کاتب ہے، زید بالفعل کاتب نہیں۔ ⑧ **جزء وکل**: دونوں قضیوں میں جزء وکل ایک ہو جیسے حبشی کا کل جسم کالا ہے، حبشی کا کل جسم کالا نہیں۔

اگر یہ تمام شرائط ثمانیہ میں دونوں قضیے متحد ومتفق ہوں پھر تو ان میں تناقض ہوگا وگرنہ نہیں۔ جیسے زید آیا، بکر نہیں آیا! ان میں موضوع متحد نہیں لہٰذا تناقض نہیں، اسی طرح زید کل آیا زید آج نہیں آیا، ان میں زمان متحد نہیں لہٰذا تناقض نہیں۔

0313 6357916 maktabatakarimullah@gmail.com

(تمت بالخیر وبتمام نعمتیں)

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

ہوئی ہے قوم میں نا اتفاقی ہوگئی اور نا اتفاقی کی جو مضرتیں اور خرابیاں ہوتی ہیں وہ سب مرتب ہونے لگیں، ان تمام خرابیوں کا سبب تم لوگ ہی ہو۔ صالح علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ تمہاری اس نحوست کا سبب اللہ کے علم میں ہے یعنی تمہارے اعمال کفریہ اللہ کو معلوم ہیں یہ خرابیاں ان ہی اعمال پر مرتب ہیں۔

ابتدائی آیت میں اچھائی سے مراد ایمان اور برائی سے مراد عذاب ہے، مطلب یہ ہے کہ اے میری قوم! چاہئے تو یہ تھا کہ تم ایمان لاکر اچھائی حاصل کرتے لیکن تم نے ایمان لانے کے بجائے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ شروع کر دیا۔ یعنی آپ کے نبوت کا دعوی کرنے کے بعد ہماری قوم دو حصوں میں بٹ گئی ہے، اور ہم اسے آپ کی نحوست سمجھتے ہیں۔ نیز بعض روایات میں ہے کہ ان پر قحط بھی آ پڑا تھا، اس کو بھی انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی نحوست قرار دیا۔

یعنی نحوست تو تمہارے اعمال کی ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے آئی ہے، اور اس لئے آئی ہے کہ تمہیں آزمایا جائے کہ ان مصائب کے وقت اللہ تعالی سے رجوع کرتے ہو یا اپنی بداعمالیوں پر قائم رہتے ہو۔

ویسے تو اس قوم میں بہت کافر تھے لیکن ان کے سرغنہ نو شخص تھے جو بستی سے باہر تک بھی فساد کیا کرتے تھے اور بالکل اصلاح نہ کرتے تھے یعنی بعض مفسد ایسے ہوتے ہیں کہ کچھ فساد کیا اور کچھ اصلاح کر لی مگر وہ ایسے نہ تھے بلکہ خاص مفسد تھے چنانچہ ایک بار انہوں نے فساد کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کہا کہ آپس میں سب اس پر اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالح اور ان کے متعلقین کو مار دیں گے پھر اگر تحقیق کی نوبت آئی تو ہم ان کے وارث سے جو خون کا دعوی کرے گا یہ کہہ دیں گے کہ ہم ان کے مارے جانے کے وقت موجود بھی نہ تھے، مارنا تو درکنار۔ اور تاکید کیلئے یہ بھی کہہ دیں گے کہ ہم بالکل سچے ہیں۔ اور معائنہ کا کوئی گواہ ہوگا نہیں، بس بات دب دبا جائے گی۔ یہ مشورہ کر کے انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی کہ رات کے وقت اس کارروائی کیلئے چلے اور ایک خفیہ تدبیر ہم نے کی اور ان کو خبر بھی نہ ہوئی، وہ یہ کہ ایک پہاڑ پر سے ایک پتھر ان پر لڑھک آیا اور وہ سب وہیں پر ہلاک ہوگئے۔ پھر ان کی باقی قوم کو آسمانی عذاب سے غارت کر دیا۔ سو یہ ان کے گھر ہیں جو ان کے کفر کے سبب ویران پڑے ہیں۔ جو اہل مکہ کو ملک شام کے سفر میں ملتے ہیں، بلاشبہ اس واقعہ میں دانشمندوں کیلئے بڑی عبرت ہے۔

③ الفاظ کی مراد و حملے کا انجام:۔ قوم سے مراد قوم ثمود یعنی صالح کی قوم ہے۔ تسعۃ رہط: رہط کا لفظ جماعت کے معنی میں آتا ہے، یہاں نو اشخاص میں سے ہر شخص کو رہط کے لفظ سے شاید اسلئے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ اپنے مال و دولت اور جاہ و حشم کے سبب قوم کے بڑے مانے جاتے تھے اور ہر ایک کے ساتھ الگ الگ جماعتیں تھیں اسلئے ان نو آدمیوں کو نو جماعتیں فرمایا۔ (معارف القرآن)

④ خط کشیدہ الفاظ کی صرفی تحقیق:۔ **اِطَّيَّرْنَا**: صیغہ جمع متکلم فعل ماضی معلوم از مصدر **اَلِاطِّيْرُ** (اِفْتِعَال۔ اجوف) منحوس سمجھنا۔

تَسْتَعْجِلُوْنَ: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع معلوم از مصدر **استعجالًا** (استفعال۔ صحیح) بمعنی جلدی طلب کرنا۔

تُفْتَنُوْنَ: صیغہ جمع مذکر حاضر فعل مضارع مجہول از مصدر **فِتْنَةً مَفْتُوْنًا** (ضرب۔ صحیح) بمعنی گمراہ کرنا۔ آزمائش کرنا۔

لَنُبَيِّتَنَّ: صیغہ جمع متکلم بحث لام تاکید بانون ثقیلہ معلوم از مصدر **اَلتَّبْيِيْتُ** (تفعیل۔ اجوف) بمعنی شبخون ڈالنا۔

مَهْلِكَ: صیغہ واحد بحث اسم ظرف از مصدر **هَلَاكًا هُلُوْكًا مَهْلَكًا** (ضرب فتح وسمع۔ صحیح) بمعنی مرنا و ہلاک ہونا۔

﴿الورقة الثانية فی الصرف﴾

0313 6357913 ... @gmail.com

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل .....صفت مشبہ، اسم تفضیل اور اسم ظرف کی تعریف کیجیے۔ صفت مشبہ کے دس اوزان لکھئے۔ مضاعف سے اسم ظرف کے وزن میں اختلاف کی وضاحت کیجیے۔

جواب ..... ① صفت مشبہ، اسم تفضیل و اسم ظرف کی تعریف:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۴۳ھ**

② صفت مشبہ کے اوزان:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۴۱ھ**

③ مضاعف سے اسم ظرف کے وزن میں اختلاف:۔ علم الصیغہ میں مذکور اسم ظرف کے قاعدہ مذکا حاصل یہ ہے کہ مضارع مفتوح العین ومضموم العین سے اور ناقص سے مطلقاً (ہر حال میں) اسم ظرف مَفْعَلٌ کے وزن پر آتا ہے۔اور مضارع مکسور العین و مثال سے مطلقاً (ہر حال میں) اسم ظرف مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے۔اب مَفَرّ کی بحث یہ ہے کہ بعض صرفیوں نے کہا ہے کہ مضاعف سے بھی اسم ظرف مطلقاً یعنی ہر حال میں خواہ مضارع مفتوح العین ہو یا مضموم العین ہو یا مکسور العین ہو اسم ظرف مَفْعَلٌ (مفتوح العین) ہی آئے گا۔اور انہوں نے لفظ مَفَرّ جو قرآن مجید میں "اَیْنَ الْمَفَرُّ" میں واقع ہے اس سے استدلال کیا ہے کہ یہ باوجودیکہ باب ضرب یضرب سے ہے جس کا مضارع مکسور العین ہے اس سے اسم ظرف مَفْعَلٌ کے وزن پر آیا ہے۔معلوم ہوا کہ مضاعف میں اسم ظرف مطلقاً مَفْعَلٌ کے وزن پر آتا ہے۔

مصنف رحمہ اللہ نے اس استدلال کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قول صحیح نہیں بلکہ مضاعف سے اسم ظرف صحیح کی طرح مضارع مفتوح العین اور مضموم العین سے مَفْعَلٌ کے وزن پر اور مکسور العین سے مَفْعِلٌ کے وزن پر آتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّهٗ یہ باب ضَرَبَ یَضْرِبُ سے مَفْعِلٌ کے وزن پر ہے۔اور این المَفَرُّ کا جواب مصنف رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ یہ اسم ظرف کا صیغہ نہیں بلکہ یہ مصدر میمی ہے جو مَفْعَلٌ کے وزن پر ہے۔

الشق الثانی.....رباعی مزید فیہ بے ہمزۂ وصل اور رباعی مزید فیہ باہمزۂ وصل کے ابواب کے نام مع امثلہ لکھئے۔قلسی و قلساۃ کی اصل بتا کر تعلیل ذکر کیجئے اور دونوں صیغوں میں جاری شدہ قاعدہ تحریر کیجیے۔ملحق برباعی مجرد کے کتنے ابواب ہیں؟ نام مع امثلہ لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے:①

جواب..... ① رباعی مزید فیہ بے ہمزۂ وصل وباہمزۂ وصل کے ابواب:۔کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ١٤٤١ھ

② قلسی و قلساۃ کی اصل وتعلیل اور دونوں صیغوں میں جاری شدہ قاعدہ:۔قَلْسٰی اصل میں قَلْسَیَ اور قَلْسَاۃٌ اصل میں قَلْسَیَةٌ تھا،(قَالَ والے قاعدہ سے) یاءِ متحرک کا ماقبل مفتوح تھا اسکو الف سے بدل دیا،قَلْسٰی و قَلْسَاۃٌ ہوگیا۔

قَالَ والے قاعدہ کی مکمل تفصیل کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ١٤٣٦ھ۔

③ ملحق برباعی مجرد کے ابواب کی تفصیل:۔کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ١٤٣٦ھ

﴿السوال الثانی﴾ ١٤٤٤ھ

الشق الاوّل..... آمَن ، جُوَن ، اَوَادِم ، مَقْرُوَّۃ میں جاری ہونے والے قاعدے وضاحت کے ساتھ تحریر کیجئے۔

الفرار مصدر سے صرف صغیر کی گردان کیجیے۔الوعد و الدعوۃ مصدر سے امر حاضر کی گردان لکھئے۔

جواب..... ① آمَن ، جُوَن ، اَوَادِم ، مَقْرُوَّۃ میں جاری ہونے والے قواعد:۔کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ١٤٤٠ھ و الشق الثانی من السوال الاول ١٤٣٦ھ و الشق الاول من السوال الثالث ١٤٣٩ھ۔

② الفرار مصدر سے صرف صغیر:۔اَلْفِرَارُ (ضرب۔مضاعف) بمعنی بھاگنا۔ فَرَّ یَفِرُّ فِرَارًا فھو فَارٌّ و فُرَّ یُفَرُّ فِرَارًا فذاك مَفْرُوْرٌ،مَافَرَّ مَافُرَّ لَمْ یَفِرَّ لَمْ یَفِرْ لَمْ یُفَرَّ لَمْ یُفَرِّ لَمْ یُفَرَّ لَمْ یُفَرِّرْ لَایَفِرُّ لَایُفَرُّ لَنْ یَفِرَّ لَنْ یُفَرَّ لَیَفِرَّنَّ لَیُفَرَّنَّ لَیَفِرَّنَّ لَیُفَرَّنَّ الامر منه فِرَّ فِرِّ اِفْرِرْ لِتُفَرَّ لِتُفَرِّرْ لِیَفِرَّ لِیَفِرْ لِیُفَرَّ لِیُفَرِّرْ لِیَفِرَّنَّ فَرَّنَّ لِتُفَرَّنَّ لِیَفِرَّنَّ لِیُفَرَّنَّ فَرَّنْ لِتُفَرَّنْ لِیَفِرَّنْ لِیُفَرَّنْ والنھی عنه لَاتَفِرَّ لَاتَفِرِّ لَاتُفَرَّ لَاتُفَرِّرْ لَایَفِرَّ لَایَفِرِّ لَایُفَرَّ لَایُفَرِّرْ والظرف منهمَفِرَّ مِفَرَّانِ مَفَارٌّ و مُفَیْرٌّ والآلة منه مِفَرٌّ مِفَرَّانِ مَفَارٌّ و مُفَیْرٌّ مِفَرَّۃٌ مِفَرَّتَانِ مَفَارٌّ و مُفَیْرَّۃٌ مِفْرَارٌ مِفْرَارَانِ مَفَارِیْرُ و مُفَیْرِیْرٌ افعل التفضیل المذکر منه اَفَرُّ اَفَرَّانِ اَفَرُّوْنَ اَفَارٌّ واُفَیْرٌّ والمؤنث منه فُرْیٰ فَرْیَانِ فُرَّیَاتٌ فُرَرٌ وفُرَیْرٰی۔

③ الوعد و الدعوۃ مصدر سے امر حاضر کی گردان:۔(الوعد) عِدْ، عِدَا، عِدُوْا، عِدِیْ، عِدَا، عِدْنَ۔

(الدعوة) اُدْعُ، اُدْعُوَا، اُدْعُوْا، اُدْعِيْ، اُدْعُوَا، اُدْعُوْنَ۔

الشق الثانی .....دُلِيٌّ، سَيِّدٌ، رُوَاءٌ میں جاری ہونے والے قاعدے وضاحت کے ساتھ تحریر کریں۔الدعوۃ مصدر سے لام تاکید بانون ثقیلہ در فعل مستقبل مجہول ومعروف دونوں کی گردان لکھئے۔المَدُّ مصدر سے امر حاضر کی گردان لکھئے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امور کا حل مطلوب ہے:①

جواب ..... ① صیغوں میں جاری قواعد کی وضاحت:۔کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول۱۴۳۸و۱۴۴۱ھ

② الدعوۃ سے لام تاکید بانون ثقیلہ معروف ومجہول کی گردان:۔ لَيَدْعُوَنَّ لَيَدْعُوَانِّ لَيَدْعُنَّ لَتَدْعُوَنَّ لَتَدْعُوَانِّ لَيَدْعُوْنَانِّ لَتَدْعُوَنَّ لَتَدْعُوَانِّ لَتَدْعُوْنَانِّ لَتَدْعُنَّ لَتَدْعِنَّ لَتَدْعُوَانِّ لَتَدْعُوْنَانِّ ، لَاَدْعُوَنَّ لَنَدْعُوَنَّ۔

لَيُدْعَيَنَّ لَيُدْعَيَانِّ لَيُدْعَوُنَّ لَتُدْعَيَنَّ لَتُدْعَيَانِّ لَيُدْعَيْنَانِّ لَتُدْعَيَنَّ لَتُدْعَيَانِّ لَتُدْعَوُنَّ لَتُدْعَيِنَّ لَتُدْعَيَانِّ لَتُدْعَيْنَانِّ لَاُدْعَيَنَّ لَنُدْعَيَنَّ ۔

③ المَدُّ مصدر سے امر حاضر کی گردان:۔ مُدَّ مُدِّ مُدُّ اُمْدُدْ مُدَّا مُدُّوْا مُدِّيْ مُدَّا اُمْدُدْنَ ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل .....مندرجہ ذیل صیغوں کو عربی میں منتقل کریں:تم دو عورتیں ضرور بالضرور لکھو گی۔تم سب عورتیں ضرور کھاؤ۔وہ سب عورتیں ہرگز جھوٹ نہیں بولیں گی۔ہم سب عورتوں کا اکرام کیا گیا۔تم سب عورتیں ضرور بالضرور جاؤ۔تم دو مرد ہرگز مت بولو۔

باب تفاعل کی پانچ خاصیات مع امثلہ لکھئے۔

جواب ..... ① اردو جملوں کا عربی میں ترجمہ:۔ لَتَكْتُبَانِّ ۔ لَتَأْكُلُنَّ ۔ لَنْ يَكْذِبْنَ ۔ اُكْرِمْنَا ۔ اِذْهَبْنَانِّ ۔ لَاتَتَكَلَّمَانِّ ۔

② باب تفاعل کی پانچ خاصیات مع امثلہ:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۴۰ھ ۔

الشق الثانی .....درج ذیل صیغوں کا معنی، بحث، باب اور ہفت اقسام کی تعیین کے ساتھ وضاحت کریں(وَلْتَأْتِ ، اَرْجِهْ، اِمَّاتَرَيِنَّ: لَمْ يَكُ: مِتْنَا) باب استفعال کی پانچ خاصیات مع امثلہ لکھئے۔

جواب ..... ① مذکورہ صیغوں کی وضاحت:۔

وَلْتَأْتِ: صیغہ واحد مؤنث غائب بحث فعل امر غائب معلوم از مصدر اِتْيَانٌ از باب ضرب از ہفت اقسام مہموز وناقص یائی بمعنی آنا۔

اَرْجِهْ: صیغہ واحد مذکر حاضر بحث امر حاضر معروف از مصدر اِرْجَاءٌ از باب افعال از ہفت اقسام ناقص بمعنی مہلت دینا۔

اِمَّاتَرَيِنَّ: صیغہ واحد مؤنث حاضر بحث نون ثقیلہ معلوم از مصدر رَأْيٌ و رُؤْيَةٌ باب فتح مہموز العین وناقص یائی بمعنی دیکھنا۔

لَمْ يَكُ: صیغہ واحد مذکر غائب بحث نفی جحد بلم معلوم از مصدر كَوْنًا از باب نصر از ہفت اقسام اجوف واوی بمعنی ہونا۔

مِتْنَا : صیغہ جمع متکلم بحث فعل ماضی معلوم از مصدر مَوْتًا از باب سمع از ہفت اقسام اجوف واوی بمعنی مرنا۔

② باب استفعال کی پانچ خاصیات مع امثلہ:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۳ھ ۔

﴿الورقة الثالثة فی الفقه(مختصر القدوری)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل .....وَإِذَا تَجَاوَزَ الدَّمُ عَلَى الْاَرْبَعِيْنَ وَقَدْ كَانَتْ هٰذِهِ الْمَرْاَةُ وَلَدَتْ قَبْلَ ذٰلِكَ وَلَهَا عَادَةٌ فِي النِّفَاسِ رُدَّتْ إِلَى اَيَّامِ عَادَتِهَا وَاِنْ لَمْ تَكُنْ لَهَا عَادَةٌ فَنِفَاسُهَا اَرْبَعُوْنَ يَوْمًا ۔

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں۔حیض، نفاس واستحاضہ کی تعریف وحکم اور اقل واکثر مدت کی تعیین کریں۔

جواب.....کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی۱۴۳۴ و الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۴۱ھ۔

الشق الثانی .....وَمَنْ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ وَهُوَ مُسَافِرٌ اَوْخَارِجَ الْمِصْرِوَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْمِصْرِ نَحْوُ الْمِيْلِ اَوْاَكْثَرَ اَوْكَانَ يَجِدُ الْمَاءَ اِلَّا اَنَّهُ مَرِيْضٌ فَخَافَ اِنِ اسْتَعْمَلَ الْمَاءَ اِشْتَدَّ مَرَضُهُ اَوْخَافَ الْجُنُبُ اِنِ اغْتَسَلَ بِالْمَاءِ

يَقْتُلُهُ الْبَرْدُ اَوْيُمَرِّضُهُ فَاِنَّهُ يَتَيَمَّمُ بِالصَّعِيْدِ۔(ص۸۔امدادیہ)

عبارت پراعراب لگا کرترجمہ وجامع تشریح کریں۔تیمّم کالغوی واصطلاحی معنی اورطریقہ ذکرکریں۔

جواب.....مکمل جواب کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۲ھ ۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....اَلْاَذَانُ سُنَّةٌ لِلصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَالْجُمُعَةِ دُوْنَ مَا سِوَاهَا وَلَاتَرْجِيْعَ فِيهِ وَ يَزِيْدُ فِيْ اَذَانِ الْفَجْرِ بَعْدَ الْفَلَاحِ اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ وَالْاِقَامَةُ مِثْلُ الْاَذَانِ اِلَّا اَنَّهُ يَزِيْدُ فِيْهَا بَعْدَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ مَرَّتَيْنِ وَيَتَرَسَّلُ فِي الْاَذَانِ وَيَحْدِرُ فِي الْاِقَامَةِ ۔(باب الاذان)

عبارت پراعراب لگا کرترجمہ کریں۔عبارت کی تشریح کرتے ہوئے ترجیع،ترسل اورحدر کامعنی بھی لکھیں۔بغیروضواذان و اقامت اورجنابت کی حالت میں اذان دینے کاحکم تحریرکریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں درج ذیل امورکاحل مطلوب ہے:① عبارت پراعراب ② عبارت کاترجمہ ③ عبارت کی تشریح اورترجیع،ترسل وحدرکامعنی ④ بغیروضواذان واقامت اورجنابت کی حالت میں اذان دینے کاحکم۔

جواب..... ① عبارت پراعراب:۔کما مرّ فی السوال آنفا۔

② عبارت کاترجمہ:۔اذان پانچوں نمازوں اورجمعہ کیلئے سنت ہے،نہ کہ ان کےعلاوہ کیلئے اور(احناف کےنزدیک)اذان میں ترجیع نہیں ہے۔اورمؤذن فجرکی اذان میں حیّ علی الفلاح کے بعددومرتبہ الصلوۃ خیرمن النوم کی زیادتی کرے گا۔اوراقامت بھی اذان کی مثل ہےمگراس میں حیّ علی الفلاح کے بعددومرتبہ قدقامت الصلوۃ کی زیادتی کرے گا۔مؤذن اذان میں ترسیل کرےاور اقامت میں حدرکرے۔

③ عبارت کی تشریح اورترجیع،ترسل وحدرکامعنی:۔ پانچوں فرض نمازوں اورجمعہ کیلئے اذان مسنون ہے۔گوبعض مشائخ اس کو واجب کہتے ہیں کیونکہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ ترکِ اذان پراتفاق کرنے والوں سے قتال کیاجائے گااورقتال ترکِ واجب پرہوتا ہے،نہ کہ ترکِ سنت پر۔صحیح یہ ہے کہ اذان سنت ہی ہےالبتہ اسکےترک پراتفاق کرنے والوں سےقتال کرنا ضروری ہے۔

احناف کےنزدیک کلماتِ اذان میں ترجیع نہیں ہے،امام مالک اورامام شافعی فرماتے ہیں کہ اذان میں ترجیع سنت ہے۔ (کلماتِ اذان میں سے شہادتین کوچارمرتبہ یعنی دومرتبہ آہستہ اوردومرتبہ بلندآواز سے کہنا ترجیع ہے)۔

فجرکی اذان میں حیّ علی الفلاح کے بعددومرتبہ الصلوۃ خیرمن النوم کی زیادتی کرنامستحب ہے،حضرت بلالؓ کی طرف سےآپ ﷺ کوجگانے کیلئے اس اضافہ کوآپ ﷺ نے پسندکرتے ہوئے اذانِ فجرمیں شامل کرنے کاحکم فرمایاتھا۔

اقامت بھی اذان کی مثل ہےیعنی کلمات کی تعدادیکساں ہےالبتہ اس میں حیّ علی الفلاح کے بعددومرتبہ قدقامت الصلوۃ کا اضافہ کیاجائے گا۔

مؤذن اذان میں ترسیل کرے گااوراقامت میں حدرکرے گا۔ترسیل کامطلب یہ ہے کہ کلماتِ اذان میں سےتکبیرکوایک سانس میں دودومرتبہ اوربقیہ کلمات کوایک سانس میں ایک ہی مرتبہ کہاجائے۔اورحدرکامطلب یہ ہے کہ کلماتِ اقامت میں سے چارکلماتِ تکبیرایک سانس میں اوربقیہ دودوکلمات ایک سانس میں کہےجائیں۔(التکمیل الضروری)

④ بغیروضواذان واقامت اورجنابت کی حالت میں اذان دینے کاحکم:۔

مناسب یہ ہے کہ اذان واقامت باوضوہوکرکہی جائے،کیونکہ یہ ذکر ہیں اورذکرباوضوکرنا چاہئے،نیزلوگوں کونمازکی طرف بُلا کریاتکبیر کہہ کرخودوضوکیلئے چلے جانامناسب عمل ہے۔البتہ اگرکسی نے بلاوضواذان دیدی تویہ عمل جائز ہے،مگربلاوضوتکبیرکہنا مکروہ ہے۔

جنابت کی حالت میں اذان کہنا توبالکل ہی مکروہ ہے۔(وجہ ابھی گزرچکی ہے)

الشق الثانی.....وَيُعْتَبَرُ فِيْ حَقِّ الْمَرْاَةِ اَنْ يَكُوْنَ لَهَا مُحْرِمٌ يَحُجُّ بِهَا اَوْ زَوْجٌ وَلَا يَجُوْزُ لَهَا اَنْ تَحُجَّ

بِغَيْرِهِمَا اِذَا كَانَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ مَكَّةَ مَسِيْرَةُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فَصَاعِدًا۔ (ص ۴۸۔امدادیہ)

عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں۔حج کی اصطلاحی تعریف اور وجوب کی شرائط تحریر کریں۔مواقیت الحج سے کیا مراد ہے؟ اور حج کے مواقیت کون کون سے ہیں؟ وضاحت سے تحریر کریں۔

جواب.....کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۴۳ و الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۲ھ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....الطلاق علی ثلاثة اوجه: احسن الطلاق و طلاق السنة و طلاق البدعة.....

طلاق کی اصطلاحی تعریف کر کے طلاق کی اقسام ثلاثہ میں سے ہر ایک کی وضاحت کریں۔طلاق کے احسن وحسن ہونے کا کیا مطلب ہے؟ والسنة فی الطلاق من وجهین کی تشریح کیجئے۔

جواب..... ① طلاق کی تعریف واقسامِ ثلاثہ کی وضاحت:۔کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۷ھ۔

② طلاق کے احسن وحسن ہونے کا مطلب:۔طلاق کی قسمِ اول کو احسن اور قسمِ ثانی (سنی) کو حسن کہتے ہیں۔باقی قسمِ اول کے احسن ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اچھی و پسندیدہ طلاق ہے۔بلکہ مطلب یہ ہے کہ بقیہ اقسامِ طلاق (سنۃ وبدعۃ) کی بنسبت یہ بہتر ہے، کیونکہ اس میں شوہر کیلئے تدارک وازالہ کی گنجائش باقی رہتی ہے۔

③ والسنة فی الطلاق من وجهین کی تشریح:۔طلاقِ سنت کی دو قسمیں ہیں ① سنت کی الوقت ② سنت فی العدد۔جو طلاق احسن طریقہ پر دی جاتی ہے اگر اس میں وقت کا لحاظ رکھا جائے تو یہ طلاق سنت فی الوقت ہوگی اور اگر تعداد کا لحاظ رکھا جائے تو طلاق سنت فی العدد ہوگی۔طلاق سنت فی العدد میں مدخول بہا اور غیر مدخول بہا دونوں برابر ہیں اس میں عورت کو ایک طہر میں ایک طلاق دیجاتی ہے اور سنت فی الوقت بالخصوص مدخول بہا کیلئے ہوتی ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ مرد عورت کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو اور غیر مدخول بہا کو طلاق دینے کی صورت یہ ہے کہ اس کو طہر اور حیض کے زمانے میں طلاق دیدے۔امام زفرؒ کے نزدیک غیر مدخول بہا کو حالتِ حیض میں طلاق دینا مکروہ تحریمی ہے، امام مالک کی بھی ایک روایت یہی ہے۔یہ احناف کے نزدیک جائز ہے۔

الشق الثانی.....اِذَا قَذَفَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ بِالزِّنَا وَ هُمَا مِنْ اَهْلِ الشَّهَادَةِ وَ الْمَرْاَةُ مِمَّنْ يُّحَدُّ قَاذِفُهَا اَوْ نَفٰى نَسَبَ وَلَدِهَا وَ طَالَبَتْهُ الْمَرْاَةُ بِمُوْجِبِ الْقَذْفِ فَعَلَيْهِ اللِّعَانُ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔لعان کا مکمل طریقہ وضاحت سے لکھیں۔خط کشیدہ جملوں کے فوائدِ قیود ذکر کریں اور بتائیں کہ بچہ کا نسب کس سے ثابت ہوگا؟

جواب..... ① عبارت پر اعراب، ترجمہ وفوائدِ قیود:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۹ھ

② لعان کا طریقہ:۔کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۷ھ۔

③ بچہ کے نسب کا ثبوت۔جب زوجین قسمیں کھاتے ہوئے ایک دوسرے کا انکار کردیں گے تو قاضی بچہ کا نسب باپ سے ساقط کر کے ماں کے ساتھ ملادے گا، آئندہ بچہ باپ کی بجائے ماں کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا۔

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه (اصول الشاشی و آسان اصول فقه)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....وَاَمَّا الْعَامُ فَنَوْعَانِ عَامٌ خُصَّ عَنْهُ الْبَعْضُ وَعَامٌ لَمْ يُخَصَّ عَنْهُ شَيْئٌ فَالْعَامُ الَّذِیْ لَمْ يُخَصَّ عَنْهُ شَيْئٌ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْخَاصِّ فِیْ حَقِّ لُزُوْمِ الْعَمَلِ بِهٖ لَا مَحَالَةَ.....

عبارت کا ترجمہ وتشریح کریں۔خاص وعام کی تعریف کریں اور خاص کی اقسامِ ثلاثہ مثال کے ساتھ لکھیں۔

جواب..... ① عبارت کا ترجمہ وتشریح:۔کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۵ھ۔

② خاص وعام کی تعریف:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول والشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۱ھ۔

③ خاص کی اقسامِ ثلاثہ کی وضاحت:۔ خاص کی تین اقسام ہیں ① خاص الجنس: کہ معنیٰ کے اعتبار سے اُسکی جنس خاص ہو اگرچہ مصداق متعدد ہوں جیسے انسان ② خاص النوع: کہ معنیٰ کے اعتبار سے اُسکی نوع خاص ہو اگرچہ مصداق متعدد ہوں جیسے رجل ③ خاص العین: کہ اُسکا مصداق معین شخص ہو اس میں شرکت کا احتمال نہ ہو البتہ متعدد اوضاع کی وجہ سے اُس میں شرکت ہوسکتی ہو جیسے زید، اسکو اخص الخاص بھی کہتے ہیں۔

الشق الثانی.....وَلَئِنْ قَالَ اِذَا حَلَفَ لَايَضَعُ قَدَمَهٗ فِیْ دَارِفُلَانٍ يَحْنَثُ لَوْ دَخَلَهَا حَافِيًا اَوْمُتَنَعِّلًا اَوْ رَاكِبًا وَكَذٰلِكَ لَوْ حَلَفَ لَا يَسْكُنُ دَارَ فُلَانٍ يَحْنَثُ لَوْ كَانَتِ الدَّارُ مِلْكاً لِفُلَانٍ اَوْ كَانَتْ بِاُجْرَةٍ اَوْ عَارِيَةٍ وَذٰلِكَ جَمْعٌ بَيْنَ الْحَقِيْقَةِ وَالْمَجَازِ وَكَذٰلِكَ لَوْ قَالَ عَبْدُه حُرٌّ يَوْمَ يَقْدَمُ فُلَانٌ فَقَدِمَ فُلَانٌ لَيْلًا اَوْنَهَارًا يَحْنَثُ.

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عبارت کی تشریح کر کے عبدہ حر یوم یقدم فلان کا حکم تحریر کریں۔ حقیقت ومجاز کی تعریف کریں اور حقیقت کی اقسام کی وضاحت کریں۔

جواب.....کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث۱۴۳۵ و الشق الاول من السوال الثانی۱۴۳۳ھ و الشق الاول من السوال الثالث۱۴۳۷ھ۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....اختلف الناس فی الامر المطلق ای المجرد عن القرینة الدالة علی اللزوم و عدم اللزوم۔

امر مطلق کی تعریف وحکم ذکر کریں۔ امر بالفعل تکرار کو مقتضی نہیں ہے تو پھر عبادات میں تکرار کس بنیاد پر ہے؟ قضاء کی تعریف کریں اور اس کی اقسام تحریر کریں۔

جواب.....کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی۱۴۳۶ و۱۴۳۹ و الشق الثانی من السوال الاول۱۴۳۶ھ

الشق الثانی.....اَلنَّهْیُ نَوْعَانِ : نَهْیٌ عَنِ الْاَفْعَالِ الْحِسِّيَّةِ....وَ نَهْیٌ عَنِ التَّصَرُّفَاتِ الشَّرْعِيَّةِ.... وَ عَلٰی هٰذَا قَالَ اَصْحَابُنَا اَلنَّهْیُ عَنِ التَّصَرُّفَاتِ الشَّرْعِيَّةِ يَقْتَضِیْ تَقْرِيْرَهَا وَبِذٰلِكَ اَنَّ التَّصَرُّفَاتِ بَعْدَ النَّهْیِ يَبْقٰی مَشْرُوْعًا كَمَا كَانَ لِاَنَّهٗ لَوْ لَمْ يَبْقَ مَشْرُوْعًا كَانَ الْعَبْدُ عَاجِزًا عَنْ تَحْصِيْلِ الْمَشْرُوْعِ وَحِيْنَئِذٍ كَانَ ذٰلِكَ نَهْيًا لِلْعَاجِزِ وَذٰلِكَ مِنَ الشَّارِعِ مُحَالٌ۔

عبارت پر اعراب لگائیں۔ نہی کی تعریف کر کے دونوں انواع اور ان کا حکم واضح کریں۔ تفریع کی تشریح کریں۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفا۔

② نہی کی تعریف:۔ نہی کا لغوی معنیٰ روکنا ہے اور اصطلاح میں النهی هو قول القائل لغيره علی سبيل الاستعلاء لَا تَفْعَلْ (اوطلب الكف عن الفعل علی وجه الاستعلاء) خود کو بڑا سمجھتے ہوئے دوسرے کو کسی کام سے روکنا۔ جیسے لا تقربوا الزنا (زنا کے قریب نہ جاؤ)۔ لَا تشرب الماء (پانی نہ پی)۔

③ نہی کی انواع اور ان کا حکم:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۹ھ۔

④ تفریع کی تشریح:۔ تصرفات شرعیہ اور امور شرعیہ سے نہی چونکہ بذاتہ حسن اور لغیرہ قبیح ہوتی ہے اسلئے احناف نے کہا ہے کہ تصرفات شرعیہ اور امور شرعیہ سے نہی ان تصرفات وامور کی تقریر اور انکو حسبِ سابق باقی رکھنے کا تقاضہ کرتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ تصرفِ شرعی اور امرِ شرعی نہی کے بعد اسی طرح مشروع رہے گا جس طرح نہی سے پہلے مشروع تھا۔ دلیل سے پہلے دو باتیں ذہن نشین فرمالیں ① نہی اور نفی میں فرق: نہی کی صورت میں فعل کا نہ ہونا بندے کے اختیار سے ہوتا ہے، چنانچہ فعل منہی عنہ جس کا ارتکاب بندے کے اختیار میں ہے اگر وہ اس کے ارتکاب سے رک گیا تو ثواب کا مستحق ہوگا اور اگر نہیں رکا اور ارتکاب کر لیا تو عذاب کا مستحق ہوگا۔ اور نفی کی صورت میں فعل کا نہ ہونا بندے کے اختیار سے نہیں ہوتا۔ چنانچہ فعلِ منفی سے رکنے پر بندہ ثواب کا مستحق نہیں ہوتا کیونکہ فعل منفی سے رُکنا اس فعل کے فی نفسہ معدوم ہونے کی وجہ سے ہے بندے کے اختیار کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے اور جس

کام میں بندے کے اختیار کو دخل نہ ہو اس کی وجہ سے بندہ ثواب کا مستحق نہیں ہوتا۔ لہٰذا فعل منفی سے رکنے پر بندہ ثواب کا مستحق نہیں ہوگا۔ مثلاً اگر برتن میں پانی موجود ہو اور مخاطب سے کہا جائے: **لا تشرب** (مت پیو) یہ نہی ہے کیونکہ اس میں مخاطب کا نہ پینا اس کے اختیار سے ہے اور اگر برتن میں پانی موجود ہی نہ ہو اور کہا جائے: **لا تشرب**، تو یہ نفی ہے کیونکہ اس صورت میں نہ پینا بندے کے اختیار میں نہیں ہے بلکہ پانی معدوم ہونے کی وجہ سے ہے۔ ② ہر چیز پر اختیار اس کے مناسب ہوتا ہے چنانچہ افعالِ حسیہ کا اختیار حسی قدرت کا حاصل ہونا ہے مثلاً انسان اپنے اختیار اور قدرت سے فعلِ زنا پر قادر ہے اور افعالِ شرعیہ پر اختیار یہ ہے کہ اس میں فعل کا اختیار شارع کی جانب سے ہوتا ہے ان میں حسی اختیار کافی نہیں ہے، یعنی اگر شارع نے اس فعل کے کرنے کی اجازت دیدی تو یہ فعل شرعا بندے کے اختیار اور قدرت میں ہوگا اور اگر اجازت نہ دی تو یہ عمل شرعا بندے کے اختیار اور قدرت میں نہیں ہوگا، اگرچہ حسًا بندے کے اختیار اور قدرت میں ہے۔ اب دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اگر فعل شرعی اور تصرف شرعی نہی کے بعد بالکل مشروع نہ رہے تو بندہ اس فعل مشروع کو (جو نہی کی وجہ سے منہی عنہ ہو گیا ہے) حاصل کرنے سے عاجز ہوگا اس طور پر کہ افعال شرعیہ پر اختیار اور قدرت شارع کی جانب سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے سابق میں بیان کیا ہے۔ پس فعل شرعی نہی کے بعد اگر بالکل مشروع نہ رہا تو یہ فعل شرعی شرعا بندے کے قدرت اور اختیار میں بھی نہیں رہے گا اگرچہ حسًا بندے کے اختیار اور قدرت میں رہے گا اور جب فعل شرعی نہی کے بعد شرعا بندے کے اختیار اور قدرت میں نہیں رہا تو بندہ شرعا اس فعل شرعی کے کرنے سے عاجز ہوگا اور یہ نہی عاجز کیلئے ہوگی اور عاجز کو منع کرنا انتہائی قبیح اور برا ہے۔ اور اس قبیح اور برائی کی وجہ سے شارع کا عاجز کو منع کرنا محال ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....اجماع کسے کہتے ہیں اور اسکی کتنی اقسام ہیں؟ ہر ایک کی تعریف و مثال تحریر کریں۔ سندِ اجماع کا کیا مطلب ہے؟ اور وہ کیا کیا ہیں؟ مثالوں سے واضح کریں۔ اجماعِ سکوتی کے معتبر ہونے کی شرائط لکھیں۔

جواب.....بقیہ جواب **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۸ و ۱۴۴۱ھ**۔

① اجماعِ سکوتی کے معتبر ہونے کی شرائط۔ اجماع سکوتی کے معتبر ہونے کی شرائط یہ ہیں: ① اس مجتہد کی رائے تمام اہلِ علم تک پہنچ چکی ہو۔ ② اظہار رائے کے بعد اتنا عرصہ گذر چکا ہو جو اہل علم کیلئے اس پر غور و خوض کرنے کیلئے کافی ہو۔ ③ وہ مسئلہ اجتہادی ہو، چنانچہ اگر کسی قطعی مسئلہ میں نص کے خلاف کسی مجتہد نے فتوی دیا اور دوسرے لوگوں نے اس پر سکوت اختیار کیا تو یہ اس سے موافقت کی دلیل نہ ہوگی، بلکہ اس بات کی علامت ہوگی کہ یہ مسئلہ قابلِ توجہ نہیں ہے۔ دلیل ارشادِ باری تعالیٰ ہے: **ومن یشاقِقِ الرسول مِن بعدِ ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیلِ المؤمِنین نُولّه ما تولّٰی ونصلِهٖ جهنم وسائت مصیرا** یہاں اجماع سبیل المؤمنین ہے اور اس سے انحراف اس کے غیر کی اتباع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **اِنّ امتِی لن تجتمِعَ علٰی ضلالة** اس مضمون کی متعدد روایات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امت غیر درست بات پر جمع نہیں ہو سکتی۔

الشق الثانی.....عرف کی تعریف اور اسکی اقسام مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔ سدِ ذرائع، شرائع ماقبل اور استصحاب کی تعریف مع امثلہ بیان کریں۔ استحسان اور مصالحِ مرسلہ کی وضاحت کریں۔

جواب.....**کمامرّ فی السوال الثالث۱۴۳۸ھ و فی الشق الثانی من السوال الثالث۱۴۳۹ و ۱۴۴۳ھ**۔

0313 6357915 mukabazakariyamultan@gmail.com

﴿الورقة الخامسة فی النحو (هدایة النحو)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....**اَمَّا الْعَدْلُ فَهُوَ تَغَيُّرُ اللَّفْظِ مِنْ صِيغَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ اِلٰى صِيغَةٍ اُخْرٰى تَحْقِيقًا اَوْ تَقْدِيرًا وَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ وَزْنِ الْفِعْلِ اَصْلًا وَيَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ.... وَ مَعَ الْوَصْفِ ....** (ص۱۸۔ امدادیہ)

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ عدل تحقیقی و تقدیری کی تعریف و امثلہ ذکر کریں۔ عدل کے علمیت و وصف کے ساتھ جمع ہونے کی مثالیں لکھیں۔

جواب.....**مکمل جواب کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث۱۴۲۹ھ**۔

الشق الثانی ..... اَمَّا الْعُجْمَةُ فَشَرْطُهَا اَنْ تَكُوْنَ عَلَمًا فِی الْعُجْمَةِ وَ زَائِدَةً عَلٰی ثَلَاثَةِ اَحْرُفٍ كَاِبْرَاهِيْمَ اَوْ ثُلَاثِيًّا مُتَحَرِّكَ الْاَوْسَطِ كَشَتَرَ ، فَلِجَامٌ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ عَلَمِيَّتِهٖ وَ نُوْحٌ مُنْصَرِفٌ لِسُكُوْنِ الْاَوْسَطِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر واضح تشریح کریں۔ وصف، جمع اور وزنِ فعل کیلئے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرائط کیا ہیں؟

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں عجمہ کے غیر منصرف میں مؤثر ہونے کی شرائط کا ذکر ہے۔ فرمایا کہ عجمہ کے غیر منصرف میں مؤثر ہونے کی دو شرطیں ہیں ① لغتِ عجم میں وہ کسی کا علم یعنی نام ہو خواہ حقیقۃً علم ہو جیسے ابراہیم یا حکماً علم ہو یعنی عجم میں علم نہیں تھا لیکن عربی لغت میں آنے سے پہلے علم ہو گیا جیسے قالون، یہ لفظ عجمی لوگ ہر جید چیز پر بولتے تھے لیکن بعد میں عربی میں منتقل ہونے سے پہلے قراء میں سے ایک قاری کا علم بن گیا ② یہ شرط دو شرطوں کا مجموعہ ہے جن میں سے ایک شرط کا ہونا ضروری ہے، پہلی شرط تو یہ ہے کہ وہ کلمہ علم ہونے کے ساتھ ساتھ تین حرفوں سے زائد ہو دوسری شرط یہ ہے کہ اگر وہ کلمہ تین حرفی ہو تو پھر درمیان والا حرف متحرک ہو، اوّل کی مثال **ابراھیم** ہے اور ثانی کی مثال **شَتَرَ** (ایک قلعہ کا نام) ہے۔ پس **لجام** علم نہ ہونے کی وجہ سے اور **نوح** ساکن الاوسط ہونے کی وجہ سے منصرف ہیں۔

③ **كما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۲، ۱۴۳۸ والشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۰ھ**

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل .....**و اعلم انّ المنادٰی علٰی اقسام: فان كان مفردا معرفة يبنى علٰى علامة الرفع كالضمة و نحوها نحو.... ويخفض بلام الاستغاثة نحو.... ويفتح بالحاق الفها نحو....**

منادیٰ و منادیٰ مرخم کی تعریف کریں۔ عبارت کی تشریح کریں۔ منادیٰ کی اقسام کا اعراب مع امثلہ تحریر کریں۔

جواب .....مکمل جواب **كما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۰ و الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۶ھ**

الشق الثانی .....عَطْفُ الْبَيَانِ تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوْضِحُ مَتْبُوْعَهٗ وَهُوَ اَشْهَرُ اِسْمَیْ شَيْئَيْنِ نَحْوُ قَامَ اَبُوْ حَفْصٍ عُمَرُ وَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَلَايَلْتَبِسُ بِالْبَدَلِ لَفْظًا فِیْ مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ۔

اَنَا ابْنُ التَّارِكِ الْبِكْرِیِّ بِشْرٍ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهٗ وُقُوْعًا

مذکورہ عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ و تشریح کریں۔ بدل اور عطف بیان کے درمیان لفظی اور معنوی فرق واضح کریں شعر کا مطلب و ترکیب تحریر کریں نیز یہ بتائیں کہ فی مثل قول الشاعر میں ''مثل'' سے کیا مراد ہے۔ (ص ۵۷: امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾ .....اس سوال میں سات امور مطلوب ہیں ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح ④ بدل اور عطف بیان کے درمیان لفظی و معنوی فرق ⑤ شعر کا مطلب ⑥ شعر کی ترکیب ⑦ مثل کی مراد۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كمامرّ فی السوال آنفا۔**

② عبارت کا ترجمہ:۔ عطفِ بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور وہ شیئ کے دو ناموں میں سے مشہور نام ہوگا جیسے **قام ابوحفص عمر** اور **قام عبداللّٰه بن عمر** اور یہ لفظی طور پر بدل کے ساتھ نہیں ملتبس ہوتا شاعر کے قول کی مثل میں (ترجمہ: مَیں بیٹا ہوں ایسے شخص کا جو چھوڑنے والا ہے بکری بشر (بہادر) کو اس حال میں کہ اس پر پرندے واقع ہونے کا انتظار کر رہے ہیں)

③ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے عطف بیان کی تعریف ذکر کی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہو (بلکہ اسم ہو) اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے اور وہ شیئ کے دو ناموں میں سے مشہور نام ہو۔ اس تعریف میں لفظ **تابع** بمنزلِ جنس کے ہے سارے توابع کو شامل ہے۔ **غير صفة** فصل اوّل ہے **يوضح متبوعه** یہ فصل ثانی ہے اس سے عطف بیان کے علاوہ باقی تمام توابع خارج ہو گئے کیونکہ وہ اپنے متبوع کی وضاحت نہیں کرتے نیز صاحبِ مفصل کے بیان کے مطابق **وهو اشهر اسمی شيئ** یہ بھی تعریف کا حصہ ہے کہ عطف بیان دو ناموں میں سے مشہور نام ہونا چاہیے۔ پھر مصنفؒ نے اس کی دو مثالیں ذکر فرمائیں ہیں پہلی مثال

قام ابوحفص عمر نام کے مشہور ہونے کی ہے اور دوسری مثال **قال عبداللّٰہ ابن عمر** کنیت کے زیادہ مشہور ہونے کی ہے۔

❹ بدل اور عطف بیان کے درمیان لفظی اور معنوی فرق:۔ عطف بیان اور بدل میں معنوی فرق یہ ہے کہ بدل میں تابع مقصود ہوتا ہے اور عطف بیان میں متبوع مقصود ہوتا ہے اور یہ اسکو بیان کرنیوالا ہوتا ہے۔ یہ فرق واضح تھا اسلئے مصنف رحمہ اللہ نے ذکر نہیں کیا۔

لفظی فرق: یہ فرق چونکہ مخفی تھا اس کو مصنف نے اس شعر میں ذکر کیا ہے **انا ابن التارك البكرى بشرٍ الخ**۔

❺ شعر کا مطلب:۔ شعر کا مطلب سمجھنے سے قبل شعر کا ترجمہ دیکھ لیں تا کہ مطلب سمجھنے میں آسانی ہو (میں بیٹا ہوں ایسے شخص کا جو چھوڑنے والا ہے بکری بشر (بہادر) کو اس حال میں کہ اس پر پرندے واقع ہونے کا انتظار کر رہے ہیں) یعنی میرا باپ اس قدر بہادر ہے کہ وہ بکری بشر جیسے بہادر شخص کو بھی اس طرح شکست فاش دیتا ہے کہ پرندے اس پر انتظار کر رہے ہوتے ہیں کہ کس وقت اسکی روح پرواز کرے اور ہم اسکو نوچیں۔ الغرض **بشر، البکری** سے عطفِ بیان ہے اگر ہم اس کو عطفِ بیان نہ بنائیں بلکہ بدل بنائیں اور **البکری** کو مبدل منہ بنائیں تو پھر اس میں ایک خرابی لازم آئیگی کیونکہ ضابطہ ہے کہ بدل تکرارِ عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو عامل مبدل منہ کا ہوتا ہے وہی عامل بدل کا بھی ہوتا ہے لہٰذا **التارك** جیسے **البکری** کی طرف مضاف ہے اسی طرح **بشرٍ** کی طرف بھی مضاف ہوگا تو تقدیرِ عبارت ہوگی **التارك بشرٍ**، تو یہ ترکیب **الضاربِ زیدٍ** کی مثل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ بخلاف عطفِ بیان بنانے کے کہ اس میں عامل مکرر نہیں ہوتا اس وجہ سے یہ ترکیب صحیح ہوگی۔

❻ شعر کی ترکیب:۔ **انا** ضمیر مبتدا **ابن** مضاف **التارك** مضاف الیہ مضاف **البکری** معطوف علیہ **بشر** معطوف بعطفِ بیان، معطوف علیہ اپنے معطوف سے ملکر ذوالحال **علیه** جار مجرور ملکر متعلق ہوا **کائنًا** اسم فاعل کے، **کائنًا** اسم فاعل اسمیں **ھو** ضمیر ذوالحال، **الطیر** مبتدا **ترقب** فعل **ھی** ضمیر مستتر ذوالحال ہٗ ضمیر مفعول بہ **و قوعًا ھی** ضمیر کا حال، ذوالحال حال ملکر فاعل ہوا **ترقب** فعل کا، فعل اپنے فاعل و مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ خبر یہ ہوکر **کائنا** کی **ھو** ضمیر کا حال، ذوالحال اپنے حال سے ملکر فاعل ہوا **کائنا** کا، **کائنا** اسم فاعل اپنے فاعل و متعلق سے ملکر شبہ جملہ ہوکر خبر ہوئی **الطیر** مبتدا کی۔ مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوکر **البکری بشر** کا حال، ذوالحال حال ملکر **التارك** کا مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ ملکر **ابن** کا مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ ملکر خبر ہوئی مبتدا کی، مبتدا اپنی خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبر یہ ہوا۔

❼ مثل کی مراد:۔ مثل سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں عطفِ بیان کا متبوع معرف باللام ہو اور وہ متبوع کسی صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو جیسے یہ شعر ہے اس میں بشر عطفِ بیان ہے اور اس کا متبوع البکری معرف باللام ہے اور یہ متبوع التارک صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ١٤٤٤ھ

الشق الاوّل .....افعالِ مدح وذم کی تعریف کر کے ان کی تعداد مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔ ان افعال کے فاعل کے استعمال کی صورتیں مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔

"**نعم رجلا زید**" کس چیز کی مثال ہے؟ نیز اس مثال کی ترکیب کریں۔ (ص۱۰۲: امدادیہ)

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال میں تین امور مطلوب ہے: ① افعالِ مدح وذم کی تعریف و تعداد مع امثلہ ② افعالِ مدح وذم کے فاعل کے استعمال کی صورتیں مع امثلہ

جواب ..... ① افعالِ مدح وذم کی تعریف و تعداد مع امثلہ:۔ افعالِ مدح وذم وہ افعال ہیں جن کو کسی کی مدح و مذمت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

افعالِ مدح وذم چار ہیں۔ ان میں سے دو فعل مدح ہیں: ① **نِعْمَ** ② **حَبَّ** اور دو فعل ذم ہیں: ① **بئس** ② **ساء**۔ ان کے مابعد والا اسم ان کا فاعل ہوتا ہے اور مرفوع ہوتا ہے اور اسے مخصوص بالمدح یا مخصوص بالذم کہتے ہیں جیسے "**نعم الرجل زید، حبّذا زید، بئس الرجل عمرو، ساء الرجل زید**"۔

❷ افعالِ مدح وذم کے فاعل کے استعمال کی صورتیں مع امثلہ:۔ افعال مدح وذم کا فاعل تین طریقوں پر استعمال ہوتا ہے:
① کبھی ان کا فاعل اسم معرف باللام ہوتا ہے جیسے نعم الرجل زیدٌ ② کبھی ان کا فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے جیسے نعم غلامُ الرجلِ زیدٌ ③ کبھی ان کا فاعل ضمیر ہوتا ہے جیسے نعم رجلًا زیدٌ۔
جب افعالِ مدح وذم کا فاعل ضمیر ہو تو اس کی تمیز لانا ضروری ہے اور وہ تمیز دو طرح کی ہوتی ہے: ① اس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوگی جیسے نِعمَ رجلًا زیدٌ ② اسکی تمیز مَا کے ساتھ لائی جائے گی جو شیئًا کے معنیٰ میں ہوگی جیسے فنِعمّا ھی اصل میں نِعْمَ مَاھِی تھا پہلی میم کو ساکن کر کے دوسری میم میں ادغام کر دیا پھر عین اور میم کے درمیان اجتماع ساکنین ہوا، عین کو کسرہ دیدیا فنِعِمّا ہوگیا فَنِعِمّا ھی کا معنیٰ ہوگا نِعْمَ شیئًا ھی۔

❸ "نعم رجلا زید" کی مثال وترکیب کی وضاحت:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۰ھ۔

الشق الثانی.....حروفِ ایجاب کون کون سے ہیں؟ مثالوں کے ساتھ اس طرح ذکر کریں کہ باہم فرق واضح ہوجائے۔ حروفِ تنبیہ کیا ہیں؟ مثالوں کے ساتھ تحریر کیجئے۔ حروفِ تحضیض کی تعریف کریں اور مثالوں کے ساتھ واضح کریں۔

جواب..... ❶ و ❷ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۸ والشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۷ھ

❸ حروف تحضیض کی تعریف وامثلہ:۔ حروفِ تحضیض وہ حروف کہلاتے ہیں جو مضارع پر داخل ہوں تو فعل پر برانگیختہ کریں اور اگر ماضی پر داخل ہوں تو فعل کے ترک پر ملامت کریں۔
حروفِ تحضیض چار ہیں ھَلَّا، اَلَّا، لَوْمَا، لَوْلَا۔ جیسے ھلّا تاکل، الّا تضرب زیدًا، لوما تنظر، لولا تمشی۔

﴿الورقة السادسة فی النحو والمنطق (شرح مأة عامل و تیسیر المنطق)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....وَقَدْ تَكُوْنُ لِلتَّعْلِيْلِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تعالٰی: اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ وَلِلْمُصَاحَبَةِ نَحْوُ اِشْتَرَيْتُ الْفَرَسَ بِسَرْجِهٖ وَلِلتَّعْدِيَةِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَنَحْوُ ذَهَبْتُ بِزَيْدٍ اَیْ اَذْهَبْتُهٗ۔

اعراب لگا کر ترکیب کریں۔ مذکورہ مقامات کے علاوہ "باء" کن معانی کیلئے آتا ہے؟ مثالوں سمیت لکھیں۔

جواب..... مکمل جواب کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۴۲ھ۔

الشق الثانی.....و فِیْ لِلظَّرْفِيَّةِ نَحْوُ الْمَالُ فِی الْكِيْسِ و نَظَرْتُ فِی الْكِتَابِ و لِلْاِسْتِعْلَاءِ نَحْوُ قَوْلِهٖ تَعَالٰی وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَالْكَافُ لِلتَّشْبِيْهِ نَحْوُ زَيْدٌ كَالْاَسَدِ۔

اعراب لگا کر ترجمہ کریں۔ امثلہ کی ترکیب کریں۔ "مذ، منذ" کس لئے آتے ہیں؟ مثالوں سے واضح کریں۔

جواب..... مکمل جواب کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۸ و ۱۴۴۱ھ۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....جنس اور فصل کی تعریف لکھ کر ان کی اقسام مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔ عموم وخصوص مطلق اور من وجہ کی تعریف مع امثلہ تحریر کریں۔ عموم وخصوص من وجہ میں کتنے مادے ہوتے ہیں؟ مثالوں کے ساتھ واضح کریں۔

جواب.....کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۹ والشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۸ و ۱۴۴۳ھ۔

الشق الثانی.....قولِ شارح کی تعریف واقسام مثالوں کے ساتھ تحریر کریں۔ کلی ذاتی وعرضی کی تعریف مثالوں کے ساتھ ذکر کریں۔ عرضِ عام وجنس کی تعریف لکھیں۔

جواب.....کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۸ و الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۴۰ھ والشق الاول من السوال الثالث ۱۴۴۳ھ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۴ھ

الشق الاوّل.....استقراء وتمثیل کی تعریفیں مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔حدسیات،مشاہدات وتجربیات کی تعریف مع امثلہ بیان کریں۔تناقض کی تعریف وشرائط مع امثلہ تحریر کریں۔

جواب.....**کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث۱۴۴۳ والشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۸،۱۴۴۲ھ۔**

الشق الثانی.....قیاس استثنائی واقترانی میں سے ہرایک کی تعریف لکھ کرمثال سے واضح کریں۔سالبہ کلیہ کی نقیض کیا ہوگی؟ مثال سے مکمل وضاحت کریں۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل دوامور ہیں:① قیاس استثنائی واقترانی میں سے ہرایک کی تعریف ومثال ② سالبہ کلیہ کی نقیض۔

جواب..... ❶ قیاس استثنائی واقترانی کی تعریف ومثال:۔ قیاس کی دواقسام ہیں:① قیاس استثنائی: وہ قیاس جو دوقضیوں سے مرکب ہواور پہلا قضیہ شرطیہ ہواور دونوں قضیوں میں حرف **لٰکن** ہواور نتیجہ یا نقیضِ نتیجہ اپنی پوری ہیئت اور ترتیب کے ساتھ قیاس میں مذکور ہوتو اسے قیاسِ استثنائی کہتے ہیں،عینِ نتیجہ کے مذکور ہونے کی مثال جیسے اگر زید انسان ہے تو وہ حیوان ہے لیکن وہ انسان ہے نتیجہ پس وہ حیوان ہے،نقیض نتیجہ کے مذکور ہونے کی مثال جیسے اگر زید انسان ہے تو وہ حیوان ہے لیکن وہ حیوان نہیں نتیجہ پس زید انسان نہیں ہے۔② قیاس اقترانی: قیاس اقترانی وہ قیاس ہے جو ایسے دوقضیوں سے مرکب ہو جنکے درمیان حرف لیکن نہ ہواور نتیجہ یا نقیضِ نتیجہ بعینہٖ پہلے سے قیاس میں موجود نہ ہو جیسے ہرانسان جاندار ہے اور ہر جاندار جسم والا ہے نتیجہ ہرانسان جسم والا ہے۔

❷ سالبہ کلیہ کی نقیض:۔ سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہوگی،کیونکہ سالبہ کلیہ میں کلی کے تمام افراد پر سلبیہ حکم لگایا گیا ہوتا ہے اسلئے محض ایک فرد پر ایجابی حکم ہی اس کی نقیض ہوگی۔جیسے **لاشیئ من الانسان بحیوان** یہ قضیہ سالبہ کلیہ ہے اس کی نقیض **بعض الانسان حیوان** ہوگی جو موجبہ جزئیہ ہے۔

لا الٰہ الّا انت سبحانک انّی کنتُ من الظالمین

مکتبہ زکریا ملتان ◎ پاکستان
0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**

الجواب خاصہ بنات (دوم) ۱۴۴۵

﴿الورقة الاولیٰ: فی التفسیر﴾

﴿السوال الاوّل﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (ھود:۱۰تا۱۲)

آیات کا ترجمہ کریں۔ابتدائی دو آیتوں میں انسان کی کمزوریوں کی نشاندہی کی وضاحت کریں۔مخطوطہ الفاظ کے ابواب اور معانی لکھیں۔

جواب .....کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۲ھ

الشق الثانی ..... يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (رعد:۳۹تا۴۲)

آیات کا ترجمہ کیجیے۔مختصر تفسیر کرتے ہوئے بتائیں کہ ''مکر'' کا استعمال اللہ تعالیٰ کے حق میں کیسا ہے؟ محوواثبات کے مفہوم کی وضاحت کیجیے۔خط کشیدہ الفاظ کی صرفی تحقیق لکھیے۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہے اور باقی رکھتا ہے، اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب۔اور اگر دکھلائیں ہم آپ کو کوئی وعدہ جو ہم نے کیا ہے ان سے یا آپ کو اٹھالیں پس آپ کے ذمہ تو پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمہ ہے حساب لینا۔کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے اس کے کناروں سے، اور اللہ تعالیٰ حکم کرتا ہے کوئی نہیں جو اس کے حکم کو پیچھے ڈالے، اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔اور فریب کر چکے وہ جو ان سے پہلے تھے سو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے سب فریب، وہ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر ایک جی، اور عنقریب جان لیں گے کفار کہ کس کا ہوگا آخرت کا گھر۔

❷ آیات کی تفسیر:۔ مذکورہ آیات میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے جس چیز کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ثابت اور باقی رکھتا ہے۔اور اس محو اور اثبات کے بعد جو کچھ واقع ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہے۔جس پر نہ کسی کی دسترس ہے نہ اس میں کمی وبیشی ہوسکتی ہے۔اگلی آیت میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دینے اور مطمئن رکھنے کیلئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدے آپ ﷺ سے کئے ہیں کہ اسلام کی مکمل فتح ہوگی اور کافر ذلیل ہوں گے تو یہ ہو کر رہے گا، مگر آپ ﷺ اس فکر میں نہ پڑیں کہ یہ فتح مکمل کب ہوگی؟ ممکن ہے کہ آپ کی زندگی میں ہو جائے اور آپ کے اطمینان کیلئے تو یہ بھی کافی ہے کہ آپ برابر دیکھ رہے ہیں کہ ہم کفار کی زمینوں کو ان کے اطراف سے گھٹاتے چلے جارہے ہیں یعنی یہ اطراف مسلمانوں کے قبضے میں آتے جارہے ہیں اور مسلمانوں کیلئے کشادگی ہوتی جارہی ہے اسی طرح ایک دن فتح مکمل ہو جائے گی۔حکم اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔ہے وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

❸ اللہ تعالیٰ کے حق میں لفظ ''مکر'' کا استعمال اور محوواثبات کی وضاحت:۔ عربی زبان میں مکر دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

① مکر وفریب: جہاں جہاں قرآن مجید میں مکر کا لفظ کفار کے حق میں استعمال ہوا ہے وہ اسی معنی میں ہے۔

② تدبیر اور حیلہ: جہاں مکر کا تعلق اللہ رب العزت کی ذات سے ہے وہاں مکر کا معنی تدبیر وحیلہ ہے۔

محوواثبات کی وضاحت: ائمہ تفسیر میں سے حضرت سعید بن جبیر اور قتادہ وغیرہ نے اس آیت کو مسئلہ نسخ کے متعلق قرار دیا ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام شریعت میں سے جس حکم کو چاہے مٹا دیتے ہیں اور جسے چاہیں باقی رکھتے ہیں اور اصل کتاب بہرحال ان کے پاس محفوظ ہے جس میں سب حقیقت درج ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

اور ائمہ تفسیر کی ایک جماعت جس میں سفیان ثوری اور وکیع وغیرہ شامل ہیں انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی دوسری تفسیر نقل کی ہے جس میں مضمونِ آیت کو توشہ تقدیر کے متعلق قرار دیا ہے اور آیت کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہے مخلوق کی عمر، رزق، حرکات اور سکنات سب متعین اور لکھے ہوئے ہیں مگر اللہ تعالی اس توشہ تقدیر میں جس بات کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے باقی رکھتا ہے اور اصل کتاب جس کے مطابق محو اور اثبات کے بعد انجام کار عمل ہوتا ہے وہ اللہ کے پاس ہے اس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوسکتا۔

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ محو اور اثبات سے بنی آدم کی اجل یعنی زندگی کے اوقات مقررہ مراد ہیں شب قدر میں ان لوگوں کے نام دیوان اموات میں لکھے جاتے ہیں جنہیں آئندہ سال کے اندر موت آنی ہے تو زندوں کے دیوان سے ان کا نام مٹا دیتا ہے۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ كَفِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِیْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا یَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَ لَیُبَیِّنَنَّ لَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ (نحل:۹۱و۹۲)

آیات کریمہ کا ترجمہ اور مختصر تفسیر کریں۔ خط کشیدہ عبارت کے متعلق بتائیں کہ یہ صرف تمثیل ہے یا کسی عورت کا حقیقی واقعہ ہے جو اس طرح کیا کرتی تھی؟ تفصیل کے ساتھ لکھیں۔

جواب .....کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۹ھ

الشق الثانی ..... اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ۚ وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ هٰذَا یَوْمُكُمُ الَّذِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِیْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَیْنَا ؕ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِیْنَ ﴿۱۰۴﴾ (انبیاء:۱۰۱تا۱۰۴)

آیات کا ترجمہ کریں۔ تفسیر وشانِ نزول تحریر کریں۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ بے شک وہ لوگ جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی پہلے سے لکھی جا چکی ہے ان کو جہنم سے دور رکھا جائے گا۔ وہ اس کی سرسراہٹ بھی نہیں سنیں گے اور وہ ہمیشہ اپنی من پسند چیزوں کے درمیان رہیں گے۔ ان کو وہ سب سے بڑی نشانی غمگین نہیں کرے گی اور فرشتے یہ کہہ کر ان کا استقبال کریں گے کہ یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ اس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمان کو ایسے جیسے کاغذوں کے طومار میں تحریر لپیٹ دی جاتی ہے، جس طرح ہم نے پہلی بار تخلیق کی ابتدا کی تھی اسی طرح سے ہم اسے دوبارہ پیدا کریں گے، یہ ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنے کا ذمہ ہم نے لیا ہے ہمیں یقیناً یہ کام کرنا ہے۔

❷ تفسیر وشان نزول:۔ ان آیات میں ارشاد فرمایا کہ جن حضرات کے بارے میں اللہ تعالی نے پہلے ہی سے فرمایا ہے کہ ان کے لئے خوبی و بہتری ہے انعام و اکرام ہے وہ جہنم سے دور رہیں گے وہ جنت میں زندگی گزاریں گے۔ جہنم میں جانا تو دور وہ اس کی آہٹ بھی نہیں سنیں گے۔ وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے اور اپنی خواہشات کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ انہیں جہنم میں جانے کی گھبراہٹ اور رنج نہیں ہوگا اور فرشتے ان کا استقبال کرینگے اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ تمھارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے چونکہ ان چیزوں کا تعلق وقوع قیامت سے ہے اس لیے اس کے بعد قیامت کا تذکرہ فرمایا کہ قیامت کا واقع کرنا ہمارے لئے معمولی سی بات ہے، جیسے تمہاری نظروں کے سامنے سب سے بڑی چیز آسمان ہے لیکن اللہ کی قدرت کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں اسی کو فرمایا کہ قیامت کے دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے لکھے ہوئے مضمون کو لپیٹ دیا جاتا ہے جب آسمان کا یہ حال ہے تو دوسری مخلوق کی کیا حیثیت ہوگی؟

مذکورہ آیات کے شان نزول کے بارے میں آتا ہے کہ جب آیت "انکم و ما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم" نازل ہوئی تو عبداللہ بن الزبعری نے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا اعتراض کیا کہ پھر تو عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام اور فرشتے سب دوزخ میں جائیں گے کیوں کہ ان کی بھی تو عبادت کی جاتی رہی ہے تو اس پر مذکورہ آیت "ان الذین سبقت" الخ نازل ہوئی اور

اس میں معترض کا جواب دے دیا کہ ان حضرات کے بارے میں اللہ تعالی نے پہلے ہی طے کر دیا ہے کہ ان کے لئے خوبی و بہتری ہے اور انعام واکرام ہے۔ باقی تفسیر سے واضح ہے۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (حج:۳۹و۴۰)

آیات مبارکہ کا ترجمہ کریں۔ آیات کا پس منظر لکھتے ہوئے اس آیت میں جس جہاد کی اجازت دی گئی ہے اس کا حکم واضح کیجیے۔ خط کشیدہ الفاظ جمع کے معانی و مفرد تحریر کیجیے۔

جواب ..... ❶ آیات کا ترجمہ:۔ ان لوگوں کو اجازت دی گئی ہے جن سے لڑائی کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے، بے شک اللہ تعالی ان کی مدد پر ضرور قادر ہے۔ یہ لوگ اپنے گھروں سے ناحق صرف یہ کہنے کی وجہ سے نکالے گئے کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے دفع نہ فرماتا تو نصاری کے خلوت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے گرا دیئے جاتے، اور اللہ تعالی ضرور اسکی مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔

❷ آیات کا پس منظر اور جہاد کا حکم:۔ مذکورہ آیات کا پس منظر یہ ہے کہ ہجرت کا حکم نازل نہیں ہونے سے قبل مسلمانوں پر کفار کے مظالم کا یہ عالم تھا کہ کوئی ایک دن ایسا نہ گزرتا تھا کہ جس میں مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہ دی جاتی۔ قیام مکہ کے آخری دور میں مسلمانوں کی تعداد میں خاصہ اضافہ ہو چکا تھا اور وہ کفار کے ظلم وستم کی شکایت کر کے ان کے مقابلے میں قتل وقتال کی اجازت مانگتے تھے تو رسول اللہ ﷺ جواب میں فرماتے کہ صبر کرو ابھی تک مجھے قتال کی اجازت نہیں دی گئی۔ یہ سلسلہ دس سال تک اسی طرح جاری رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ کو بارگاہ خداوندی سے ہجرت کا حکم ملا، تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ چھوڑتے اور مدینہ کی جانب ہجرت کرتے وقت آپ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلا کہ ان لوگوں نے اپنے نبی کو نکالا ہے اب ان کی ہلاکت کا وقت آ گیا ہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں مسلمانوں کو کفار کے ساتھ قتال کی اجازت دی گئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ یہ پہلی آیت ہے جو کفار کے ساتھ قتال کی اجازت کے معاملے میں نازل ہوئی جبکہ اس سے پہلے ستر آیتوں میں قتال کو ممنوع قرار دیا گیا تھا۔

اس کے بعد والی آیت میں قتال کی حکمت کا بیان ہے کہ یہ کوئی نیا حکم نہیں ہے بلکہ پہلے انبیا اور ان کی امتوں کو بھی قتال کے احکام دیے گئے تھے اور اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کسی مذہب و دین کی خیر نہ ہوتی اور سارے ہی ادیان و مذاہب کی عبادت گاہیں ڈھا دی جاتیں۔

اور آیت مذکورہ میں دفاعی جہاد کا حکم دیا گیا اور یہ جہاد فرض ہے۔

❸ خط کشیدہ الفاظ جمع کے معانی و مفرد:۔

جمع	مفرد	معانی	جمع	مفرد	معانی
دِيَارٌ	دَارٌ	گھر، رہائش گاہ، مسکن	صَوَامِعُ	صَوْمَعَةٌ	عیسائی راہبوں کے خلوت خانے، خانقاہیں
بِيَعٌ	بِيْعَةٌ	یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے، گرجا گھر	صَلَوٰتٌ	صَلَوٰةٌ	دعائیں، نمازیں، یہود کی عبادت گاہیں
مَسٰجِدُ	مَسْجِدٌ	مسجدیں، مسلمانوں کی عبادت گاہیں			

الشق الثانی ..... اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۠ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (نور:۲و۳)

جواب ..... مکمل جواب کما مرّ فی السوال الاول و الثانی ۱۴۳۴ و ۱۴۳۱ھ۔

﴿الورقة الثانية في الصرف (علم الصيغه، علم الصرف)﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل..... ① اسم فاعل، اسم مفعول اور اسم تفضیل کی تعریف کیجیے۔ ② مبالغہ کے واسطے کون کون سے صیغے آتے ہیں نیز صیغہ مبالغہ اور اسم تفضیل میں فرق وضاحت کے ساتھ تحریر کیجیے۔ ③ رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ کے کل کتنے ابواب ہیں؟ سب کے نام اور علامات مثالوں کے ساتھ لکھیے۔

جواب..... ① اسم فاعل، اسم مفعول واسم تفضیل:۔ کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۴۳ھ۔

② مبالغہ کے صیغے اور مبالغہ واسم تفضیل میں فرق:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۴ھ۔

③ رباعی مجرد ومزید فیہ کے ابواب کی علامات وامثلہ:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۴۱ھ۔

الشق الثانی..... ① اِدَّعیٰ، اِدَّکَرَ میں جاری ہونے والا قاعدہ وضاحت کے ساتھ تحریر کیجیے۔ ② ثلاثی مزید فیہ بے ہمزہ وصل کے کل کتنے ابواب ہیں؟ نام وعلامات مع امثلہ لکھیے۔ ③ "اَلْاِدْهِيَمَام" مصدر سے صرف صغیر کی گردان لکھیے۔

جواب..... ① اِدَّعیٰ و اِدَّکَرَ میں جاری ہونے والا قاعدہ:۔ اِدَّعیٰ، اِدَّکَرَ میں جاری ہونے والا قاعدہ یہ ہے کہ اگر باب افتعال کا فاء کلمہ "دال، ذال یا زاء" ہو تو تائے افتعال کو دال سے بدل دیتے ہیں۔

پھر اگر فاء کلمہ "دال" ہو تو اس کا دوسری دال میں ادغام واجب ہے، جیسے اِدَّعیٰ۔

اور اگر فاء کلمہ "ذال" ہو تو اس کی تین حالتیں ہیں: ① کبھی اس کو دال میں بدل کر دال کا دال میں ادغام کر دیتے ہیں جیسے اِدَّکَرَ۔ ② کبھی دال کو ذال سے بدل کا ذال کا ذال میں ادغام کر دیتے ہیں جیسے اِذَّکَرَ۔ ③ اور کبھی بغیر ادغام کے رکھتے ہیں جیسے اِذْدَکَرَ۔

اور اگر فاء کلمہ "زاء" ہو تو اس کی دو حالتیں ہیں: ① کبھی بغیر ادغام کے رکھتے ہیں جیسے اِزْدَجَرَ۔ ② کبھی دال کو زاء سے بدل کر زاء کا زاء میں ادغام کر دیتے ہیں جیسے اِزَّجَرَ۔

③ ثلاثی مزید فیہ بے ہمزہ وصل کے ابواب مع علامات وامثلہ:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۴۰ھ۔

③ اَلْاِدْهِيَمَام مصدر سے صرف صغیر:۔ کما مر فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۷ھ

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل..... ① خَطَايَا، يَسَلُ، أُفَيْسٌ میں جاری ہونے والے قاعدے واضح تحریر کیجیے۔ ② "اَلْاِقْتِيَادُ" مصدر سے صرف صغیر کی گردان لکھیے۔ ③ "اَلْاِسْتِيْذَانُ" مصدر سے نفی جحد بلم معروف کی گردان لکھیے۔

جواب..... ① خَطَايَا، يَسَلُ، أُفَيْسٌ میں جاری ہونے والے قاعدے:۔ ① خَطَايَا اصل میں خَطَايِئُ تھا، یا الف جمع کے بعد طرف سے پہلے واقع ہوئی تو اسے ہمزہ سے بدل دیا، خَطَاءِئُ ہو گیا، پھر ہمزہ ثانیہ کو جَاءِ والے قاعدے سے یا سے بدلا، خَطَائِئُ ہو گیا، اب خَطَايَا والے قاعدے سے ہمزہ کو یاءِ مفتوحہ سے بدلا اور یاءِ ثانی کو الف سے بدل دیا تو خَطَايَا ہو گیا۔

② يَسَلُ اصل میں يَسْئَلُ تھا، ہمزہ متحرکہ ایسے حرف ساکن کے بعد واقع ہوا جو نہ واؤ مدہ زائدہ ہے اور نہ یا مدہ زائدہ اور نہ ہی یائے تصغیر، لہٰذا ہمزہ کی حرکت یعنی فتحہ ماقبل کو دے کر ہمزہ کو جواز اً حذف کر دیا تو يَسْئَلُ سے يَسَلُ ہو گیا۔

③ أُفَيْسٌ اصل میں أُفَيْئِسٌ تھا، ہمزہ کو مَقْرُوْءَةٌ والے قاعدے سے ماقبل یعنی یاء کی جنس سے تبدیل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کر دیا تو أُفَيْسٌ ہو گیا۔ اور مَقْرُوْءَةٌ والا قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ ہمزہ متحرکہ جو واؤ مدہ زائدہ، یاءِ مدہ زائدہ اور یائے تصغیر میں سے کسی کے بعد واقع ہو تو اس کو ماقبل والے حرف کی جنس سے بدل کر ادغام کرنا جائز ہے، جیسے مَقْرُوَّةٌ، أُفَيِّسٌ، خَطِيَّةٌ۔

③ "اَلْاِقْتِيَادُ" مصدر سے صرف صغیر:۔ کما مر فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۷ھ

③ "الاستيذان" مصدر سے نفی جحد بلم کی گردان:۔ کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۳ھ

الشق الثانی..... ① حِيَاضٌ، اَذِلٌ، عَجَائِزُ میں جاری ہونے والے قاعدے واضح تحریر کیجیے۔ ② "اَلْبَيْعُ" مصدر سے صرف صغیر کی گردان لکھیے۔ ③ "اَلْفِرَارُ" مصدر سے لام تاکید بانون ثقیلہ در فعل مستقبل معروف کی گردان لکھیے۔

جواب..... ① مذکورہ صیغوں میں جاری ہونے والے قاعدے:۔ ① حِيَاضٌ اصل میں حِوَاضٌ تھا، جمع کے صیغے میں واؤ

الف سے پہلے عین کلمہ کی جگہ واقع ہوئی جو کہ واحد میں ساکن تھی، لہٰذا حِیَاضٌ والے قاعدے کے تحت اس واؤ کو یاء سے بدل دیا، حِیَاضٌ ہوگیا۔ حِیَاضٌ والا قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ واؤ جو مصدر میں عین کلمہ کی جگہ کسرہ کے بعد واقع ہو اس کو یاء سے بدل دیتے ہیں بشرطیکہ اس مصدر کے فعل میں تعلیل ہوئی ہو، جیسے قَامَ کا مصدر قِیَاماً اور صَامَ کا مصدر صِیَاماً۔ اور اسی طرح جو واؤ جمع کے صیغے میں الف سے پہلے عین کلمہ کی جگہ واقع ہو اور واحد میں وہ واؤ ساکن یا تعلیل شدہ ہو تو اس واؤ کو یاء سے بدل دیتے ہیں، جیسے حَوْضٌ کی جمع حِوَاضٌ سے حِیَاضٌ۔

② اَذْلٌ اصل میں اَذْلُوٌ تھا، واؤ اصلی اسم متمکن میں ضمہ کے بعد لام کلمہ میں واقع ہوئی تو اَذْلٌ والے قاعدے کے تحت ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل کر اس واؤ کو یاء سے بدل کر ساکن کر دیا پھر قراءۃً اجتماع ساکنین ہونے کی وجہ سے پہلے ساکن یاء کو حذف کر دیا تو اَذْلٌ ہوگیا۔ اَذْلٌ والا قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ واؤ اصلی جو اسم متمکن میں ضمہ کے بعد لام کلمہ کی جگہ واقع ہو تو ماقبل کے ضمہ کو کسرہ سے بدل کر اور واؤ کو یاء سے بدل کر ساکن کر دیتے ہیں پھر یاء اور نون تنوین دو ساکن جمع ہونے کی وجہ سے پہلے ساکن یعنی یاء کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے دَلْوٌ کی جمع اَدْلٌ سے اَذْلٌ۔

③ عَجَائِزُ اصل میں عَجَاوِزُ تھا، واؤ زائدہ الف مفاعل کے بعد واقع ہوئی تو شَرَائِفُ والے قاعدے سے اسے ہمزہ سے بدل دیا تو عَجَائِزُ ہوگیا۔ شَرَائِفُ والا قاعدہ یہ ہے کہ ہر وہ واؤ، یاء اور الف زائدہ جو الف مفاعل کے بعد واقع ہو تو اسے ہمزہ سے بدل دیتے ہیں۔ جیسے عَجَاوِزُ سے عَجَائِزُ، شَرَایِفُ سے شَرَائِفُ اور رَسَاالُ سے رَسَائِلُ۔

② "البیع" مصدر سے صرف صغیر:۔ کما مر فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۸ھ

③ "الفرار" مصدر سے لام تاکید بانون ثقیلہ:۔ لَیَفِرَّنَّ، لَیَفِرَّانِّ، لَیَفِرُّنَّ، لَتَفِرَّنَّ، لَتَفِرَّانِّ، لَیَفْرِرْنَانِّ، لَتَفِرَّنَّ، لَتَفِرَّانِّ، لَتَفِرُّنَّ، لَتَفِرِّنَّ، لَتَفِرَّانِّ، لَتَفْرِرْنَانِّ، لَاَفِرَّنَّ، لَنَفِرَّنَّ۔

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... ① "اکرم" یہ کلمہ بغیر حرکات کے لکھا گیا ہے، اس میں مختلف حرکات کے اعتبار سے مختلف صیغوں کا احتمال ہے، آپ وہ تمام ممکنہ صیغے و بحث لکھیے۔ ② باب تفعیل کی خاصیات میں چھ مع امثلہ لکھیے۔

جواب ..... ① "اکرم" کے ممکنہ احتمالات:۔ "اُکْرُمُ" باب "کرم" سے مضارع معروف کی گردان میں واحد متکلم کا صیغہ ہوسکتا ہے۔
"اُکْرَمُ" باب "کرم" سے مضارع مجہول کی گردان میں واحد متکلم کا صیغہ ہوسکتا ہے۔
"اُکْرُمْ" باب "کرم" سے امر حاضر معروف کی گردان میں واحد مذکر حاضر کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اَکْرَمُ" باب "کرم" سے اسم تفضیل کی گردان میں واحد مذکر کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اَکْرَمَ" باب افعال سے ماضی معروف کی گردان میں واحد مذکر غائب کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اُکْرِمَ" باب افعال سے ماضی مجہول کی گردان میں واحد مذکر غائب کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اُکْرِمُ" باب "افعال" سے مضارع معروف کی گردان میں واحد متکلم کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اُکْرَمُ" باب "افعال" سے مضارع مجہول کی گردان میں واحد متکلم کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اَکْرِمْ" باب افعال سے امر حاضر معروف کی گردان میں واحد مذکر حاضر کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اَ اُکْرِمَ" ہمزہ استفہام کے ساتھ باب "کرم" سے ماضی معروف کی گردان میں واحد مذکر غائب کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اَ اُکْرَمَ" ہمزہ استفہام کے ساتھ باب "کرم" سے ماضی مجہول کی گردان میں واحد مذکر غائب کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔

② باب تفعیل کی چھ خاصیات مع امثلہ:۔ کما مر فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۴ھ

الشق الثانی ..... ① "اتبع" یہ کلمہ بغیر حرکات کے لکھا گیا ہے، اس میں مختلف حرکات کے اعتبار سے مختلف صیغوں کا احتمال ہے، آپ وہ تمام ممکنہ صیغے و بحث لکھیے۔ ② باب مفاعلہ کی خاصیات میں سے سات مع امثلہ لکھیے۔

جواب ..... ① "اتبع" کے ممکنہ احتمالات:۔ "اَتْبَعُ" باب "سمع" سے مضارع معروف کی گردان میں واحد متکلم کا صیغہ ہوسکتا ہے۔
"اُتْبَعُ" باب "سمع" سے مضارع مجہول کی گردان میں واحد متکلم کا صیغہ ہوسکتا ہے۔

"اِتْبَعِ" باب "سمع" سے امر حاضر معروف کی گردان میں واحد مذکر حاضر کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اَتْبَعِ" باب "سمع" سے اسم تفضیل کی گردان میں واحد مذکر کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اَتْبَعِ" باب افعال سے ماضی معروف کی گردان میں واحد مذکر غائب کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اُتْبِعِ" باب "افعال" سے مضارع معروف کی گردان میں واحد متکلم کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اَتْبِعِ" باب افعال سے امر حاضر معروف کی گردان میں واحد مذکر حاضر کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اِتَّبَعِ" باب افتعال سے ماضی معروف کی گردان میں واحد مذکر غائب کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اُتُّبِعِ" باب افتعال سے ماضی مجہول کی گردان میں واحد مذکر غائب کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اَتَّبِعِ" باب "افتعال" سے مضارع معروف کی گردان میں واحد متکلم کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اُتَّبَعِ" باب "افتعال" سے مضارع مجہول کی گردان میں واحد متکلم کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"اِتَّبِعِ" باب افتعال سے امر حاضر معروف کی گردان میں واحد مذکر حاضر کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"آ تَبِعِ" ہمزہ استفہام کے ساتھ باب "سمع" سے ماضی معروف کی گردان میں واحد مذکر غائب کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔
"آ تُبِعِ" ہمزہ استفہام کے ساتھ باب "سمع" سے ماضی مجہول کی گردان میں واحد مذکر غائب کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے۔

❷ باب مفاعلہ کی سات خاصیات مع امثلہ:۔ کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۴۱ھ

﴿الورقة الثالثة فی الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....وَ مَوْتُ مَا لَيْسَ لَهٗ نَفْسٌ سَائِلَةٌ فِي الْمَاءِ لَا يُفْسِدُ الْمَاءَ كَالْبَقِّ وَ الذُّبَابِ وَ الزَّنَابِيْرِ وَ الْعَقَارِبِ، وَ مَوْتُ مَا يَعِيْشُ فِي الْمَاءِ إِذَا مَاتَ فِي الْمَاءِ لَا يُفْسِدُ الْمَاءَ كَالسَّمَكِ وَ الضِّفْدَعِ وَ السَّرَطَانِ، وَ الْمَاءُ الْمُسْتَعْمَلُ لَا يَجُوْزُ اِسْتِعْمَالُهٗ فِي طَهَارَةِ الْاَحْدَاثِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ اگر کنویں میں چوہا یا کبوتر مرجائے، یا پانی میں شہد کی مکھی مرجائے تو ان میں سے ہر ایک کا حکم واضح تحریر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ کنویں میں چوہا، کبوتر اور پانی میں شہد کی مکھی گرنے کا حکم

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ کما مر فی السوال آنفاً

❷ عبارت کا ترجمہ:۔ اور پانی میں ایسی چیز کا مرجانا جس کا بہنے والا خون نہیں ہے پانی کو فاسد نہیں کرتا، جیسے مچھر، مکھی، بھڑ اور بچھو۔ اور پانی میں ایسی چیزوں کا مرجانا جو پانی میں رہتی ہیں جب وہ پانی میں ہی مرجائیں پانی کو فاسد نہیں کرتا، جیسے مچھلی، مینڈک اور کیکڑا۔ اور مستعمل پانی کا استعمال جائز نہیں ہے احداث کی پاکی میں۔

❸ کنویں میں چوہا، کبوتر، شہد کی مکھی گرنے کا حکم:۔ اگر کنویں میں چوہا یا اس کی مانند کوئی جانور مرگیا یا مرا ہوا جانور کسی نے کنویں میں ڈال دیا تو اس جانور کو کنویں سے نکالنے کے بعد بیس سے تیس ڈول تک نکالے جائیں گے، بیس ڈول نکالنا واجب جبکہ تیس ڈول نکالنا مستحب ہوگا۔ کیوں کہ چوہے کے گرنے سے متعلق مختلف روایات ہیں: ایک روایت میں چند ڈول، ایک میں سات ڈول، ایک میں بیس ڈول اور ایک میں چالیس ڈول نکالنے کا حکم ہے۔ ہمارے علماء نے بیس ڈول والی روایت کو ترجیح دی ہے۔

اگر کنویں میں کبوتر یا اس کی مثل کوئی جانور مرگیا جیسے مرغی وغیرہ تو اس کا حکم یہ ہے کہ جانور نکالنے کے بعد چالیس سے پچاس ڈول نکالے جائیں گے۔

اگر پانی میں کوئی ایسا جانور مرگیا جس میں بہنے والا خون نہ ہو تو اس کی موت سے پانی ناپاک نہیں ہوگا، مثلاً مچھر، مکھی، بھڑ وغیرہ۔

الشق الثانی.....وَ إِذَا زَادَ الدَّمُ عَلَى الْعَشَرَةِ، وَ لِلْمَرْاَةِ عَادَةٌ مَعْرُوْفَةٌ، رُدَّتْ إِلٰى اَيَّامِ عَادَتِهَا وَ مَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ فَهُوَ اِسْتِحَاضَةٌ، وَ اِنِ ابْتَدَاَتْ مَعَ الْبُلُوْغِ مُسْتَحَاضَةً فَحَيْضُهَا عَشَرَةُ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَ الْبَاقِيْ

اِستِحَاضَة۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔حیض اور استحاضہ کی تعریف کیجیے اور دونوں کے احکام اور اقل واکثر مدت ذکر کیجیے۔اگر کسی عورت کی عادت سات دن کی ہے،ایک مہینے اس کا خون نویں دن بند ہوا تو یہ دو دن حیض شمار ہوں گے یا استحاضہ؟ کتاب میں مذکور اصول کی روشنی میں جواب دیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں:①عبارت پر اعراب ②عبارت کا ترجمہ ③ حیض واستحاضہ کی تعریف، احکام اور اقل واکثر مدت ④ سات دن کی عادت والی عورت کا خون نو دن میں بند ہو تو زائد دو دنوں کا حکم۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مر فی السوال آنفاً**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور اگر خون دس دن پر زائد ہو جائے اور عورت کی عادت مقرر ہو تو اسے لوٹایا جائے گا اس کی عادت کے ایام کی طرف اور جو عادت پر زائد ہو وہ استحاضہ ہوگا۔اور اگر ابتدا کرے بلوغت کی مستحاضہ ہونے کی حالت میں تو اس کا حیض ہر ماہ میں سے دس دن ہیں اور باقی استحاضہ ہے۔

③ حیض واستحاضہ کی تعریف، حکم اور مدت:۔ حیض: حیض وہ خون ہے جس کو ایسی عورت کا رحم پھینکے جو بیماری، حمل اور صغر سے سالم ہو۔اس کی اقل مدت تین دن تین رات اور اکثر مدت دس دن اور دس راتیں ہیں۔حیض کا حکم یہ ہے کہ حائضہ عورت سے نماز اور روزہ ساقط ہو جاتے ہیں، وہ مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی، قرآن کریم کی تلاوت نہیں کر سکتی اور شوہر کا اس سے جماع ممنوع ہے۔

استحاضہ: استحاضہ وہ خون ہے جو عورت تین دن سے کم یا دس دن سے زائد دیکھے۔اور یہی اس کی مدت ہے یعنی یا تین دن سے کم ہو یا دس سے بڑھ جائے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس پر نماز، روزہ، وطی، دخول مسجد اور تلاوت قرآن ممنوع نہیں ہے۔

④ مذکورہ مسئلے کا جواب کتاب کی روشنی میں:۔ اگر کسی عورت کی کوئی عادت معلومہ مثلاً سات دن ہو اور ایک بار اس عادت معلومہ سے کچھ دن زیادہ ہو گئے لیکن وہ دن دس سے کم رہے تو یہ دو دن بھی حیض شمار ہوگا، ممکن ہے اس کی عادت بڑھ گئی ہو۔

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل .....وَ مَنْ دَخَلَ فِیْ صَلَاةِ النَّفْلِ ثُمَّ اَفْسَدَهَا قَضَاهَا فَاِنْ صَلّٰی اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَ قَعَدَ فِی الْاُوْلَیَیْنِ ثُمَّ اَفْسَدَ الْاُخْرَیَیْنِ قَضٰی رَكْعَتَیْنِ وَ قَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ یَقْضِیْ اَرْبَعًا۔

عبارت پر اعراب لگائیے۔واضح تشریح کیجیے۔شرائطِ صلوۃ سے کیا مراد ہے؟ وضاحت سے لکھیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں:①عبارت پر اعراب ②عبارت کی تشریح ③ شرائطِ صلوۃ کی وضاحت

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفاً**

② عبارت کی تشریح:۔ احناف رحمہم اللہ کے نزدیک نفل نماز شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہے، لہٰذا اگر بعد از شروع نفل نماز کو فاسد کر دیا تو اس کی قضاء واجب ہوگی۔امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قضاء واجب نہیں کیونکہ نفل پڑھنے والا متبرع ہے اور تبرع کرنے والے پر لزوم کا حکم جاری نہیں ہوتا۔احناف رحمہم اللہ کی دلیل یہ ہے کہ بعد از شروع نفل کا جو حصہ ادا کیا گیا وہ قربت اور عبادت ہو گیا اور جو چیز عبادت واقع ہو اس کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے تاکہ عملِ عبادت کو باطل ہونے سے محفوظ رکھا جا سکے کیونکہ ابطالِ عمل حرام ہے۔

اگر نفل نماز شروع کرتے ہوئے چار کی نیت کی ہو اور پہلی دو رکعتوں میں تشہد کی بقدر بیٹھا بھی ہو اور پھر بعد کی دو رکعتوں کو فاسد کیا تو دو ہی رکعت کی قضاء کرے کیوں کہ پہلا شفع تو پورا ہو چکا ہے اور تیسری کے لیے کھڑے ہونا نئی تحریمہ کے مرتبہ میں ہے پس وہ بعد کی دو رکعتوں کو لازم کرنے والا ہوا، لہٰذا اس کو فاسد کرنے کی صورت میں اسی کی قضاء واجب ہوگی اور پہلی دو رکعتوں کے بعد بقدر تشہد نہیں بیٹھا اور پھر آخری دو کو فاسد کیا تو بالاتفاق چار کی قضاء لازم ہوگی۔پہلی دو کی قضاء اس لیے واجب ہوگی کیوں کہ ان کے آخر میں بقدر تشہد بیٹھنا فرض تھا، تو ترک فرض کی وجہ سے پہلی دو کا اعادہ کرے گا اور فاسد کرنے کی وجہ سے آخری دو کی قضاء کرے گا۔

③ شرائطِ صلوۃ کی وضاحت:۔ **كما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۴۰ھ**

الشق الثانی .....قَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ: فِیْ قَلِیْلِ مَا اَخْرَجَتْهُ الْاَرْضُ وَ كَثِیْرِهٖ الْعُشْرُ وَاجِبٌ سَوَاءٌ سُقِیَ سَیْحًا اَوْ سَقَتْهُ السَّمَاءُ اِلَّا الْحَطَبُ وَ الْقَصَبُ وَ الْحَشِیْشُ، وَ قَالَ اَبُوْ یُوْسُفَ وَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ:

لَا يَجِبُ الْعُشْرُ اِلَّا فِيْمَا لَهٗ ثَمَرَةٌ بَاقِيَةٌ اِذَا بَلَغَتْ خَمْسَةَ اَوْسُقٍ۔

عبارت پر اعراب لگائیے۔ واضح تشریح کیجیے۔ زکوۃ الغنم کو واضح تحریر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی تشریح ③ زکوۃ الغنم کی وضاحت

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفاً**

② عبارت کی تشریح:۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زمین کی پیداوار میں عشر واجب ہے خواہ وہ پیداوار کم ہو یا زیادہ ہو، ایک سال تک باقی رہ سکتی ہو یا نہیں اور خواہ زمین نہر وغیرہ کے جاری پانی سے سیراب کی جاتی ہو یا بارش کے پانی سے، بہرصورت عشر واجب ہے البتہ نرکل، جلانے کی لکڑی اور گھاس میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشر واجب نہیں ہے اسی طرح ہر وہ چیز جو زمین کی مقصودی پیداوار نہ ہو اس میں بھی عشر واجب نہیں اور جو چیز مقصودی پیداوار میں سے ہو تو اس میں عشر واجب ہے اگرچہ گھاس ہی کیوں نہ ہو۔

صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک پانچ وسق سے کم پیداوار میں عشر نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے "**ليس فيما دون خمسة اوسق صدقة**"۔ اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک یہ شرط ہے کہ پیداوار کے لیے بقاء ہو یعنی پیداوار بغیر علاج کے ایک سال تک باقی رہ سکتی ہو جیسے گندم، جو وغیرہ، لہٰذا سبزیوں میں عشر واجب نہیں ہوگا کیوں کہ ان میں بقاء نہیں، اس کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "**ليس في الخضراوات صدقة**" اور سبزیوں میں عشر واجب نہ ہونے کی علت ان کا باقی نہ رہنا ہے، لہٰذا جو بھی پیداوار بغیر علاج کے باقی نہ رہ سکتی ہو اس میں عشر واجب نہ ہوگا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے "**ما اخرجته الارض ففيه العشر**" یہ حدیث مطلق ہے اس میں باقی رہنے، نہ رہنے اور زیادہ یا کم ہونے کی کوئی قید نہیں ہے۔

③ زکوۃ الغنم کی وضاحت:۔ **كما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۴۰ھ**

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....**وَ طَلَاقُ الْحَامِلِ يَجُوْزُ عَقِيْبَ الْجِمَاعِ، وَ يُطَلِّقُهَا لِلسُّنَّةِ ثَلَاثًا يُفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ تَطْلِيْقَتَيْنِ بِشَهْرٍ عِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ اَبِيْ يُوْسُفَ رَحِمَهُمَا اللّٰهُ، وَ قَالَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَا يُطَلِّقُهَا لِلسُّنَّةِ اِلَّا وَاحِدَةً۔**

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔ واضح تشریح کیجیے اور حیض میں طلاق دینے کا حکم لکھیے۔ طلاقِ احسن، طلاق حسن اور طلاق بدعت میں سے ہر ایک کی تعریف کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ عبارت کی تشریح و حالت حیض میں طلاق کا حکم ④ اقسامِ طلاق کی تعریف۔

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **كما مرّ فی السوال آنفاً**

② عبارت کا ترجمہ:۔ اور حاملہ کو طلاق دینا جائز ہے جماع کے بعد، اور اسے طلاق دے بطور طلاق سنت تین بار ایسے کہ فاصلہ دے ہر دو طلاقوں کے درمیان ایک ماہ کا امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسے نہ طلاق دے بطور طلاق سنت مگر ایک۔

③ عبارت کی تشریح و حالت حیض میں طلاق کا حکم:۔ حاملہ عورت کو جماع کے بعد طلاق دینا جائز ہے کیوں کہ حاملہ عورت کے ساتھ وطی کرنے سے عدت مشتبہ نہیں ہوتی اس لیے کہ حمل میں عدت کا طریقہ وضع حمل متعین ہے۔

اگر شوہر حاملہ عورت کو تین طلاقیں مسنون طریقہ پر دینا چاہے تو شیخین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ہر دو طلاقوں کے درمیان ایک ماہ کا فصل کرے کیوں کہ اباحت طلاق حاجت کی وجہ سے ہے اور ایک ماہ حاجت ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ آئسہ اور صغیرہ کے حق میں ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حاملہ عورت کے لیے طلاق سنت بس ایک طلاق ہے، کیوں کہ طلاق میں اصل ممانعت ہے اور شریعت اس پر وارد ہوئی ہے کہ طلاق کو فصول عدت پر متفرق کیا جائے۔ اور آئسہ و صغیرہ کے حق میں تو مہینہ فصول عدت میں سے ہے لیکن حاملہ کے حق میں مہینہ فصول عدت میں سے نہیں ہے تو یہاں حاملہ ممتدۃ الطہر کی مانند ہے۔

④ طلاق کی تین قسموں کی تعریف:۔ **كما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۷ھ**

الشق الثانی.....**و اذا انقضت العدة فقال الزوج: قد کنت راجعتها فی العدة فصدقته فهی رجعة، و ان کذبته فالقول قولها، و لا یمین علیها عند ابی حنیفة رحمه الله، و اذا قال الزوج: قد راجعتك، فقالت مجیبة له: قد انقضت عدتی، لم تصح الرجعة عند ابی حنیفة رحمه الله.**

عبارت کا ترجمہ کیجیے۔ مذکورہ مسائل کی وضاحت کیجیے۔ مطلقہ اور متوفی عنھا زوجھا کی عدت وضاحت سے تحریر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت کا ترجمہ ② عبارت میں مذکور مسائل کی وضاحت ③ مطلقہ اور متوفی عنھا زوجھا کی عدت۔

جواب..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ اور جب عدت ختم ہوگئی تو خاوند نے کہا: میں نے اس سے رجوع کرلیا تھا عدت میں اور بیوی نے خاوند کی تصدیق کردی تو یہ رجوع ہوگا، اور اگر وہ خاوند کو جھٹلا دے تو بیوی کا قول معتبر ہوگا، اور اس پر قسم بھی لازم نہیں ہوگی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔ اور جب خاوند نے کہا: میں نے تجھ سے رجوع کرلیا تھا، اور بیوی نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا کہ میری عدت ختم ہوگئی ہے تو یہ رجوع درست نہ ہوگا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک۔

② مسائل کی وضاحت:۔ ① اگر عدت گزر جانے کے بعد شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھ سے دوران عدت مراجعت کر چکا ہوں اور نے خاوند کی تصدیق کردی تو رجعت ثابت ہوجائے گی۔

② اگر اسی مسئلہ میں عورت نے شوہر کو جھٹلا دیا تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور رجعت ثابت نہیں ہوگی۔

③ عورت کے انکار کی صورت میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت سے قسم بھی نہیں لی جائے گی اور صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے ہاں لی جائے گی۔

④ اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھ سے رجعت کر چکا ہوں اور بیوی نے متصلاً جواب دیتے ہوئے کہا کہ میری عدت گزر چکی ہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک رجعت صحیح نہ ہوگی۔

③ مطلقہ اور متوفی عنھا زوجھا کی عدت:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۴۳ھ**

﴿الورقة الرابعة فی اصول الفقه﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....**ثُمَّ الْحَقِيْقَةُ مَعَ الْمَجَازِ لَا يَجْتَمِعَانِ اِرَادَةً مِنْ لَفْظٍ وَاحِدٍ فِیْ حَالَةٍ وَاحِدَةٍ وَلِهٰذَا قُلْنَا لَمَّا اُرِيْدَ مَا يَدْخُلُ فِی الصَّاعِ بِقَوْلِهٖ عليه السلام لَاتَبِيْعُوْا الدِّرْهَمَ بِالدِّرْهَمَيْنِ وَلَا الصَّاعَ بِالصَّاعَيْنِ سَقَطَ اِعْتِبَارُ نَفْسِ الصَّاعِ حَتّٰی جَازَ بَيْعُ الْوَاحِدِ مِنْهُ بِالْاِثْنَيْنِ۔** (ص۲۴۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیے۔ واضح تشریح کیجیے۔ حقیقت کی تعریف اور اقسام ثلاثہ مع حکم ومثال ذکر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی تشریح ③ حقیقت کی اقسام ثلاثہ۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفاً**

② عبارت کی تشریح:۔ **"ثم الحقیقة مع المجاز لا یجتمعان" الخ:** یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جمع بین الحقیق والمجاز کا حکم بیان کیا ہے پھر اس کی تائید میں حدیث مبارکہ سے مثال پیش کی ہے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حقیقت اور مجاز دونوں ایک ہی وقت میں ایک ہی لفظ سے اکٹھے مراد نہیں ہوسکتے یعنی ایک ہی وقت میں ایک ہی لفظ سے معنی حقیقی بھی مراد ہوں اور معنی مجازی بھی یہ نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ حقیقت اصل ہے اور مجاز اس کا خلیفہ ہے، خلیفہ اصل کے ساتھ ایک ہی وقت میں جمع نہیں ہوسکتا جیسے وضو اصل ہے اور تیمّم اس کا خلیفہ ہے ایک وقت میں دونوں جمع نہیں ہوسکتے یا تو اصل ہوگا یا اس کا خلیفہ۔

"ولهذا قلنا لما ريد ما يدخل فی الصاع" الخ: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تائید میں حدیث سے ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **"لا تبیعوا الدرهم بالدرهمین ولا الصاع بالصاعین"** کہ ایک درہم کو دو درہم کے عوض اور ایک صاع کو دو صاع کے عوض میں فروخت نہ کرو۔ اب اس حدیث پاک میں صاع کے دو معنی ہیں ایک حقیقی معنی کہ لکڑی کا وہ پیمانہ جس میں گندم وغیرہ کو ماپا جاتا ہے اور دوسرا مجازی معنی **"ما فی الصاع"** اور

"ما یدخل فی الصاع "یعنی وہ چیز جو صاع کے اندر ڈالی جاتی ہے جیسے گندم، جو وغیرہ۔اب لفظ صاع سے اس حدیث پاک میں دونوں معانی مراد نہیں ہیں، ورنہ لفظ واحد میں حقیقت اور مجاز دونوں کا اجتماع لازم آئے گا جو کہ ناجائز ہے، لہذا اس حدیث پاک میں بالاتفاق مجازی معنی یعنی "ما فی الصاع" ہی مراد ہے کہ ایک صاع گندم کو دو صاع گندم کے مقابلہ میں نہ بیچو، اور حقیقی معنی مراد نہیں ہے لہذا لکڑی کے ایک صاع کو دو صاع کے بدلے بیچنا جائز ہوگا۔

③ حقیقت کی اقسام ثلاثہ:۔ کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۷ھ

الشق الثانی .....اِعْلَمْ اَنَّ الْاِسْتِعَارَةَ فِیْ اَحْکَامِ الشَّرْعِ مُطَّرِدَةٌ بِطَرِیْقَیْنِ اَحَدُهُمَا لِوُجُوْدِ الْاِتِّصَالِ بَیْنَ الْعِلَّةِ وَالْحُکْمِ وَالثَّانِیْ لِوُجُوْدِ الْاِتِّصَالِ بَیْنَ السَّبَبِ الْمَحْضِ وَالْحُکْمِ فَالْاَوَّلُ مِنْهُمَا یُوْجِبُ صِحَّةَ الْاِسْتِعَارَةِ مِنَ الطَّرَفَیْنِ وَالثَّانِیْ یُوْجِبُ صِحَّتَهَا مِنْ اَحَدِ الطَّرَفَیْنِ۔(ص۳۱۔امدادیہ)

عبارت پر اعراب لگائیے۔مکمل وضاحت کیجیے۔صریح وکنایہ میں سے ہر ایک کی تعریف، مثال اور حکم تحریر کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں:① عبارت پر اعراب ② عبارت کی وضاحت ③ صریح وکنایہ کی تعریف، مثال وحکم

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ کما مرّ فی السوال آنفاً

② عبارت کی وضاحت:۔ یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شریعت کے احکام میں استعارہ اور مجاز دو طریقوں سے جاری ہوتا ہے:① علاقہ علیّت ② علاقہ سببیّت۔

① علاقہ علیّت: کہ استعارہ علت اور حکم کے درمیان اتصال پائے جانے کی وجہ سے ہو کہ علت بول کر حکم مراد لینا اور حکم بول کر علت مراد لینا دونوں جائز ہوں، اور یہ دونوں طرف سے استعارہ کے صحیح ہونے کو ثابت کرتا ہے کہ حکم بول کر علت مراد لینا بھی صحیح ہے اور علت بول کر حکم مراد لینا بھی صحیح ہے اور یہ استعارۃ الاصل للفرع اور استعارۃ الفرع للاصل کہلاتا ہے۔

② علاقہ سببیّت: کہ استعارہ سبب محض اور حکم کے درمیان اتصال کے پانے جانے کی وجہ سے ہو اور یہ ایک طرف سے استعارہ کے صحیح ہونے کو ثابت کرتا ہے کہ سبب بول کر حکم مراد لیا جائے لیکن حکم بول کر سبب مراد لینا صحیح نہ ہو اور یہاں استعارۃ الاصل للفرع یعنی سبب بول کر حکم مراد لینا تو جائز ہوتا ہے لیکن استعارۃ الفرع للاصل یعنی حکم بول کر سبب مراد لینا صحیح نہیں ہوتا۔

علاقہ علیّت کی بنا پر استعارہ کے جواز کی مثال: اگر کسی آدمی نے یوں کہا "ان ملکت عبدا فهو حر" کہ اگر میں غلام کا مالک ہوا تو وہ آزاد ہے، پھر وہ آدھے غلام کا مالک ہو گیا پھر اس کو فروخت کر دیا پھر دوسرے نصف کا مالک ہو گیا تو وہ نصف غلام آزاد نہ ہوگا اس لئے کہ وہ پورے غلام کا مالک نہیں ہوا کیونکہ عرف میں کسی شیء پر ملک متحقق ہونے کیلئے اس کے تمام اجزا کا ملک میں جمع ہونا شرط ہے لہذا اگر کوئی شخص کسی چیز کا متفرق طور پر تھوڑا تھوڑا مالک ہوا تو اس کے بارے میں یہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ اس چیز کا مالک ہے چنانچہ پورا غلام اس کی ملک میں جمع نہیں ہوا اس لئے ملک نہ پانے جانے کی وجہ سے نصف آخر آزاد نہ ہوگا، اور اگر کہنے والے نے یوں کہا ''ان اشتریت'' کہ اگر میں غلام خریدوں تو وہ آزاد ہے، پھر اس نے آدھے غلام کو خریدا پھر اس کو فروخت کر دیا پھر نصف آخر کو خریدا تو نصف آخر آزاد ہو جائے گا کیونکہ پورے غلام کا خریدنا پایا گیا اگرچہ متفرق طور پر ہی خریدا ہے لہذا اس کے پاس جو آدھا غلام ہے وہ آزاد ہو جائے گا۔مذکورہ مثال میں اگر حالف اور قائل نے ملک سے شراء کا ارادہ کیا یا شراء سے ملک کا ارادہ کیا تو اس کی نیت بطریق استعارہ اور مجاز کے درست ہوگی اس لیے کہ شرا ملک کی علت ہے ورملک اس کا حکم ہے علت اور حکم کے درمیان طرفین سے استعارہ جائز ہوتا ہے اگر کہنے والا اشتریت کہہ کر ملک مراد لے تو یہ بھی صحیح ہے کہ اس نے علت بول کر حکم مراد لیا ہے اور اگر ملکت کہہ کر اشتریت مراد لے تو بطریق استعارہ یہ بھی صحیح ہے کہ اس نے حکم بول کر علت مراد لی ہے لہذا علت اور حکم کے درمیان استعارہ دونوں طرفوں سے عام ہوگا۔

علاقہ سببیت کی بنا پر استعارہ کے جواز کی مثال: اگر کسی آدمی نے اپنی بیوی سے کہا ''حررتک'' اور اس سے طلاق مراد لی تو طلاق مراد لینا صحیح ہے کیونکہ تحریر اپنے معنی حقیقی کے اعتبار سے ملک رقبہ کے واسطے سے ملک متعہ کے زوال کو ثابت کرتا ہے لہذا لفظ تحریر زوال ملک متعہ کا سبب ہے اور سبب بول کر مجازاً مسبب اور حکم مراد لینا جائز ہے، لیکن اگر کسی نے اپنی باندی سے کہا "طلقتك"

اوراس نے طلاق بول کرتحریر مراد لی تو یہ صحیح نہیں کیونکہ طلاق مسبب اور حکم ہے اور تحریر سبب ہے اور علاقہ سببیت میں فرع کا استعارہ اصل کیلئے صحیح نہیں ہوتا لہذا مسبب اور حکم بول کر سبب مراد لینا جائز نہیں۔

③ صریح وکنایہ کی تعریف، مثال وحکم:۔ **كما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۶ھ**

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....**اما المقتضی فهو زيادة على النص لا يتحقق معنى النص الا به كان النص اقتضاه ليصح فی نفسه معناه مثاله فی الشرعيات**.....

عبارت کی تشریح کر کے مثال دیجیے۔عبارۃ النص، اشارۃ النص ودلالۃ النص کی تعریف وحکم لکھیے۔اداء اور قضا کی تعریف کر کے اداء کی دوقسموں کی مثالوں سے وضاحت کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں:① عبارت کی تشریح ومثال ② عبارۃ النص، اشارۃ النص، دلالۃ النص کی تعریف وحکم ③ اداء وقضا کی تعریف اور اداء کی دوقسمیں۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح مع مثال:۔ مذکورہ عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ اقتضاء النص کی تعریف بیان فرمارہے ہیں کہ اقتضاء النص نص پر ایسی زیادتی کا نام ہے کہ اس زیادتی کے بغیر نص کا معنی متحقق اور ثابت ہی نہ ہوسکتا ہو، گویا کہ نص نے خود اس زیادتی کو ماننے کا تقاضا کیا ہے تاکہ اس نص کا معنی صحیح ہوجائے جیسے اللہ تعالیٰ نے کفارہ ظہار اور کفارہ یمین میں فرمایا ہے "**فتحرير رقبة**"، اس نص میں رقبہ کا لفظ مطلق ہے لیکن نص تقاضا کرتی ہے کہ مملوکہ کی زیادتی کے ساتھ اس کو مقید کیا جائے اور مملوکہ کی زیادتی یہاں مقدر ہوگی کیوں کہ ملکیت کے بعد ہی تحریر رقبہ متحقق ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ آزادی اپنی مملوکہ چیز سے ملکیت کے زائل کرنے کا نام ہے، اور غلام تب ہی آزاد ہوگا جب وہ مملوک ہوگا۔اور وہ نص جو زیادتی کا تقاضا کرے اسے مقتضِی کہتے ہیں، اور وہ مقدر زیادتی کہ جس پر نص کی صحت موقوف ہو اور نص کے لیے وہ شرط کا درجہ رکھتی ہو اس کو مقتضیٰ کہا جاتا ہے۔اور نص پر یہ زیادتی کرنا اور نص کا اس زیادتی کا تقاضا کرنا اقتضاء النص کہلاتا ہے۔

② عبارۃ النص، اشارۃ النص ودلالۃ النص کی تعریف وحکم:۔ تعریف:**كما مر فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۳۲ھ**

عبارۃ النص اور اشارۃ النص کا حکم: ان دونوں کا حکم یہ ہے کہ ان سے ثابت ہونے والے حکم پر قطعی طور پر عمل کرنا ضروری ہے اور اگر عبارۃ النص اور اشارۃ النص کے حکم میں تعارض ہوجائے تو عبارۃ النص کے حکم کو اشارۃ النص کے حکم پر ترجیح دی جائے گی کیوں کہ عبارۃ النص کے حکم کے لیے کلام کو چلایا گیا ہے۔

دلالۃ النص کا حکم: اس کے دو حکم ہیں:① پہلا حکم یہ ہے کہ علت کے عام ہونے سے منصوص علیہ کا حکم بھی عام ہوجائے گا، یعنی جہاں جہاں علت پائی جائے گی وہاں وہاں حکم بھی پایا جائے گا اور جہاں علت نہ پائی جائے وہاں حکم بھی نہیں پایا جائے گا۔

② اس کا دوسرا حکم یہ ہے کہ یہ یقین کا فائدہ دینے میں اور دلیل قطعی ہونے میں عبارۃ النص کی طرح ہے کہ جس طرح عبارۃ النص سے ثابت شدہ حکم قطعی اور یقینی ہوتا ہے اسی طرح دلالۃ النص سے ثابت ہونے والا حکم بھی قطعی ہوگا اور یقین کا فائدہ دے گا۔ اور عبارۃ النص کی طرح قطعی ہونے کی وجہ سے دلالۃ النص سے بھی شرعی سزائیں اور کفارات ثابت ہوتے ہیں۔

③ اداء وقضا کی تعریف اور اداء کی دوقسمیں:۔ **كما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۶ھ**

الشق الثانی.....**الامر فی اللغة قول القائل لغيره: افعل، و فی الشرع تصرف الزام الفعل على الغير، وذكر بعض الأئمة ان المراد بالامر يختص بهذه الصيغة.**

عبارت کا ترجمہ وتشریح کیجیے۔ مامور بہ کی دوقسموں حسن بنفسہ اور حسن لغیرہ میں سے ہر ایک کا حکم ذکر کیجیے اور مثال سے وضاحت کیجیے۔امر بالفعل تکرار کا مقتضی ہے یا نہیں؟ مثال سے واضح کیجیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں:① عبارت کا ترجمہ ② عبارت کی تشریح ③ مامور بہ کی اقسام کا حکم و مثال ④ امر بالفعل تکرار کا مقتضی ہے یا نہیں؟

جواب ..... ① عبارت کا ترجمہ:۔ لغت میں امر قائل کا دوسرے سے "**افعل**" کہنا ہے، اور شریعت میں دوسرے پر فعل لازم

کرنے کا تصرف ہے، اور بعض ائمہ نے ذکر کیا کہ امر سے جو مراد ہے (یعنی وجوب) وہ اسی صیغہ "افعل" کے ساتھ خاص ہے۔

❷ عبارت کی تشریح:۔ اس عبارت میں مصنف نے امر کی لغوی اور شرعی تعریف کرنے کے بعد بعض ائمہ کا قول ذکر کیا ہے۔

امر کی لغوی تعریف: اہل اصول کے ہاں امر کی لغوی تعریف یہ ہے "قول القائل لغیرہ افعل علی سبیل الاستعلاء" کہ دوسرے آدمی کو افعل کہنا اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے۔ اور یہاں افعل سے مراد ہر وہ صیغہ ہے جو مضارع میں تبدیلی کر کے طلب فعل کے لیے بنایا گیا ہو خواہ وہ صیغہ افعل کے وزن پر ہو یا کسی اور وزن پر جیسے "اُنْصُرْ" دوسرے شخص کو نصرت کا حکم کرنے پر دلالت کرتا ہے اور "اَکْرِمْ" دوسرے شخص کو اکرام کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور سبیل الاستعلاء سے مراد یہ ہے کہ صیغہ افعل اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے کہا جائے خواہ وہ قائل حقیقتاً بڑا ہو یا نہ ہو اور اس قید سے دعا اور التماس خارج ہو گئے۔

امر کی شرعی تعریف: اہل اصول کے ہاں امر کی شرعی تعریف ہے "تصرف الزام الفعل علی الغیر" کہ دوسرے پر فعل کو لازم کرنے کا تصرف کرنا، یعنی کسی فعل کو لازم کرنے کا نام امر ہے، جیسے "صل صلاۃً" تو نماز پڑھ، اس جملے میں متکلم نے مخاطب پر فعل صلوٰۃ کو لازم کرنے کا تصرف کیا ہے تو یہ امر ہوا۔ "الزام الفعل" کی قید سے نہی خارج ہو گئی کیوں کہ اس میں ترک فعل کے لازم کرنے کا تصرف ہوتا ہے نہ کہ فعل لازم کرنے کا، جیسے "لا تشرب الخمر" تو شراب مت پی۔ اور "علی الغیر" کی قید سے نذر خارج ہو گئی کیوں کہ اس میں متکلم کسی دوسرے پر فعل کو لازم نہیں کرتا بلکہ اپنے اوپر فعل کو لازم کرتا ہے۔

و ذکر بعض الائمۃ الخ: یہاں بعض ائمہ سے فخر الاسلام بزدوی اور شمس الائمۃ سرخسی مراد ہیں۔ یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ امر سے جو مراد ہوتا ہے یعنی وجوب وہ اس صیغہ "افعل" کے ساتھ خاص ہے یعنی وجوب صرف اسی صیغہ "افعل" سے ثابت ہوگا اس کے علاوہ کسی دوسری چیز سے ثابت نہیں ہوگا۔

❸ مامور بہ کی دو قسموں کا حکم و مثال:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۴۳ھ**

❹ امر بالفعل تکرار کا مقتضی ہے یا نہیں:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۴۲ھ**

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....① دلیل کسے کہتے ہیں؟ نیز حکم شرعی کی تعریف و مثال لکھیے۔ ② مختلف فیہ ادلہ کتنے اور کیا کیا ہیں؟ ③ تواتر لفظی اور معنوی کی تعریف اور دونوں میں فرق بیان کیجیے۔ ④ حدیث کے حجت ہونے کی دلیل لکھیے۔

جواب..... ❶ و ❷ دلیل و حکم شرعی کی تعریف و مثال اور مختلف فیہ ادلہ:۔ **کما مر فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۹ھ**

❸ و ❹ تواتر لفظی و معنوی کی تعریف و فرق اور حجیت حدیث کی دلیل:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۴۲ھ**

الشق الثانی.....① قیاس کے لیے کل کتنی شرطیں ہیں؟ تحریر کیجیے۔ ② مکروہ تحریمی و تنزیہی کی تعریف و حکم لکھ کر دونوں کی مثال تحریر کیجیے۔ ③ حرام کی تعریف، حکم اور اقسام ذکر کیجیے۔

جواب..... ❶ قیاس کی شرائط:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۴۰ھ**

❷ و ❸ مکروہ تحریمی و تنزیہی اور حرام کی تعریف، حکم و مثال:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۴۱ھ**

﴿الورقۃ الخامسۃ فی النحو﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....اَمَّا الْوَصْفُ فَلَا یَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِیَّۃِ اَصْلًا، وَ شَرْطُہٗ اَنْ یَّکُوْنَ وَصْفًا فِیْ اَصْلِ الْوَضْعِ، فَاَسْوَدُ وَ اَرْقَمُ غَیْرُ مُنْصَرِفٍ وَاِنْ صَارَا اِسْمَیْنِ لِلْحَیَّۃِ لِاِصَالَتِھِمَا فِی الْوَصْفِیَّۃِ۔

عبارت پر اعراب لگائیے۔ واضح تشریح کر کے منصرف اور غیر منصرف کی تعریف اور حکم بھی تحریر کیجیے۔ اسباب منع صرف میں سے کون کون سے اسباب دو سبب کے قائم مقام ہیں؟

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی تشریح مع منصرف و غیر منصرف کی تعریف و حکم ③ منع صرف کے وہ اسباب جو دو سبب کے قائم مقام ہیں۔

جواب..... ❶ عبارت پر اعراب:۔ **کما مر فی السوال آنفاً**

② عبارت کی تشریح مع منصرف وغیر منصرف کی تعریف وحکم:۔ عبارت کی تشریح: اس عبارت میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ وصف کا حکم اور وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط بیان فرمارہے ہیں: ''وصف کا حکم'' یہ ہے کہ یہ علمیت کے ساتھ کبھی بھی جمع نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ وصف میں ابہام ہوتا ہے اور علمیت میں تعیین، لہٰذا ایک ہی اسم میں ابہام اور تعیین دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔

''وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرط'' یہ ہے کہ وہ اصل وضع میں بھی وصف ہو، یعنی جب واضع نے اسے وضع کیا ہو تو اس وقت بھی اس میں صفت والا معنی پایا گیا ہو، اگر ایسا ہو تو پھر یہ غیر منصرف کا سبب بنے گا ورنہ نہیں۔ جیسے اسود اور ارقم ان کا معنی ہے ہر سیاہ چیز اور ہر چت کبری چیز، تو جب واضع نے اس کو وضع کیا تھا اس وقت ان میں صفت والا معنی تھا اور بعد میں یہ سانپ کے نام رکھ دیے گئے ہیں، تو چونکہ اصل وضع میں بھی ان میں صفت والا معنی تھا اگرچہ بعد میں نہیں رہا لہٰذا یہ غیر منصرف ہی ہوں گے۔

منصرف کی تعریف: **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۳ھ**

منصرف کا حکم: منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکتیں مع تنوین کے داخل ہوتی ہیں جیسے **جاء نی زیدٌ، رأیت زیداً، مررت بزیدٍ۔**

غیر منصرف کی تعریف: **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۲ھ**

غیر منصرف کا حکم: **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۳ھ**

③ منع صرف کے وہ اسباب جو دو کے قائم مقام ہیں:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۴۱ھ**

الشق الثانی..... **اَلثَّالِثُ مَا اُضْمِرَ عَامِلُهٗ عَلٰی شَرِیْطَةِ التَّفْسِیْرِ وَ هُوَ کُلُّ اِسْمٍ بَعْدَهٗ فِعْلٌ اَوْ شِبْهُهٗ یَشْتَغِلُ ذٰلِكَ الْفِعْلُ عَنْ ذٰلِكَ الْاِسْمِ بِضَمِیْرِهٖ اَوْ مُتَعَلِّقِهٖ بِحَیْثُ لَوْ سُلِّطَ عَلَیْهِ هُوَ اَوْ مُنَاسِبُهٗ لَنَصَبَهٗ۔**

عبارت پر اعراب لگا کر تشریح کریں۔ مفعول بہ کے فعل کو وجوباً حذف کرنے کے چار مقامات کے صرف نام ومثال لکھیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی واضح تشریح ③ مفعول بہ کے فعل کو وجوباً حذف کرنے کے مقامات۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مر فی السوال آنفاً**

② عبارت کی واضح تشریح:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۴۰ھ**

③ مفعول بہ کے فعل کو وجوباً حذف کرنے کے مقامات:۔ وہ چار جگہیں جہاں مفعول بہ کے فعل ناصب کو وجوبی طور پر حذف کر دیا جاتا ہے وہ یہ ہیں: ① مفعول بہ کے فعل کو وجوبی طور پر حذف کرنے کا پہلا موضع سماعی ہے یعنی اس میں مفعول بہ کے فعل کو حذف کرنے کا کوئی قاعدہ اور ضابطہ نہیں ہے بلکہ یہ اہل عرب سے سننے پر موقوف ہے۔ جیسے **امرأ و نفسه**، یہ اصل میں **اترك امرأ و نفسه** ہے۔ اسی طرح **انتهوا خیرا لکم** اصل میں تھا **انتهوا عن التثلیث و اقصدوا خیر الکم ، اهلاً و سهلاً** اصل میں تھا **أتیت اهلاً و طیت سهلاً**۔

② دوسرا موقع تحذیر ہے: **کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۴۳ھ**

③ تیسرا موقع ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر ہے جیسے **زیدا ضربته، زیدا مررت به، زیدا ضربت غلامه۔**

④ چوتھا موقع منادیٰ ہے: جیسے **یا عبدَالله** اس کی تقدیری عبارت ہے **ادعو عبدالله** پھر **ادعو** کو حذف کر دیا اور اس کے قائم مقام حرف ندا کو لے آئے۔

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل..... **الفاعل و هو کل اسم قبله فعل اور صفة اسند الیه علی معنی انه قام به لا وقع علیه، نحو: قام زید و زید ضارب ابوه عمروا و ما ضرب زید عمروا۔**

عبارت کی واضح تشریح کیجیے اور خط کشیدہ مثال کی نحوی ترکیب کیجیے۔ تنازع الفعلین سے کیا مراد ہے اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ مثالوں کے ساتھ لکھیے۔ مرفوعات کل کتنے ہیں؟ صرف نام لکھیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں: ① عبارت کی واضح تشریح ② خط کشیدہ عبارت کی ترکیب ③ تنازع الفعلین

کی تعریف واقسام مع امثلہ ④ مرفوعات کی تعداد واسماء۔

جواب ..... ① عبارت کی تشریح:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۲ھ**

② خط کشیدہ عبارت کی ترکیب:۔ **زید ضارب ابوہ عمروا:** زید مبتدا، ضاربٌ صیغہ صفت اسم فاعل، ابو مضاف، ہٗ ضمیر مضاف الیہ، مضاف ومضاف الیہ مل کر ضاربٌ کا فاعل، عمروا مفعول بہ، اسم فاعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

③ تنازع الفعلین کی تعریف واقسام مع امثلہ:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۲ھ**

④ مرفوعات کی تعداد واسماء:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۳ھ**

الشق الثانی ..... **اَلتَّمْيِيْزُ هُوَ نَكِرَةٌ تُذْكَرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِنْ عَدَدٍ اَوْ كَيْلٍ اَوْ وَزْنٍ اَوْ مَسَاحَةٍ اَوْ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا فِيْهِ اِبْهَامٌ تَرْفَعُ ذٰلِكَ الْاِبْهَامَ..... وَ قَدْ يَكُوْنُ عَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ۔**

عبارت پر اعراب لگائیے۔ واضح تشریح اور مثالیں لکھیے۔ مستثنیٰ کی اقسام اور ان کے اعراب مثالوں کے ساتھ لکھیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں: ① عبارت پر اعراب ② عبارت کی تشریح وامثلہ ③ مستثنیٰ کی اقسام مع اعراب

جواب ..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفاً**

② عبارت کی تشریح وامثلہ:۔ یہاں سے مصنف تمیز کی تعریف بیان کر رہے ہیں۔ تمیز کے لغوی معنی ہیں جدا کرنا اور نحویوں کی اصطلاح میں تمیز وہ نکرہ ہے جو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے خواہ وہ مقدار ایک عدد ہو یا کیل ہو یا وزن ہو یا مساحت ہو یا ان کے علاوہ کوئی ایسی چیز ہو جس میں ابہام ہو اس حال میں کہ وہ نکرہ اس ابہام کو دور کر دے۔

مثالیں: ① **عندی عشرون درهماً**، اس مثال میں درہماً تمیز ہے اور یہ اس تمیز کی مثال ہے جو مقدار عدد سے ابہام کو دور کرے، اس لیے کہ عشرون ممیّز ہے اس میں ابہام تھا تو درہماً نے آ کر ابہام کو دور کر دیا کہ عشرون کا مصداق درہم ہے نہ کہ کوئی اور چیز۔

② **عندی قفیزان براً:** اس میں براً تمیز ہے یہ اس تمیز کی مثال ہے جو مقدارِ کیل سے ابہام کو دور کر دے اس لیے کہ قفیزان ممیّز ہے اس میں ابہام تھا کہ کون سی چیز اس کا مصداق ہے براً نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ اس کا مصداق بر یعنی گندم ہے۔

③ **عندی منوان ثمناً:** اس میں ثمناً تمیز ہے یہ اس تمیز کی مثال ہے جو مقدار وزنی سے وہم کو دور کرے اس لیے کہ منوان میں ابہام تھا کہ اس کا مصداق کون سی چیز ہے تو سمناً نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ اس کا مصداق سمن یعنی گھی ہے۔

④ **عندی جریبان قطناً:** اس میں قطناً تمیز ہے یہ اس تمیز کی مثال ہے جو مقدار مساحتی سے ابہام کو دور کر دے۔ اس لیے کہ جریبان میں ابہام تھا کہ اس کا مصداق کون سی چیز ہے تو قطناً نے آ کر اس ابہام کو دور کر دیا کہ اس کا مصداق قطن یعنی روئی ہے۔

⑤ **علی التمرة مثلها زبداً:** اس میں زبداً تمیز ہے، یہ اس تمیز کی مثال ہے جو مقیاس سے ابہام کو دور کر دے اس لیے کہ مثلہا میں ابہام تھا کہ کون سی چیز اس کا مصداق ہے تو زبداً نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ اس کا مصداق زبد یعنی مکھن ہے۔

تمیز عام طور پر مفرد مقدار سے آتی ہے اور اس سے ابہام کو دور کرتی ہے، البتہ کبھی تمیز مفرد غیر مقدار سے بھی آتی ہے یعنی وہ مفرد ممیّز نہ عدد ہوتا ہے نہ کیل اور نہ وزن اور نہ مساحت اور نہ ہی مقیاس ہوتا ہے، اور تمیز اس سے وہم کو دور کرتی ہے۔ جیسے **ھذا خاتم حدیداً**، یہاں خاتم مفرد غیر مقدار ہے اسم تام ہے اس میں ابہام تھا کہ خاتم یعنی انگوٹھی کس چیز کی جنس سے ہے تو حدید نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ یہ لوہے کی جنس سے ہے۔

0313 6357913 maktabazakariyamuttanbooks.com

③ مستثنیٰ کی اقسام واعراب:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۴ھ**

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... **اَلنَّعْتُ تَابِعٌ يَدُلُّ عَلٰى مَعْنًى فِيْ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَوْفِيْ مُتَعَلَّقِ مَتْبُوْعِهٖ نَحْوُ جَاءَنِيْ رَجُلٌ عَالِمٌ اَبُوْهُ وَيُسَمّٰى صِفَةً اَيْضًا۔**

عبارت پر اعراب لگائیے۔ واضح تشریح کر کے بتائیے کہ موصوف وصفت میں کتنی چیزوں میں مطابقت ضروری ہے؟ مثالوں سے واضح کیجیے۔ توابع کے صرف نام اور مثالیں لکھیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل تین امور ہیں:① عبارت پر اعراب ② عبارت کی تشریح اور موصوف وصفت کی مطابقت ③ توابع کے اسماء وامثلہ۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفاً**

② عبارت کی تشریح اور موصوف وصفت کی مطابقت:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۴۳ھ**

③ توابع کے صرف اسماء وامثلہ:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۶ھ**

الشق الثانی.....افعال المدح والذم ماوضع لانشاء مدح اوذم۔(ص۱۰۲۔امدادیہ)

افعالِ مدح وذم ذکر کریں۔نعم کا فاعل معرفہ ہوگا یا نکرہ؟ مثالوں سے وضاحت کریں، **نعم رجلاً زید** کی ترکیب کریں۔

جواب..... مکمل جواب **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۰ھ**۔

﴿الورقة السادسة فی النحو والمنطق﴾

﴿السوال الاول﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....وَحَتّٰی لِاِنْتِهَاءِ الْغَايَةِ فِي الزَّمَانِ نَحْوُ نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ وَفِي الْمَكَانِ نَحْوُ سِرْتُ الْبَلَدَ حَتّٰى السُّوْقِ وَلِلْمُصَاحَبَةِ نَحْوُ قَرَأْتُ وِرْدِيْ حَتّٰى الدُّعَاءِ أَيْ مَعَ الدُّعَاءِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔صرف مثالوں کی ترکیب کیجیے۔ عَلٰی کتنے معنوں کے لیے آتا ہے؟ مثالوں کے ساتھ لکھیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں:① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ مثالوں کی ترکیب ④ عَلٰی کے معانی۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفاً**

② عبارت کا ترجمہ:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۴۲ھ**

③ مثالوں کی ترکیب:۔ **نمت البارحة حتی الصباح: نمت** فعل، **ت** ضمیر فاعل، **البارحة** مفعول فیہ، **حتی** حرف جر، **الصباح** مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل، مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

سرت البلد حتی السوق: سرت فعل، **ت** ضمیر فاعل، **البلد** مفعول فیہ، **حتی** حرف جر، **السوق** مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل، مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

قرأت وردی حتی الدعاء: قرأت فعل، **ت** ضمیر فاعل، **وردی** مضاف ومضاف الیہ مل کر مفعول بہ، **حتی** حرف جر، **الدعاء** مجرور، جار مجرور مل کر متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے فاعل، مفعول اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

③ عَلٰی کے معانی مع امثلہ:۔ **علیٰ** عموماً تین معانی کے لیے آتا ہے:① استعلاء: جیسے **زید علی السطح، علیه دینٌ** ② "ب" کے معنی میں: جیسے **مررت علیه** بمعنی **مررت به** ③ "فی" کے معنی میں: جیسے **ان کنتم علی سفر** ای فی سفر۔

الشق الثانی.....وَعَنْ لِلْبُعْدِ وَ الْمُجَاوَزَةِ نَحْوُ رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ و فِيْ لِلظَّرْفِيَّةِ نَحْوُ الْمَالُ فِي الْكِيْسِ و نَظَرْتُ فِي الْكِتَابِ و لِلْاِسْتِعْلَاءِ نَحْوُقولهٖ تَعَالٰى وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ۔

عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجیے۔صرف مثالوں کی ترکیب کیجیے۔ مِنْ کتنے معنوں کے لیے آتا ہے؟ مثالوں کے ساتھ لکھیے۔

﴿خلاصۂ سوال﴾.....اس سوال کا حل چار امور ہیں:① عبارت پر اعراب ② عبارت کا ترجمہ ③ مثالوں کی ترکیب ④ مِنْ کے معانی مع امثلہ۔

جواب..... ① عبارت پر اعراب:۔ **کما مرّ فی السوال آنفاً**

② و ③ عبارت کا ترجمہ ومثالوں کی ترکیب:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الاول ۱۴۳۸ھ**

④ مِنْ کے معانی مع امثلہ:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الاول ۱۴۴۰ھ**

﴿السوال الثانی﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل.....① معرف یا قول شارح کی چار قسمیں مثالوں کے ساتھ لکھیے۔ ② کلی ذاتی کی تین قسموں میں سے ہر

ایک کی تعریف اور مثال لکھیے۔ ③ شرطیہ متصلہ کی دو قسموں کی تعریف لکھ کر مثال سے واضح کیجیے۔

جواب ..... ① معرف یا قول شارح کی اقسام:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۳۸ھ**

② کلی ذاتی کی اقسام۔ **کما مر فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۴۳ھ**

③ شرطیہ متصلہ کی اقسام:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثانی ۱۴۴۰ھ**

الشق الثانی ..... ① دو کلیوں کے درمیان چار نسبتوں میں سے ایک ضرور ہوتی ہے، ہر ایک کی تعریف و مثال لکھیے۔ ② منفصلہ عنادیہ اور منفصلہ اتفاقیہ کی تعریف اور مثال لکھیے۔ ③ عکس مستوی سے کیا مراد ہے؟ مثالوں کے ساتھ پوری تفصیل ذکر کیجیے۔

جواب ..... ① دو کلیوں کے درمیان پائی جانے والی نسبتیں:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثالث ۱۴۳۸ھ**

② منفصلہ عنادیہ اور منفصلہ اتفاقیہ۔ **کما مر فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۹ھ**

③ عکس مستوی کی مراد و وضاحت:۔ **کما مرّ فی الشق الثانی من السوال الثالث ۱۴۳۸ھ**

﴿السوال الثالث﴾ ۱۴۴۵ھ

الشق الاوّل ..... ① بدیہیات کی کتنی اقسام ہیں؟ ان میں سے تین مثالوں کے ساتھ تحریر کیجیے۔ ② دلیل لمّی اور دلیل انّی سے کیا مراد ہے؟ مثالوں سے واضح کیجیے۔ ③ صغریٰ، کبریٰ اور حد اوسط کی تعریف کیجیے۔

جواب ..... ① بدیہیات کی اقسام:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۴۲ھ**

② دلیل لمّی و دلیل انّی کی مراد۔ **کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۸ھ**

③ صغریٰ، کبریٰ اور حد اوسط کی تعریف:۔ جب دو قضیوں کو مان لیا جائے تو ایک اور قضیہ ماننا پڑے گا۔ پہلا قضیہ صغریٰ، دوسرا قضیہ کبریٰ اور مانا جانے والا قضیہ نتیجہ کہلاتا ہے۔ اس صغریٰ و کبریٰ میں جس لفظ کا تکرار ہو وہ حد اوسط کہلائے گا۔

الشق الثانی ..... ① استقراء اور تمثیل کی تعریف اور مثال واضح تحریر کیجیے۔ ② شرطیہ منفصلہ کی تین قسمیں وضاحت کے ساتھ تحریر کیجیے۔ ③ شکل ثالث اور شکل رابع مثالوں سے واضح کیجیے۔

جواب ..... ① استقراء اور تمثیل کی تعریف اور مثال:۔ **کما مرّ فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۳۸ھ**

② شرطیہ منفصلہ کی اقسام:۔ **کما مر فی الشق الاول من السوال الثانی ۱۴۴۰ھ**

③ شکل ثالث اور شکل رابع کی وضاحت:۔ اگر حد اوسط صغری و کبری دونوں میں موضوع ہو تو اس کو شکل ثالث کہتے ہیں، جیسے ہر انسان جاندار ہے اور بعض انسان لکھنے والے ہیں، نتیجہ ہوا کہ بعض انسان لکھنے والے ہیں۔

اور اگر حد اوسط صغری میں موضوع اور کبری میں محمول ہو تو وہ شکل رابع ہے، جیسے ہر انسان جاندار ہے اور بعض انسان لکھنے والے ہیں، نتیجہ ہوا کہ بعض جاندار لکھنے والے ہیں۔

☆☆☆☆☆

واللہ اعلم بالصواب

0313 6357913 maktabazakariyamultan@gmail.com

تنظیم المدارس، کنزالمدارس، نظام المدارس، وفاق المدارس العربیہ اور دیگر بورڈز کی کتابیں، داخلہ جات، امتحانی مسائل کے حل، گزشتہ پیپرز، اور دیگر اپڈیٹس حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ وزٹ کریں۔

www.ahlesunnatboardspak.com

Follow Our Social Media Account:

1. **Whatsapp Channel (https://whatsapp.com/channel/0029VaFmkdD0VycHbvDRY70I)**
2. **Youtube (https://youtube.com/@ahlesunnatboards)**
3. **Tiktok (https://www.tiktok.com/@ahlesunnatboardspak)**
4. **Facebook Page (https://www.facebook.com/ahlesunnatboardspak)**